دیو کے بعد اُس کا بیٹا حیدر خان صغر سنی کے باعث عنان سلطنت ... نہ
تھا۔ اسلئے رینچن کی بیگم کوٹہ رانی نے سہدیو کے بھائی اودیان دیو سے عقد نکاح
کرکے حکومت اُسکے سپرد کردی۔ اودیان دیو کا مسند امارت پر بیٹھنا اس اورنگ
کو مسلمانوں کے دور حکومت میں خارج نہیں کرسکتا۔ اور نہ ہی اودیان دیو کے
عقائد کو صحیح طور پر مسلمانوں سے وابستہ کیا جاسکتا ہے۔ اسلئے اودیان دیو اگرچہ
راجہ سہدیو کے خاندان کا اثاثہ تھا لیکن بین المذہبین اُن وجوہات کے باعث
جو اوپر بیان ہوچکے ہیں اسے بھی مسلمانوں کے دور حکومت میں شامل کیا گیا ہے
البتہ عدم وثوق اور سابقہ حکمرانوں سے تعلق رکھنے کے باعث اس اورنگ
زمانہ بے استقلالی سے منسوب کیا جاتا ہے۔

رینچن کا عنان حکومت ہاتھ میں لے کر تھوڑے عرصہ بعد ہی مرجانا بیشک
مسلمانوں کی امیدوں کا خون بہانا ہے۔ ساتھ ہی جبکہ کوٹہ رانی کی کوتاہ اندیشیوں
یا پولیٹیکل چالوں پر غور کیا جاتا ہے تو مایوسی اور بھی بڑھتی ہے۔ رینچن کی وفات
کے بعد حکومت ایک بار پھر اپنے حکمرانوں کے ہاتھ میں چلی گئی تھی۔ لیکن خدا کو منظور
نہ تھا۔ اُس نے ایک غریب الوطن شاہ میر کو اسلام قائم رکھنے پر آمادہ کردیا۔
جس نے اودیان دیو کے بعد جلد ہی رعایا سے کشمیر کو اپنے حسن لیاقت سے مطیع
و منقاد کرکے فرمانروائی کا جھنڈا کھڑا کردیا۔

رینچن شاہ الملقب بہ صدر الدین

ایام امارت ۲ سال ۶ ماہ ۱۳۲۳ء لغایت ۱۳۲۵ء مطابق ۷۲۵ھ لغایت ۷۲۷ھ

سنہ ۱۳۲۳ء میں رینچن شاہ حکومت کشمیر پر متمکن ہوکر عدل و داد سے رعایا و برایا کو
سرفراز کرنے لگا۔ مخالفین کو حکمت عملی سے حلقہ انقیاد میں لاکر ملک کو شر و فساد سے
پاک کردیا۔ اپنے آقا رامچندر کی لڑکی مسماۃ کوٹہ رانی سے عقد کرکے مصلحت ملک کے باہمی
بغض رفع کرنے کے ذریعے پیدا کیا۔ علاوہ ازیں رامچندر کے بیٹے راول چندر کو بھی
خسروانہ سے سرمدی احسان کرنے لگا۔ چنانچہ اُس نے اُسے رینہ کا خطاب دیکر اُسکے

باپ کی جاگیر بدستور رینچن کے حوالہ کر دی نیز تھوڑی تک تبت کا وہ تمام حصہ جو کشمیر کے
زیر فرمان تھا آزادی کو بخش دیا جس سے اُسکے انتقام خواہی کے خیال کی پوری تلافی
ہو گئی۔ شاہ میر جو گذشتہ سازشوں اور معرکہ آرائیوں میں اُسکا معاون و مددگار
رہا تھا منصب وکالت پر مامور ہو کر امورات جہانبانی کا ایک خاص حد تک مالک
و مختار بن گیا۔ اس کے علاوہ رینچن شاہ نے اپنے بیٹے حیدر خان کا اتالیق بھی اُسی
شاہ میر کو مقرر کیا اور خود بھی عموماً اُسی کی رائے پر امورات ملکی سرانجام دینے لگا۔

سہدیو جو معرکہ ذولچو کے موقعہ پر کشتوار بھاگ گیا تھا موروثی سلطنت حاصل
کرنے کی خواہش میں وارد کشمیر ہوا۔ لیکن یہاں کی حالت ہی بدلی ہوئی پائی۔ رینچن
بھی بمقابلہ ہوا۔ سہدیو تاب نہ لا کر تھوڑی سی جد و جہد کے بعد صبر کا پتھر کلیجہ پر
رکھکر حسرت و یاس سے کشمیر اور حکومت کو ہمیشہ کے لیے الوداع کہکر واپس چلا گیا۔

رینچن شاہ جیسا کہ اوپر ذکر ہوا تبت کا باشندہ اور بدھ مذہب کا پیرو تھا۔
جب وطن سے آوارہ ہو کر کشمیر پہونچا تو اُسے یہاں دوسرا ہی طریقہ پایا لوگ مذہبی
پابندیوں کو چھوڑ کر خدا سے بھی منحرف ہو گئے تھے۔ گھر گھر کا نیا مت ہر آدمی کا جدا
طریقہ برائے نام تو یہ لوگ شیو مت کے پیرو تھے لیکن درحقیقت انہیں کسی
مذہب کی بابت تشکک تھی۔ اس بے دینی اور لامذہبی نے رینچن کو بھی متاثر کیا۔
آخر جب اُسنے تخت حکومت پر قدم رکھا اُسے مذہب کی تلاش ہوئی۔ شاہ میر کی
مصاحبت اور زمانہ اتفاق نے اُسکے دل میں ایک گونہ اسلام کی نسبت نیک خیال پیدا
کر دیا تھا لیکن چونکہ تمام رعایا غیر مذاہب کی معتقد تھی تو ایسے خیالات اسکے
تابع ہوتے تھے کہ وہ کھلے طور پر دین اسلام قبول کر لیتے تو اس نے تمام مذاہب
مروجہ کی تحقیقات پورے طور پر کی اور ہر ایک کو میزان امتحان میں کم وزن پایا
آخر ایک دن اُسنے مصمم ارادہ کر لیا کہ کل صبح جس شخص کو میں سب سے پہلے دیکھونگا
اسی کا دین اختیار کر لونگا۔ اس کا محل لب دریا واقع تھا جب دوسرے دن صبح کو
مسند سے اٹھا تو اس نے دریا کی طرف کا دریچہ کھولکر دیکھا کہ کوئی شخص دریا کے
کنارے پر طریق اسلام نماز فجر ادا کر رہا ہے حسب وعدہ اس نے اس فقیر کو
بلا بھیجا۔ اسلام کے اصول سے جو پہلے ہی واقف تھا اُسنے خدا کا شکر ادا کیا اور

معہ اہل و عیال فقیر مذکور کے ہاتھ سے مشرف باسلام ہوئے[1]۔ [illegible] شاہی کشمیر تھا جو اسیدن سنہ ۷۲۵ھ کو دائرہ [illegible] ہوا تھا۔ یہی وہ پہلا شخص ہے جسنے کشمیر میں دین اسلام کی بنیاد اس طرح ڈالی جس طرح اوپر ذکر ہوا۔ رینچن کا اسلامی نام ملک صدرالدین قرار پایا۔ اسکے دین اسلام اختیار کرنے کے متعلق کسی نے یہ اشعار موزوں کئے ہیں ؎

یارب این بزم محفل آرائی	شد تماشائی بہر تماشائی
رینچن او کرد دعوی اسلام	ہوش او کرد کفر آرائی
کفر و اسلام را بجنگ آورد	خود ازاں جنگ را تماشائی

اسکی متابعت میں راونچندر اور بعض دیگر امرا اور عوام الناس بھی اسی موقعہ پر شاہ صاحب کے دست مبارک پر بیعت اسلام میں داخل ہوئے۔ بقول "الناس علی دین ملوکہم" دائرہ اسلام کا وسعت چاروں طرف پھیل گیا۔ لوگ جوق جوق نئے دین میں شامل ہونے لگے۔ ملک صدرالدین اپنے عہد حکومت میں اشاعت اسلام کے لئے ہمہ تن ساعی رہا۔ لیکن [illegible] تائید غیبی ہی کی بدولت تھا کہ سوا دو سال کے قلیل عرصہ میں ملک صدرالدین نے مرشد بزرگوار کے لئے دریائے بہت (وتیلم) کے کنارے پر خانقاہ تعمیر کرائی جسکے متصل ایک مسافرخانہ اور مسجد بھی تیار ہوئی۔ اور بلبل شاہ[2] کا لنگر جاری ہوگیا۔ لنگر وغیرہ مصارف کے لئے صدرالدین نے پرگنہ ناگام میں چند گاؤں وقف کر دیئے جو بادشاہان چغتائی کے زمانہ تک خانقاہ مذکور کی جاگیر میں شامل تھے۔ مسلمانوں کی عمارتوں میں سب سے پہلی عمارتیں یہی خانقاہ اور مسجد ہیں جو آج تک بلبل شاہ کے محلہ موسومہ بہ بلبل لنکر (بلبل لنگر) میں بدستور موجود ہیں۔ سوائے خانقاہ مذکورہ باقی تمام عمارات رفتہ رفتہ منہدم ہوگئی ہیں۔ اس خانقاہ کے متصل جانب شمال ملک صدرالدین نے اپنا محل تیار کرایا تھا جسکے متصل ایک جامع مسجد بھی بنوائی گئی تھی۔ لیکن ان تمام عمارات کا اب نام و نشان بھی باقی نہیں رہا۔ شاہی محلات کی جگہ اب حضرت ولی صاحب کا مقبرہ

---

[1] بعض ہندو مورخوں کا قول ہے کہ رینچن شاہ نے کشمیر کے پنڈتوں سے خواہش کی تھی کہ وہ اسے اپنے مذہب میں شامل کرلیں۔ لیکن انہوں نے منظور نہیں کیا۔ لیکن اس کی نسبت کسی پرانی تاریخ کی شہادت نہیں ملتی۔

[2] بلبل شاہ کا اصلی نام سید شرف الدین تھا۔

مسجد تابتن مکیں جامع مسجد جو تھوڑے عرصہ بعد ہی جل گئی تھی اسی جگہ تھی۔ بہرطور یہ گئی تھی وہ بکمال ترین مسجد کے نام سے مشہور چلی آتی ہے۔

تاریخ کشمیر میں ایسے ہی انقلاب پیدا کرکے ملک صدرالدین کو زیادہ عرصہ تک حکومت نصیب نہ ہوئی اور صرف دو سال پانچ ماہ کی جہانبانی کے بعد حیدر خان نامی ایک چودہ سالہ بچہ چھوڑ کر راہی ملک عدم ہو گیا۔

اودیان دیو

ایام حکومت ۵ سال ۲ ماہ [illegible] وفات [illegible] مطابق [illegible]

ملک صدرالدین کی وفات پر تخت کے لئے پھر تنازعہ اٹھا۔ حیدر خان تو نابالغ بچہ تھا سب نے بالاتفاق اسے سلطنت سے برطرف کر دیا اور نئے حاکم کی تلاش میں لگے۔ آخر ۱۳۲۳ء کو کوٹا رانی بیوہ ملک صدرالدین نے اعیان دولت سے مشورہ کرکے پرانے راجہ سہدیو کے بھائی اودیان دیو کو جو واقعہ ذوالچو کے زمانہ سے بھاگ کر سواد کشمیر میں پناہ گزین تھا اور اس وقت حدود چکلی میں سکونت پذیر تھا بلا کر مسند آرائی حکومت کر دیا۔ ساتھ ہی خود بھی اودیان دیو کے ساتھ زوجیت میں داخل ہو کر کفیل امارت ملکی والی بن گئی۔ اودیان دیو خود تو بڑا کم ہمت اور بے عقل تھا لیکن کوٹا رانی اعلیٰ درجہ کی ہوشیار اور مردانہ قابلیتوں کی عورت تھی تمام معاملات حسن و خوبی سے سرانجام دینے لگی۔ اس نے شاہ میر کو منصب وزارت اور تیج بٹ کیلا پوری کو عہدہ سپہ سالاری عطا کرکے حکومت کی بنیاد اعلیٰ پیمانہ پر قائم کر دی اور خود بھی کمال عقل سے بغایت داد حکومت دینے لگی۔ چار سال تک تو معاملات ملکی بخیر و خوبی سرانجام پاتے رہے۔ آخر ۱۳۲۷ء کو پھر بے چینی اور پریشانی کے آثار نمودار ہو گئے۔ اور اچلا نامی ایک ترک سپہ سالار مع ترکوں کا بے تعداد لشکر ساتھ لیکر بارہ مولہ کی راہ سے کشمیر پر حملہ آور ہو گیا۔ ترکوں کا نام سنکر تمام ملک کانپ اٹھا۔ فوراً لشکر خالی ہو کر ظلم و ستم کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھرنے لگا۔ اودیان دیو تو ایسا گھبرایا کہ سر آمد دیکھا بے مادہ ہمت و جرأت اور سلطنت کو چھوڑ تبت کی جانب بھاگ گیا۔ پیچھے رانی جو اپنے آپ کے

پر شاید ذوالقدر خان کے ہنگامے میں قدرت کے تماشوں نے شاید کہ تنگی
مستقل مزاجی سے سردار اپنی جگہ پر ڈٹی رہی۔ اگرچہ شہر کی بیرون آبادی اور سینہ سا
شہر بھی گھبرا گیا تاہم آپ نے ہمت نہ ہاری اور تمام امرا وزرا اور دیگر سربرآوردہ
اشخاص کو طلب کرکے حضرت امیر الفقا جن انکے دلوں میں وہ جوش پیدا کیا کہ سب
سب مرنے مارنے کو تیار تیغیں چڑھانے لگ گئے۔ اس مہم کا انتظام شاہ میر کے
سپرد کرکے تمام نیک و بد کا اسے ذمہ دار بنا دیا جس نے کمال جوانمردی چاروں
طرف سے فوج جمع کرنی شروع کی۔ نزدیک و دور کے تمام رؤسا اور اعیان ملک کے
نام اس مضمون کے پروانے لکھے کہ ذوالقدر خان کی فوج کشی کے وقت جو دون ہمتی
اور بزدلی راجیان کشمیر سے ظہور میں آئی وہ سب پر روشن ہے۔ اگر اس وقت بھی سہدیو
پائے استقلال قائم رکھکر مقابلہ کے لیے کھڑا ہو جاتا تو غریب رعایا کو ان مصائب کا شکار نہ ہونا
پڑتا جنکے باعث ملک بھی اجڑا اور لاکھوں بھی تباہ و ویران ہو گیا تھا۔ اب دوسرا غنیم سر پر
آن پہنچا ہے۔ اگر اب بھی ہم دل چھوڑ بیٹھے تو جو خرابی پیدا ہوگی وہ خود تم نے پہلے سے
بھی تیار رکھی ہے۔ لیکن اگر ہم اپنے بزرگوں کی [illegible] وغیرہ کے کارناموں کو مد نظر رکھکر
مرنے مارنے کو تیار ہو جائیں تو بمصداق السعی منی والتمام من اللہ عجب نہیں کہ دشمن منہ
کی کھائے۔ اور تباہی سے بچے اور آئندہ بھی غنیم کو حملہ آوری کا حوصلہ نہ ہو۔ ورنہ یہی مصیبتیں
ہمیشہ پیش آتی رہینگی جن سے نجات ملنی مشکل ہو جائیگی۔ اس قسم کے پند و نصائح آمیز پیغام
اور اعلان و اشتہار سے بزدلوں کے دلوں میں مردانگی اور جوانمردوں کے دلوں میں جوش
پیدا کر دیا اور سب متفق ہو کر جان توڑ کوشش کے لیے تیار ہو گئے۔ یکبارگی غنیم پر ٹوٹ
پڑے اور ایسا ہنگامہ جدال و قتال برپا ہو گیا کہ قیامت کا نمونہ بنگیا۔ اس موقعہ پر کشمیریوں
نے اس شجاعت و جوانمردی سے لڑائی کی کہ ترکوں کی ترکی تمام ہو گئی۔ اور شکست کھا کر
واپس لوٹ گئے۔ شاہ میر خوشی کے شادیانے بجاتا ہوا رانی کی خدمت میں حاضر ہوا۔
کوٹہ رانی نے بھی اسکی خدمات کی پوری داد دی اور بڑی عزت افزائی کی۔ اسکے علاوہ
تمام ملک میں شاہ میر کی شجاعت اور جوانمردی کی دھاک بندھ گئی۔ لوگ اسکے نام کے
کے راگ گانے لگے۔ آگے ہی منصب وزارت پر ممتاز تھا اب تو تمام سیاہ و سفید کا مالک
و مختار بنگیا۔ اسکے بیٹے جمشید اور علاؤالدین بھی علاقہ کامراج میں اعلیٰ مناصب پر ممتاز

ہوکر حکمرانی کرنے لگے جب دشمن کی طرف سے بالکل اطمینان ہوگیا تو کوٹہ رانی نے معزول ادویان دیو کی تلاش ستروع کی اور اُسے تبت سے بُلا بھیجا پھر تخت پر بٹھلا کر آپ حکمرانی کرنے لگی۔ اسکے بعد کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا جس سے ادویان دیو کی نا لائقی کو تیرانداز کھل سکتا۔ یہی امن و امان کی حالت میں سولہ سالہ حکومت کے بعد اودیان دیو کا جام حیات لبریز ہوگیا یعنی ۱۳۳۸ء کو رخت سفر باندھ منزل مقصود کو چلا گیا۔ اسکے کوٹہ رانی کے بطن سے بولارتن نام ایک لڑکا تھا جسکا اتالیق سپہ سالار بھٹ بھیکشن مقرر کیا گیا تھا لیکن وہ ابھی بچہ ہی تھا کہ اودیان دیو دنیا سے رخصت ہوگیا۔

کوٹہ رانی

ایام حکومت ۵۰ روز ۱۳۳۹ء مطابق ۷۴۰ھ

یوں تو سلطان صدرالدین کی وفات کے بعد کوٹہ رانی ہی حکومت کر رہی تھی لیکن اودیان دیو کے انتقال پر اسنے اپنے بھائیوں کی سازش سے خود مختار حکومت کی بنیاد قائم کرنیکا ارادہ کر لیا۔ چنانچہ وفات کے چند روز بعد ہی باگ حکومت اپنے ہاتھ میں لیکر اپنے بھائیوں کی بیعت لینی چاہی۔ اور دیگر اراکین کی مرضی کے خلاف تخت شاہی پر رونق افروز ہوکر امورات ملکی سرانجام دینے لگی۔ رانی کی اس کارروائی سے سب کا دل کھٹا ہوگیا اور تمام رعایا میں بےاطمینانی اور بے استقلالی کے آثار نمودار ہوگئے۔ شاہ میر جو جدامجد کی بشارت کے مطابق ہر وقت موقع کا منتظر تھا موجودہ واقعات کے آئینہ میں امید کامیابی کی جھلک دیکھکر اندرکوٹ سے نکل کھڑا ہوا۔ سرینگر میں داخل ہوکر اُسنے تمام اعیان ملک و اکابر دولت سے رابطہ اتحاد قائم کر لیا۔ جدا جدا سبکے ساتھ تھا تمام رعایا نے عہد و پیمان مستحکم کرکے اسکی اطاعت قبول کر لی اور بالاتفاق اُسے مسند حکومت پر بٹھلا دیا۔ بولارتن کی سرپرستی میں بھیکشن بھٹ نے مخالفت پر کمر باندھی لیکن وہ بیچارہ جلدی ہی قتل ہوگیا اور ملک شاہ میر کیلئے فتنہ و فساد سے بالکل پاک ہوکر دشمن سے خالی ہوگیا۔ کوٹہ رانی نے ۵۰ دن تک خود مختار حکومت کی۔

اورنگ دوم

از ابتدائی [illegible] تا بیت [illegible] مطابق [illegible] تا بیت [illegible] سال مدت

آخرکار [illegible] کو سائیں نور شاہ کی پیشینگوئی صادق آئی اور دشمنوں کو
مغلوب و منکوب کرکے حکومت ملک کا سہرا شاہ میر کے سر بندھا۔ اس
بانیٔ اورنگ کی زندگی اور حالات اس امر کے شاہد ہیں کہ بارگاہ عالم میں
واقعات کے حدوث کا سلسلہ علت و معلول اسی علت حقیقی کے دست
قدرت میں ہے ورنہ ایک شخص کی زندگی کی تقلید کرنے سے ہمیشہ ایک سا
نتیجہ نکلنا لازمی ہوتا۔ سپاہی کی حالت سے شہنشاہ کا رتبہ حاصل ہونا تیمور
یا بابر بادشاہ کی تاریخوں میں درج تھا۔ گذرے ہیں نادر شاہ اور [illegible]
سبکتگین بھی اسی منعم حقیقی کے دست قدرت کا محتاج ہے ورنہ اگر ایسا
شخص ان کی زندگیوں کا نمونہ پیش نظر رکھ کر ویسا ہی جاہ و حشم پیدا کرنا چاہے تو
ضروری نہیں کہ ویسا ہی رتبہ حاصل کر سکے برخلاف اس کے اگر وہ شہنشاہ عالم
چاہے تو [illegible] ناچیزوں کے سر پر حکومت کا سہرا باندھ دیتا ہے
اسی طرح شاہ میر کے پہلے پہل داخل کشمیر ہونے کے وقت کس کو گمان تھا
کہ اسی جلاوطن آوارہ روزگار کے ستارہ بخت میں حکومت کشمیر کا تاج لکھا ہے
چونکہ تائید ایزدی ساتھ تھی اس لئے اس کی زندگی میں ایسے ایسے واقعات پیش آئے
جو کامیابی کے لئے بمنزلہ نردبان ثابت ہوئے۔ بڑھتے بڑھتے بخت مساعد نے
سے مسند امارت پر بٹھا کر حکومت سلاطین کشمیر کا بانی بنا دیا۔

علاوہ ازیں کشمیر میں دین اسلام کا بانی بھی اسی کو سمجھنا چاہیئے۔ اگرچہ اول
اول ملک صدر الدین نے بہت اسلام سے مشرف ہو کر [illegible]
کیا لیکن ایک تو وہ بھی شاہ میر کی [illegible]
راغب کر دیا اور دوسرے رینچن شاہ عرف ملک صدر الدین کے انتقال [illegible]
وہ [illegible] مفقود ہو گیا [illegible]

جن رینا داس نے مسلمان عورت سے شادی بھی کر لی لیکن جیسا کہ ہم لکھ آئے ہیں ہندو تبتی کو یہ
ویسے ہی اچھے تھا مسلمان بھی نہیں خیال کر سکتے۔ درحقیقت وہ کسی خاص مذہب کا پابند نہ تھا بلکہ
وہ اس وقت موقع کا پابند تھا جس نے تخت پر قدم رکھا گرچہ تو اسلام کی مخالفت بھی کی اور نہ
اسکی اشاعت کیلئے کسی قسم کی کوشش کی البتہ شاہ میرزا کے عہد حکومت میں بھی اشاعت
اسلام کیلئے سعی کرتا رہا۔ اگرچہ پہلے تو لوگ مذہب حالت ہی میں تھے لیکن آخر کار شاہ میر کی
تاج پوشی سے اسلام کا سکہ ایسا جما کہ روز بروز دولت ترقی ہونے لگی سلطان حسن شاہ کے
زمانہ تک یہ مذہب پورے عروج پر رہا اور بغیر کسی رکاوٹ کے ترقی کرتا رہا۔ [illegible] میں
سلطان حسین مرزا والئے خراسان کی طرف سے میر شمس الدین عراقی سفیر بنکر وارد کشمیر ہوا
اس کے کشمیر پہنچتے ہی حسن شاہ کا انتقال ہو گیا جس سے میر صاحب کو آٹھ سال تک کشمیر
ٹھیرنے کا موقعہ ملگیا۔ دوران قیام میں اس نے ظاہر میں تو بابا اسمٰعیل ولی کے دامن عاطفت
کو پکڑا اور اُسکا معتقد بنا لیکن در پردہ مذہب تشیع کی بنیاد ڈالنے کی فکر میں ہر وقت سرگردان
رہنے لگا اس مرتبہ آپ کے کامیابی نہ ہو سکی۔ آٹھ سال کی ناکام کوششوں کے بعد یہ خراسان کو
لوٹ گیا تاہم اس عرصہ میں اس نے علی نجار کو اپنا معتقد بنا لیا تھا یہی وہ پہلا شخص ہے
جس نے ملک صدر الدین کی طرح پہلے پہل مذہب تشیع کی بیعت اختیار کی اور آہستہ
آہستہ اپنے [illegible] کو وہ مروج دیا کہ چکوں کے زمانہ میں یہ مذہب رائج و مستحکم ہو گیا
تھا میر شمس الدین عراقی خراسان پہنچا تو سلطان حسین مرزا کو بھی اس کے مذہبی عقائد
سے آگاہی ہو گئی۔ چنانچہ دولت خراسان نے بزجر و توبیخ میر صاحب کو دیار سے
نکلوا دیا۔ اب پھر میر صاحب کے دل میں کشمیر کی دلکش ہوا لہرانے لگی۔ [illegible]
نے اسے کامل یقین دلا دیا تھا کہ اہالیان خطہ کی ضعیف الاعتقادی اور سادہ لوحی اس کیلئے
کامیابی کا وسیع میدان خوشگوار نتائج پیدا کیا ہم پہنچا سکنے کی کافی گنجائش رکھتی ہے چنانچہ وہ دوبارہ
سلطان محمد شاہ کے عہد میں داخل کشمیر ہو گئے۔ علی نجار کی اخلاص مندی نے بہت سے امراء دربار کو
میر صاحب کا معتقد بنا دیا۔ خصوصاً فرقہ چک تو سب کے سب مریدان راسخ الاعتقاد میں داخل ہو کر انکی خلوص مندی
کا دم بھرنے لگا۔ اس وقت تو چکوں کی سرپرستی میر صاحب کے کام نہ آئی کیونکہ ان دنوں
سید محمد بیہقی کا ستارہ اقبال اوج پر تھا اور وہ میر صاحب کی مخالفت پر آمادہ ہو گیا اور
اس نے انکو ملک سے خارج کر دیا لیکن جو تخم آپ لگا گئے تھے وہ اندر ہی اندر نشو و نما پاتا رہا سید محمد

کی وفات کے بعد میر شمس الدین عراقی پھر کشمیر آگیا۔ سلطان فتح شاہ کے عہد میں چکوں کی حمایت
سے مذہب تشیع کو پورا رواج حاصل ہوا اور یہ مذہب بھی چکوں کے عروج کے ساتھ ہی ترقی کرنے لگا
مسلمانوں میں دو فرقے ہو جانے سے باہمی تنازعات اکثر جھگڑے ہوئے۔ تنازعات خانہ جنگیاں شروع
ہو گئیں جس سے سلطنت میں بھی ضعف پیدا ہو گیا یہاں تک کہ اکثر امراء خود سر ہو گئے اور انہوں نے
وہ عروج حاصل کیا کہ آخر کار سلطان محض برائے نام ہی سلطان سمجھے جانے لگے دراصل قوم چک ہی تمام
سیاہ و سفید کی مالک و مختار بن گئی چکوں نے آخر میں سلاطین سے رشتہ داریاں بھی جوڑ لیں آخر کار [illegible]
سال کی حکومت کے بعد ۱۵۵۵ء کو علی چک نے سر دربار سلطان حبیب شاہ کے سر سے تاج شاہی
اتار کر اپنے بھائی غازی چک کے سر پر رکھا۔ با سلطان میں نہ تو اتنی طاقت تھی اور نہ کوئی فوج ہی کہ
مقابلہ کر سکتا۔ خود دیکھ کر جان درویش خاموشی ہی میں سلامتی سمجھی اور سلطنت سے کنارہ کشی اختیار کر لی

شجرہ نسب سلاطین کشمیر

شاہ میر عرف سلطان شمس الدین

سلطان جمشید — سلطان علاؤ الدین

سلطان شہاب الدین — قطب الدین

حسن خان — علی خان — میرزا شکار عرف سلطان سکندر — سرباز بہیت خان

میر خان عرف علیشاہ — شاہی خان عرف زین العابدین — محمد خان

ادہم خان — حاجی خان عرف حیدر شاہ — بہرام خان — حمید خان

فتح شاہ — حسن شاہ — یوسف خان

سکندر شاہ — نازک شاہ — محمد خان عرف محمد شاہ — حسین خان

حاجی حیدر خان — سلیم خان — ابراہیم شاہ — شمس الدین ثانی — اسمعیل شاہ

اسمعیل شاہ ثانی — ابراہیم شاہ ثانی — حبیب شاہ

شاہ میر عرف سلطان شمس الدین

ایام حکومت ۳ سال ۵ ماہ ۱۳۴۲ء وفات ۷۴۷ھ مطابق ۱۳۴۷ء تا ۱۳۴۷ء

سوادکہستان سے نکل کر ۱۱ سالہ قیام کشمیر کے بعد ۱۳۴۲ء میں شاہ میر نے تاج شاہی سر پر رکھا اور اپنا لقب سلطان شمس الدین مقرر کیا۔ شجاعت، جلادت، مستعدی، دور اندیشی، استقلال کے علاوہ انصاف پسندی اور معدلت شعاری کے تمام وہ اوصاف جو ایک عادل اور باقبال بادشاہ میں ہونے چاہئیں اس میں کما حقہ موجود تھے۔ منصب وزارت کے دنوں میں بھی رعایائے کشمیر اس کی ایسی گرویدہ احسان ہو گئی تھی کہ ادیان دیو اور کوٹہ رانی کی نسبت بھی اس کی قدر و قیمت بڑھ گئی تھی خصوصاً جبکہ تاتر کی سپہ سالار کے مقابلہ میں اسے نمایاں کامیابی حاصل ہوئی تو لوگ اسکی جانب اور بھی زیادہ راغب ہو گئے یہی وجہ تھی کہ کوٹہ رانی کی تخت نشینی پر بلا کسی دقت کے لوگوں نے اسکی اطاعت قبول کر لی۔ عنان حکومت ہاتھ میں لیکر بھی اس نے اپنی سابقہ چال ڈھال کو نہ بدلا اور ہر طرح سے رعایا کی بہبودی اور آسائش کیلئے کوشش کرتا رہا۔ سب سے بڑا احسان تو اس نے رعایائے کشمیر پر یہ کیا کہ مالیہ سرکاری بجائے دسویں حصے کے پانچواں حصہ مقرر کر دیا۔ اگرچہ خود دین اسلام کا پیرو تھا لیکن اس نے تمام غیر مذاہب والوں سے وہ برتاؤ کیا کہ کسی کو شکایت کا موقع نہ دیا۔

کوٹہ رانی اندرکوٹ میں بیٹھی ہوئی سلطنت حاصل کرنے کی کوشش بدستور کر رہی تھی سلطان شمس الدین نے فتنہ و فساد مٹانے کیلئے اسے اپنے عقد مواصلت میں لانا چاہا۔ لیکن اس اولوالعزم رانی نے اپنے ملازم سے شادی کرنا منظور نہ کیا۔ اس پر سلطان شمس الدین کا دست صبر بھی لبریز ہو گیا اور اس نے اندرکوٹ پر فوج کشی کر دی۔ رانی نے مصلحت وقت کا لحاظ کر کے صلح کر لی اور سلطان سے نکاح پڑھا کر اس کے ہمراہ سرینگر آ گئی لیکن رات کو اس نے اپنے شکم میں چھری بھونک کر تمام جھگڑوں قضیوں کا فیصلہ کر دیا۔

سلطان شمس الدین نے لوکل سمت کو موقوف کر کے نیا سن جاری کیا جس کی ابتدا دور اسلام کے آغاز سے یعنی رنچن شاہ کی تخت نشینی سے شروع کی یہ سن شاہ میری چک عہد کے زمانہ تک کشمیری سن کے نام سے ملک میں رائج رہا۔

اس سلطان کے عہد میں طائفہ لون جو اوسپادیو کے خاندان کا حال [illegible]

سے بادشاہ کی مخالفت پر آمادہ ہوگیا اور بغاوت کا جھنڈا کھڑا کر کے انھوں نے تمام ملک میں شورش برپا کردی لیکن سلطان کی ہر دلعزیزی کے مقابلہ میں ان کی دال نہ گل سکی اور شکست کھا کر مغلوب ہوگئے۔ اس بغاوت کی پاداش میں سلطان نے انہیں سلطنت کے کاموں سے بالکل خارج کر دیا اور بجائے ان کے خواص ماگرے و چک کی سرپرستی کرنے لگا۔ چنانچہ اس نے اکثر مناصب جلیلہ مالی ملکی اور جنگی انہیں لوگوں کے ہاتھوں میں دیدیئے۔
آخر تین سال ۵ ماہ کی حکمرانی کے بعد ۱۳۴۲ء میں سلطان شمس الدین دنیائے فانی سے کوچ کر گیا اور بمقام سہل دفن ہوا جہاں اسکا مقبرہ سلطان بادشاہ کے نام سے اب تک مشہور چلا آتا ہے اس کی تاریخ وفات کسی نے یوں لکھی ہے۔ آہ شمس باز زیر سحاب
اس بادشاہ نے جمشید اور علی شیر دو بیٹے چھوڑے ہیں جو یکے بعد دیگرے حکومت ملک پر مامور ہوئے

سلطان جمشید

ایام حکومت ایکسال دو ماہ ۷۴۲ھ لغایت ۷۴۳ھ مطابق ۱۳۴۲ء لغایت ۱۳۴۳ء
۷۴۲ھ میں مرحوم سلطان کا بڑا لڑکا جمشید جانشین ہوا۔ جو اپنے چھوٹے بھائی علی شیر کو اپنا نائب اور مختار بنا کر باالاتفاق عدل و انصاف سے حکومت کرنے لگا لیکن ابھی ایک سال بھی نہ گذرنے پایا تھا کہ علی شیر نے لوائے بغاوت استادہ کر کے جنگ و پیکار برپا کردیا پہلے پہل تو سلطان کی فوج چند در چند علی شیر پر غالب آتی رہی لیکن آخر کار علی شیر نے سلطان کے اہلکاروں سے سازش کر لی اور بمقام وانتی پورہ سلطان کو شکست فاش ہوئی۔ اور سلطان کے وزیر سراج الدین نے جو سرینگر میں سلطان کا نائب تھا تمام امورات حکومت سرانجام دیتے رہا تھا تاج و تخت علی شیر کے حوالہ کر دیا جس سے جمشید خود بخود سلطنت سے کنارہ کش ہوگیا۔ اسی اثناء میں سلطان جمشید قضاء الٰہی سے جان بحق تسلیم ہوگیا جس سے تمام آئندہ جھگڑوں کا فیصلہ ہوگیا۔
۷۴۳ھ سے ترقی کرتے کرتے سلطان جمشید کے عہد میں اسلام اس حالت کو پہنچ گیا تھا کہ اس میں کئی ایک صاحب کمال پیدا ہونے شروع ہوگئے تھے منجملہ ان کے [illegible] اور [illegible] تین بھائی ایسے صاحب خیر و برکت گذرے ہیں۔

کرامات کا زہد و اتقا تمام کشمیر میں زبان زد خلائق تھا اور لوگ جوق جوق ان کی خدمت میں آتے تھے جو خلوص نیّت اور ارادت سے ان کے پاس آتے تھے۔ جب یہ دونوں انتقال کر گئے تو ان میں جو سب سے چھوٹا تھا اور تمام خلق دیکھکر جاتے سے باہر ہونے لگا تھا، تب ہی تمام ایک حسین عورت نے اسے دام محبت میں اسیر کر کے راہ راست سے منحرف کر دیا لیکن جلد ہی خواب خرگوش سے وہ بیدار ہو گیا اور اپنے کردار سے تائب ہو کر بارگاہ الٰہی سے مغفرت کا خواستگار ہوا۔ وہ عورت بھی اس کا زہد و اتقا دیکھکر اپنی حرکات سے نادم ہوئی اور راہ حق اختیار کر کے ان کے مریدان باخلاص میں داخل ہو گئی۔ ان تینوں بھائیوں کی کرامات اور خرق عادات دین اسلام کی ترقی میں ایک بڑی حد تک ممد و معاون ثابت ہوئیں۔ جن کے باعث اکثر اہالیان ملک کے دلوں میں اسلام کی صداقت نقش برسنگ ہو گئی۔

سلطان علاؤالدین علی شیر

ایام حکومت ۱۲ سال ۲ ماہ ۱۳۴۳ء لغایت ۱۳۵۴ء مطابق ۷۴۴ھ لغایت ۷۵۵ھ

وزیر سراج الدین کی امداد سے ۱۳۴۳ء میں علی شیر تخت حکومت پر متمکن ہوا اس نے اپنا لقب سلطان علاؤالدین رکھا۔ اس سلطان کو تعمیرات کا بڑا شوق تھا تقریباً تمام سرکاری عمارتیں جو حادثات آتشزدگی کے موقعوں پر ویران ہو گئی تھیں اس نے از سر نو تعمیر کرائیں بلکہ اپنے نام پر شہر سرینگر میں محلہ علاؤالدین پورہ بھی آباد کیا جو آج تک اسی نام سے مشہور چلا آتا ہے۔

ٹھاکر ڈامر جو سلطان شمس الدین کے وقت سے حکومت سلاطین سے بیزار چلا آتا تھا اس کے عہد میں سرگردان ہو کر کشتواڑ کی طرف بھاگ گیا اور ٹھاکر ناگ کو بھی ہمراہ لے گیا لیکن سلطان علاؤالدین نے بڑی حکمت عملی سے انہیں قابو میں لا کر محبوس کر لیا۔

اہل ہنود کے آخری دور کے زمانہ میں جو فسق و فجور لوگوں کے دلوں میں گھر کر گیا تھا اس کے تدارک کیلئے سلطان نے ایک حکم جاری کیا کہ بدکار عورتیں اپنے شوہروں کی میراث سے بالکل محروم رکھی جائیں جس سے نہ صرف فاحشہ عورتوں نے بدکاریوں سے تائب ہو کر پرہیزگاری اختیار کر لی۔ اس سلطان کے آخری دور حکومت

میں بیوقت بارش کے باعث قحط عظیم برپا ہو گیا تھا ہم سلطان ہی نے اس ہولناک اثر کو بالکل کمزور کر دیا - آخر گیارہ سال ایک ماہ کی حکومت کے بعد [illegible] مطابق [illegible] کو داعی اجل ہوا - تاریخ وفات سے

بہر تاریخ وفات سلطان   ہاتف گفت جائش فردوس

سلطان شہاب الدین

ایام حکومت [illegible] سال [illegible] ماہ از [illegible] لغایت [illegible] مطابق [illegible] لغایت [illegible]

[illegible] میں سلطان علاؤ الدین کا بڑا بیٹا شہاب الدین تخت خلافت پر متمکن ہو کر داد دہش میں مصروف ہوا - تاریخ تاجپوشی سے

ہاتف غیب بہر سال جلوس   بر گوشت ہمیشہ نامی

چونکہ شہاب الدین سلطان شمس الدین کے دوسرے بیٹے کا لڑکا تھا اس لئے آئین ملک کے رو سے اسے تاجپوشی کا کوئی حق نہ تھا لیکن واقعات کا سلسلہ کچھ اس طور پر واقع ہوا کہ سلطان علاؤ الدین اپنے بھائی جمشید کو معزول کر کے حکومت ملک پر قابض ہو گیا جس سے حکومت شہاب الدین کے ہاتھ لگ گئی - اس کی نسبت روایت ہے کہ لڑکپن کے زمانہ میں ایک دن شہاب الدین شکار کھیلنے گیا تھا - شکار میں اس نے کسی جانور کے پیچھے گھوڑا ڈالا - جوش جوانی میں سرشار اس قدر آگے نکل گیا کہ اپنے تمام ہمراہیوں سے جدا ہو گیا

؎ مصنف تاریخ فرشتہ رقمطراز ہے کہ سلطان شہاب الدین اور قطب الدین بھی سلطان علاؤ الدین کے بھائی تھے لیکن کسی دوسری تاریخ سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی - اس میں شک نہیں کہ شہاب الدین اپنے دادا سلطان شمس الدین کے عہد میں پیدا ہوا تھا - اور اسی کے عہد میں اس نے شہاب الدین پورہ کی بنیاد بھی ڈالی تھی لیکن یہ امر اس بات کی دلیل نہیں ہو سکتا کہ وہ سلطان شمس الدین ہی کا لڑکا تھا - مصنف تاریخ حسن بھی فرشتہ کے قول کی تصحیح کرتا ہے - لیکن پرانی تاریخوں کے مقابلہ میں اس کا قول مستند نہیں سمجھا جا سکتا کیونکہ دور اسلام کے شروع ہوتے ہی تاریخ نویسی کو بھی عروج ہو گیا اور اس وقت کی بہت سی پرانی کتابیں مل سکتی ہیں - ملا احمد کی تاریخ اس سے تھوڑے عرصہ بعد ہی لکھی گئی تھی وہ صحیح ہونے کی کافی دلائل رکھتی ہے +

عرف رائے شیردل حبشی اور اختہ جی تو اس کے قدم بقدم چند آتے تھے ساتھ رہتے۔ اس دوپہر
دھوپ سے شہاب الدین کو شدت پیاس نے تنگ کیا۔ پانی کی تلاش میں ادھر ادھر
بھٹک رہے تھے کہ ناگاہ ایک عورت دودھ کا پیالہ ہاتھ میں لئے در گوشے سے نکل آئی شہاب الدین
نے اسے عنایت ایزدی سمجھا اور عورت کی طرف پیالہ لیکر بد اختہ جی نے لے لیا اور پی باقی چھوڑا
کر دیا جو کچھ اس سے بچ رہا تھا رائے شیردل نوش جان کر گیا اور اختہ جی کیلئے کچھ نہ بچا۔
پیالہ لیکر پھر اس عورت نے شہاب الدین سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے شہاب الدین
تو عنقریب اولوالعزم بادشاہ ہوگا اور بہت سی فتوحات کریگا۔ حبشی اور رائے شیردل علی الترتیب
تیرے سپہ سالار و وزیر بنیں گے مگر بد قسمت اختہ جی کی عمر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے اور جلدی ہی
مر جائیگا۔ جب یہ لوگ شکار سے واپس آئے تو گھر پہنچتے ہی اختہ جی راہی ملک عدم ہو گیا
جس سے عورت مذکور کی پیشینگوئی کا یقین کامل ہو گیا۔ اب جبکہ نصیب نے یاوری کی تو
شہاب الدین سلطان بنگیا اسنے حبشی کو سپہ سالار اور رائے شیردل کو وزارت عطا کر کے عورت کی
پیشینگوئی کی تکمیل کر دی۔

ان تینوں رفیقوں نے حکومت ملک پر تسلط پاکر تمام مملکت کے سدھار کیلئے
پوری کوشش کی اور اصلاحات کلی بڑی دانشمندی اور قابلیت سے سرانجام
دیتے گئے۔ ذوالقدر خان کے وقت سے تمام ملک میں بدانتظامی اور
ابتری پھیلی ہوئی تھی۔ اکثر جاگیردار اور ملک سرداروں نے چند پرگنوں
اور قصبوں پر دست تسلط بیٹھا کر بعض تو بالکل خود مختار بن بیٹھے تھے اور بعض
تھوڑا تھوڑا رسوم یا تحفہ و تحائف دیا کرتے تھے لیکن درحقیقت وہ سب خود مختار ہی تھے حکومت
کی حکومت بالکل تماشہ تھی۔ شہاب الدین نے اول تو تمام سرکشوں و باغیوں کی گوشمالی
کرکے انہیں مطیع و منقاد کیا اور پھر ملک کے انتظام کی طرف متوجہ ہوا۔ تمام صوبہ کشمیر کی علاقہ
بندی کرکے خراج کیلئے مناسب قواعد جاری کئے جب ادھر سے بھی فراغت ہو گئی۔ تو
جہانگیری پر آمادہ ہو گیا۔ بے شمار فوج آراستہ کرکے اس نے

لہ اس واقعہ کی نسبت بعض مورخوں کا قول ہے کہ یہی فقیر ملا ابی یا فقیر حبشی تھے کی لات جنگ کشمیر
میں شہرہ ہو چکے تھے لیکن یاد رہے کہ ملا جی اس وقت سے قریباً ایک سو سال بعد سلطان زین العابدین
کے زمانہ میں گذری ہے ✦

سید تاج الدین بیہقی کے بیٹے سید حسن[1] کو ہراول فوج مقرر کیا اور بارہ مولہ کے راستے نکل
کھڑا ہوا۔ پکھلی۔ سواد کنٹر۔ باجوڑ اور علاقہ قوم گکھڑ تسخیر کر کے کابل جا پہنچا۔ وہاں کا حاکم
سلطان احمد خاں اپنی فوج آراستہ کر کے مقابلہ پر آیا۔ لیکن ایک خونریز لڑائی کے بعد میدان
کارزار سے بھاگ نکلا۔ سید حسن نے تعاقب کر کے اسے گرفتار کر لیا۔ آخر شاہ کابل
احمد خاں زندان میں رہا۔ آخر کار سید تاج الدین بیہقی کی سفارش سے رہا ہوا سلطان
شہاب الدین نے اس کا موروثی ملک اسے واپس دیکر وہاں کی حکومت بدستور اس کے
سپرد کر دی۔ رابطہ اتحاد قائم رکھنے کے لئے سلطان نے اپنی ہمشیرہ احمد خان
کے عقد میں دے دی اور اس کی بہن سے خود شادی کر لی۔ ساتھ ہی آپکی بیٹی کی شادی
سلطان کے بھائی قطب الدین سے قرار پائی۔ فتح کابل کے بعد شہاب الدین نے
بدخشان کا رخ کیا۔ بدخشان۔ لغمان۔ غزنی۔ غور۔ قندھار و ہرات فتح کرتا ہوا خراسان
پہنچ گیا۔ آخر کار ان اطراف کے اکثر ممالک قبضہ اقتدار میں لا کر کوہ ہندوکش کی راہ سے
کشمیر کی طرف مراجعت اختیار کی۔ لیکن راستہ میں گلگت اور دردستان کے وسیع
قطعوں نے اس کی توجہ اپنی جانب منعطف کر لی اور سلطان ان علاقوں کو بھی مفتوح
کر کے تبت جا نکلا۔ اس زمانہ میں تبت والئے کاشغر کے قبضہ میں تھا۔
سلطان کی نقل و حرکت سے آگاہ ہو کر والئے کاشغر نے اس کے مقابلہ کے لئے بیشمار
فوج بھجوائی لیکن خوش نصیب شہاب الدین مظفر و منصور خوشی کے شادیانے بجاتا ہوا
کشمیر لوٹ آیا۔ یہاں پہنچکر بھی اس نے اپنے بہادروں کو دم نہیں لینے دیا۔ پہلے تو اس نے
اپنے سپہ سالار کو جموں اور کشتواڑ کی تسخیر پر مامور کیا جو اس مہم کو بھی دنوں ہی میں سر کر کے
آن موجود ہوا۔ اور پھر کسی بڑی مہم کی تیاریوں میں مشغول ہو گیا۔ چنانچہ [illegible]
کو پچاس ہزار سوار . . . . . اور پانچ لاکھ پیدل فوج آراستہ کر کے بارہ مولہ
کے راستے ملک سندھ کو نکل کھڑا ہوا۔ یوسف زئیوں کا ملک سواد باجوڑ اور پشاور فتح
کر کے اسے خبر ملی کہ شاہان دہلی کی بدانتظامی سے ملک پنجاب میں شور و فساد برپا

[1] سید حسن ہمارے حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانی کے فرمان کے مطابق ملک کشمیر کا راستہ اور رسم و رواج
دریافت کرنے کیلئے کشمیر آیا تھا۔ سید حیدر بھی اس کے ہمراہ یہیں آیا ہی تھا۔ یہاں پہنچکر جب یہ باریاب بارگاہ
سلطانی ہوا تو سلطان شہاب الدین نے اس کی حسن قابلیت سے خوش ہو کر اسے اپنی فوج میں بھرتی کر لیا۔

کر رکھا ہے۔ موقعہ غنیمت جان کر اس نے پہلے تو ملتان اور لاہور پر حملہ آور ہو کر ان علاقوں کو فتح
کیا اور پھر تقریباً تمام ملک پنجاب کو روندتا ہوا عازم دلی ہوا۔ جب دریائے ستلج کے کنارے
پر پہنچا تو فیروز شاہ تغلق کی فوج جو سلطان کے مقابلہ پر متعین تھی آ پہنچی اور فریقین میں
لڑائی شروع ہو گئی۔ خاندان تغلق کی حکومت پہلے ہی سے بوسیدہ ہو رہی
تھی اور بادشاہ دہلی میں شہاب الدین جیسے خونخوار دشمن کے مقابلہ کی تاب
نہ تھی۔ اس لئے پس و پیش ہی میں تھا کہ امیر کبیر میر سید علی ہمدانی جو قطب الاقطاب
دوران تھے۔ درمیان آ گئے۔ اور انہوں نے سلطان شہاب الدین کو صلح کر لینے کا حکم دیا
راسخ الاعتقاد سلطان اُن کے فرمان کے مطابق صلح پر آمادہ ہو گیا۔ چنانچہ اس وقت
ایک عہدنامہ لکھا گیا جس کے رو سے قرار پایا کہ سرہند سے کشمیر تک کا تمام علاقہ
سلطان شہاب الدین کے قبضہ تصرف میں رہے اور باقی ملک بدستور فیروز شاہ کے
زیر حکومت تسلیم کیا جائے۔ اس کے علاوہ فیروز شاہ کی تین لڑکیاں سلطان کے آدمیوں
سے منسوب ہوئیں۔ یعنی ایک تو سلطان کے لڑکے حسن خان سے دوسری اس کے بھائی
قطب الدین سے اور تیسری اس کے سپہ سالار سید حسین بہادر سے نامزد ہوئی۔ جس سے
تمام جھگڑوں کا فیصلہ ہو گیا۔ اور سلطان نے ممالک مقبوضہ کا خاطر خواہ انتظام کر کے
کشمیر کو مراجعت اختیار کی۔

سلطان شہاب الدین ربط و ضبط ملک اور دیگر امورات جہانبانی میں اپنی نظیر آپ ہی تھا
چنانچہ اس کا زمانہ حسن انتظام کے لحاظ سے قابل رشک خیال کیا جاتا ہے۔ شجاعت اور
جوانمردی اس کی فتوحات سے اور بلند خیالی اور عالی دماغی مفتوحوں اور مظلوموں کے ساتھ
حسن سلوک کرنے سے خوب عیاں ہے۔ جن جن ملکوں اور علاقوں کو اس نے فتح کیا

لہ مصنف وقایع کشمیر کا قول ہے کہ جناب میر کبیر سید علی ہمدانی رح سلطان شہاب الدین کی آخری
عمر کے دنوں میں وارد خطہ ہو گئے تھے۔ سلطان کا بھائی قطب الدین ان دنوں کشمیر تھا
وہ ان کی خدمت کی بعض انجام دیتا رہا۔ چار ماہ تک یہاں رونق افروز رہ کر آپ ہندوستان
کی طرف تشریف لے گئے۔ جب مقام فیروز پور پہنچے تو سلطان بھی آپ کی خدمت میں باریاب ہوا
آپ ہی کی تحریک سے فریقین میں صلح ہوئی۔ خود کشمیر کی تاریخ سب سے سال تاریخ مقدم اور لہ جو
ازمقدم شریعت اور شیخ نورالدین ولی کی ولادت بھی اسی سلطان کے زمانہ میں ہوئی تھی۔

پھر انہیں کے حاکموں اور وارثوں کے حوالہ کر دیا جس سے اُس کا نام نامی چار دانگ عالم پہ روشن ستاروں کی طرح چمک اٹھا۔

فیروز شاہ سے صلح کرنے کے بعد اُس نے مستقل طور پر کشمیر میں قیام اختیار کیا اور آبادیٔ ملک اور بہبودیٔ رعایا کی جانب متوجہ ہوا۔ اس کے عہد میں شہاب الدین پورہ کو جو اب شادی پورہ کے نام سے مشہور ہے اور جس کی بنیاد اُس نے اپنے والد سلطان شمس الدین کے عہد میں ڈالی تھی بہت رونق اور وسعت حاصل ہوئی بلکہ بجائے سرینگر کے وہی دارالصدر بھی مقرر ہو گیا۔ اسی میں اُس نے ایک عالیشان جامع مسجد بھی بنوائی جس کے آثار آج تک شہاب الدین کی شان و شوکت کی گواہی دیتے ہیں۔ فوجوں اور رعیتوں کیلئے اس نے ایک ہزار بارکیں تعمیر کرائیں اور ملک کو امن و امان اور فارغ البالی اور خوشحالی سے منور کر دیا۔ اسلام کی خداداد ترقی دیکھ کر بعض برہمنوں اور خصوصاً مندروں کے پجاریوں کو جنہیں مندروں کے بند ہونے سے آمدنی کم ہونے لگی تو انہوں نے مسلمانوں کے خلاف آگ بھڑکانی شروع کر دی۔ ہندو مرنے مارنے پر تیار ہو گئے کئی جگہ سے فتنہ و ہنگامہ کی خبریں جب سلطان کے سمع مبارک تک پہنچنے لگیں تو اس نے اس شورش کا استیصال پولیٹیکل لحاظ سے نہایت ضروری سمجھا کیونکہ یہ لوگ مندروں میں جہاں مفسد لوگ جا کر پناہ لیتے تھے اور ہندوؤں سے امداد کے خواہشمند ہوتے تھے مسمار اور منہدم کرائے گئے۔ بیج بہارہ کا مشہور و معروف مندر جیشور تہ و بالا کر دیا گیا۔ اس کے علاوہ سرینگر کے بھی کئی مندر ویران کئے گئے۔ ابھی یہ فتنہ فرو نہیں ہوا تھا کہ سلطان نے لچھمی بیگم کی ایک بھانجی لاسہ سے نکاح کر لیا جس سے بیگم ناراض ہو کر اپنے ملک میں چلی گئی۔ سلطان نے ناراض ہو کر اپنے بیٹوں حسن خان اور علی خان کو بھی جو بیگم کے بطن سے تھے کشمیر سے باہر نکال دیا۔

[illegible]ھ میں طوفان سیلاب نے کشمیر میں قیامت برپا کر دی۔ تقریباً دس ہزار گھر اٹھتی ہوئی موجوں اور بہتی ہوئی لہروں کی نذر ہو گئے۔ بیشمار لوگ خانماں برباد ہو کر مصیبت کی زندگی بسر کرنے لگے۔ ہندوؤں کی شورش ابھی ختم نہ ہوئی تھی اور بیگم کے ناراض ہو کر چلے جانے اور بعد میں اپنے بیٹوں کو بھی ملک بدر کرنے کا رنج ابھی فراموش نہ ہوا تھا کہ طوفان کے تازے صدمہ نے اس کو بیمار کر دیا۔ سلطان نے آثار مرگ دیکھ کر اپنے بیٹے حسن خان کو کشمیر میں واپس بلوا بھیجا لیکن ابھی وہ رستے ہی میں تھا کہ سلطان عین حالت مرگ میں اپنے بھائی ہندال المعروف قطب الدین کو اپنا جانشین مقرر کر کے انتقال کر گیا۔

تاریخ وفات ندہ بار کشمیر چوں رشت بیست | زدہ بر کشمیر شہاب قطب
شہاب ودگر قطب جانش نشست | سنہ ۷۸۳ھ

محلہ بلبل میں اس کا مقبرہ تھا جس پر ایک سنگین گنبد بھی بنایا گیا تھا لیکن انقلاب زمانہ نے
اس کا نام و نشان بھی باقی نہیں رکھا۔ البتہ سلطان زین العابدین کے مقبرہ سے تیس قدم
کے فاصلہ پر اب بھی اس کی قبر کے نشان ملتے ہیں۔ مہاراجہ رنبیر سنگھ کے عہد میں پرتاب سنگھ
نام ایک سرکاری اہلکار نے اس مقبرہ کی کچھ مرمت کرائی تھی لیکن اب پھر خستہ حال ہو گیا ہے

سلطان قطب الدین

ایام حکومت ۱۳۷۳ء لغایت ۱۳۸۹ء مطابق ۷۷۵ھ لغایت ۷۹۱ھ

۱۳۷۳ء میں سلطان قطب الدین نے سریر سلطنت کو زیور عدل و انصاف سے زینت
بخشی۔ اس نے شہر سرینگر میں محلہ قطب الدین پورہ آباد کیا اور اپنا پایۂ تخت شہاب الدین پورہ
سے تبدیل کر کے خود بھی وہیں آ رہا۔ جہاں اس نے کئی ایک عالیشان عمارتیں اور محل تعمیر
کرائے۔ یہ بادشاہ بڑا عادل منصف مزاج اور رعایا پرور تھا۔ اگرچہ اپنے مذہب کا پابند
تھا لیکن تعصب سے کوسوں بھاگتا تھا۔ تمام مذاہب اور تمام اقوام کو ایک نظر سے
دیکھتا تھا۔ اس کے عہد میں تمام مذاہب والوں کو پوری آزادی حاصل تھی۔ علم دوست
بھی اول درجہ کا تھا۔ اکثر عالموں فاضلوں اور شاعروں کی صحبت میں رہتا۔ اور خود فرصت کا
بہت سا حصہ اکثر مطالعہ میں مصروف رہتا۔ شعر بھی موزوں کہتا تھا بلکہ شاعرانہ مذاق کا مادہ
بھی اس میں اعلیٰ درجہ کا موجود تھا۔ ذیل کے اشعار اس کے طبع زاد ہیں جن سے
اس کی قابلیت کا پورا اندازہ ہو سکتا ہے ؎

اے گرد شمع رویت عالمے پروانہ	در لب شیریں تو شور بست ودر جانانہ
من چند ہیں آشنائی بجویم تو ون جیسے گر	آشنا را حال این است وائے بر بیگانہ
قطب مسکین گر گناہے میکند معذور کن	عیب نبود گر گناہے میکند دیوانہ

سلطان قطب الدین نے مفسدوں اور فتنہ پردازوں کا انسداد بھی بطریق احسن کیا۔
جب مالک دہر کوٹ نے لوٹنے بغاوت کھڑا کیا تو اس نے فوج قاہرہ بھیج کر اس کی توب

گوشمالی کی۔ حاکم لوہر کوٹ لڑائی میں مارا گیا اور قطب الدین کی توجہ اس علاقہ میں اپنا تسلط بٹھا کر واپس آگئی۔
سلطان مرحوم کا بیٹا حسن خان جو باپ کی طلبی پر کشمیر آرہا تھا شہاب الدین کی وفات کے بعد اپنے چچا قطب الدین کے دربار میں حاضر ہو گیا جس نے بکمال نوازش اسے بھی امورات ملکی میں شامل کر لیا لیکن کچھ عرصہ بعد مخالفوں کی فتنہ انگیزی نے سلطان کو اس سے بدگمان کر دیا۔ یہاں تک کہ ایک دن آپ نے اس کی گرفتاری کا حکم دے دیا لیکن حسن خان کو اپنے باپ کے وزیر رائے شیر دل کے ذریعہ عین وقت پر خبر مل گئی اور وہ وزیر موصوف کے مشورہ سے بھاگ کر قطب الدین کے مخالفوں کے پاس لوہر کوٹ چلا گیا۔
جب وزیر کی کارستانی کی اطلاع سلطان کو ہوئی تو وہ سخت آشفتہ خاطر ہوا اور رائے شیر دل کو گرفتار کر کے زندان بھیج دیا لیکن انقلاب چشیدہ وزیر حبس سے بھاگ کر حسن خاں کے پاس لوہر کوٹ چلا گیا جہاں دونوں نے متفق ہو کر ظلم رسیدہ راجگان لوہر کوٹ سے سازش کر کے قطب الدین کی مخالفت پر کمر ہمت چست باندھی لیکن تقدیر کے مقابلہ میں ان کی ایک بھی پیش نہ چل سکی اور اسی علاقہ کے بعض زمینداروں نے موقعہ پاکر دونوں کو گرفتار کر لیا اور قطب الدین کے پاس لے آئے جس نے رائے شیر دل کو تو قتل کرا دیا اور حسن خاں کو جیلخانہ بھجوا دیا۔
اس بادشاہ کے زمانہ میں کئی مرتبہ سخت قحط برپا ہوا۔ لیکن جود وسخا اور بذل و عطا نے اس کے خوفناک اثرات سے ملک کو بالکل محفوظ رکھا۔
جلوس کے دوسرے سال ۷۸۱ھ میں امیر کبیر سید علی ہمدانی قدس اللہ سرہٗ نے دوسری مرتبہ گلشن کشمیر کو قدوم میمنت لزوم سے سیراب کیا۔ آپ کے آپ کے ہمراہ سات سو سادات بھی وارد خطہ ہوئے قطب الدین جو اپنے بھائی کے عہد میں بھی آپکی مہمان نوازی پر مامور رہ چکا تھا۔ کمال حسن عقیدت سے پیش آیا۔ آپ محلہ علاؤالدین پورہ میں لب دریا ایک سنگین صفہ تیار کر کے مشغول عبادت الٰہی ہوئے اور آپ کے ہمراہی بھی حضرت امیر اور سلطان کے زیر سایہ امن وامان سے ایام زندگی بسر کرنے لگے قطب الدین ہمو گان ان کی صحبت بابرکت سے مستفید ہو کر سعادت ابدی حاصل کرتا رہتا۔ اور آپ کے اوامر کی تعمیل صدق دل سے ایک ادنیٰ غلام کی طرح بجا لاتا۔

چنانچہ اس کے عقد میں دو سگی بہنیں تھیں جب حضرت امیر نے آپ سے فہمائش کی کہ بموجب دین محمدی دو بہنوں کا ایک شخص کے نکاح میں ہونا ممنوع ہے تو سلطان نے فوراً ایک کو طلاق دیدی حضرت امیر بھی سلطان کی خوش اعتقادی سے اس کے حال پر بڑی مہربانی فرماتے تھے چنانچہ انہوں نے تبرکاً اپنا کلاہ مبارک اُسے عطا فرمایا جس کو سلطان ہمیشہ اپنے تاج میں رکھتا تھا اس کی اولاد بھی بدستور اس کو تاج میں رکھتی رہی یہاں تک کہ آخرکار ۸۹۲ھ میں سلطان فتح شاہ یہ کلاہ متبرک اپنے ساتھ قبر میں لیگیا جس پر مولوی محمد صاحب نے جو اس زمانہ میں مشاقان دین کے سرحلقہ تھے پیشینگوئی کی کہ تاج شاہی از سر شاہان کشمیر برافتاد۔ وسرداری آنھا رو بہ نگونساری نہاد چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور اسی دن سے حکومت سلطان میں ضعف آنا شروع ہوگیا۔ اس مرتبہ حضرت امیر چھ ماہ تک یہاں قیام پذیر رہے۔ اس کے بعد تیسری مرتبہ ۷۸۵ھ میں پھر وارد خطہ ہوئے۔ لیکن جلد ہی بعزم زیارت حرمین شریفین تشریف لے گئے۔ جہاں آپ نے اس جہان فانی سے دارالبقا کا راستہ اختیار کیا۔ نعش مبارک ختلان میں لیجا کر دفن کی گئی۔

اکثر ساداتؑ جو آجکل کشمیر میں پائے جاتے ہیں اسی زمانہ میں حضرت امیر کے ہمرکاب بلیس بحرش وارد خطہ ہوئے انہوں نے بھی یہیں کی رہائش اختیار کرلی۔ اس کے علاوہ ہزاروں کشمیری بھی حضرت امیر کے دست بیعت سے مشرف باسلام ہوئے چنانچہ مذہب اسلام نے اس سلطان کے عہد میں باوجود اس کی بے نفسی کے اپنا پورا تسلط جما لیا۔ آپ کے فیضان صحبت نے لوگوں کو ایسا متقی اور پرہیزگار بنا دیا تھا کہ انہیں دنوں میں ایک کشمیری نومسلم مسمی شیخ سلیمان جس کا اصلی نام سرکٹ تھا یمن و برکت اور مشیخیت میں ایسا ممتاز ہوا کہ اچھے اچھے صاحب کمال اس کی مرتبت کا رشک کرتے تھے۔ اس کہانی اور گذشتہ واقعات سے معلوم ہوگا کہ کشمیر میں مذہب اسلام کی اشاعت میں اس وقت تک کسی

ؑ امیر تیمور صاحبقران نے کسی سیدزادے پر آشفتہ خاطر ہو کر تمام سادات کے قتل عام کا حکم دیدیا تو بچ رہے وہ حضرت شاہ ہمدان کے ہمراہ کشمیر چلے آئے منجملہ ان سات سو سادات ذوی الحترم مشہور اور قابل ذکر صاحب مندرجہ ذیل ہیں۔ میر سید حیدر۔ سید جمال الدین عطائی۔ سید کمال ثانی۔ سید جمال الدین محدث۔ سید فیروز المعروف۔ سید جلال الدین۔ سید محمد کاظم۔ سید رکن الدین۔ قطب سید محمد قریشی۔ میر سید عزیز اللہ۔ سید مراد۔ سید محمد قریشی۔ سید محمد قاری۔ سید نعمت اللہ وغیرہ ان لوگوں کے مفصل حالات تاریخ خواجہ اعظمی اور تذکرۃ الصالحین کشمیر میں درج ہیں۔

قسم کا جبر و تشدد نہیں کیا گیا بلکہ لوگوں نے اپنی خوشی اور رضامندی سے تئے دین کی متابعت اختیار کر لی تھی۔ اس سلطان کے عہد میں لوگوں کی پوشش میں تغیر عظیم واقعہ ہوا۔ اس سے پہلے یہاں ہندوستانی فیشن کے لباس کا رواج تھا۔ تنگ پاجامے چھوٹے کرتے یا دھوتیاں پہنتے تھے لیکن حضرت امیر کے ارشاد کے موافق سلطان نے لباس تبدیل کر لیا اور چونکہ یہ قاعدہ ہے کہ جو چیز بادشاہ کو مرغوب خاطر ہو رعایا بھی اسی کی طرف جھک جاتی ہے جیسا کہ مشہور مقولہ ہے۔ الناس علی دین ملوکہم اس لئے رعایائے ملک نے بھی بادشاہ کی متابعت میں لباس کا وہی طریقہ اختیار کر لیا۔ یہ لباس ترکی لباس کا نمونہ تھا۔ حضرت امیر چونکہ خود صاحب فقر اور صوفی منش تھے اس لئے انہوں نے درویشانہ مذاق بھی اس میں شامل کر دیا اور ریجائے جوغہ کے ایک لمبا کوتہ مروج کر دیا جو تھوڑی بہت ترمیم کے بعد آج تک کشمیر میں بدستور پہنا جاتا ہے اور ہندو مسلمان اس کو استعمال کرتے ہیں۔ آخر ۲۶ سال سات روز کی جہانبانی کے بعد ۱۳۹۰ء میں سلطان قطب الدین نے رحلت اختیار کی اور روضہ میر حاجی محمد کے متصل محلہ لنگر ہٹہ میں مدفون ہوا۔ تاریخ وفات ہے

قطب بر خواست زروئے کشمیر
(کشمیر (قطب) رج + سکندر)
از سر جاہ سکندر بنشست
سنہ ۷۹۲ھ

سلطان سکندر

ایام حکومت ۷۹۲ھ لغایت ۱۳۹۰ء مطابق ۸۱۹ھ لغایت ۸۱۳ء ہجری:

۷۹۲ھ مطابق ۱۳۹۰ء میں اپنی ماں سورہ[1] کی استمداد سے میرزا آشکار خلافت پدری پر متمکن ہو کر سلطان سکندر کے نام سے مشہور ہوا۔ تاریخ جلوس یہ ہے:

شاہ عادل سکندر ثانی — کز وی یافت سر فراز تخت و تاج
ملک روشن نمود چو شمع از وی — گر چہ بود ظلم چون شب داج
بہر تاریخ سال سلطنتش — عقل گفتہ شریعت داد رواج

سورہ مردانہ قابلیت کی بیگم تھی جب تک یہ زندہ رہی اس نے اپنے بیٹے کو اپنے قابو میں

[1] تاریخ فرشتہ میں اس کا نام سورہ لکھا ہے۔ (فوق)

مشورہ دیئے جس سے سلطان سکندر کی سلطنت کو وہ رونق حاصل ہوگئی جو پہلے لوگوں کے
وقت بھی کشمیر کو نصیب نہ تھی جب شاہ محمد کہ بادشاہ کا داماد تھا۔ فتنہ پردازوں کی تحریک
سے سلطان کی مخالفت پر آمادہ ہوا تو مادری نے آگاہی پاکر اپنے داماد اور اس کے
ساتھ ہی اپنی بیٹی دونوں کو زہر دیکر صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔ اسی اثنا میں رائے
مادری نے جو سلطان کا وزیر اعظم تھا اندرونی مخاصمت کے باعث بادشاہ کی بغاوت
کا بہانہ سامنے رکھکر اس کے سگے بھائی میرزا ہیبت خان کو بھی مسموم کرکے مار ڈالا لیکن جب
سکندر کو اپنے بد باطن وزیر کی کجروائی سے آگاہی ہوئی تو سخت متردد ہوا اور وزیر موصوف
سے بدظن ہو گیا چونکہ رائے مادری کمال زور و شور پر تھا۔ یکا یک اس کا تدارک نہ کر سکا
لیکن درپردہ اس کی بیخ کنی کی فکر میں ہو گیا۔ وزیر بھی تاڑ گیا اور اپنے بچاؤ کی تجویزیں سوچنے لگا
چنانچہ اس نے سلطان کے پاس ظاہر کیا کہ اہالیان تبت کو جو کہ وابستہ اطاعت سے
منحرف ہو گئے ہیں اور ان کی گوشمالی کے لئے بذات خود لشکر کشی کرنے کی اجازت چاہی
سلطان بھی یہی چاہتا تھا کہ وہ بدکردار اس کی نظروں سے دور ہی رہے۔ فوراً اجازت
دیدی۔ اسے معلوم نہ تھا کہ وزیر بد تدبیر کن تجویزوں میں ہے۔ اسکردو پہنچکر اس نے تمام
ملک میں تلاطم طوفان برپا کر دیا۔ تمام ملک تبت کو مسخر کر کے سلطان سے منحرف
ہو گیا اور نئی سلطنت قائم کر کے خود مختار بادشاہ بن گیا۔ سلطان سکندر نے اس کی تادیب کے
لئے ٹڈی دل لشکر بھیجا۔ حدود تبت میں جنگ عظیم برپا ہوا۔ آخر کار کئی ایک خونریز لڑائیوں
کے بعد نمک حرام وزیر مغلوب ہو کر مقید ہو گیا۔ کچھ عرصہ قید جیل کے مصائب سے تنگ
آکر رائے مادری نے بھی زہر کا پیالہ نوش جان کر کے اپنا کام تمام کر دیا۔ اس معرکہ کے
بعد سلطان نے از سر نو ملک تبت پر اپنا قبضہ جما لیا۔ تمام بری رسومات جو زمانہ قدیم
سے مروج چلی آتی تھیں اس کے عہد میں یک قلم موقوف ہو گئیں۔ باج تمغہ۔ جو عرصہ
دراز سے جاری تھا۔ اس نے ہندو مسلمان تمام اقوام کو معاف کر دیا۔ اس کی
بذل و عطا اور قدردانی و عزت افزائی کا شہرہ سنکر عراق۔ خراسان اور ماوراء النہر
و بخیرہ بلاد قریب و جوار سے لوگ جوق جوق جمع ہو کر ملازمت شاہی میں داخل ہونے لگے
علم و ہنر کی قدر بدرجہا بڑھ گئی۔ انتظام مملکت اور بہبودی رعایا کے لئے اس نے بہت
کوشش کی۔ یہ سلطان بڑا صاحب اقبال تھا۔ بہت سی فتوحات کر کے اپنے مقبوضات

دور دور تک بڑھایا۔ جس طرف لوائے عزیمت کشور کشا کا رخ کرتا فتح مندی اور فیروزی کے لئے حاضر رہتی۔

اسی سال جبکہ سلطان موصوف نے تخت سلطنت پر قدم رکھا حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانی کے نوجوان خلف الصدق بعمر ۲۲ سال سید میر محمد ہمدانی برفاقت تین سو کے رفقا وارد کشمیر ہوئے۔ اور بائیس سال تک اس ملک میں قیام پذیر رہ کر یہیں سے راہی عالم جاودانی ہوئے[1]۔ سلطان سکندر نے آپ کے دست مبارک پر بیعت اختیار کی اور فیوضات باطنی سے بہرہ ور ہو کر بجا آوری خدمات میں دل و جان سے کوشش کرتا رہا۔ آپ کی رہائش کیلئے محلہ نوہٹہ میں ایک عالیشان مکان تعمیر کیا گیا۔ اس کے علاوہ اس نے سید صاحب کے فرمان کے مطابق بتخانہ کالی شور کی جگہ جس کو سلطان قطب الدین نے مسمار کر کے حضرت امیر[2] کے لئے صفہ بنوایا تھا۔ اب حضرت موصوف کی یادگار میں خانقاہ معلی[3] تعمیر کرائی۔ اس خانقاہ کے متعلق ایک لنگر خانہ بھی جاری کیا گیا جس کے مصارف کیلئے سلطان سکندر نے تین گاؤں وقف کر دیئے۔ جو سکھوں کے زمانہ تک اسی خانقاہ کی جاگیر میں شامل رہے۔ سید مذکور کے مشورہ سے اس نے تمام ممنوعات و دیگر بدعات مشروع مثل شراب خوری۔ قمار بازی۔ زناکاری۔ چوری اور دیگر رسومات بد بالکل ممنوع کر دیں اور ساز و سرود۔ چنگ و رباب جس کے لوگ عرصہ دراز سے والہ و شیدا ہو رہے تھے۔ ایسے اٹھا دیئے کہ ملک میں ان کا نام و نشان تک باقی نہ رہا۔ اسی اثنا میں ملک سیہ بٹ جو سلطان کا وزیر خاص تھا۔ معہ خویش و اقارب میر محمد ہمدانی کے ہاتھ سے مشرف باسلام ہو گیا اور اپنی لڑکی بارعہ کو سید مذکور کے عقد مواصلت سے افتخار بخش کر اس سے سلسلہ

---

[1] آپ کا مقبرہ بھی سرینگر میں ہے

[2] کشمیر میں حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی اسی نام سے مشہور ہیں

[3] درحقیقت یہاں کوئی مقبرہ نہیں۔ البتہ اس مقام کو حضرت امیر کی نشست گاہ ہونیکا فخر حاصل ہے اس لئے یہ مقام بھی متبرک خیال کیا جاتا ہے اس جگہ ایک عالیشان مسجد ہے جس کی ایک طرف وہ متبرک صفہ ہے جہاں حضرت امیر سکونت پذیر تھے۔ اس کے علاوہ حضرت امیر کا ایک جبہ اور عصا بھی یہاں رکھا ہوا ہے جس کی زیارت کے لئے حضرت کے عرس کے دن تقریباً تمام کشمیری مسلمان آبادی جمع ہوتی ہے۔ اس خانقاہ کی ابتدا سلطان قطب الدین کے وقت میں ہوئی۔ اس کے بعد جس قدر انقلابات اس متبرک خانقاہ نے دیکھے آئندہ موقعوں پر درج کئے گئے ہیں +

بہت خوش ہوا چنانچہ جواب اس خط سا بت کے اس نے ایک زنجیر ہاتھی اور تحفہ شاہی اور خلعت گراں قدر سلطان کے لئے بھجوا کر اظہار خوشنودی کیا اس کے بعد سلطان نے بھی مولانا نورالدین کو بے شمار تحفہ و تحائف دیکر صاحبقران کی خدمت میں ارسال کیا۔ امیر نے بکمال خوشی و مسرت تحفہ و تحائف قبول کئے اور ملاقات کا اشتیاق ظاہر کیا اور اس کے ایلچی کو حکم دیا کہ واپسی پر سلطان ہماری ملاقات کے لئے حاضر ہے جب امیر تیمور مراجعت پذیر ہوا تو امرائے دیوان اعلیٰ نے سلطان کے نام ایک حکم نافذ کیا کہ باریابی کے موقع پر وہ تیس ہزار گھوڑے اور ایک لاکھ اشرفی طلائی بطور نذرانہ پیش کرے۔ اسی اثناء میں جب سکندر کو اطلاع ہوئی تو اس نے زین الدین کو امیر کی خدمت میں بھیجا جس نے بمقام جموں باریابی حاصل کر کے معروض سمع اعلےٰ کیا کہ سلطان حسب الحکم یہیں حاضر ہونے کو تھا کہ راستہ میں بمقام چھٹیاں اپنے ایلچی مولانا نورالدین سے ملاقی ہوا جس نے اسے نذرانہ پیش کرنے کا حکم سنایا اب اس کے انتظام کے لئے سلطان کشمیر کو لوٹ گیا ہے اور عنقریب حاضر خدمت ہوگا۔ امیر تیمور اپنے امرا کے بیجا احکام جاری کرنے سے سخت برآشفتہ ہوا اور کہنے لگا کہ ملک کی حیثیت سے بڑھ کر نذرانہ طلب کیا گیا ہے اس نے اس نے زین الدین کو حکم دیا کہ وہ اپنے سلطان کو مطلع کر دے کہ از قسم نذرانہ وہ کوئی تردد نہ کرے اور ماہ رجب ۸۰۱ھ مطابق ماہ مئی ۱۳۹۸ء کو دریائے اٹک کے کنارے پر حاضر ہے لیکن سلطان ابھی بارہ مولا ہی پہنچا تھا کہ امیر تیمور دریا سے اٹک عبور کر کے سمرقند کو روانہ ہو گیا اس لئے سکندر نے اپنے بیٹے شاہی خان کو قابل کار اور ہوشیار ایلچیوں کی رفاقت میں امیر کے پاس سمرقند بھجوا دیا۔ اور خود واپس لوٹ آیا شاہی خان عرصہ سات سال تک امیر تیمور کے ہمرکاب سمرقند ہی رہا۔ آخر تیمور کے انتقال کے بعد ۸۰۸ھ میں مراجعت اختیار کر کے کشمیر آ گیا۔

اس میں شک نہیں کہ حیثیت ناموری و شوکت شاہی سکندر کی سلطنت کشمیر کیلئے باعث فخر تھی اور ممالک غیر سے بھی اس نے اکثر لوگ بلوا کر مناصب جلیلہ اور مدارج اعلےٰ پر ممتاز کئے جس سے اس کی مردم شناسی اور علم دوستی بھی ظاہر ہوتی ہے لیکن اس نے رعایا کے بعض ضروری اور لازمی جزو وجند فرقہ کو وہ اذیت دی یا اس کی چشم پوشی کی وجہ سے

اور اہلکاروں خصوصاً ملک سیف الدین نے جو ظلم و ستم ہندو رعایا کے ساتھ کیے وہ بادشاہ اور عادل بادشاہ کے واجب نہ تھے۔ بہرحال ۲۲ سال ایکماہ ۱۶ روز شمسی تک پور جاہ وجلال کے ساتھ فرمانروائی کرنے کے بعد جب آخری وقت آپہنچا تو اُس نے اپنے تینوں بیٹوں یعنی میر خان شاہی خان اور محمد خان کو طلب کر کے میر خان کو جو سب سے بڑا تھا ولیعہد مقرر کر کے علیشاہ کے لقب سے سرفراز کیا اور باقیوں کو اُس کی مطابعت کا سبق سنا کر ۲۲ محرم ۸۲۰ھ میں رہگرائے عالم فانی ہو گیا اور مندر لوئی شو کے احاطہ میں شمال کی طرف مدفون ہوا۔ تاریخ نمائے وفات کسی ایک مسلمان شاعر نے بڑی قابلیت سے موزوں کی ہے مگر یہاں

له سلطان سکندر نہایت سخی اور فیاض بادشاہ کشمیر میں گذرا ہے۔ اُس کی سخاوت کا شہرہ سُنکر ہندوستان۔ عراق۔ خراسان اور دیگر ممالک سے قابل اور برگزیدہ لوگ دربار کشمیر میں جمع ہو گئے تھے۔ علم و فضل کا کمال چرچا تھا۔ شوکت و عظمت اور دبدبہ و رعب اور کثرت افواج میں ممتاز تھا۔ دعوبات یا دور کر کے اُس نے بہت سے احکام حسنہ جاری کیے جن میں سے تین کا ذکر تاریخ فرشتہ میں بھی لکھا ہے۔ اول یہ کہ اُس ملک میں شراب کشید کرنے بیچنے خریدنے اور پینے کی سخت ممانعت تھی۔ دوسرا یہ کہ اُس نے تمغہ جو ایک قسم کا ٹیکس ہوتا تھا اپنی تمام ہندو مسلمان رعایا کو معاف کر دیا تھا۔ تیسرا یہ کہ ستی کی رسم کی جس کی رو سے ہندو عورت اپنے مُردہ شوہر کے ساتھ ہی جلائی جاتی تھی سخت ممانعت کر دی اور اس کو ایک ظلم قرار دیا۔ مرنے سے پہلے اپنے تینوں بیٹوں کو اپنے پاس بلوایا اور ان کو اتحاد و اتفاق کی وصیت کی۔ ایسا زیرک اور نیک دل بادشاہ یکایک اپنی رعایا کے ایک کثیر حصے کی دل آزاری پر کس طرح آمادہ ہو گیا۔ بظاہر نہایت تعجب انگیز بات ہے۔ لیکن جب بہ نظر تعمق دیکھا جائیگا اور مختلف تاریخوں کی ورق گردانی کی جائیگی تو معلوم ہوگا کہ جو کچھ استاد ازل پس پردہ کہتا تھا اُسی پر عمل کیا جاتا تھا۔ اُس کی کیفیت یہ ہے کہ جبتک سلطان سکندر کی ماں جو نہایت قابل اور مدبرہ عورت تھی زندہ رہی۔ اپنے بیٹے کو امورات جہانبانی سے آگاہ کرتی رہی بلکہ اُس کی اوائل حکومت میں مہمات ملکی میں خود دخیل رہی۔ اُس کے انتظام اور اُس کی وجاہت سے نہ سلطان کو انحراف کی طاقت تھی اور نہ اُمرائے کشمیر کوئی فتنہ پیدا کر سکتے تھے۔ جب سلطان کی ماں کا انتقال ہو گیا تو لسے مادری نے جس پر مہمات شاہی کا دارومدار تھا پہلے در پردہ پھر علانیہ بغاوت اختیار کر لی اور ملک میں شور و شر پیدا ہو گیا۔ اس فتنہ کے فرو ہونے کے بعد حضرت میر محمد ہمدانی کشمیر میں تشریف لائے۔ بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰

صرف خوف سکندر پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔

سلطان علی شاہ

ایام ایالت ۶ سال ۹ ماہ ۷ روز از ۸۱۶ھ لغایت ۸۲۳ھ مطابق ۱۴۱۳ء لغایت ۱۴۲۰ء

۸۱۶ھ میں علیشاہ باپ کا جانشین ہوا۔ اس نے سلطان مرحوم کے وزیر و مشیر ملک سیف الدین کو بدستور عہدہ وزارت پر ممتاز رکھا جس نے نئے سلطان کو بھی بیچارے ہندوؤں کی تخریب و تعذیب پر آمادہ کر دیا۔ تعصب مذہبی میں علی شاہ باپ سے بھی دو قدم آگے نکلا چنانچہ اس نے ہندوؤں کو پوجا پاٹ سے بھی روک دیا۔ قشقہ لگانے کی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۹۔ جن کے ہاتھ پر پہلے تو سلطان نے بیعت کی پھر سیہ بٹ پنڈت نے جو بادشاہ کا وزیر تھا اور جس نے برضا و رغبت خود دین اسلام قبول کیا تھا اپنی لڑکی بارعہ کا حضرت میر سے نکاح کر دیا۔ سلطان کو حضرت کی صحبت سے آداب دین یعنی علم فقہ و حدیث اور خدمت اسلام کا اور بھی شوق ہوا۔ سیہ بٹ کا حوصلہ بھی بڑھا بلکہ سیاہ و سفید کا اسی کو معتمد علیہ قرار دیا۔ سیہ بٹ نے جس کو اپنے سابقہ دین اور مذہبی بھائیوں سے عداوت خاص ہو گئی تھی کیونکہ مذہب تبدیل کرنے کے بعد وہ بھی اس کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے تھے۔ برہمنوں کی دل آزاری اور ایذا رسانی پر کمر باندھی اور کچھ دنوں کے بعد بادشاہ کو بھی اپنا ہمخیال بنا لیا۔ اب داد فریاد کی کوئی گنجائش نہ رہی۔ برہمنوں کو سخت ایذائیں دی گئیں۔ سونے چاندی کے بت دار الضرب میں گلا کر سکے بنائے گئے۔ ہندو مورخوں نے بھی اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ جس قدر ظلم و ستم کشمیر میں سلطان سکندر کے نام سے ہوا ہے اس کا بانی مبانی دراصل سیہ بٹ ہی ہے جو بادشاہ کو خوش کرنے کیلئے ہندوؤں پر طرح طرح کے جور و جفا روا رکھتا تھا چنانچہ صاحب گلدستہ کشمیر پنڈت ہرگوپال کول صفحہ ۱۰۰ پر لکھتے ہیں۔ اس سے وہی سیہ بٹ نے مسلمان ہو کر بادشاہ کو اپنے پرانے دھرم کے برخلاف ترغیب دی اور کہا کہ مندروں کا انہدام و بت شکنی لازم ہے۔ مگر گلزار کشمیر جس کے مصنف دیوان کرپا رام صاحب والد ماجد دیوان کشمیر آنجہانی ہیں اور جنہوں نے کمال بے تعصبی اور اعتدال سے اپنی تاریخ لکھی ہے صفحہ ۱۷۸ پر لکھا ہے کہ سیہ بٹ نے جو سپہ سالار تھا حصول جاہ و منزلت کی خاطر اپنا دین بدلا اور بادشاہ کو متعدد بت شکنی کے لئے اکسایا۔ لیکن صاحب گلدستہ کشمیر کا یہ ارشاد کہ سیہ بٹ مذکور ... صاحب نے بادشاہ کو [illegible]

سخت مخالفت کر دی گئی۔ بیچاروں نے اس کے مظالم سے تنگ آکر خودکشی اختیار
کی۔ بعض گھربار چھوڑ گئے۔ بعض خود بھی آگ میں جل گئے۔ کئی دریا میں غرق ہو گئے۔ ہزاروں نے
مسلمان ہو کر اپنی جان بچائی۔ سینکڑوں نے جزیہ دینا قبول کر لیا۔ باقیوں نے جلاوطنی اختیار
کرنے پر کمر باندھی۔ جب وزیر کو لوگوں کے بھاگنے کی اطلاع ہوئی تو اس نے راستوں پر
پہرے بٹھا دیئے کہ کوئی شخص پروانہ راہداری کے بغیر باہر نہ جانے پائے۔ آخرکار جب اس
کے مظالم حد سے گزر گئے تو احکم الحاکمین نے ۸۱۰ھ میں ملک سیف الدین کو صفحہ
ہستی سے معدوم کر دیا جس سے تعصب بیجا تمام جور و بدعت کا فیصلہ ہو گیا
جیسا کہ تعصب میں یہ شخص لاثانی تھا ویسے ہی فہم و فراست اور معاملہ فہمی میں بھی بے نظیر
تھا اس میں شک نہیں کہ اگر سیف الدین میں وہ تعصب کسی قدر کم ہوتا تو اس کا نام آب زر
سے لکھنے کے قابل تھا۔ کشمیر میں اس کی عقل و دانش کی بہت سی روایتیں مشہور ہیں
لیکن یہاں ان کا تذکرہ محض طوالت کا باعث ہے۔ اس وزیر نے تین سلطنتوں
کا زمانہ دیکھا۔ یعنی قطب الدین۔ سلطان سکندر۔ اور سلطان علی شاہ۔ ان تینوں کے
عہد میں امورات ملکی کا انصرام نہایت قابلیت سے انجام دیتا رہا۔ اور چالیس برس
تک منصب وزارت پر ممتاز رہ کر اس عالم سے انتقال کر گیا۔

ملک سیف الدین کے انتقال پر علی شاہ نے اپنے بھائی شاہی خان کو منصب
وزارت پر سرفراز کیا جس نے پرانے مظالم کی تلافی کر کے عدل و انصاف کا سکہ بٹھا دیا۔ اس

٭ لیکن یہ حاشیہ تحقیق علم و پابندی شریعت سے گزر جاتے ہیں۔ میر محمد تھا ایک صوفی منش اور متبحر کامل بزرگ تھے۔
دل آزاری اہل تصوف کا شیوہ نہیں ہے۔ بلکہ تاریخ اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ جب میر محمد
صاحب کو ان معاملات کی خبر پہنچی تو انہوں نے ایسی بدعات سے سلطان کو منع کیا لیکن کچھ
عرصے کے بعد امیر ہمدانی صاحب کے تشریف لے جانے کے باعث سیہ بٹ کی مہربانی سے پھر کشمیر پر ظلم و ستم
کی تباہی چھا گئی۔ سلطان کی وفات پر نہایت دردناک مرثیے لکھے گئے دو مرثیے بہت مشہور ہیں
جن کے مطلع یہ ہیں۔ ۵ کجا است شاہ سکندر کجا ست سیاوش۔ در انتظار بماند گو ... نش + ز ہجر تا
دل ہر کہ ہست پُر خون است۔ بگو ز درد کباب است و بہ جگر خون است۔ (قوتی)

؎ یہ مقبرہ آجکل مقبرہ بادشاہ کے نام سے مشہور ہے جس میں سلاطین کشمیر کے علاوہ اور بھی کئی نامی
گرامی اصحاب مدفون ہیں۔ جو مہاراج گنج بازار کے متصل واقع ہے +

کی صحبت نے سلطان پر وہ اثر کیا کہ اپنے کردار ناشائستہ سے سخت نادم اور بیزار ہو گیا اور تلافی مافات کے فکر میں ہوا چنانچہ چھ سال چھ ماہ کی حکمرانی کے بعد سلطنت اپنے بھائی شاہی خان کو سپرد کر کے زیارت حرمین الشریفین کے لئے عازم ہوا۔ لیکن جب جموں پہنچا۔ تو وہاں کے راجہ نے جو اس کا خسر[1] تھا ترک سلطنت پر اسے بہت کچھ سخت سست کہا۔ یہ موم کی ناک وہیں پسیج گیا اور راجہ جموں سے بیشمار فوج لیکر براہ پکھلی واپس آ گیا۔ جب اوڑی پہنچا تو شاہی خان بھی اپنی افواج آراستہ کر کے برسر مقابلہ ہوا لیکن شکست کھا کر سیالکوٹ کو بھاگ گیا۔ علیشاہ پھر تخت سلطنت پر بیٹھ گیا۔ اور بدستور سابق جور و بدعت سے رعایا کو برباد کرنے لگا۔

ان دنوں راجہ جسرتھ خان کا مرفوج پنجاب میں بڑے عروج پر تھا۔ شاہی خان اس کے پاس چلا گیا اور اس سے امداد لیکر کشمیر پر چڑھ آیا۔ بلکہ جسرتھ خان بذات خود اس کے ہمراہ آیا۔ اور دونوں بھائیوں میں خونریز لڑائی چھڑ گئی لیکن جلد ہی علیشاہ مغلوب ہو کر جسرتھ خان کی قید میں آ گیا۔ اور شاہی خان مظفر و منصور داخل کشمیر ہوا۔ رعایا پہلے ہی سے علیشاہ کے مظالم سے نالاں اور شاہی خان کے حسن انتظام کی مداح تھی۔ سب نے بغیر قیل و قال اس کی اطاعت قبول کر لی۔

سلطان علیشاہ نے چھ سال نو ماہ تک حکومت کی۔ اس کے عہد میں والئے کاشغر نے یورش کر کے ہر دو تبت اپنے قبضہ میں کر لئے اور سلطان عدم استطاعت کے باعث بالکل نا [illegible]

---

[1] صاحب گلدستہ کشمیر لکھتے ہیں کہ برادر چہ ترک سلطنت کر کے جب جموں تک آیا تو وہاں کے راجہ نے جو اس کا خسر تھا اس کو ملامت کر کے واپس بھیجا۔ صاحب نگارستان کشمیر لکھتے ہیں [illegible] بھائی کو جا کر [illegible] جموں [illegible] بزرگ [illegible] فرشتہ میں [illegible] ترک سلطنت کے بعد علیشاہ رخصت لینے کے لئے اپنے خسر راجہ جموں کے پاس گیا [illegible] کی اور [illegible] نے بھی ایسا ہی کیا [illegible] تاریخ فرشتہ اور تاریخ کشمیر اعظمی کے دونوں راجہ جموں کو علیشاہ کا خسر لکھا ہے صاحب نگارستان کشمیر بھی علیشاہ کا آنا تو تسلیم کرتے ہیں لیکن [illegible] کرتے صاحب [illegible] خسر تو مانتے ہیں لیکن راجہ جموں نہیں بلکہ راجہ پنجاب [illegible] تاریخ کشمیر اعظمی میں [illegible] اور جسکو آج پونے دو سو سال سے زیادہ عرصہ [illegible] مولانا [illegible] کشمیری اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ ترک سلطنت کے بعد سلطان علیشاہ جموں گیا کیونکہ وہاں کے راجہ کی لڑکی کی رانی تھی راجہ نے ترک سلطنت پر ملامت کی [illegible] اس کو لشکر کشی پر آمادہ کیا۔ ہم نے اس واقعہ کو ہندوؤں اور مسلمانوں کی مختلف تاریخوں سے اقتباس کر کے ناظرین کے سامنے رکھ دیا ہے جس کو چاہیں تسلیم کر لیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (رفیق)

سلطان زین العابدین عرف بڈشاہ

ایام حکومت ۵۲ سال ۷ ماہ ۲ روز ۸۲۳ھ تا ۸۷۵ھ مطابق ۱۴۲۰ء تا ۱۴۷۰ء

انگلستان اور فرانس میں یہ مقولہ مشہور ہے کہ بادشاہ کا انتقال ہوگیا ہے خدا بادشاہ کو سلامت رکھے۔ اور اسی کے مطابق فارسی میں مشہور ہے "بادشاہ مرد بادشاہ زندہ باش" یعنی بادشاہ مرگیا بادشاہ سلامت رہے۔ نہایت بے جوڑ بے ربط اور مہمل فقرہ معلوم ہوتا ہے لیکن جب بنظر غور دیکھا جائے گا تو معلوم ہوگا کہ یہ الفاظ نہایت پُرمعنے ہیں جن کا مطلب یہ ہے کہ ایک بادشاہ کا انتقال ہوتے ہی دوسرے کی حکومت شروع ہو جاتی ہے۔ اور چونکہ تقاضائے قدرت ہے کہ کوئی ملک بغیر بادشاہ کے نہیں رہ سکتا۔ اس لئے ایک بادشاہ کے انتقال کرتے ہی دوسرے کی سلامتی کی دعا مانگی جاتی ہے۔

علی شاہ سے کیا ہندو اور کیا مسلمان سب بیزار تھے۔ ہندو تو اس لئے کہ ان کو اس کے عہد میں ملک سیف الدین یعنی سیہ بٹ وزیر نے سخت اذیتیں دیں۔ ان کے مذہب میں رخنہ اندازی کی۔ اور مسلمان اس لئے کہ ملک میں ظلم و ستم کے باعث نہایت بے اطمینانی کی صورت تھی۔ اور سلطان تمام اختیارات ملک سیہ بٹ کو تفویض کر کے ہروقت عیش و عشرت میں غرق رہتا تھا۔ تخت کشمیر جب علی شاہ سے خالی ہوگیا اور شاہی خان کے بادشاہ ہونے کی خبریں گوش زد خلائق ہونے لگیں۔ تو رعایا نہایت محظوظ ہوئی اور خوشی کے شادیانے بجانے لگی۔

شاہی خان نے تخت نشین ہوکر زین العابدین اپنا نام رکھا۔ جلوس کی تاریخیں بہت کہی گئیں۔ اور جلسے بھی شان و شوکت سے ہوئے۔ ایک تاریخ کا یہ مصرع ہے عجب سایۂ الطاف خدا سے واہب ۸۲۳ ہجری ہے۔ تاریخ بادشاہ کی آئندہ زندگی پر خوبی روشنی ڈالتی ہے۔ تاج شاہی زیب سر کر کے اس نے اپنے چھوٹے بھائی محمد خان کو نائب السلطنت مقرر کیا۔ اور امورات جزوی و کلی اسی کے تفویض کر دئیے۔ ملک تازی بٹ وزیر اور احمد رینہ کو منصب سپہ سالاری پر سرافراز کیا اور ملک مسعود

ٹھاکر کو رتبہ دارالمہامی بخشا۔ لیکن قضاۃ با عدالت از تشخیص و انفصال مقدمات کا کام
خاص اپنے ہاتھوں میں رکھا۔

یہ بادشاہ شجاع۔ کریم النفس۔ عادل اور عالم تھا۔ تعصب یا کاوش، جور و جفا
اور ظلم و دغا اس کے پاس بھی نہ پھٹکنے پاتے تھے۔ جلوس کے دن اس نے سابقہ
حکمرانوں کے تمام قیدی اور محبوس رہا کر دئیے۔ اس کے بعد اس نے تمام ان
رسومات بد کو جو سابقہ سلاطین یا راجگان کی کوتہ اندیشی سے ملک میں پھیل رہی تھیں
یک قلم موقوف کر دیا۔ تمغا نویسی منسوخ کر دی (۱) جبا اور بیگار اور جو مقدار غریب
رعایا سے وصول کیا کرتے تھے منسوخ قرار دیں۔ غرضیکہ تمام امورات ملکی و مالی کی نسبت
جدید قواعد و ضوابط مرتب کئے اور ان کا خلاصہ تختہ ہائے مس پر کندہ کرا کے کوچہ و بازار
اور شہر و دہات میں نصب کرا دیا تا کہ لوگ ان کو پڑھ کے دھوکا و فریب سے بچ رہیں
اسی طرح سوداگروں اور تجارت پیشہ لوگوں کے لئے بھی عام اشتہار جاری
کر دئیے کہ اب وہ لوگ غارت گری کو ترک کر دیں اور شرافت اختیار کریں۔ قلیل
اور معقول منافع پر مال و اسباب فروخت کیا کریں۔ اور دھوکا دہی اور فریب بازی
سے اجتناب کریں۔ لوگوں کی امانت میں خیانت نہ کریں۔ گز۔ جریب۔ پیمانے اور اوزان
ملاحظہ کر کے پوری مقدار اور اوزان کے پیمانے جاری کئے۔ اس سے پہلے جو سونا
اور چاندی سلطان سکندر اور علی شاہ کے زمانہ میں جمع ہوا اور جو رعیتوں کو غارت
کر کے جمع ہو جاتا تھا ٹکسالوں میں مضروب کیا جاتا تھا جس سے رائج الوقت سکوں
میں زر کسادی پیدا ہوگئی۔ سلطان زین العابدین نے پرانی ضرب کو موقوف کر دیا
اور خالص دھاتیں مسکوک کر کے نیا سکہ جاری کیا۔ چنانچہ اس وقت کے
سکوں کے نمونے اب بھی ملتے ہیں۔

اس بادشاہ کی تخت نشینی نے ملک کی کایا پلٹ دی۔ سرکشوں اور مفسدہ پردازوں
کو اس حکمت عملی سے ذلیل و خوار یا مطیع و منقاد کر لیا کہ ملک بھی ان کے شر سے بچ
گیا اور کوئی فساد بھی برپا نہ ہوا۔ ایسی گہری پالیسی کا آدمی تھا کہ عقلمند سے عقلمند آدمی
اس کی دشمنی اور دوستی میں تمیز نہ کر سکتا تھا۔ اگر کوئی شخص مورد عتاب بھی ہوتا تو اس

۱؎ ان دس تولہ یعنی پیسوں کا وزن ایک پاؤ پختہ ہے ۔ ۲؎ یہ سلطان علی شاہ کے ترک

جہاں بادشاہی سے اسے ملک سے نکال دیتا کہ وہ جلا وطنی کو بھی سلطان کی عنایت ہی
سمجھتا۔ لوگ اس کے جائز ناجائز احکام کی تعمیل بڑی رضامندی سے کرتے بلکہ اسے
فخر سمجھتے۔ اس کے عہد میں طائفہ چک جو کئی پشتوں سے سلاطین کے نوکر چلے
آتے تھے۔ اب اس قدر عروج پاگئے کہ امورات سلطنت میں بھی دخل انداز ہونے لگے
چاروں طرف قتل و تغلب کا سکہ جمانا شروع کر دیا جس سے سلطان سخت برافروختہ
ہوا۔ اس بات کو دیکھ کر وہ لوگ بھی جو چپ تھے اور اسکی مخالفت پر آمادہ ہو گئے۔ آخر کار
سلطان نے اس گروہ کو بلطائف الحیل دستہ دستہ بلا کر اس طرح قتل کیا کہ اس فتنہ
محشر انگیز کی خبر بھی کسی کو کانوں کان نہ ہوئی۔ اسکا قاعدہ تھا کہ ہر ایک شخص کو متوسط
درجہ پر رکھنے کی کوشش میں رہتا تا کہ لوگ بادۂ اعتدال سے تجاوز نہ کر سکیں۔
نامحرموں اور بیگانی مستورات کو نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھتا تھا اور اپنے متعلقین اور
اہلکاروں کو بھی ہمیشہ ایسی حرکات سے روکتا رہتا تھا۔ چوروں چکاروں کے بارے
میں علاوہ دیگر قوانین ایک یہ بھی دستور مقرر کر رکھا تھا کہ اگر کسی کا مال و اسباب
چور لیجائیں تو وہ مال یا اس کی قیمت گاؤں کے رئیسوں سے وصول کی جائے۔ جسکا
نتیجہ یہ ہوا کہ چوری بالکل مفقود ہو گئی۔

انفصال مقدمات میں جو اس نے اپنا فرض منصبی بنا رکھا تھا اسکی فہم و فراست
اور تحمل و دانش کی جو وقتاً فوقتاً ظہور میں آتی رہتی تھی ایک مثال بھی مشہور ہے۔ یعنی
اکثر ایسے ایسے فیصلے دیتا کہ دانایان دہر بھی اس کی ذہانت اور طباعی پر عش
عش کر اٹھتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کسی عورت نے سوکن کے جلاپے سے اپنے
شیر خوار بچہ کو مار ڈالا اور تہمت قتل کی دوسری پر لگا دی۔ دانشمند جج بھی جب اس قضیہ
کے تصفیہ میں لاچار ہو گئے تو یہ مقدمہ سلطان کے روبرو پیش ہوا۔ اس نے ملزمہ
کو بطور مشتبہ طلب کر کے بعد دعائی اصل حقیقت دریافت کی لیکن وہ بدستور اس
تہمت سے انکار ہی کرتی رہی۔ آخر کار سلطان نے اسے کہا کہ اگر تم بے گناہ ہو
تو کپڑے اتار کر ننگے بدن دریا سے گزر جاؤ لیکن ملزمہ نے اسے منظور نہ کیا۔ اور
ایسی رسوائی سے موت کو اچھا سمجھا۔ اس کے بعد مدعیہ کو بلوا کر پوچھا گیا۔ وہ بھی بدستور

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰ سلطنت کر کے حکومت کشمیر شاہی خان کے سپرد کی اور آپ جموں میں پہنچا

استغاثہ پر اڑی رہی لیکن جب سلطان نے اُسے دربار سے نکل جانے کا حکم دیا تو وہ فوراً طیار ہو گئی۔ اور کپڑے اتارنے لگی سلطان نے اُسے روکا اور دوسری عورت کے لئے جلاد ولی کو ننگا نہ یا ننگا نے کا حکم دیا۔ آخر جب جان پر آ بنی تو اُس نے اپنے مجرم ہونے کا اقبال کر لیا اور اپنے کئے کی سزا پائی۔

اسی اثنا میں اس نے شہر سری نگر میں جانب غرب عالیشان عمارتوں کا ایک محلہ تعمیر کر کے نوشہر[1] کے نام سے موسوم کیا۔ اسی محلہ میں سلطان نے اپنا محل سرا اور محلات و دربار بھی تعمیر کرائے۔ دربار عام کے لئے بارہ منزلہ عمارت بنائی گئی تھی ہر ایک منزل میں پچاس حجرے واقع تھے جن میں سے ہر ایک حجرے میں پورے پانچ سو آدمی سما سکتے تھے۔ یہ قصر نگارین جیسا کہ وسعت اور سربلندی میں رشک زمانہ تھا ویسے ہی صنعت وحرفت اور نقش و نگار میں اعجوبہ روزگار گنا جاتا تھا۔ سرکاری طور پر یہ محلات زینہ و زیب کے نام سے موسوم تھے لیکن عوام اسے راج دان[2] کے نام سے پکارتے تھے۔ علاوہ ازیں نالہ سندھ سے ایک نہر کاٹی گئی تھی جو اس محل کے صحن سے گذرتی تھی۔ یہ عجیب وغریب عمارتیں عرصہ دراز تک سلطان زین العابدین

بقیہ حاشیہ ص ۳۵۔ تو راجہ جموں نے ترک سلطنت پر ملامت کی اور واپس جانے کا مشورہ دیا۔ راجہ جموں اور راجہ راجپوری دونوں سلطان کی امداد پر تیار ہوگئے۔ آخر شاہی خان شکست کھا کر جسرتھ کے پاس پہنچا جو اُن دنوں پنجاب پر متصرف تھا۔ اس کے بعد علیشاہ نے تن تنہا شاہی خان اور جسرتھ پر فوج کشی کی۔ لیکن شکست کھائی شاہی خان نے تاج سلطنت سر پر رکھا اور سریر خلافت ... راجہ جموں اور راجوری نے اس کی تباہی و مخالفت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی۔ پھر بھی اپنی مشہور حلیم الطبعی عالی حوصلگی اور بلند خیالی سے اُس نے ان کو معاف کر دیا۔ تذکرہ سبے مثل راجگان راجور صفحہ ۱۔ اُن دنوں راجور کا راجہ شہاب الدین خان عرف سکار سینہ تھا۔ فوق۔ ۱۲

[1] جو نوشہر و سری نگر کے متصل اب ایک علیحدہ گاؤں شمار کیا جاتا ہے اسی شہر کا ایک محلہ تھا۔ ۱۲

[2] یعنی بادشاہ کے مکان۔ ۱۲

کے جاہ و جلال اور عظمت و شان کی زندہ یادگار ہم پہنچاتی ہیں آخرکار چکوں کے
شور و فساد کے زمانہ میں مخالفین نے اس عالی شان عمارت کو بھی آگ لگا کر نیست
و نابود کر دیا[1]۔

انتظام ملک کے بعد سلطان ممالک غیر پر فوج کشی کی طیاریاں کرنے
لگا۔ ملک تبت جو سلطان علی شاہ کے وقت والیٔ کاشغر کے قبضہ میں آگیا تھا یاد آ کر
باعث ملال خاطر ہونے لگا۔ ایک لاکھ پیادہ اور پچاس ہزار سوار ہمراہ لے کر اس ملک
پر چڑھائی کر دی۔ ادھر سے والیٔ کاشغر نے بھی ٹڈی دل لشکر غنیم کی سرکوبی
کے لئے بھیج دیا۔ بمقام شی نری واقعہ تبت جنگ عظیم برپا ہوئی۔ اس لڑائی میں اس
قدر سپاہی اور سردار کام آئے کہ کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ اگرچہ کشمیری فوج
تعداد میں غنیم کے لشکر سے بہت کم تھی لیکن تائید غیبی ان کے شامل حال تھی۔ دشمن
مغلوب ہوا اور سلطان مظفر و منصور ہو کر ملک تبت پر قابض ہو گیا۔ اس کے بعد
دوسرے سال اپنے پرانے رفیق اور معاون جسرت خان گکھڑ کو ہمراہ لے کر پنجاب کی
جانب روانہ ہوا۔ اور پشاور سے دریائے ستلج تک تمام علاقہ اپنے قبضہ اقتدار میں
لا کر بادشاہ دہلی سے مبارز طلب ہوا۔ فریقین میں خونریز لڑائیاں ہوئیں مگر بڑی جد و جہد
کے بعد آخرکار صلح پر نوبت پہنچی۔ اور فیروز شاہ تغلق کے عہدنامہ کے مطابق سرہند سے
کشمیر تک تمام ملک زین العابدین کے حصہ میں آیا۔ واپسی پر اس نے امرا اور سرداران
لشکر کو گراں بہا انعام و اکرام سے سرفراز کیا۔ سپاہیوں۔ مسافروں اور دلاوروں
کو بھی گراں قدر بخششوں سے مالامال کر کے ان کی حوصلہ افزائی کی۔ اس کا قاعدہ تھا کہ
جب کسی ملک کو فتح کرتا تھا جو مال غنیمت اس کے ہاتھ آتا سب کا سب لشکریوں میں
تقسیم کر دیتا تھا۔ علاوہ ازیں عموماً خراج مقرر کر کے ملک انہی موروثی مالکوں کے
حوالے کر دیتا تھا۔ جس سے اس کی رعایا اور سپاہ دونوں خوش و خرم رہتے بلکہ ہر وقت
اس کے ہمرکاب میں لڑنے کو تیار رہتے تھے۔

جب ملک کی آمدنی اور جہانگیری سے فراغت پا کر کشمیر پہنچا تو ربط و ضبط ملک آبادی
مزروعات اور بہبودیٔ رعایا کے انتظام میں از سر نو مصروف ہوا۔ بعض قطعات اراضی

[1] کہتے ہیں کہ ایک سال تک اس کی بنیاد سلگتی رہی۔ ۱۲

نے پانڈو چک کو بقرب تاریا نہ مروا ڈالا اور اس کے تعلقداروں اور ساتھیوں سب کو ایک ایک کر کے تہ تیغ بیدریغ کر ڈالا مقتولوں کی عورتوں اور بچوں کو موضع بیل پتّن اور ترمین بھجوا دیا۔ کچھ عرصہ بعد جب مقتولوں کی اولاد جوان ہوئی تو انہوں نے طائفہ شیانک سے جو اس اطراف کی اقوام میں سے خیل صاحب مروت و ہمت تھا رشتہ خویشاوندی کا پیوستہ کیا اور پھر موضع تریگام میں اگر سکونت پذیر ہو گئے منجملہ ان کے پانڈو کا لڑکا حسین چک جو باپ کی وفات کے بعد پیدا ہوا تھا ترقی کرتے کرتے شاہی دربار میں پہنچ گیا اور بخدمات حسنہ کے باعث عنایات خسروانہ سے ممتاز ہوا الغرض اس کے علاوہ زین العابدین نے اور بھی بہت سے مقامات آباد کئے اور ان میں سے اکثر محتاجوں کے لئے وقف کر دیئے منجملہ ان کے وہ سات مقام جو اس کے نام سے مشہور ہوئے حسب ذیل ہیں:-

(۱) زینہ ڈیب یا رازدان وہ شاہی محلات ہیں جو محلہ نوشہرہ میں آباد کئے گئے تھے اور جنکا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔

(۲) زینہ گیر وہ علاقہ ہے جسکا ذکر ابھی ہوا اور جو آج تک اس بادشاہ کی یادگار میں اسی نام سے چلا آتا ہے۔ اور نہایت سرسبز و آباد ہے۔

(۳) زینہ پور وہ قصبہ ہے جو سری نگر سے مشرق کی طرف علاقہ مراج میں آباد ہے۔

(۴) زینہ کوٹ یہ بھی ایک گاؤں ہے جو علاقہ سائر المواضع بامیں میں واقع ہے

(۵) زینہ کدل مشہور پل جو مہاراج گنج بازار سری نگر کے اوپر کی جانب واقع ہے۔

(۶) زینہ بازار یہ بازار بھی شہر سری نگر میں واقع ہے اور زینہ کدل سے نائد کدل تک چلا گیا ہے۔

(۷) زینہ لنک یہ ایک جزیرہ ہے جو جھیل ولر میں آباد کیا گیا تھا اور آج تک زین العابدین کی یادگار بہم پہنچاتا ہے اس موقعہ پر جزیرہ زینہ لنک کی تعمیر کی نسبت ذرا وضاحت سے بیان کرنا لازمی ہے یہ جزیرہ دو گز لمبا اور ۵۷ گز چوڑا ہے کہتے ہیں کہ ایک دن جب سلطان زین العابدین جھیل ولر کی سیر سیاحت میں مصروف

تھا اس نے شہر سندیمت نگر کے ایک مندر کے آثار پانی کی تہ میں دیکھے جو غالباً موسم سرما
میں پانی کم ہونے پر دکھائی دیتے تھے۔ اس نے حکم دیا کہ اسی مقام پر عمارت تعمیر کی جائے
اس کے اہتمام کے لئے ایک بڑی کشتی تیار کی گئی جس میں پتھر اور مٹی بھروا کر اسی
موقعہ پر غرق کی گئی۔ اسی کشتی کی بنیاد پر جزیرہ تیار ہوا۔ جب کشتی غرق کرنے کا
موقعہ آیا تو مندر نظروں سے غائب ہو گیا۔ سلطان خود موقعہ پر آیا غوطہ خوروں کو
اسکی تلاش کا حکم ہوا اور انہوں نے غوطہ لگا کر مندر کو ڈھونڈ لیا بلکہ اس میں سے
دو بُت بھی نکال لائے۔ جب جزیرہ تیار ہو گیا تو اس پر ایک عالی منزلہ شاہانہ بنوایا۔
جسکا پہلا طبقہ پتھروں سے دوسرا اینٹوں سے اور تیسرا لکڑی سے تیار کیا گیا تھا
اسکے متصل ایک چھوٹی سی مسجد بھی تعمیر کرائی گئی تھی اور عمارت تو تمام منہدم
ہو گئی ہے لیکن یہ مسجد باوجود خستہ حالی کے اب تک موجود ہے۔ اس جزیرہ کی
تعمیر کے لئے کاریگر علاوہ کشمیر کے گجرات سے بھی بلوائے گئے تھے۔ زینہ لنک کی
تعمیر کا مادہ تاریخ یہ ہے

تا زین عباد اندران جشن کند — پیوست چو تاریخ خود و نقش خرم باد

موضع زینہ پور کو بھی اس نے عالی شان عمارتوں اور باغات سے معمور کر کے
رشک ارم بنا دیا تھا اس کی سیرابی کے لئے قصبہ شوپیاں سے ایک نہر بھی کھدوائی
گئی تھی۔ اس سے پہلے جھیل ڈل کا پانی بمقام حبہ کدل دریائے جہلم سے ملتا تھا اس
نے مٹی ڈلوا کر اس جگہ کو بند کر دیا اور جھیل کا پانی باہر نکالنے کے لئے نالہ مار تیار
کرا دیا۔ جس سے پرگنہ اچھن کی زراعت بھی سیراب ہو گئی۔ اس نالہ پر سات
پتھری پل بھی بنائے گئے تھے جو آمد و رفت میں بڑی آسائش بہم پہنچاتے تھے۔
اسکے علاوہ مندر نانپور اور اندر کوٹ کے پتھر جمع کر کے اس نے اندر کوٹ سے
سوپور تک ایک مضبوط ڈیم تیار کیا جو سڑک کا کام دیتا تھا۔ اس ڈیم کی ابتداء مرمت
کے لئے موضع راوہ گام وقف کیا گیا

اس کے علاوہ اس نے ممالک دور دراز سے ہنرمندوں کے ماہرین ہنر منگوا لیا
اور صناعوں کو معقول مشاہروں پر بلا کر صنعت و حرفت کا بازار گرم کر دیا۔ [illegible]
معماروں اور تجارتوں کو قائم رکھ کر لوگوں کو ان کے فنون سکھلائے۔ اسی طرح

کاغذگری۔ صحافی۔ جلد سازی۔ قلمدان سازی۔ حکاکی۔ مہرکنی۔ قالبگری اور قالین بافی
تمام صنعتیں بڑے اخراجات اور سعی سے ملک میں مروج کیں۔ علاوہ بریں کئی زیرک
فہیم نازک خیال ذہین اور رسا اشخاص انتخاب کر کے سرکاری خرچ پر دوسرے
ولائیتوں کو بھجوائے تاکہ مختلف صنعتوں اور حرفتوں میں بہرہ دانی حاصل کریں۔
اور اپنے ملک میں واپس آکر اہل ملک کی تعلیم و تربیت کریں۔ اپنے محل سرا کے
متصل اس نے ایک تعلیمی درسگاہ قائم کی جہاں بالکل مفت تعلیم دی جاتی تھی
بلکہ طالب علموں کو جد سکا و کلی اخراجات کے لئے بھی اس نے ایک جاگیر عطا کر دی
تھی اس تعلیم گاہ سے ہزاروں کو فیض حاصل ہوا۔ اسکے علاوہ بھی جا بجا تعلیم و تدریس
کے لئے مدارس جاری کئے۔ حکیم حاذق اور طبیب کامل جگہ جگہ سے بلوائے
اور کشمیر میں بھی علم طب کو رواج دیا۔ شفاخانے بنوائے۔ آمد و رفت کے رستوں
میں منزلیں سرائیں اور مسافرخانے تعمیر کرا کے ملک کو امن و امان اور آسائش
و آرام کا گھر بنا دیا۔ اس سے پہلے اہالیان کشمیر فن آتشبازی کے نام سے بھی ناآشنا
تھے۔ اس کے عہد میں حبیب نام ایک آتشباز دربار میں آیا۔ جس نے طرح طرح
کے کھیل و تماشے کر کے تماشائیوں کو حیرت زدہ کر دیا۔ بادشاہ کے ارشاد
سے اس نے کئی کشمیریوں کو بھی اس فن میں استاد کامل بنا دیا۔ کشمیر میں تفنگ
سازی اور آتشبازی کا موجد بھی حبیب آتشباز ہے۔

باوجود اسقدر شان و شوکت اور جاہ و جلال کے یہ بادشاہ ہمیشہ سادہ وضع
رہتا تھا اور خزائن و دفائن جمع کرنے کی طرف بالکل مائل نہ ہوتا تھا بلکہ ہمیشہ سے ترقی
ملک اور آسائش رعایا کا خیال دامنگیر رکھتا تھا جس طرح بادشاہ خود ہمہ صفت موصوف
تھا ویسے ہی اُسے اہل کار اور مشیر بھی مل گئے تھے جو ہر ایک اوصاف حمیدہ اور
صفات پسندیدہ میں ایک دوسرے سے بڑھ کر تھا۔ ہندوستان اور خراسان
سے زیرک اس نے بے بدل عالم اور فاضل بلوائے اور ان کو مناصب جلیلہ
عطا کر کے اپنی مصاحبت اور مجالست میں رکھا۔ خود ان کے قابل قدر مشوروں
سے استفادہ اُٹھاتا اور دوسروں کو بھی فیضان صحبت سے مستفیض کرنے کی
کوشش کرتا۔

یہ بادشاہ علم کیمیا اور سیمیا میں بھی بخوبی ماہر تھا۔ کان مس اور کان جواہر
کا پتہ لگاتی تھیں چنانچہ جواہرات نیز رتن اسی کے عہد سے مشہور چلے آگئے ہیں۔
یہ بادشاہ اپنی سالگرہ کا جشن بھی بڑی دھوم دھام سے مناتا تھا اس موقع پر لاکھوں
روپیہ خرچ ہو جاتے تھے رات کو دریائے بہت (جہلم) کے کناروں پر اس آب و
تاب سے جشن چراغاں کرتا کہ تمام شہر بقعہ نور بن جاتا تھا۔

کشمیری راجوں اور بادشاہوں میں سب سے پہلے زین العابدین نے دیگر ہمعصر
بادشاہوں کے ساتھ سلسلۂ اتحاد قائم کرنے کی طرف توجہ کی۔ وہ لوگ بھی اسکی
دوستی کو فخر سمجھتے تھے اور اسکی خوبیوں کے مداح تھے۔ خاقان سعید ابوسعید خاں نے
خراسان سے اسکے لئے تیز رفتار اسپان تازی اور شتران راہوار بادیہ پیما بطور
تحفہ بھجوائے۔ اس نے بھی سلسلہ ارتباط مستحکم کرنے کے لئے کئی خروار زعفران
قرطاس مشک عطر گلاب سرکہ کاسہائے بلوریں کشمیری شال وغیرہ عجائبات کشمیر
خاقان مذکور کو بھجوائے۔ اسی طرح سلاطین ترکستان و ہندوستان سے بھی
تبادلۂ ہدایا و بدایا رشتہ مودت و اخلاص قائم کرکے ہر ایک کو اپنے دام محبت
میں اسیر کر لیا۔ شریف مکہ سلطان محمود گجراتی، سلطان بہلول لودھی۔ خدیو مصر
اور سلطان روم کو بھی تحفہ و تحائف بھیجکر رابطہ اخلاص اور رشتہ آشتی میں گرویدہ
کر لیا۔ والئے لاسہ نے دو راج ہنس جو نہایت ہی خوش رنگ اور خوش شکل تھے
جھیل مان سرور سے اسیر کرکے اس کے پاس بھجوائے۔ کہتے ہیں کہ اگر ان جانوروں
کے آگے پانی اور دودھ ملا کر رکھ دیتے تھے تو وہ اپنی منقاروں سے دودھ کے
اجزا کو پانی سے جدا کر لیتے تھے۔ غرض اس نے تقریباً نصف دنیا کو اپنا دوست بنا
لیا اور دشمن سے بے فکر ہو کر عیش و آرام سے حکمرانی کرتا رہا۔

اسکے عہد میں سب سے بڑھکر جو امن رعایائے کشمیر کو تھا وہ یہ تھا کہ اس کے
وجود میں تعصب مذہبی اور ظلم و تعدی کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ شیر بکری کے ایک گھاٹ
پانی پینے کی مثال اسی زمانہ پر صادق آتی ہے۔ کیا مجال کہ کوئی شخص کسی سے ظلم تو در
کنار سختی سے بھی پیش آئے۔ کسی مسلمان کو یہ جرأت نہ تھی کہ ادنےٰ سے ادنےٰ ہندو
کا دل دکھا سکے بلکہ یہ بادشاہ ہندوؤں کو مسلمانوں سے بھی زیادہ عزیز رکھتا تھا اور ہمیشہ

ایک مذہب وملت کی دلچسپی میں ہمہ تن ساعی رہتا تھا سلطان سکندر اور علیشاہ کے
زمانہ سے ہندوؤں پر جو مظالم اور سختیاں ہو رہی تھیں اس نے ان سب کا تدارک
بخوبی کر دیا ہندو مذہب کو اس نے وہ عروج دیا جو راجگان کے وقت میں بھی اسے
نصیب نہ تھا ظلم رسیدوں کو بڑی بڑی جاگیریں اور اعلیٰ مراتب عطا کر کے
ان کے افسردہ دلوں کو تر و تازہ کر دیا۔ جن لوگوں کی جاگیریں غضب الٰہی میں آکر
ضبط ہو گئی تھیں ان کو واپس دے دیں۔ جو لوگ پہلے وقتوں میں ملک چھوڑ کر
بھاگ گئے تھے بعضوں کو تو سلطان نے خود واپس بلا لیا اور بعض خود بخود اس کے
جود و احسان کا شہرہ سن کر وطن مالوف کو لوٹ آئے ان کے علاوہ ہندوستان
سے کئی برہمن بھی یہاں آگئے اور انہوں نے یہیں کی بود و باش اختیار کر لی بعض
پنڈت جو سابقہ سلاطین کے عہد میں ملک سیف الدین کے ڈر سے زبردستی مسلمان
ہو گئے تھے انہوں نے پھر ارتداد اختیار کر لیا کسی قاضی یا مفتی کو جرأت نہ ہوئی
کہ مواخذہ کرتا۔ اہل ہنود کی تمام مذہبی رسومات جو اشاعت اسلام کے بعد بالکل معدوم
ہو گئی تھیں پھر زندہ ہو گئیں۔ اس نے فرقہ ہنود کی سرپرستی یہاں تک کی کہ ان
سے ایک تحریر کرا لی کہ وہ لوگ اپنے مذہب کے برخلاف کوئی ایسی کارروائی نہ
کریں گے جس سے ان کے عقاید میں فرق آئے اور ان کے مذہب کو ضعف پہنچے
یعنی قشقہ بھی لگائیں۔ اور علانیہ اپنے آپ کو ہندو کہیں اور جو کچھ ان کی مذہبی
کتابوں میں درج ہے اس پر عمل کریں۔

ہندو مورخوں نے سلطان کی اس طرفداری اور ہندوؤں پر مراعات خسروانہ
مبذول رکھنے کے متعلق عجیب و غریب حکایتیں لکھی ہیں منجملہ ان کے ایک یہ بھی
ہے۔ کہ سلطان ابتدائے عہد میں ہندوؤں پر چنداں مشفق نہ تھا۔ لیکن ایک دفعہ
وہ ایسا بیمار ہو گیا کہ زندگی سے قطعی ناامیدی ہو گئی۔ شری بٹ شاہی طبیب اور دیگر
اطبائے نامدار نے بھی بہت زور لگایا لیکن سب ناکام رہے۔ انہیں دنوں
ایک ہندو جوگی جو علم سیمیا میں ماہر اور یگانہ روزگار تھا کشمیر کے کسی گوشہ میں رہا
کرتا تھا۔ امرا و وزرا اس کے پاس دوڑے گئے اور امداد کے طالب ہوئے۔
مورخان ہنود تو کہتے ہیں کہ زین العابدین مر چکا تھا۔ اس جوگی نے اپنی روح اس میں

ڈال کر اس کو زندہ کر دیا۔ اور خود مر گیا۔ جوگی نے قبل عمل کرنے کے اپنے ایک شاگرد
سے کہا کہ جب میری روح سلطان کے بدن میں منتقل ہو جائے تو میرے قالب
کو میرے اصلی آسن پر لے جاؤ۔ اور اس کو خوب حفاظت میں رکھو تاکہ سلطان کو
صحیح اور تندرست کر کے میں پھر اپنی اصلی حالت پر آجاؤں۔ شاگرد جوگی کے بدن
کو جو بالکل بے حس و بے حرکت تھا باہر لایا۔ اور اُمرا سے کہا کہ اپنے سلطان کو
جا کر دیکھ لو۔ میرے اُستاد نے اس کو اچھا کر دیا ہے۔ اب میں اُستاد کے معالجہ
کے لئے اس کو اپنے استھان میں لئے جاتا ہوں۔ چونکہ سلطان زین العابدین میں
ایک ہندو کی روح موجود تھی اس لئے قدرتاً اسے ہندوؤں سے محبت تھی۔
اور وہ اُن سے نیک سلوک کرتا تھا لیکن ارباب دانش سے مخفی نہیں ہے۔
کہ روح ایک بدن سے دوسرے بدن میں منتقل نہیں ہو سکتی۔ البتہ یہ بات ضرور
ہے کہ جو جوگی صفائے قلب کی وجہ سے صاحب کشف مستجاب الدعوات
ہو کسی بیمار کا علاج کرے گا۔ اپنی دعا کی تاثیر اور خلوص دل کی وجہ سے اس
کو اچھا کر دیگا یا کسی اہل غرض کی مراد پوری کر دے گا مرض منتقل ہو سکتا ہو
روح کا منتقل ہونا قرین قیاس نہیں ہے۔ بابر بادشاہ کی موت اور ہمایوں کی
بیماری کا حال سب لوگ جانتے ہیں۔ کہ دونوں باپ بیٹے سخت بیمار تھے۔ بابر
نے خلوص دل سے دعا مانگی کہ بار الٰہا ہمایوں کی جس قدر بیماری ہے وہ میری
بیماری میں شامل کر کے اس کو صحت و تندرستی عطا فرما۔ دعا دل سے نکلی تھی۔
ایسا اثر کر گئی بابر زیادہ بیمار ہو گیا اور ہمایوں تندرست ہونے لگا یہاں تک کہ
تیسرے ہی دن بابر کا انتقال ہو گیا۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ جوگی اور سلطان
زین العابدین کا بھی معاملہ ایسا ہی ہوگا۔

اسی طرح ایک اور واقعہ کا ذکر ہے مورخان ہنود لکھتے ہیں۔ کہ ایک شہزادہ
کشتی پر سوار ہو کر دریا کی سیر کر رہا تھا جب عالی کدل پر پہنچا تو ایک پنڈتانی کو
جو غارت گر ہوش ہے جو اس نے بھی دیکھا۔ اور دیکھتے ہی بے ہوش ہو جاتا رہا۔ ایک استاد کے ساتھ
ہوش جاتے ہیں شہزادہ کے ساتھ۔ وہ پنڈتانی پانی کا گھڑا دریا کے کنارے پر سے بھر رہی تھی
جب اس نے گھڑا سر پر رکھا تو شہزادہ نے کشتی کو کنارے کا اشارہ دیا جس

سے گھڑا تو ٹوٹ گیا لیکن پانی اسی طرح معلق رہا۔ جو اُس حسن کی دیوی کے جت
ست اور اسکی عصمت و پاکدامنی کا نتیجہ تھا۔ اسی حالت میں وہ اپنے گھر گئی
جب خاوند نے یہ حال دیکھا تو اُس نے خشمناک ہو کر جلے دل سے بددعا دی۔
کہ جس نے یہ حرکت کی ہے اُس کے پیٹ میں درد اُٹھے اور اُس کو بد وسیاہی
نصیب ہو۔ برہمن کی دعا قبول ہو گئی۔ شہزادہ ایسا بیمار ہوا کہ جان کے لالے
پڑ گئے۔ جب سلطان کو اصل معاملے سے آگاہی ہوئی۔ تو وہ پابرہنہ برہمن کے گھر
گیا۔ اور دعائے صحت کا خواستگار ہوا۔ برہمن نے بادشاہ کو بہت سی پند و نصائح
کیں۔ کہ بادشاہ اور شاہزادے جب اپنی رعایا کے ساتھ ایسا سلوک کریں گے۔ تو
غریب رعایا کا کہاں ٹھکانا ہوگا۔ آخر برہمن نے شاہزادہ کی صحت کی دعا مانگی۔ جو
بارگاہ حقیقی میں قبول ہوئی۔ بادشاہ کے دل پر اس واقعہ سے بڑا اثر ہوا۔ اور
وہ رعایا اور خصوصاً ہندوؤں کی دلجوئی میں اور بھی سرگرمی دکھانے لگا۔

ہندوؤں کے میلوں اور تیرتھوں میں سلطان بذات خود موجود رہتا تاکہ
کوئی شخص اُن کے مذہبی معاملات میں مداخلت نہ کرنے پائے۔ پنڈتوں کے بیٹوں
کو عربی فارسی تعلیم دلوا کر بڑے بڑے عہدوں پر ممتاز کیا۔ بعض مندر جو منہدم
کئے گئے تھے از سرِ نو تعمیر کرائے۔ مندر بہشتی شور واقعہ کوہ سلیمان کی مرمت کرائی
جسمیں چار نئے پتھر کے ستون لگائے اور اُس کے سقف اور گنبد کو بھی مرمت
کر کے مستحکم و استوار بنا دیا۔ سلطان زباندانی میں مہارت تامہ رکھتا تھا۔ ہندی
فارسی اور تبتی زبانیں بخوبی جانتا تھا۔ طب ہندی کو فارسی کا لباس پہنا کر کشمیر
میں جاری کیا۔ اور شری بٹ ایک ہندو حکیم کو طبیب شاہی کے اعزاز سے
سرفراز فرمایا۔ ہندوؤں کی مذہبی کتابیں جو دستبرد میں آگئی تھیں ہندوستان
سے منگوا کر ملک میں تقسیم کیں۔ ویدوں شاستروں پرانوں اور برہت کتھا کا فارسی
میں اور فارسی کتابوں کا سنسکرت میں ترجمہ کرا کے ہندو مسلمانوں کے دلوں
سے ذاتی بغض و عناد کی جڑ کاٹ دی جس کا اثر آج تک دونوں فرقوں میں پایا
جاتا ہے یعنی موجودہ زمانہ میں بھی کشمیری ہندو مسلمانوں کے باہمی تعلقات اور
برتاؤ دوسرے ممالک کے لئے بھی قابلِ رشک ہیں۔ انہیں ایام میں سلطان کے

ہاتھ پر ایک پھوڑا نکلا جس سے وہ سخت لاچار ہو گیا۔ آخر جب حکیم شری بھٹ کے معالجہ سے اُسے صحت ہوئی تو اس نے حکیم موصوف کو انعام دینا چاہا۔ لیکن اس نے کسی قسم کا نقدی انعام لینے سے انکار کیا اور درخواست کی کہ میری قوم کو جزیہ معاف کر دیا جائے۔ اس کی یہ درخواست پایۂ قبولیت کو پہنچی اور لوگ جزیہ کی مصیبت سے آزاد ہو گئے۔ سلطان نے ایک ہندو برہمن (کشمیری پنڈت) کو وزیر تعلیمات مقرر کیا۔ مندروں کے اخراجات کے لئے جاگیریں عطا کیں اور سلطان کے حکم سے ہر مندر کے ساتھ ایک پاٹھ شالا بھی تعمیر کیا گیا جس میں ہندو ودیارتھی آزادی سے اپنا علم حاصل کیا کرتے تھے۔ دارالترجمہ کا افسر اعلیٰ بھی ایک برہمن کشمیری تھا جس کے ماتحت بڑے بڑے قابل مسلمان تھے۔ سلطان سکندر بت شکن اور سلطان علی شاہ کے زمانہ میں ہندوؤں کو مسجدوں میں داخل ہونے بلکہ اُن سے چھو جانے تک کی سخت ممانعت تھی لیکن اس بادشاہ نے یہ سختی ہٹا دی اور ہندوؤں کو بشرط طہارت مسجدوں میں داخل ہونے اور اُن کے صحن میں پھرنے اور دیکھنے کی عام اجازت دے دی۔ سلطان نے ہندوؤں کے ساتھ ایک اور

حاشیہ صفحہ ۴۶ سے۔ کلام فرقی میں ایک نظم "ایک کشمیری اور پنجابی کا مکالمہ" درج ہے۔ پنجابی کہتا ہے تم لوگ نہایت خوش نصیب ہو۔ کہ کشمیر میں ہندو و مسلمانوں کا اتفاق ضرب المثل ہے۔ کسی فرقہ کو کسی سے کوئی شکایت نہیں کشمیری جواب میں اپنے ملک میں بے تعصبی اور باہمی اتفاق کو تسلیم کرتا ہے لیکن اس کے خیال میں بعض غیر ملکیوں اور خصوصاً ایک نئے فرقہ کی وجہ سے تعصب پیدا ہو جانے کا احتمال ہے۔ اور افسوس ہے کہ بدقسمتی سے آج کل یہ احتمال یقین کے درجہ تک پہنچ چکا ہے۔ اور کشمیر میں اس کے آثار نظر آ رہے ہیں۔ کشمیری کا جواب ملاحظہ کے قابل ہے کہتا ہے ؎

شکر ہے اب تک تعصب کا نہیں کوئی نشان ۔۔۔ دیکھئے آگے دکھائے کیا خدائے دو جہان
زندگی اپنی بسر ہوگی وطن میں بے ضرر ۔۔۔ بچ گئے ہم اجنبی لوگوں کی نظروں سے اگر
غیر ملکی جس جگہ جائیں گے آفت لائیں گے ۔۔۔ آئیں گے خود اور اپنے ہم وطن بلوائیں گے
ہو رہی ہے ایسی باتوں کی یہاں بھی ابتدا ۔۔۔ اب خدا حافظ ہے اس خطۂ کشمیر کا
کب پڑے گی اُن کی اوروں کی بھلائی پر نظر ۔۔۔ خود تماشا بن گئے گھر بار کو جو پھونک کر

رعایت یہ کی کہ ان کے قومی اور مذہبی مقدمات کے انفصال کے لئے ہندو منصف
مقرر کئے۔ گاؤکشی جو عہد اسلامیہ سے جاری ہوگئی تھی۔ اور سلطان سکندر
اور علی شاہ کے زمانہ میں زور پر تھی اس ہردلعزیز امن پسند اور رحم دل بادشاہ
نے اس کی ممانعت کے احکام جاری کر دیئے نہ صرف یہی کیا بلکہ رسم ستی کو
بھی جو ہندوؤں کی قدیم الایام سے رسم چلی آتی تھی اور سابقہ سلاطین کے وقتوں میں
بند کر دی گئی تھی۔ اور ہر چند کہ زین العابدین بھی اس رسم کے اجرا پر راضی نہ
تھا اور ستی کو ایک صریح ظلم سمجھتا تھا لیکن صرف ہندوؤں کے پاس خاطر سے
اس رسم کو پھر جاری کر دیا جس سے جملہ اہل ہنود اس کے ازبس احسان مند ہوئے
شکار کی ممانعت بھی کی رعایا کا ایک کثیر حصہ اس کو اپنے مذہب کے خلاف سمجھتا
ہے۔ بعض بعض ہندو تقریبوں اور تیوہاروں پر گوشت بھی نہیں کھاتا تھا۔ اس
کے علاوہ اس نے اپنے دربار میں بھی بہت سے کشمیری پنڈتوں کو بڑے بڑے
عہدے دے رکھے تھے۔ بلکہ جگناتھ جی سے لائق رفائق و دیانت عالم فاضل
برہمن اور کورو کھتری عامل و کامل جو کہ معقول مشاہروں پر ملازم کئے تھے جنکی
قدر و منزلت مسلمان درباریوں سے بھی زیادہ کرتا تھا اور ان کی صحبت سے
اکثر مستفید ہوتا رہتا۔ قدرت نے اسے ایسا حلیم الطبع بنایا تھا کہ ملزموں اور مجرموں
پر بھی سیاست نہ کرتا تھا بلکہ بڑے الفاظ سے بھی کسی کو یاد نہ کرتا تھا۔ تائید غیبی
سے جو کچھ اس کی زبان سے نکلتا فوراً پورا ہو جاتا تھا۔ انہیں اوصاف حمیدہ اور
اخلاق پسندیدہ کے باعث اس نے ہندو مسلمان رعایا کے دلوں میں ایسا گھر کر لیا
تھا کہ ہر ایک اس پر جان قربان کرنے کو طیار تھا۔ عوام اسے بڈشاہ (بادشاہ عظیم) کے
نام سے پکارتے تھے اور دل سے اسکی عزت کرتے تھے۔ تاریخ ہندوستان میں
جو پایہ شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر کو حاصل ہے اس سے دو چند عزت و اتقا کا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۰ - پنڈتوں کو مسلمانوں سے لڑوائیں گے تو ہم کشمیر کو لوٹ کر کھا جائیں گے ۱۲
لہ یہ تمام حالات علی ملی مرزا کی تاریخ میں وضاحت سے درج ہیں سے اس سلطان کا نام بڈشاہ (بڑا بادشاہ)
کے علاوہ دیگر تھا۔ یعنی ہندوؤں کا راجہ اسے ہندوؤں کی رعایت ہی سے مشہور ہے دیکھو تکملہ تاریخ
کشمیر مصنفہ پنڈت ہرگوپال کول خستہ نمبر ۱۱۰ و تاریخ فرشتہ ۱۲

مستحق یہ سلطان ہے جو آج تک ہندو مسلمان دونوں اقوام کے نزدیک وہ ولی کا رتبہ رکھتا ہے

ایک مسلمان نے جو سلطان کے مقربوں میں تھا شراب کے نشہ میں ایک ہندو کو اس قدر مارا کہ اس کی جان نکل گئی۔ سلطان کو خبر ہوئی حکم دیا کہ اس بدمست بادہ کو گدھے پہ سوار کر کے تمام شہر میں تشہیر کیا جائے تا کہ شراب نوشی کا انجام۔ اور تقرب شاہی کے گھمنڈ میں کسی بے گناہ کے قتل کا نتیجہ معلوم ہو۔ اور باقی لوگ بھی خبردار ہو جائیں ؎

خوبیٔ اخلاق کان دنیا و دین را زیور است ۔ با فقیری خوش بود با بادشاہی خوشتر است [1]

کچھ عرصہ بعد سلطان کے بھائی اور نائب السلطنت محمد خاں کا انتقال ہو گیا۔ سلطان نے اسکی جگہ اس کے بیٹے حیدر خاں کو منصب نیابت عطا کر دیا اور تمام مہمات ملکی و مالی کا متکفل بنا دیا۔ انہیں دنوں میں مسعود بٹ اور شیرو بٹ جو بادشاہ کے کوکہ تھے اور معاملات مملکت میں بھی اعتبار کلی رکھتے تھے۔ اندرونی بغض و عناد کے باعث ایک دوسرے کے مخالف ہو گئے۔ یہ مخاصمت یہاں تک بڑھ گئی کہ آخر کار شیرو بٹ نے مسعود کو قتل کر ڈالا۔ بادشاہ کو اطلاع ہوئی تو اس نے قصاص میں قاتل کو بھی قتل کرا ڈالا تاہم بادشاہ کو اس کے ضائع ہو جانے کا بڑا رنج ہوا اور اس نے ایک لاکھ روپیہ اس کی روح کے تصدق میں خیرات کیا۔

سلطان زین العابدین کے نخل زندگانی کا ثمر تین بیٹے تھے لیکن انکی باہمی اختلافوں اور خانہ جنگیوں نے اس اولوالعزم سلطان کی زندگی کو بالکل تلخ بنا دیا۔ ان میں سب سے بڑا ادہم خاں تھا لیکن وہ بادشاہ کی نظروں میں حقیر تھا دوسرا بیٹا اس کا حاجی خاں تھا اور بادشاہ اسے بہت چاہتا تھا۔ اور تیسرا لڑکا بہرام خاں تھا اور یہ منافقت پیشہ تھا۔ جب یہ لڑکے جوان ہوئے تو ایک دوسرے سے رشک کرنے لگے جس نے بڑھتے بڑھتے خوفناک صورت اختیار کر لی اور تینوں بھائیوں میں نفاق کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ یہ دیکھکر بادشاہ نے رفع شر کی خاطر ادہم خاں کو معہ فوج باغیان تبت کی سرکوبی کے لئے بھجوا دیا۔ لیکن وہ جوانمرد تھوڑے ہی عرصہ میں تمام ملک کو تہ و بالا کر کے مظفر و منصور بیشمار مال غنیمت کے ساتھ باپ کی خدمت میں آ حاضر ہوا جس سے خوش ہو کر بادشاہ نے اسے نوازش کے

[1] گلدستۂ کشمیر مصنفہ پنڈت ہرگوپال کول

خسروانہ سے سربلند کیا۔ ادہم خاں کے یہاں پہنچنے پر سلطان نے حاجی خاں کو لوہر کوٹ
کا حاکم بنا کر دارالسلطنت سے دور بھجوا دیا۔ کچھ عرصہ بعد حاجی خاں اپنے بھائی بہرام خاں
سے متمرد ہو گیا اور کمال کوتہ اندیشی اور خیرہ سری سے بلا اجازت سلطان لشکر
گران قدر لے کر کشمیر پر چڑھ آیا۔ ہر چند بادشاہ نے اسے ایسی حرکت سے منع کیا لیکن
وہ خودسر باز نہ آیا۔ آخر سلطان بھی فوج آراستہ کر کے بیٹے کے مقابلہ کو نکلا اور دونوں
میں لڑائی چھڑ گئی۔ اس معرکہ میں ادہم خاں نے خوب داد شجاعت دی۔ حاجی خاں کے
بہت سے نامی گرامی سردار مارے گئے اور وہ تنگ آکر ہیرہ پور کی طرف بھاگ گیا
ادہم خاں نے تعاقب کر کے بھائی کے بہت سے ہمراہی مار ڈالے لیکن حاجی خاں جان
بچا کر نکل گیا۔ باغی فوج کے جو سپاہی سلطان کے ہاتھ آئے تھے عذاب ہائے
شدید سے مروا ڈالے گئے۔ باغیوں کی عبرت کے لئے مقتولوں کے سروں سے ایک
مینار بنایا گیا۔ حاجی خاں کے رفیقوں نے کشمیریوں اور قصبہ بارہ مولہ پر تاخت و تاراج
مچا کر بادشاہ نے انہیں بالکل بے دست و پا کر دیا۔ غضب سلطانی سے خوف زدہ ہو کر
حاجی خاں کی فوج کے بہت سے آدمی ادہم خاں کے پاس آکر پناہ گزین ہو گئے۔ اس
واقعہ کے بعد بادشاہ نے ادہم خاں کو اپنا ولیعہد مقرر کر لیا۔ اور امورات ملکی و مہمات
سلطنت میں بھی اسے شریک کر لیا۔ انہیں ایام میں ۸۳۵ ہجری مطابق ۱۴۳۱ء کو کثرت
بارش کے باعث فصل دھان خام رہا جس سے قحط نازل ہو گیا۔ اس قحط میں بہت سی
خلقت بھی ضائع ہو گئی۔ نیک دل بادشاہ کو رعایا کی تباہی سے سخت فکر پیدا ہو گیا۔ ہمہ
وقت ملول اور ماندہ گین رہتا۔ موسم کھلنے پر اس نے دوسرے ممالک سے غلہ منگوا کر
رعایا میں تقسیم کیا جس سے قحط کی شدت رفع ہو گئی۔ اس کے تھوڑے دن بعد ادہم خاں
نے خیرہ سری سے علاقہ کامراج میں دست تطاول دراز کیا اور طرح طرح کے ظلم و
ستم کرنے لگا۔ نقد و جنس جو کچھ کسی کے پاس دیکھتا زبردستی ضبط کر لیتا۔ اس کے
مظالم سے تنگ آکر لوگ بادشاہ کے پاس آکر داد و فریاد کرنے لگے۔ لیکن جو حکم بادشاہ
صادر کرتا ادہم خاں اسے بالکل خاطر میں نہ لاتا۔ بلکہ عمداً اس کے برخلاف کرتا۔ یہاں تک
کہ آخر کار ایک دن ہمراہی لے کر سری نگر پر چڑھ آیا اور محلہ قطب الدین پورہ میں علم بغاوت
کھڑا کر کے شہر میں تاخت و تاراج مچانے لگا۔ سلطان نے اس کی حرکات سے

متوحش ہو کر باستمالت و دلاسا اسے رام کیا اور واپس کا خراج بھجوا دیا۔ اس کے ساتھ
ہی اس نے خفیہ طور پر حاجی خاں کو پیغام بھیجا کہ وہ بتعجیل تمام تر فوج لے کر واپس آجائے
حاجی خاں بھی موقعہ کا منتظر تھا خبر پاتے ہی فوراً آگیا اور بھائی سے شہر دوبارہ خالی کرانے
کے لئے بمقام سوپور قیام پذیر ہوگیا۔ ادھر سے ادہم خاں بھی لشکر جرار ساتھ لے کر نکلا
اور حاجی خاں کے لشکر کو شکست فاش دے کر تمام سوپور کو تہ و بالا کر گیا۔ یہ خبر سنکر سلطان
نے ادہم خاں کی سرزنش کے لئے لشکر قاہرہ متعین کیا۔ جس نے ادہم خاں کے
جاں نثاروں اور بہادروں کو تہ تیغ کر کے اُس کے لشکر کو تتر بتر کر دیا۔ غریب کو خدا
کی مار ہزیمت کے وقت سوپور کا پل ٹوٹ گیا جس سے ادہم خاں کے تین سو آدمی
غرق لجہ فنا ہو گئے۔ دوسرے دن بادشاہی فوج گراں لے کر سوپور آگیا اور دریائے
جہلم کے جنوبی کنارے پر خیمہ زن ہوگیا۔ دوسری طرف ادہم خاں مخالفت کا جھنڈا
کھڑا کئے لڑائی کا منتظر بیٹھا تھا۔ اُدھر حاجی خاں بمقام بارہمولا باپ کی معاودت
کے انتظار میں چشم براہ تھا۔ سلطان نے تیسرے بیٹے بہرام خاں کو بھائی کے استقبال
کے لئے بارہمولا بھیجا۔ جس نے اظہار یگانگت و یک جہتی کر کے بھائی سے عہد
پیمان کر لیا اور اُسے ساتھ لے کر سوپور کی طرف مراجعت پذیر ہوا۔ یہ لوگ دوآبگاہ[1] پہنچے
تو ادہم خاں باپ اور بھائیوں کی متفقہ طاقت سے مایوس ہو کر پنجاب کو بھاگ گیا۔ اور
بادشاہ حاجی خاں کو ساتھ لے کر دارالسلطنت کو لوٹ آیا۔ اب کے سلطان نے حاجی خاں کو
ولیعہد بنایا اور تمام معاملات حکمرانی اس کے سپرد کر دیئے۔ پہلے پہل تو حاجی خاں سابقہ
ایام کی ندامت دھونے کے لئے باپ کی خدمت میں کمربستہ رہا جس سے بادشاہ بھی
خوش ہوگیا اور تمام اولاد سے زیادہ محبت کرنے لگا جس کے ثبوت میں اس نے
اپنی مہر خاص مکمل شمشیر بھی اس کو بخش دی۔ اور جاگیر خاص بھی اسے عطا کی لیکن تھوڑے
ہی عرصہ بعد حاجی خاں پھر جادہ اعتدال سے منحرف ہوگیا اور بادشاہ اس کے حرکات
شنیع اور اطوار قبیح سے سخت کبیدہ خاطر ہوا۔ اسی اثنا میں سلطان بعارضہ اسہال
مبتلا ہوگیا اور مہمات ملکی کچھ عرصہ کے لئے معطل ہوگئے۔ بعض امیروں نے ادہم خاں
کو پیغام بھیج کر بلوا لیا۔ لیکن بادشاہ نے اس سے کوئی التفات نہ کی۔ آخر ادہم خاں نے

---

[1] دوآبگاہ متصل سوپور برلب دریائے بہت ۱۲

بھائی سے صلح کر لی اور دونوں الگ ہو گئے۔ بہرام خان کو بھائیوں کا اتفاق نہ بھایا اور اس نے منافقت کر کے جلد ہی دونوں کو ایک دوسرے کے برخلاف کر لیا۔ اسی اثناء میں خیر خواہان حالی نے بادشاہ کی خدمت میں ولیعہد مقرر کرنے کے لئے التماس کی بادشاہ نے یہ ظاہر کر کے کہ میری اولاد میں سلطنت کے لائق کوئی نظر نہیں آتا اس معاملہ کو تقدیر پر چھوڑ دیا۔ اس کے بعد ادہم خان باپ سے رخصت ہو کر بھائیوں سے علیحدہ محلہ قطب الدین پورہ میں جا بیٹھا۔ لیکن حاجی خان اور بہرام خان اسے کب ٹکنے دیتے تھے فوجیں آراستہ کر کے بھائی کے اخراج پر آمادہ ہو گئے۔ ادہم خان بھی مقابلہ پر تیار ہو گیا۔ اور لڑائی شروع ہو گئی۔ ہر روز کشت و خون کا بازار گرم رہتا۔ ادھر بادشاہ کی حالت بھی دگرگوں ہو رہی تھی جب اس نے بیٹوں کے جنگ و جدل کا حال سنا تو بیماری اور بھی زیادہ ہو گئی یہاں تک کہ اطبا معالجے سے عاجز آ گئے اور انہوں نے اسے لا دوا کر دیا۔ طبیعت روز بروز بگڑتی گئی بیہوشی طاری ہو گئی۔ اور ایک شبانہ روز بادشاہ کی یہی حالت رہی۔ اسی اثنا میں ادہم خان میدان جنگ سے نکل کر باپ کی عیادت کے لئے آیا۔ حسن خان کچھی جو امرائے نامدار سے تھا حاجی خان سے جا ملا اور اسی رات بہت سے ہمراہیوں سمیت اس نے حاجی خان کی بیعت قبول کر لی۔

دوسرے دن ادہم خان کو بفریب و دغا محل سے نکال کر حاجی خان دیوان خانہ خاص میں جا داخل ہوا اور تمام بادشاہی خزائن و دفائن پر قابض ہو گیا۔ اسکی فوج قلعہ کے باہر مرنے مارنے کو طیار کھڑی تھی جب ادہم خان نے دیکھا کہ معاملہ دگرگوں ہے اور اسے تاب مقاومت نہیں تو راہ فرار اختیار کر کے بارہ مولہ کے راستہ روانہ ہندوستان ہو گیا۔ اس کے ملازموں اور ہمراہیوں میں سے بہت سے آدمی بیدل ہو کر اسکا ساتھ چھوڑ بیٹھے۔ حاجی خان کا سپہ سالار زین لارک ادہم خان کے تعاقب میں گیا لیکن اس کے آدمیوں کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اسی دوران میں حاجی خان کا لڑکا حسن خان بھی پونچھ سے آ کر باپ سے مل گیا جس سے اس کو اور بھی تقویت ہو گئی اسی حالت میں سلطان زین العابدین ۶۹ برس کی عمر میں ۵۱ سال دو ماہ اور تین روز کی بے مثال جہانبانی کے بعد بیٹوں کی نفس برداری سے تنگ آ کر دنیائے فانی سے عالم جاودانی میں جا داخل ہوا۔

فغان زین جہ سرخ دو لالی کہ پر نور بجا ہے اگر شد ماہ شب افروز

اور باپ کی قبر کے سامنے مزار سلاطین میں مدفون ہوا کون آنکھ تھی جو ایسے ہر دل عزیز بادشاہ کے ماتم میں آنسو نہ بہاتی - اور کون دل تھا جو اس رحم دل بادشاہ کے غم میں صد چاک نہ ہوتا - رعایا نے بہت ماتم کیا شاعروں نے مرثیے لکھے دو ایک شعر درج ذیل ہیں سے

سلطان زین العابدین زد خیمہ زیں دار بقا	سیلے کہ در شد تاج و نگیں بے سر شد ارض و سما
از بہر تاریخش جہاں بے سر شدہ اند جہاں	عدل و کرم علم و حلم جاہ و حشم صلح و صفا

دیگر

دریغا بادشاہ سلیماں رفت	ایام و وقت زین العابدین رفت
جہاں تاریک شد از ماتم او	کہ خورشید زمان زیر زمین رفت
کشید از آسماں سر یا تف غیب	خدا در دادہ ملک و دین رفت

۸۷۹ھ - (۱) - (۸۸۰)

شہنشاہ اکبر اور سلطان زین العابدین

شہنشاہ اکبر کو ہندوستان میں کمال ہر دل عزیزی حاصل ہے - اور اس کے حالات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہے بھی اسی کے قابل لیکن زین العابدین بھی کشمیر کے ہندو و مسلمانوں میں کم ہر دل عزیز نہیں رہے - اس کی شہرت بمقابلہ اکبر کے اس لئے کم معلوم ہوتی ہے کہ اکبر کو ابو الفضل اور ملا عبد القادر جیسے لوگ پر پرزے لگا کر اڑانے والے مل گئے - نیز اس کے دربار میں اکثر اہل فرنگ بھی آئے - اور انہوں نے جا کر اپنے ملک اور اپنی تاریخوں میں اس کی خوب شہرت کی - زین العابدین کے حالات کشمیر تک ہی رہے اور وہ بھی اس قدر نایاب تھے کہ اول تو ملتے نہیں تھے اور اگر کسی کے پاس تھے بھی تو وہ اسے سینہ بسینہ رکھتا تھا - زین العابدین کا انتقال ۸۸۰ھ ہجری کو ہوا اور اکبر ۹۶۳ ہجری میں تخت نشین ہوا - قریباً ایک سو سال کا فرق ان دونوں میں تھا - زین العابدین کے زمانہ میں چھاپہ کا نام و نشان بھی نہ تھا - اس لئے اس زمانہ کی تاریخیں قلمی اور غیر مطبوعہ ہوا کرتی تھیں - اور یہ صاف ظاہر ہے کہ قلمی کتابیں عموماً

نایاب ہوتی ہیں۔ اس لئے کتابوں کی کمیابی کی وجہ سے ہی زین العابدین کے حالات
تاریکی میں رہے۔ اور ہر چند کہ اکبر کے زمانہ میں چھاپہ کا رواج نہ تھا لیکن اس کے
حالات پرتگیزوں فرانسیسوں اور انگریزوں نے (جو عموماً اس کے دربار میں آیا
کرتے تھے) اپنے ملکوں میں بذریعہ اشاعت محفوظ رکھے۔ اور بالخصوص اکبرنامہ
اور آئین اکبری نے جو زمانہ سلف میں مدرسوں اور مکتبوں میں پڑھائی جاتی تھیں
اُس کو اور بھی شہرت دی۔ پھر اکبر کے حالات جب انگریزی اور فارسی سے اردو
زبان میں مولانا آزاد دہلوی نے لکھے تو انہوں نے اپنی مشہور جادو نگاری سے
اس کی شہرت کو بقائے دوام کا خلعت پہنایا۔ چھاپہ کی برکت سے اکبرنامہ اور
آئین اکبری اور اکبر کے زمانہ اور حالات کی دیگر تاریخیں آج ہر شہر اور ہر تاجر
کتب کی دوکان سے مل سکتی ہیں۔ لیکن کشمیر کی جتنی فارسی یا سنسکرت تاریخیں
ہیں وہ ہنوز پردہ گمنامی میں ہیں۔ اور صرف دو تین زیور طبع سے آراستہ ہوئی
ہیں۔ ان میں بھی زیادہ تر حالات مشائخان اسلام اور اہل اللہ حضرات کے
ہیں۔ شاہان کشمیر کے حالات جن تاریخوں میں درج ہیں وہ ہنوز قلمی ہیں۔ اور
بوجہ قلمی ہونے کے نہایت نایاب ہیں۔ اس لئے ایسے آفتاب روزگار بادشاہ
کے مفصل حالات بھی بہت کم پبلک میں آئے ہیں۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ زین العابدین
کئی باتوں میں اکبر سے زیادہ مرتبہ اور جاہ و جلال رکھتا تھا۔ سلطان خود عالم تھا
کئی زبانوں سے آگاہ تھا۔ شاعر تھا اور شعر بدیہہ کہتا تھا۔ ہندوؤں کی دلجوئی
اور دلجوئی کے لئے ایسی ایسی رعایتیں کیں کہ خود مسلمانوں سے نہ ہو سکیں
رعایا کے آرام اور امن عام کے لئے تاوان اور جرمانہ اور جرمانہ وغیرہ جو حاکم
اور تحصیلدار رعایا سے لیا کرتے تھے موقوف کر دیا۔ رشوت لینے والوں کے لئے
سخت سزائیں مقرر کیں۔ قتل کا حکم بہت کم دیتا تھا۔ زد و کوب سے بھی متنفر تھا۔
نرمی اور ملائمت اور حکمت عملیوں سے زیادہ کام لیا کرتا تھا۔ چوروں اور
مجرموں کو سخت سزائیں بھی نہ دیتا تھا۔ حکم تھا کہ قیدیوں کے پاؤں میں زنجیر رہا
کرے۔ اور ان سے عمارت کا کام لیا جایا کرے۔ یعنی ان سے عموماً مٹی اور پتھر
اٹھوائے جاتے تھے۔ گوشت کا استعمال کم رکھتا تھا۔ خصوصاً ماہ رمضان میں بالکل

نہیں کھاتا تھا۔ زین العابدین کیسا عابد، نیک نام اور انصاف پرور بادشاہ تھا اسی
ایک واقعہ سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ وہ ملک کا روپیہ ملک کے کام ہی میں خرچ
کرتا تھا۔ خزانوں کے جمع کرنے کا اُس کو مطلق شوق نہیں تھا۔ اپنے ذاتی اخراجات
ذاتی جاگیر اور ذاتی آمدنی سے بہم پہنچاتا تھا۔ تانبے کی کان اسکی ذاتی جائیداد تھی جس
میں ہزاروں مزدور رات دن کام کیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ اور مضافات
بھی ذاتی خرچ کے لئے وقف تھے۔ سرکاری خزانہ سے اُس کا کوئی واسطہ نہ تھا۔

سلطان زین العابدین اور علوم و فنون کی قدردانی

سلاطین کشمیر میں سے ہندوؤں کے ساتھ جس سلطان نے کمال بے تعصبی اور
درحقیقت اعلیٰ رعایا پروری سے کام لیا ہے۔ وہ سلطان زین العابدین عرف بڈشاہ
ہے جسکو آج تک ہندو و مسلمان نیک نامی کے ساتھ یاد کرتے ہیں۔ رعایا نہایت آسودہ
تھی۔ نہ مسلمانوں کو بے چینی تھی اور نہ ہندوؤں کو کسی کا خوف تھا۔ کشمیر کی شہرت ہندوستان
سے گذر کر بلخ بخارا، عرب، خراسان اور ایران تک جا پہنچی تھی۔ علما فضلا اور صاحب
کمال لوگ خود بخود کھنچے چلے آتے تھے۔ اور سلطان کے دامن عاطفت میں زندگی بسر کرتے تھے
آداسے سلطان زین العابدین بڈشاہ تو وہ کشمیر سے بیشتر نیک نیتی کے ساتھ
سلطان کی مجلس میں ہر فن کے صاحب کمال موجود رہا کرتے تھے جن لوگوں نے اس
دربار کی مفصل کیفیت سنی ہے وہ اکبری دربار کو اس کے مقابلہ میں ہیچ سمجھتے ہیں۔ سلطان
مکہ معظمہ اور دیگر ممالک عرب سے کتب احادیث منگواتا اور فرصت کے وقت اُن
کے مطالعہ میں مصروف رہتا۔ ان کے علاوہ دیگر علوم و فنون کی کتابیں بھی دوسرے ممالک
سے منگوا کر اپنے ملک میں شائع کرائیں بعض کے ترجمے فارسی میں کرائے بعض کے سنسکرت
میں اور بعض کو کشمیری حروف کا لباس پہنایا۔

اس بادشاہ کے عہد میں اکثر بڑے بڑے صاحب کمال اہل دل اولیائے کرام عالم
و فاضل اور شعرائے نامدار گذرے ہیں ان میں سے صرف چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے
جن سے سلطان کا کسی نہ کسی حیثیت سے واسطہ اور تعلق رہا ہے۔

سید حسین منطقی اصل وطن تہوتیں ملک خراسان تہا چونکہ علم منطق میں کمال رکھتے تھے اسلئے منطقی کے نام سے مشہور ہیں۔ امیر تیمور کے غلبہ سے قریباً پچاس ہمراہیوں کے ساتھ وطن سے ہجرت کی سلطان سکندر بت شکن کے زمانہ میں وارد کشمیر ہوئے۔ بادشاہ کے خلاف ایک سازش کے الزام میں خود بخود ہی کشمیر سے بجانب دہلی چلے گئے۔ جب سلطان زین العابدین تخت نشین ہوئے تو اسکی نیاز مندی اور علم دوستی کی شہرت سنکر کشمیر میں چلے آئے سلطان نے سید حسین کے دست مبارک پر بیعت اختیار کی۔ جس سے اس کو کمال صفائی قلب حاصل ہوئی[۱]۔ بادشاہ نے ایکدن اپنے مرشد سے تبرک مانگا۔ آپنے دوسرے دن کا وعدہ کیا۔ اور وعدہ کے دن کوئی چیز زیر آستین چھپائے ہوئے سلطان کے ہاں آگئے اور فرمایا تمہارے لئے تبرک لایا ہوں۔ بادشاہ نے ہاتھ بڑھایا تو آپ نے ایک نوزائیدہ بچہ نکال کر اس کے حوالہ کیا اور کہا کہ میں تم کو اپنا بیٹا بطور تبرک بخشتا ہوں۔ اس کا نام محمد امین رکھنا۔ بادشاہ خوش بھی ہوا اور حیران بھی۔ اور اس نے یہ گرانمایہ اپنی ایک حرم محترمہ کو جو سادات بیہقی کے خاندان سے تھی اور لاولد تھی۔ حوالے کر دیا۔

سید محمد امین منطقی سید حسین کے بیٹے تھے ان سے بہت سے کشف و کرامات مشہور ہیں سلطان نے زینہ لنک کی تعمیر کے بعد جشن شاہانہ منعقد کیا۔ سید منطقی بھی اسمیں شامل تھے۔ جب اس محفل پرشور و سرور میں امور غیر مشروعہ یعنی ناچ رنگ وغیرہ شروع ہوئے آپ کی رگ غیرت جوش میں آئی اور اپنے آپ کو دریائے ولر میں جو بحر زخار سے کم نہیں ہے ڈالدیا۔ سلطان اور اعیان دولت نہایت متفکر و متردد ہوئے۔ غواصوں کو تلاش کا حکم دیا لیکن کوئی سراغ نہ ملا۔ آخر بے قرار ہو کر واپس شہر آیا۔ جب موضع دشم میں پہنچا تو دیکھا کہ حضرت میر دریا کے کنارے ایک درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے ہیں۔ بادشاہ آپ

---

[۱] سلطان کے صفائی باطن کے متعلق مورخان اسلام اسکی کئی کرامات اور خوارق عادات لکھتے ہیں منجملہ ان کے یہ قصہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ایکدن سلطان زینہ لنک میں تنہا بیٹھا تہا۔ اسکا بیٹا حاجی خان باغوائے شیطان باپ کے قتل کے ارادہ سے وہاں آگیا۔ سلطان نے اسکو دیکھکر کہا کہ میری تسبیح مسجد میں رہ گئی ہے جلدی جاکر اٹھا لاؤ۔ حاجی خان عجب جول سمجھا اور الٹے پاؤں واپس آیا۔ جب مسجد میں گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ سلطان وہاں بیٹھا ہوا وظیفہ پڑھ رہا ہے۔ حیران ہو کر پھر زینہ لنک میں آیا۔ دیکھا تو سلطان بدستور اپنی جگہ موجود ہے۔ زین العابدین نے اس سے تسبیح مانگی تو وہ شرمندہ ہو کر باپ کے قدموں پر گر پڑا۔ ۱۲

کے پاؤں پر گر پڑا اور معافی کا طلبگار ہوا۔ آخر عمر میں بادشاہ کی مصاحبت سے کنارہ کشی اختیار کرلی۔ البتہ سال میں دو ایک مرتبہ ضرور جایا کرتے تھے۔ چونکہ اکثر امراء ان کا اقتدار نہ دیکھ سکے انہوں نے موقعہ پا کر آپ کو شہید کر دیا۔ آپ شاعر بھی تھے۔ آپ کے دو ایک شعر اس غرض سے لکھے جاتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ صوفیوں کا مذہب کیا ہوتا ہے اور سلطان زین العابدین کے زمانہ میں ہندو مسلمان کس اتفاق و یگانگت سے بسر کرتے تھے۔ فرماتے ہیں سہ بیت مردم عارف چہ مسجد چہ کنشت بہ چشم اہل نظر خوب و زشت یکسان است ہر اگر مذہب و ملت

بیچ بیں اندر نیست بہ دین عشق سر قبیل حق پرستان است۔

سید محمد علی بلخی بلخ کے بادشاہ تھے۔ دو سال کی حکومت کے بعد کہ ابھی شباب بھی پورا نہیں آیا تھا تخت و تاج کو لات مار کر خدا کی یاد اختیار کی۔ اشارہ غیبی سے کشمیر میں آئے۔ وہ زمانہ سلطان سکندر بت شکن کا تھا۔ شیخ العالم شیخ نورالدین ولی نے مقام رویہ ون سے بابا نصرالدین کو استقبال کے لئے بھیجا۔ سلطان زین العابدین بھی ان کی نہایت عزت کرتا تھا۔ پرگنہ ناگام ان کے اخراجات کے لئے وقف کر دیا تھا۔

سید جانباز ولی وطن اصفہان تھا۔ تمام اصلی سید محمد علوم ظاہری و باطنی میں کمال رکھتے تھے۔ سلطان زین العابدین کی شہرت اور علماء و فضلا کی قدر دانی نے کشمیر کو وطن بنانے پر مجبور کر دیا۔ سلطان نے بھی خانقاہ و درگاہ کے لئے تین گاؤں وقف کر دیئے تھے۔

سید محمد جورد وارد و میر شمس الدین اندرابی۔ سید صاحب کیلئے سلطان نے ایک عظیم خانقاہ تعمیر کی جس میں علم ہدایت و ارشاد لینے کیلئے اکثر طالبان علم دین رہا کرتے تھے۔ میر اندرابی سلطان کے زمانہ میں کشمیر میں رونق بخش ہوئے اور محلہ مارتہ شہر سری نگر کو وطن قرار دیا۔ سلطان نے ان کے خادموں کیلئے اسی محلہ میں ایک خانقاہ اور درس گاہ تعمیر کرا دیا جہاں سے چشمہائے علوم جاری ہوتے رہے۔

شیخ بہاؤالدین گنج بخش۔ آپ شیخ نورالدین ولی، سید محمد مدنی اور شیخ سلطان کشمیری وغیرہ کے ہم صحبت تھے۔ شیخ نورالدین ولی باوجود صاحب کمال ہونے کے اپنے آپ پر حضرت گنج بخش کو فوقیت دیا کرتے تھے۔ سلطان زین العابدین بھی آپ کے اقدام کی خاک پاک کو طوطیائے چشم سمجھا کرتا تھا۔ ایک دن نہایت ادب سے محلات شاہی میں آنے اور باغ کی سیر کرنے کی دعوت دی

۱؎ تاریخ کشمیر اعظمی، تاریخ کبیر کشمیر

لیکن آپ نے اُسے قبول نہ فرمایا۔ آپ کا اصل نام بہاؤالدین ہے گنج بخش کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ
سلطان زین العابدین کو ایک دن یہ بشارت دی کہ "ما ترا سا گنج ہائے فراواں دادیم وترا پادشاہ
اعظم ترین گردانیدیم"۔ اس بشارت کے بعد سلطان کو وہ شہرت و شوکت نصیب ہوئی کہ اسکی
اپنی زندگی ہی میں اسکا نام "بڈشاہ" یعنی بہت بڑا بادشاہ مشہور ہو گیا سنہ ۸۶۳ ہجری میں آپ
چوروں کے ہاتھ سے شہید ہو گئے سلطان یہ خبر سنکر خود موقعہ پر پہنچا۔ اور ایک عالی شان مقبرہ
تعمیر کرایا۔

حضرت شیخ نورالدین ولی آپ موضع کیموہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی کرامات وخوارق عادت
حد بیان سے باہر ہیں آپ کے دست مبارک پر ہزاروں لوگ مسلمان ہوئے۔ بادشاہ خود
آپ کی ملاقات اور باتیں پر حکمت نکتے اور آپ کے مصنفہ کشمیری اشعار اور اشلوک تمام
کشمیر میں مشہور ہیں۔ سلطان زین العابدین کہتا تھا کہ میں نہایت خوش قسمت ہوں کہ شیخ
الشیوخ نورالدین جیسا ولی میرے ملک میں موجود ہے۔ ۶۳ سال ایک ماہ اور ۲۰ دن کی
عمر کے بعد آپ نے بعد ادائے نماز عشا ۲۲ رمضان المبارک کو انتقال فرمایا۔ مزار آپ کا چرار
شریف میں ہے۔ جنازہ کے ساتھ علماء و عوام الناس کے سلطان مع ارکان دولت واعیان
مملکت شامل تھا۔

ملا احمد کشمیری مناظرہ و مباحثہ میں فرد کامل تھا۔ شاعری اور تاریخ نویسی میں اعلےٰ
پایہ رکھتا تھا سلطان نے قدر دانی فرما کر اپنے مصاحبوں میں داخل کر لیا۔ ملا احمد صاحب تصنیف
بھی تھا۔ تاریخ وقائع کشمیر اور ترجمہ مہابھارت اسکی یادگار ہے۔ مرنے کے بعد مزار سلاطین
میں جگہ پائی۔

ملا احمد فصیح و عالم اور صاحب ندیم ہونے کے علاوہ شاعر و ظریف بھی تھا۔ ایک دن بزم
آراستہ تھی۔ امرا و وزرا اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے ہوئے تھے بادشاہ سلامت تخت پر جلوہ افروز تھے
کہ ملک الشعرا ملا احمد بھی دستار کا شملہ پیشانی پر ڈال کر جھومتا جھامتا اپنی جگہ پر آ بیٹھا۔
سلطان نے جو اپنے دربار کو ہر ملک اور ہر قسم کے لوگوں سے آراستہ رکھتا تھا مسکرا کر فی البدیہ
یہ شعر پڑھا ؎

بست شملہ بر پیشانی ملا احمد کشمیری بہ بین ۔ گر ندیدستی تو ورنہ فاق انسانش بخوان

ملا احمد بھی خاموش رہنے والی آسامی نہ تھے فوراً بول اُٹھے ؎

شاخ پیشانی خدیو اگر نگ واری داشتیم تا نیاییم درمیان ماده گاوان در شمار

وہ زمانہ عجب تھا عجیب لوگ تھے۔ بادشاہ بہت خوش ہوا۔ اور بہت سا انعام عطا فرمایا۔

حسد اور حاسدوں سے زمانہ کبھی خالی نہیں رہا مولانا احمد بھی اس سے نہ بچ سکے۔ دربار سے ملک الشعرا کا خطاب ملا۔ حاسد اور بھی جل گئے۔ آخر یہ سنکر بادشاہ کو ملا احمد سے برافروختہ کر دیا۔ بادشاہ نے ناراض ہو کر کشمیر سے باہر نکال دیا۔ وہ بیچارا پکھلی میں آرہا۔ ایک مدت تک وہاں سرگرداں رہا۔ آخر یہ رباعی لکھکر بادشاہ کی خدمت میں بھجوائی ؎

اے بجوم ز مبتدا خبرے نے بہ منطق زجز و کل اثرے

بر معنی این کسر و جر چرا دانند احمد از غیر منصرف خواہند

سلطان نہایت خوش ہوئے۔ مولانا کو واپس بلایا۔ اور بیش از بیش انعام و اکرام عطا فرمایا۔

پنڈت رتناگر کی تاریخ رتناگر کا نسخہ بالکل نایاب تھا جو کلہن پنڈت کو بھی اپنی تاریخ لکھنے کے وقت باوجود کمال کوشش کے دستیاب نہ ہو سکا تھا۔ وہ نسخہ ملا احمد کو پنڈت پرجا بٹ سے مل گیا لیکن ملا احمد اسوقت اپنی تاریخ مکمل کر چکا تھا تاہم اسنے بطور ضمیمہ اپنی تاریخ میں شامل کر دیا۔ نسخہ رتناگر میں جو زبان سنسکرت میں ہے۔ اُن راجاؤں کے حالات بھی درج ہیں جن سے کلہن پنڈت مطلق لاعلم رہا ہے۔ اور بیشتر تواریخیں اُن کا ذکر ہی چھوڑ گیا ہے۔

حافظ بغدادی وطن اصل بغداد تھا۔ سلطان کی شہرت سنکر وطن کو ترک کیا اور ہزارہا کوس کا فاصلہ طے کر کے کشمیر میں داخل ہوا۔ سلطان نے بھی جو نہایت جوہر شناس اور مسافر نواز تھا۔ قدر دانی فرمائی اور مصاحبوں میں داخل کر کے فکر معیشت سے آزاد کر دیا۔ حافظ بغدادی سے بیشتر لوگوں کو علم و عمل کا فیض حاصل ہوا۔ ملا پارسا اصل وطن معلوم نہیں لیکن سلطان کے عہد میں کشمیر میں آیا۔ سلطان نے اسکی قابلیت دیکھکر مدرسہ بادشاہی کا مدرس اعلیٰ مقرر کر دیا اور معقول جاگیر عطا کی۔

ملا قاضی جمال الدین ملک ہند سے سلطان کی فیض بخشی کا شہرہ سنکر کشمیر میں آئے۔ ریاضت و عبادت میں زیادہ شغل رکھتے تھے سلطان نے ان کو اپنے حضور میں بلوایا اور ساکھ کر تعظیم کی۔ عہدہ قاضی القضاۃ ان کے سپرد کیا جس کو انہوں نے نہایت عمدگی سے انجام دیا۔

مولانا قاضی میر علی بخاری۔ آپ بخارا سے کشمیر میں آئے علم و فضل میں صاحب کمال تھے سلطان نے منصب قضا پر سرفراز فرمایا۔ اور عنایات خسروانہ کے دروازے کھول کر عطائے جاگیر کے ذریعہ مالامال کر دیا۔ مولانا نے اپنی تمام عمر لوگوں کو استفادہ اور فیض پہنچانے میں صرف کر دی۔

مولانا کبیر سلطان کے استاد تھے۔ ابھی عمر بہت چھوٹی تھی کہ ہرات میں تحصیل علوم کیلئے چلے گئے سلطان کو انکا فراق نہایت ناگوار تھا ستر ہزار روپئے زاد راہ بھیجکر ہرات سے منگوایا۔ اور جب آئے تو خزانہ انکے سپرد کر دیا تھوڑے دنوں کے بعد شیخ الاسلام کے منصب پر سرفراز فرمایا اس سے پہلے یہ منصب کشمیر میں نہیں تھا۔ ایک عالیشان بیت العلوم تعمیر کرا کے انکے سپرد کیا۔ اور کئی گاؤں طالب علموں کے وظیفوں کے لئے وقف کر دیئے۔ بیت العلوم میں دار الاقامت بھی تھا جہاں طالب علم رات کو رہا کرتے تھے۔

ملا عودی شخص خراسانی تھا عود بجانے میں بڑا کمال حاصل تھا کہا ہے کہ جبتک عود بجاتا تھا تو سامعین نقش دیوار بن جاتے تھے۔ سلطان نے جو ہنر اور علم کا قدردان تھا اسکو اپنی ملازمت میں داخل کر لیا اور وقتاً فوقتاً انعام و اکرام سے مالا مال کر ڈالا۔ سلطان نے اکثر سازوں کو یعنی عود۔ رباب و طنبور وغیرہ کو طلائے خالص کے تختوں سے منڈھوا کر جواہرات سے مرصع کیا تھا۔ ناچنے والے اور مطرب و اہل نغمہ اکثر ہندوستان سے بھی آ گئے اور سلطان کے دامن دولت سے لپٹ کر رہتے تھے۔

ملا جمیل سخندانی و خوش بیانی میں بے عدیل و بے مثال تھا اسکا مقصد ہر بار خوش کرنا تھا خواہ کیسا ہی غمگین و ملال ہو۔ ملا جمیل اپنے عجیب غریب لطیفوں اور خوش رنگ کلام سے خوش کر دیا کرتا تھا جسطرح ملا دو پیازہ دل لگی کی باتوں سے اکبری دربار اور بادشاہ کو زندہ دل بنائے رکھتا تھا۔ اسی طرح ملا جمیل بھی سلطان اور ارکین کو محظوظ کیا کرتا تھا۔

سوم بٹ اہل ہنود میں سے تھا۔ دار الترجمہ میں ایک معزز عہدہ پر ممتاز تھا۔ اور چونکہ کشمیری سنسکرت اور فارسی میں صاحب کمال تھا اسلئے خاص عزت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ ہندی اور کشمیری زبان میں شعر بھی کہتا تھا۔ زینہ چرت نام ایک کتاب اسنے سلطان کے حالات میں لکھی ہے۔

بودی بٹ یہ بھی اہل ہنود سے تھا عجیب دماغ اسنے پایا تھا۔ ذہن اس قیامت کا رسا اور حافظہ اس بلا کا تیز تھا کہ شاہنامہ فردوسی ازبر یاد تھا۔ سلطان کو شاہنامہ سننے کا خاص شوق تھا۔ اور بودی بٹ کی زبان سے جو کمال خوش الحانی سے پڑھا کرتا تھا سنکر وجد کی حالت میں آ جاتا تھا۔ اسکی یادگار ایک کتاب زین العلم ہے جو علم جیتشی میں نہایت معتبر ہے۔ سلطان اس شخص کی نہایت قدر کرتا تھا۔

پنڈت یونراج دار الترجمہ میں تاریخ نویسی کے عہدہ پر ممتاز تھا۔ اور ملک احمد کا ہم پلہ تھا۔ اسنے کلہن پنڈت کے زمانہ یعنی راجہ جے سنگھ سے لیکر سلطان زین العابدین کے وقت تک کے تاریخی حالات بزبان سنسکرت نظم میں لکھے جنپر سلطان نے بذریعہ انعام و اکرام اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا۔

سلطان حیدر شاہ

ایام حکومت ایک سال ۲ ماہ ۱۹ روز سنہ ۱۴۷۲ء لغایت سنہ ۱۴۷۵ء مطابق سنہ ۸۶۹ھ لغایت سنہ ۸۸۰ھ

سلطان زین العابدین کی وفات حسرت آیات کے بعد حاجی خاں کی دلی تمنا پوری ہوئی۔ باپ کے انتقال کے تیسرے دن وہ تخت خلافت پر جلوہ افروز ہو کر جشن جلوس کی تیاریوں میں مصروف ہوا۔ اس تجمل و احتشام سے اس نے یہ جشن رچایا کہ کشمیر میں ضرب المثل ہو گیا۔ قرب و جوار اور اطراف و اکناف کے بہت سے راجے تہنیت کے لئے اس جلسے میں شامل ہوئے خلاع فاخرہ عطا کر کے سلطان نے رخصت کیا۔ تاجپوشی کے موقع پر اس نے سلطان حیدر شاہ کا لقب اختیار کیا اور اسی نام سے مشہور ہوا۔ بہرام خاں کو اس نے منصب وزارت عطا کیا اور پرگنہ ناگام اس کی جاگیر میں کر دیا۔ اپنے بیٹے حسن خاں کو ولیعہد مقرر کر کے اس سے عوام کو کامراج بنا دیا۔ بھائیوں کا اتفاق دیکھ کر فتنہ انگیز ارکین دولت میں بد امنی کے آثار ظاہر ہونے لگے تو مارشناس حسن خاں مصلحت وقت دیکھ کر ممالک محروسہ سے باہر نکل گیا جس سے کچھ دنوں کے لئے مفسدہ پردازوں کا جوش ٹھنڈا ہو گیا۔ لیکن وہاں جا کر بھی وہ آرام سے نہیں بیٹھا بلکہ راجوری گکھڑ وغیرہ علاقہ جات فتح کر کے جہلم کی طرف بڑھا اور پکھلی کے بہت سے شہر اور گاؤں جلاتا ہوا پانچ چھ ماہ کے بعد بہت سا مال و اسباب لے کر کشمیر کی طرف روانہ ہوا۔

سلطان حیدر شاہ خود رائے اور شراب کا شدت سے عادی تھا۔ بادشاہ کو غافل دیکھ کر امرا وزرا بھی رعایا پروری سے جی چرانے لگے۔ دنیا کے پشت سے امن و امان پھر غائب ہو گیا اور دھاندلی شروع ہو گئی۔ کمینہ لوگ اسباب نشاط اور خود غرضی ہر وقت سلطان کے گرد رہنے لگے۔ ملک میں پھر وہی حالت پیدا ہو گئی جو باشندگان کے ہندو راجاؤں کے زمانہ میں تھی۔ بادشاہ کو بدمست و غافل دیکھ کر اہالیان لشکر اور دوسرے نااہل کارندوں نے بھی رعایا پر ستم ڈھانے شروع کئے کہ الامان و الحفیظ ہے۔

بہ نیم بیضہ جو سلطان ستم روا دارد — زنند لشکریانش ہزار مرغ بسیخ
اگر ز باغ رعیت ملک خورد سیبے — برآورند غلامان ہزار درخت ز بیخ

باپ کے طرزِ عمل اور طریقِ حکومت کو پامال کر دیا۔ لوسے نام حجام نے بادشاہ کے مزاج
میں ایسا دخل پایا کہ ولی عہد سلطنت حسن خاں اور اُس کا باپ بہرام خاں تک جو
مدارالمہام تھا اُس سے خوف کھاتے تھے۔ اور کوئی بات اُس حجام کی خلاف مرضی
نہیں کر سکتے تھے۔ لوسے نے رشوت ستانی اور ظلم رانی سے وہ قیامت برپا کی کہ
تمام رعایا چیخ اٹھی جس شخص سے کوئی بدلہ لینا ہوتا تھا یا کسی سے عداوت ہوتی تھی
یا جس امیر سے حسب مراد رشوت نہیں ملتی تھی۔ اُس سے سلطان کا مزاج منحرف
کر دیتا اور موقع دیکھ کر اُس کو نیست و نابود ہی کرا دیتا تھا۔ سلطان کا حکم پلٹ جائے
لیکن میاں حجام کا ارشاد بمنزلہ آیت قرآنی سمجھا جاتا تھا۔ غرض سب لوگ اس سے
خائف تھے۔ انتہا یہ ہے کہ حسن خاں بھی جس نے سب سے پہلے سلطان کی بیعت اختیار
کی تھی اور جس کی خاص کوشش اور معاونت سے سلطان کو سلطنت نصیب ہوئی
تھی وہ بھی اسی بدکیش کی مخالفت کے باعث قتل کیا گیا۔

تاریخ گلدستۂ کشمیر[1] میں لکھا ہے کہ اس حجام نے ہندوؤں کو خصوصیت سے
نہایت تنگ کیا۔ اُن کے ناک کٹوا ڈالے کسی کو جان سے مارا کسی کو دریا برد کیا

---

[1] تعجب ہے کہ یہ واقعہ صرف اسی تاریخ میں لکھا ہے لیکن مندرجہ ذیل تاریخیں اس واقعہ
کے متعلق بالکل خاموش ہیں۔ گلزارِ کشمیر مصنفہ دیوان کرپارام صاحب مدارالمہام جموں و
کشمیر۔ تاریخ فرشتہ۔ تاریخ حسن ولی۔ تاریخ کشمیر اعظمی۔ ملک ناقل اور پھر انجام بادشاہ
سے ایسے احکام صادر ہونا جو عقل اور انصاف اور رعایا پروری کے خلاف ہوں
ناممکن امر نہیں ہے۔ اس لئے ممکن ہے کہ حجام کے اشتعال دینے سے بادشاہ نے
ہندوؤں پر سختی کی ہو لیکن مورخین کا اس واقعہ کو نہ لکھنا اس بات کی دلیل ہے۔
کہ یا تو ایسا ہوا ہی نہیں اور ہوا ہے تو اظہار میں مبالغہ سے کام لیا گیا ہے۔ مسلمان
مورخوں نے جس طرح سلطان سکندر اور علی شاہ کے حالات میں لکھا ہے کہ انہوں
نے ہندوؤں پر سختیاں کیں اور ان کی ایسی کارروائیوں پر افسوس ظاہر کیا ہے اسی طرح
اگر سلطان حیدر شاہ کے زمانہ میں ہندوؤں پر سختی ہوتی تو وہ اپنی مشہور راست گوئی

غرض ہندوؤں کی تباہی میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی۔ اور غافل سلطان
ہندوؤں نے تنگ آکر مسلمانوں کے مقابر و مساجد کو (جو سلطان سکندر کے
زمانہ میں مندروں کی جگہ بنائے گئے تھے) آگ لگا دی۔ اور ایک بلوۂ عظیم پیدا کیا
حجام نے اس واقعہ کو بادشاہ کے پاس خوب نمک مرچ لگا کر بیان کیا۔ چنانچہ
بادشاہ نے غضبناک ہو کر حکم دیا کہ جہاں کوئی ہندو نظر آئے ہلاک کر دیا جائے
اس طرح ہزاروں ہندو تیغ کے گھاٹ اُتار دئے گئے۔ اور ہزاروں تبدیل
لباس اور "نہ بتوام نہ بتوام" یعنی میں ہندو نہیں ہیں ہندو نہیں کہہ کر بچ گئے۔
انہیں دنوں میں ادہم خاں تسخیر کشمیر کے لئے تبت سے بہت سا لشکر جمع کر کے جموں کا
پہنچا جہاں اس نے حسن خاں کے قتل کا قصہ سنا اس لئے اُس نے کشمیر کا ارادہ فسخ
کر دیا۔ اور با اتفاق راجہ ملک دیو والئے جموں جنگ مغولان میں جا شامل ہوا۔ اتفاقاً
ایک تیر اُس کے منہ پر لگا اور وہیں گر کر مر گیا۔ سلطان نے اس کی نعش منگا کر بوکدل
کے متصل محلہ سپہ ارمیں مدفون کی۔ انہیں ایام میں کثرت شراب خواری کے باعث
سلطان ایک مرض صعب میں مبتلا ہو گیا اور امورات ملکی میں خلل آنے لگا۔ اراکین
دولت نے جو پہلے ہی حیدر شاہ کی سلطنت سے بیزار ہو رہے تھے اتفاق کر کے
بہرام خاں کو حکومت ملک کے لئے ناگام سے بلانا چاہا لیکن اس تجویز کی خبر ادہم خاں
کے بیٹے فتح خاں کو جس کو بادشاہ نے نظم و نسق ملک کے لئے مرزبند بھجوایا تھا۔ عین
وقت پر پہنچ گئی اور وہ لشکر جرار ساتھ لے کر بلا اجازت کشمیر چلا آیا۔ بے شمار مال
غنیمت بھی ساتھ لایا جس کو اُس نے بادشاہ کے پیش کر دیا۔ چونکہ بلا اجازت
واپس آگیا تھا دشمنوں کو حیدر شاہ کے کان بھرنے کا موقعہ مل گیا۔ اور انہوں نے اُسے
بھتیجے سے برانگیختہ کر دیا جس سے فتح خاں مایوس ہو کر گھر بیٹھ گیا۔ آخر کار ایک سال
ایک ماہ اور ۱۹ روز کی جہانبانی کے بعد ایک دن بادشاہ محل میں بیٹھا شراب نوشی کے
مزے اُڑا رہا تھا کہ اُس کے پاؤں نے لغزش کھائی اور بام سے گر کر شراب ناب
اور چنگ و رباب پر تصدق ہو گیا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۲ صحیح وقائع نگاری سے کام لے کر ضرور اسکا ذکر کرتے مسلمانوں کے علاوہ
صاحب گلزار کشمیر کا اسکے متعلق بالکل خاموشی اختیار کرنا ضرور معنی خیز ہے۔ ۱۲ انوق

سلطان حسن شاہ

ایام حکومت ۱۲ سال ۱۰ ماہ سنہ ۸۷۶ھ لغایت سنہ ۸۸۹ھ مطابق سنہ ۱۴۷۲ء لغایت سنہ ۱۴۸۴ء

سلطان حیدر شاہ کی اچانک رحلت پر سنہ ۸۷۶ھ کو مرحوم کے بیٹے حسن شاہ نے اپنے چچا بہرام خاں کی مرضی کے خلاف ملک احمد یتو کی اعانت سے دولت خانہ کشمیر میں سریر سلطنت پر جلوس کیا۔ سلطان نے سعادت کے صلہ میں ملک احمد کو منصب وزارت پر سرفراز کیا اور نوروز رینہ اور احمد ماگرے کو سپہ سالار اور رینگین ملک بنایا۔ دوسرے دن اس نے مخالفوں کی بیخ کنی پر کمر باندھی اور جن جن لوگوں کے فتنہ و فساد سے مشتبہ تھا ان سب کو مقید کر دیا۔ بہرام خاں بھتیجے کی دست درازی سے خوفزدہ ہو گیا اور اپنے بیٹے یوسف خاں کو ساتھ لے کر روانہ ہندوستان ہو گیا۔ اس کی بے بسی اور آوارہ گردی سے متاثر ہو کر راستہ ہی میں اس کے بہادر اور رفیق بہرام خاں کو داغ مفارقت دے کر چلے گئے۔ حسن شاہ جب چچا سے مطمئن ہو گیا تو اس نے انتظام سلطنت شروع کیا۔ باپ کے طرز عمل اور قواعد و ضوابط منسوخ کر کے اس نے سلطان زین العابدین کا آئین پھر جاری کر دیا اور عدل و انصاف سے حکومت کرنے لگا جس سے اکثر خود غرض اراکین کے مقاصد میں خست آنے کا احتمال پیدا ہو گیا اور انہوں نے بہرام خاں سے خط و کتابت شروع کر دی یہاں تک کہ جنگ پر آمادہ کر کے اسے واپس بلا لیا۔ حسن شاہ چند روز سیر و سیاحت پر دینا نگر گیا ہوا تھا کہ بہرام خاں علم بغاوت استادہ کئے علاقہ کامراج میں آ داخل ہوا۔ حسن شاہ بھی فوج لے کر سوپور پہنچ گیا۔ اور چچا بھتیجے میں جان توڑ لڑائی شروع ہو گئی۔ سلطان کا سپہ سالار تازی بٹ قلعہ دوسو کے مقام پر بہرام خاں سے ہم نبرد ہوا اور خوب خونریز لڑائی ہوئی اسی اثنا میں بہرام خاں کے منہ پر ایک ایسا تیر لگا کہ وہ میدان چھوڑ کر بھاگ نکلا لیکن تازی بٹ نے تعاقب کر کے باپ بیٹے دونوں کو گرفتار کر لیا۔ اور بے شمار مال غنیمت کے ساتھ دونوں کو سلطان کے پیش کیا جس نے گرم سلائی سے چچا کی آنکھوں میں سلائی پھروا دی جس کے باعث وہ تیسرے دن مر گیا۔ ملک احمد یتو نے اس کی نعش کی بے حرمتی

کرنا چاہی لیکن مرحوم زین العابدین نے پہلے سے وزیر زین بٹ
ولی عہد کے بیٹے کی لاش کو دفن کر دیا جس سے کینہ ور سلطان حسن بہت برہم ہو گیا اور
اس نے زین بٹ کی آنکھوں میں بھی بہرام خاں کی طرح سلائی پھروا کر قید کر دیا اور وہ
بیچارہ تین سال تک قید کے مصائب برداشت کرنے کے بعد قید خانہ ہی میں انتقال کر گیا۔

اسکے عہد میں حاکم بہلول پور وغیرہ نے بغاوت برپا کی اور سلطان نے اس کے
دفعیہ کے لئے تازی بٹ سپہ سالار کو متعین کیا تازی بٹ پہلے جموں گیا وہاں سے
راجہ عجب دیو والئے جموں کی فوج ہمراہ لے کر بہلول پور پر حملہ آور ہوا۔ ادھر سے
تاتار خاں حاکم لاہور مقابلہ پر آیا۔ اور بمقام سیالکوٹ فریقین میں جنگ عظیم برپا
ہوا۔ تاتار خاں شکست کھا کر بھاگ گیا اور تازی بٹ نے تمام سیالکوٹ کو تاخت
و تاراج کر کے ویران کر دیا اس معرکہ آرائی میں بہت سا مال غنیمت تازی بٹ کے
ہاتھ لگا جس کو لے کر فاتح سپہ سالار کشمیر کو لوٹ آیا۔

حیات خاتون دختر سید حسن بن سید ناصر بیہقی کے بطن سے اس کے ہاں
محمد خاں اور حسین خاں دو بیٹے پیدا ہوئے۔ بادشاہ کے حکم سے محمد خاں کی پرورش
تازی بٹ کی بیوی نے کی اور حسین خاں ملک احمد ایتو کے گھر آغوش میں تربیت
پانے لگا۔ انہیں دنوں میں احمد ایتو اور تازی بٹ میں مخالفت کے آثار پیدا ہو گئے
جس کے باعث تمام ارکان دولت میں بد دلی پھیل گئی اور جا بجا چپقلشیں شروع ہو گئیں
دونوں فریقوں نے ایک دوسرے کو زیچ کر کے دیوان خانہ شاہی میں [illegible]
کر دیا اور تیغ شاہی میں آگ لگا دی۔ اس لڑائی سے برافروختہ ہو کر بادشاہ نے
ملک احمد ایتو کو معہ متعلقین و اقارب قید کر دیا اور اس کا تمام مال و اسباب ضبط کر لیا
وہ بیچارہ اسی حالت قید میں دنیا سے گذر گیا۔[1] اور سید ناصر بیہقی کو ملک سے خارج
کر دیا۔ لیکن تھوڑے عرصہ بعد ہی دونوں کو دوبارہ واپس بلا لیا گیا۔ وہ پھر یہاں پہنچا

[1] ملک احمد ایتو حضرت بابا اسمٰعیل کبروی کا ارادتمند اور مرید تھا۔ اس نے اپنی زندگی ہی
میں محلہ [illegible] میں مشغول خانقاہ [illegible] تعمیر کرایا تھا [illegible]
اس کی قبر [illegible]
[illegible]

تو اتفاقیہ موت سے انتقال کر گیا۔ اس کے بعد بادشاہ نے اپنے خسر سید حسن کو دہلی سے بلوا کر زمام ملک اس کے ہاتھ میں دے دی لیکن اس نو وارد نے بادشاہ کو امرائے کشمیر سے بدظن کر دیا۔ جس نے بعضوں کو تو قتل کرا دیا اور بعض اس کے خوف سے ملک چھوڑ گئے۔ چنانچہ مشہور سپہ سالار تازی بٹ بھی اس کے پنجۂ حسد سے نہ بچ سکا اور قید ہو گیا۔ اسی طرح جہانگیر ماگرے نے راہ فرار اختیار کر کے لوہر کوٹ میں پناہ لی۔

یہ سلطان بھی پرائیویٹ زندگی میں باپ کا سعادت مند بیٹا تھا۔ دن رات ناؤ نوش اور نغمہ و سرود میں سرشار لعبتان طناز کے ہم آغوش رہتا تھا۔ اس نے اپنی انجمن نشاط کو ایک ہزار دو سو ہندوستانی قوالوں سے آراستہ کر رکھا تھا۔ ہر وقت راگ و رنگ اور عود و چنگ کی دلربا صدائیں محفل شاہی میں گونجتی تھیں۔ ایام حکومت کے ساتھ ساتھ بادہ نوشی و عشرت بھی ترقی کرتا گیا۔ یہاں تک کہ معاملات ملکی سے غافل ہو کر دن رات مخمور و مسرور رہنے لگا۔ یہ حالت دیکھ کر امرائے کشمیر جادۂ اعتدال سے منحرف ہو گئے۔ اور طوائف الملوکی سے ملک میں بد امنی پھیل گئی اور راجگان قرب و جوار بھی اکثر باغی ہو گئے۔ سلطنت کشمیر صرف کوہستانی باڑ کے اندر ہی محدود رہ گئی تاہم اس کی زندگی میں بارہ لاکھ روپیہ رائج الوقت اور ایک ہزار گھوڑے ممالک بیرونی سے خزانۂ شاہی میں سالانہ داخل ہوتا رہا۔

سنہ ۸۸۵ھ مطابق سنہ ۱۴۸۰ء میں حادثۂ آتش زدگی نے محلہ قطب الدین پورہ اور اسکندر پورہ میں تلاطم طوفان برپا کر دیا اور تقریباً نصف سری نگر جل کر راکھ ہو گیا۔ خانقاہ معلی اور جامع مسجد بھی اس آگ میں شہید ہو گئے لیکن سلطان نے بڑی عالی حوصلگی سے ان دونوں متبرک مقامات کو بصرف کثیر دونوں میں از سر نو تعمیر کر کے پہلے سے بھی بارونق بنا دیا۔ اور خانقاہ کی تولیت و امامت قاضی حمید الدین کے سپرد ہوئی جو مشہور مؤرخ قاضی ابراہیم کا باپ تھا

آخر کار سنہ ۸۹۱ھ میں سلطان حسن شاہ کثرت عیاشی اور شراب نوشی کے باعث مرض اسہال میں مبتلا ہو گیا۔ انہیں دنوں میں میر شمس الدین عراقی سلطان حسین مرزا والئے خراسان

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۹۔ اسے ویرینا ما غلط پند است۔ تیمم تاریخ انتقال ۱۵ شعبان المعظم ۸۸۰ھ جس سے ۔ فوق

کی طرف سے بطور سفارت سلطانی پوشش کی خاص پوشیاں لے کر کشمیر پہنچا جس کے ذریعہ سلطان والئے خراسان نے بعض کشمیری تحائف و نفائس بھی طلب کئے تھے لیکن وہ حسن شاہ کی علالت کے باعث باریاب نہ ہو سکا۔ اسی اثنا میں سلطان کا انتقال ہو گیا۔ تاریخ وفات ۔

افسوس آن سلطان حسن ۔ خاقان لقب تیمور حشم
بگذشت ازین بزم زمن ۔ سوئے شبستان عدم
از بہر سالش یک قلم ۔ بے دل شد از اندوہ و غم
رقص رشد اما نہ واحد ۔ نوش مرد واہ و عظم

سلطان حسن شاہ کے زمانہ تک شاہمیر کی اولاد نے بڑے استقلال کے ساتھ حکومت کی اور اگرچہ آخری دو سلاطین کی بد وضعی اور بد کرداریوں نے امراء وزراء اور رعایا سب کو پہلے ہی سے متوحش کر رکھا تھا اور ان میں بھی بغض و عناد اور فتنہ و فساد کی آگ مشتعل ہو چکی تھی لیکن اس مخالفت اور مخاصمت کا بہاؤ حسن شاہ کی وفات کے بعد پھوٹا اور اس نے وہ رنگ بدلے کہ یہ خاندان بالکل ہی نیست و نابود ہو گیا۔

سلطان محمد شاہ

ایام حکومت ۵ سال ۲ ماہ ۱۴۸۹ء لغایت ۱۴۹۰ء مطابق ۸۹۴ھ لغایت ۸۹۵ھ ہجری

حسن شاہ نے قبل از وفات وصیت کی تھی کہ اس کے لڑکے نابالغ اور کم عمر ہیں اس لئے بہرام خاں کے بیٹے یوسف خاں یا ادہم خاں کے بیٹے فتح خاں میں سے کسی کو حکومت ملک دی جائے۔ لیکن جو کوئی اسکا جانشین ہو وہ اس کے لڑکے محمد خاں کو ولیعہد قرار دے۔ اس وقت تو سید حسن نے بھی اس وصیت کو منظور کر لیا تھا لیکن اسکی وفات کے بعد ارکین دولت اور اعیان مملکت میں تنازعہ برپا ہو گیا۔ بعض محمد خاں کے معاون بن گئے اور بعض فتح خاں کی طرفداری پر اٹھ گئے۔ شاہ امراء ایک دوسرے کی مخالفت پر آمادہ ہوئے اور معرکہ جدال و قتال گرم ہو گیا۔ اسی اثنا میں باوجود اس کے کہ محمد شاہ کی عمر اس وقت سات سال سے زیادہ نہ تھی سید حسن بیہقی

سے بہرام خان اور ادہم خان کی اولاد کی نسبت اسی کو ترجیح دی کیونکہ اول تو وہ اسکا بھانجا
تھا اور پھر خورد سال بچہ تھا اور انہیں یقین تھا کہ سلطان کی صغر سنی میں اُس کی خوب
بن آئے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ۸۹۶ھ میں محمد شاہ کو تاج پہنا کر مہمات ملکی
کا متکفل خود بن گیا۔ سید حسن نے اپنے رعب و داب کا سکہ ایسا جما رکھا تھا کہ دیگر
اراکین سلطنت کو بلا اجازت سلطان کی ملاقات تک بھی نصیب نہ ہو سکتی تھی۔ اس کی
خود غرضی کا نتیجہ یہ ہوا کہ امرائے کشمیر مخالف ہو گئے اور انہوں نے راجہ جموں کو جو تاتار خان
لودھی کے خوف سے کشمیر میں پناہ گزین تھا اپنے ساتھ شامل کر کے ایک دن رات
کو باغ نوشہرہ میں سید حسن کو قیس اور سادات کے ساتھ ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اور
سادات کی دست تعدی کو کوتاہ کرنے کے لئے دریائے بہت (جہلم) کے پل توڑ ڈالے
اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دوسری جانب مخالفوں کی پیش بینی کا مقابلہ کرنے کو بیٹھ رہے
سید حسن کا بیٹا سید محمد جو سلطان کا ماموں تھا اپنی جمعیت آراستہ کر کے مخالفوں کی
سرکوبی کو نکلا۔ اسی اثنا میں سید علی رینہ نے تجویز کی کہ بہرام خان کے بیٹے یوسف خان
کو جو قید میں تھا کسی حیلہ سے رہا کر کے تخت نشین کیا جائے لیکن وہ ابھی تجویز عمل ہی
میں نہ آیا تھا کہ سید علی خان نے یوسف خان کو جیل ہی میں ہلاک کروا ڈالا۔ بٹ نے چاہا
کہ وہ سید علی خان کی اس بے جا حرکت کا انتقام لے لیکن وہ بھی تیغ تہور کی بھینٹ
ہو کر مظلوم سے جا ملا۔ بہرام خان کی بیوہ بیگم نے تین روز تک بیٹے کی لاش اپنے
پاس رکھی اور جب دفن کی تو مقبرہ پر مجاور بن کر بیٹھ رہی اور تمام عمر اسی کے غم
میں اپنا جی جلاتی رہی۔ یہ نیک بخت اور صالح بیگم خاوند کی وفات کے بعد دنیا اور دنیا کی
نعمتوں سے بیزار ہو چکی تھی۔ وہ دائم الصوم رہتی اور افطار کے وقت بھی نان جویں کے
چند لقموں کے سوا کچھ نہ کھاتی تھی لیکن اب بیٹے کے داغ مفارقت نے اسے بالکل
تارک الدنیا بنا دیا۔ شہر میں آتش فتنہ فرو نہیں ہوئی اور روز نئے فساد بڑھنے لگے۔ سید محمد
اور سید علی خان اور ان کے ہمراہی شجاعت استقلال اور مستعدی سے باغیوں کا مقابلہ
کرتے رہتے لیکن ایک اور خرابی پیدا ہو گئی کہ تمام بدمعاش اٹھ کھڑے ہوئے۔ لوگ روز روشن
میں لوٹ مار اور غارت و تاراج کرنے لگے چوروں چکاروں کو بھی خوب موقع مل گیا
وہ سیکڑوں گھروں میں جا گھس جاتے اور لوٹ کھسوٹ کر کے چلے جاتے۔ سادات

نے غنیموں اور چوروں کے خوف سے اپنے مکانوں کے اندر گرد خندق بنوا لئے اور بالکل
محفوظ و مامون ہو گئے لیکن باقی رعایا کو اپنی بے اعتدالیوں اور سرکشی کا خمیازہ خوب
بھگتنا پڑا۔ اسی اثنا میں جہانگیر ماگرے باغیوں کے مطالبہ پر لوہرکوٹ سے کشمیر آ گیا۔
اور اس کا بیٹا داؤد ماگرے اور اس کا ہمراہی اور معاون رفیق ماگرے معہ فوج پل پھونک کر
دریا عبور کر گئے اور سادات پر حملہ کر دیا۔ داؤد ماگرے مارا گیا اور رفیق ماگرے اسکی
رفاقت سے بیزار ہو کر بھاگ گیا اور سادات طبل فیروزی بجاتے اور خوشیاں منانے
لگے سلطان زین العابدین کی طرح انہوں نے بھی باغیوں کے سروں سے دوسروں کو
عبرت دلانے کے لئے ایک مینار طیار کر دیا۔ اب تو سادات کا حوصلہ بڑھ گیا تھا دوسرے
دن پیش دستی کر کے دریا پار ہو گئے ادھر سے غنیم بھی بڑے جوش و خروش سے
بالمقابل ہوا اور عین پل پر خونریزی شروع ہو گئی۔ اتفاقاً پل ٹوٹ گیا اور فریقین کے بہت
سے آدمی دریا برد ہو گئے۔ سادات نے اپنی معاونت کے لئے تاتار خاں کو نامہ و پیام
کر کے بلوا بھیجا تھا لیکن جب وہ بھمبر پہنچا تو وہاں کا راجہ مزاحم ہوا۔ اس جدوجہد میں
تاتار خاں کے بہت سے آدمی مارے گئے اور وہ ناکام واپس چلا گیا۔ اسی طرح اٹھارہ
ماہ تک سلطان کے معاونوں اور ملک میں خانہ جنگیاں برپا رہیں۔ آخر کار باغی سرداروں
نے اپنی فوج کے تین حصے کئے اور سنہ ۸۹۲ھ میں دریائے بہت عبور کر کے فوج سادات
پر بلائے ناگہانی کی طرح آ پڑے کئی سادات مارے گئے باقی بھاگ کر پناہ لینے کو شہر
میں جا گھسے۔ فاتح امرا نے تعاقب کیا اور سری نگر میں لوٹ مار کا بازار گرم کیا۔ غارتگری
کے بعد انہوں نے شہر کو آگ لگا دی۔ اس آگ سے سخت نقصان ہوا اور یہاں تک اس
نے تباہی کی کہ خانقاہ معلیٰ تک پہنچ گئی لیکن اس متبرک آستان کو نقصان پہنچانے
کے بغیر فرو ہو گئی۔ اس ہنگامہ میں فریقین کے دس ہزار آدمی کام آئے۔ سید محمد
جس کی عمر اس وقت ستر سال کی تھی کسی فقیر کے ہاں چھپ رہا۔ اور باقی تمام سادات
بھی تتر بتر ہو کر جہاں جس کے سینگ سمائے روپوش ہو گئے۔ مخالف فتح و نصرت کا ڈنکا بجاتے
ہوئے دیوان خانہ شاہی میں داخل ہو گئے اور بظاہر تو سلطان کی تعظیم بجا لا کر اسکے
مطیع و منقاد بن گئے۔ ایسی حالت میں سلطان کی کیا وقعت ہو سکتی تھی ہر ایک اپنی جگہ آپ
ہی سلطان تھا۔ سید علی خاں کو بھی ایک اور سادات کے ساتھ ملک سے نکلوا دیا۔

یہ حالت بہت زیادہ عرصہ تک نہ رہی اور تھوڑے سے ہی دنوں میں پھر باہم کشت کشی شروع ہوگئی اور بلا سبب فتنہ و فساد کی آگ بھڑک اٹھی۔ انہیں دنوں میں جب تاتار خاں لودھی کا انتقال ہوگیا تو اس کا بیٹا فتح شاہ میدان خالی پاکر جالندھر سے راجوری[1] چلا آیا۔ اور ملک موروثی کے حاصل کرنے کی ادھیڑ بن میں لگا ہوا تھا۔ کہ بعض امرائے کشمیر نے اس سے خط و کتابت شروع کر دی۔ کئی ایک نمک حرام سردار اس کے پاس بھی چلے گئے یہاں تک کہ اس کے پاس بہت سی فوج جمع ہوگئی۔ اور وہ کشمیر پر حملہ کرنے کے لئے بالکل تیار ہوگیا۔ فتح شاہ کچھ عرصہ تک اس انتظار میں بیٹھا رہا کہ جہانگیر ماگرے بھی آکر اس سے شامل ہو جائے۔ لیکن اس کے بہت سے مخالف پہلے ہی فتح شاہ کے پاس پہنچ چکے تھے اس لئے جہانگیر ماگرے نے دیدہ و دانستہ دشمن کے منہ میں جانا مناسب نہ سمجھا اور محمد شاہ کی رفاقت پر اڑا رہا۔ فتح شاہ فوج آراستہ کرکے بیروہ کے راستے پرگنہ ادون میں آداخل ہوا۔ ادھر محمد شاہ نے بھی اپنی فوج آراستہ کرلی تھی غنیم کے مقابلہ کو بڑھا اور جہلم کی دوسری جانب صف آرائی کرکے کشت و خون کی آگ روشن کر دی۔ پہلے تو فتح شاہ کی فوج نے غلبہ کیا اور محمد شاہ کے سپاہی بے دل ہوتے گئے۔ آخرکار جہانگیر ماگرے خود آگے بڑھا اور گھبرائی ہوئی سپاہ کا حوصلہ بڑھاتا ہوا یکبارگی دشمن پر ٹوٹ پڑا۔ جو شجاعت اور جوانمردی اس موقعہ پر اس بہادر حملہ آور نے دکھائی بیان سے باہر ہے۔ دشمن کی صفوں کو درہم برہم کرتا ہوا فتح شاہ تک جا پہنچا قریب تھا کہ اسے گرفتار کر لیتا لیکن عین اسی وقت شور مچا کہ محمد شاہ گرفتار ہوگیا اس لئے جہانگیر ماگرے اپنے سلطان کی امداد کے لئے

---

[1] راجوری میں اس وقت برہان الدین خاں عرف بہرام سے حکومت کرتا تھا۔ فتح شاہ یا فتح خاں جو سلطان زین العابدین کا پوتا تھا جالندھر سے ۸۹۳ھ یا ۸۹۴ھ میں سادات اور اہل کشمیر کے باہمی فسادات کی خبریں پاکر اور اس موقع سے فائدہ اٹھانے کے لئے راجہ راجوری کے پاس آیا۔ راجہ نہایت تعظیم اور شائستگی سے پیش آیا۔ لیکن جب جہانگیر ماگرے نے جو سلطان کشمیر کا مختار کل تھا راجہ راجوری کو لکھا کہ سلطنت کے دشمن سے مدارات کرنا۔ اور اس کو اپنے پاس پناہ دینا مناسب نہیں ہے۔ تو راجہ نے امداد میں پہلوتہی کی لیکن اس اثناء میں شہزادہ نے جمعیت بہم پہنچا لی تھی جس کو ہمراہ لے کر وہ سلطان

پیچھے ہٹ آیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ صرف دشمنوں کی کارستانی تھی۔ اسکا منہ موڑنا
تھا کہ فتح شاہ کو موقع ہاتھ آگیا اور چشم زدن میں میدان خالی کر کے چمپت ہوگیا۔ آخری
حملہ میں جہانگیر ماگرے نے فتح شاہ کے پچاس نامی گرامی افسر مار دئے۔ محمد شاہ
مظفر و منصور مراجعت پذیر ہوا۔ سری نگر پہنچ کر اس نے تمام نمک حرام سرداروں
کے گھر بار ویران کر دیئے منجملہ ان کے تازی بٹ جو قید سے بھاگ کر فتح شاہ
سے جا ملا تھا اور ابھی تک اس کے ساتھ تھا اس کا خاندان بالکل برباد کر دیا جس سے
کچھ دنوں کے لئے امن قائم ہوگیا لیکن فتح شاہ کب خاموش بیٹھنے والا تھا۔ اس
ہزیمت سے بھی اسکی تسلی نہ ہوئی بمقام بہرام گلہ قیام پذیر ہو کر اس نے دنوں ہی میں
کافی جمعیت اکٹھی کر لی اور پھر کشمیر پر حملہ آور ہوگیا۔ اور جہانگیر ماگرے کی فوج سے
کریوہ ناگام پر دوچار ہو کر جنگ و جدل میں مصروف ہوا۔ ادھر یہ لڑائی خون کی ندیاں
بہا رہی تھی اُدھر فتح شاہ کا سردار تازی بٹ تھوڑے سے آدمی لے کر سری نگر
داخل ہوگیا اور ملک سیف ڈار وغیرہ امرا کو جو محمد شاہ کی قید میں تھے جیل خانہ سے
رہائی دلا کر اپنے ساتھ شامل کر لیا۔

اب جہانگیر ماگرے کو بھی تشویش ہوئی لیکن وہ بھی بڑا صاحب حوصلہ اور پولیٹکل
آدمی تھا اس نے والئے راجوڑی کو اپنے ساتھ متفق کر لیا۔ سلطان نے بعد فتح یابی
کے راجہ راجوری کو خلعت گراں بہا دے کر رخصت کیا۔ فتح شاہ دوبارہ مغلوب ہو کر
ہیرہ پور کے راستہ بھاگ گیا۔ لیکن حالت فرار میں بھی فتح شاہ کی کافی دلجوئی ہوتی
کیونکہ جاتے ہی وہ جموں پر قابض ہوگیا۔ جہاں اطمینان سے بیٹھ کر فوج جمع کرنے لگا
چنانچہ کچھ عرصہ بعد وہ عالی ہمت تیسری مرتبہ کشمیر پر چڑھ آیا۔ اسی اثنا میں جہانگیر ماگرے
نے سادات بیہقی کو جو ملک سے خارج کئے گئے تھے واپس بلا لیا تھا اس موقعہ پر ان کو
ساتھ لے کر میدان کارزار میں آیا جنھوں نے شجاعت اور جوانمردی کے خوب جوہر
دکھلائے بہت سے شہید بھی ہوئے لیکن بالآخر فتح شاہ کے نبرد آزما سیف ڈار وغیرہ
ان کی بے مثال شمشیر زنی کے سامنے نہ ٹھہر سکے اور بھاگ کر پہاڑوں پر چڑھ گئے۔
فتح شاہ کی مستقل مزاجی دیکھئے کہ پھر بھی نہ چوکنے دیا اور چوتھی مرتبہ پھر لشکر گراں

لیکن ملا حسن شاہ صفحہ ۱۹۰ میں مقابلہ کو ... [illegible]

لے کر آموجود ہوا۔ بہت سی خونریز لڑائیاں ہوئیں آخر کار رہا گیا گرسے زخمی ہو کر میدان
سے نکل گیا اب کیا تھا فتح شاہ کھلے دروازے ملک میں داخل ہو گیا۔ یہ دیکھ کر سید محمد
بن سید حسن بیہقی فتح شاہ کا دم بھرنے لگا۔ محمد شاہ تخت چھوڑ کر جائے پناہ ڈھونڈنے
کی فکر میں بھاگ نکلا۔ فتح شاہ فتح و نصرت کا ڈنکا بجاتا دارالسلطنت میں داخل ہوا اور
تمام شاہی خزانوں اور سامان حرب و ضرب پر قابض ہو گیا۔

سلطان فتح شاہ

ایام حکومت ۶ سال ۱۱ ماہ سنہ ۱۴۸۹ء لغایت سنہ ۱۴۹۵ء مطابق سنہ ۸۹۵ھ لغایت سنہ ۹۰۰ھ

اس سلطان نے تخت نشین ہو کر کاروبار سلطنت اپنے معاون ملک سیف ڈار
کے سپرد کر دیا اور خود اُس کے صلاح و مشورہ سے امورات جہانبانی سرانجام دینے
لگا۔ سیف ڈار بھی سلطان کی اطاعت اور فرمانبرداری میں ثابت قدم رہا اور حتی الامکان
مہمات ملکی بڑے استقلال اور نیک نیتی سے سرانجام دیتا رہا لیکن ابھی زیادہ عرصہ
نہ گذرنے پایا کہ ملک شمس چک[۲] سرہنگ رینہ اور موسیٰ رینہ ملک سیف ڈار کے عروج سے

---

[۱] تاریخ فرشتہ میں مرقوم ہے کہ چند زمینداروں نے محمد شاہ کو گرفتار کر کے فتح خاں
کے حوالے کر دیا۔ فتح خاں نے اپنے بھائیوں اور محمد شاہ کو دیوان خانہ میں قید کر دیا۔
اور حکم دیا کہ تمام سامان عیش و عشرت اکل و شرب اور جمیع ضروریات اُن کے لئے مہیا
رکھے جائیں۔ سیف ڈار بھی ان کی تعظیم و تکریم میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتا تھا۔

[۲] ملک شمس چک ہمت چک کا بیٹا اور معمولی حیثیت کا آدمی تھا۔ پہلے پہل وہ سید محمد بیہقی
کی ملازمت میں داخل ہوا۔ اس کے بعد ملک احمد ایتو کے بیٹے ملک نوروز ایتو کے
مصاحبوں میں شامل ہو گیا۔ ذاتی شجاعت اور بہادری کے باعث نام حاصل کرتے
کرتے اس نے ملک نوروز کے ہاں رسوخ پیدا کر لیا جس نے اسے اپنی ملازمت کا
رتبہ عطا کر کے ہم نشین بنا لیا۔ اسی اثنا میں بابڑو چک کے بیٹے حسین چک کی لڑکی اس
کے عقد نکاح میں آگئی جس سے وہ بھی امیروں کے زمرہ میں داخل ہو گیا۔ بڑھتے بڑھتے اس
گھر کے بھیدی نے آقا کی مخالفت پر کمر باندھ لی اور اُسے مروا کر منصب وزارت خود سنبھال بیٹھا۔

متردد ہوکر اسکی مخالفت پر آمادہ ہو گئے اور بادشاہ کو بھی اس کے برخلاف کر دیا۔ اس
کے ساتھ ہی فوج آراستہ کر کے سیف ڈار اور سید محمد کی مدافعت کے لئے تیر و ترکش
نکال میدان میں آ گئے۔ پہلے تو انہوں نے شہر کے پل توڑ ڈالے اور پھر بمقام
درانلپنہ معرکہ جدال و قتال برپا کر کے دشمنوں سے لڑنے لگے۔ اس ہنگامہ میں بھی
ہزاروں آدمی مارے گئے۔ ایک دن ہنگامہ کارزار میں ملک سرسنگ رینہ نے
ملک سیف ڈار کے مرکب سواری کو زخمی کر کے اسے پیدل اور بے دست و پا کر دیا
تاہم سیف ڈار نے داد شجاعت دینے میں کوتاہی نہ کی اور دل کھول کر تلوار چلائی۔
کشتوں کے پشتے باندھ دیئے لیکن اس انبوہ کثیر میں وہ اکیلا کیا کر سکتا تھا۔ آخرکار مارا
گیا اس کے ساتھ ہی کسی کے تیر خون آشام نے نورنگ سرسنگ کی آنکھ کا نشانہ
کر کے اسے بھی سیف ڈار کے ساتھ ہی عدم آباد کو بھجوا دیا۔ جب طرفین کے سرغنہ مارے
گئے تو آتش محاربہ بھی فرو ہو گئی۔ اس واقعہ کے بعد ملک شمس چک نے منصب وزارت
سنبھالا اور سیف ڈار کی طرح عدل و انصاف سے حکومت کرنے لگا لیکن اعلیٰ ترین
منصب نے جلد ہی اس کے وجود میں نخوت اور رعونت پیدا کر دی اور کاجی چک
اور بعض دیگر امرا کو ورغلا کر سید محمد بیہقی کی مخالفت پر طیار ہو گیا۔ اور اسے ملک سے
نکال دینے کی نسبت سے لڑائی شروع کر دی۔ سید محمد نے محمد شاہ سلطان معزول سے
سازش کر لی۔ اور ابراہیم ماگرے۔ حاجی پڈسار۔ ملک عیدی رینہ کو اپنا طرفدار بنا کر
خانقاہ ملبل شاہ کے متصل شمس چک کے مقابل آ کھڑا ہوا۔ شمس چک تاب مقابل نہ
دیکھ کر بھاگ نکلا اور پل علی کدل عبور کر کے دوسری طرف چلا گیا۔ کاجی چک بھی اس کے
پیچھے ہی روانہ ہوا۔ جب پل پر پہنچا تو سید محمد کے آدمی مفروروں کی راہ روکنے
کے لئے پل توڑ رہے تھے بلکہ انہوں نے بہت سا فرش اکھیڑ بھی دیا تھا تاہم کاجی چک
گھوڑے کو جست کرا کے دریا کے پار نکل گیا۔ لیکن اس کے ہمراہی جو آقا کی طرح کود کر
پار جانا چاہتے دریا میں گر کر ہلاک ہو گئے۔ اب شمس چک اور کاجی چک نے باتفاق
بھاگنے کی ٹھیرائی اور کامراج کی طرف نکل گئے۔ سید محمد اور اس کے ساتھی ان کے
متعاقب تریگام تک گئے اور انہوں نے ان کے گھر بار کو آگ لگا کر خاکستر بنا دیا
لیکن شمس چک اور کاجی چک دونوں جانیں بچا کر دردستان چلے گئے۔ جب سلطان فتح شاہ

نے وزیر کے بغیر اپنی بازی میں مات کا نقشہ دیکھا۔ تو تخت کو سلام کر کے پنجاب کو
نکل گیا۔ مخالفوں کا قلع قمع کر کے سید محمد نے مراجعت اختیار کی اور سوپور پہنچ کر دیا
بہت سے کمانے پیر اقامت پذیر ہو گیا۔ اثنائے ہزیمت میں جب شمس چک نے غنیم
کی واپسی کی خبر سنی تو وہیں سے لوٹ آیا اور بہرام ڈوار ملک عثمان۔ وفتح ملک اور
قوم ڈوامر کو اپنے ساتھ شامل کر کے انتقام جوئی کے درپے ہوا۔ اسی اثنا میں محمد شاہ
بھی کمینگا سے نکل کر سید محمد سے آملا۔ یہ دیکھ کر شمس چک سید محمد کے مقابل تو نہ ٹھہر
سکا لیکن شبخون مارنے پر مستعد ہو گیا۔ یہ خبر محمد شاہ اور سید محمد کو بھی وقت پر
مل گئی اور انہوں نے موسیٰ رینہ کو کچھ سپاہی دے کر کیمپ میں چھوڑ دیا اور خود
گھات لگا کر کینگا میں بیٹھ گئے۔ آدھی رات کے وقت شمس چک کیمپ پر حملہ آور
ہوا۔ اہل کیمپ بھی ہوشیار تھے مقابلہ پر کھڑے ہو گئے۔ ادھر سید محمد بھی گھات سے
نکل شیر کی طرح آ پڑا اور خوب گھمسان کی تلوار چلنے لگی سینکڑوں سپاہی
کھیت رہے الحاجی چک کے بدن پر پچاس زخم کاری لگے اور اس کا کان بھی
کٹ گیا آخر جب کوئی چارہ نہ دیکھا تو وہ ہزیمت اختیار کر کے میدان خالی چھوڑ
گئے شمس چک فتح شاہ کے پیچھے دوڑا جو پنجاب کو جا رہا تھا اور بمقام نوشہرہ
اس سے جا ملا۔ فتح شاہ کی حکومت اس مرتبہ دو سال ۱۱ ماہ رہی۔

سلطان محمد شاہ بار دوم

ایام حکومت ۲ سال ۹ ماہ سنہ ۱۴۹۳ء لغایت سنہ ۱۵۰۱ء مطابق سنہ ۸۹۸ھ لغایت سنہ ۹۰۶ھ
سنہ ۱۴۹۳ء میں دوسری مرتبہ سلطان محمد شاہ حکومت ملک پر مامور ہوا۔ سید محمد
بیہقی جس کی بطفیل اسے سلطنت ملی تھی منصب وزارت اختیار کر کے داد جہانبانی دینے
لگا۔ ناظرین کو یاد ہوگا کہ سلطان حسن شاہ کے عہد کے اختتام سنہ ۱۴۸۶ء میں میر شمس الدین
عراقی خراسان سے تحفے لے کر کشمیر آیا تھا لیکن بادشاہ کی وفات کے باعث دربار
میں باریاب نہ ہو سکا اس کے بعد اس وقت تک میر موصوف کشمیر ہی میں سکونت پذیر
رہا سلطان محمد شاہ اور فتح شاہ کے فساد کے دنوں میں یہ شخص بابا اسمعیل کی خدمت

میں جا ولیا ہے کشمیر میں شمار کیا جاتا ہے پہنچا اور اس کے مریدوں میں داخل ہو گیا۔ لیکن دراصل وہ مذہب تشیع کا پیرو تھا اور اس نے دوران قیام میں بابا علی نجار کو اپنے مذہب کا معتقد بنا لیا تھا۔ جب محمد شاہ نے دوسری مرتبہ تخت حاصل کر لیا اور سید محمد اسکا مدار المہام بن گیا تو میر عراقی کو اپنا وطن یاد آیا اور آٹھ سال بعد ۸۹۵ھ میں واپس خراسان ہو گیا۔ لیکن جب سلطان حسین میرزا شمس الدین کے مذہبی عقائد سے واقف ہوا تو اس نے اسے اپنے ملک سے خارج کر دیا۔ چونکہ میر صاحب کو ملک کشمیر میں کافی تعارف حاصل ہو چکا تھا۔ اسلئے خراسان سے جلا وطن ہو کر انہوں نے کشمیر ہی کی طرف رجوع کیا۔ اور یہاں پہنچ کر بابا علی نجار کی معاونت سے علانیہ مذہب امامیہ کی اشاعت کرنے لگے۔ ملک موسیٰ رینہ۔ کاجی چک اور غازی چک بھی آپ کے معتقد اور مریدان با اخلاص بن گئے جو نئے دین کے پھیلانے میں اپنے مجتہد کے معاون و مددگار ثابت ہوئے۔ جب سید محمد کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ سخت غضبناک ہوا اور اس نے میر شمس الدین عراقی کو بجبر و تشدد کشمیر سے نکال کر اسکردو بھجوا دیا۔ سید کی اس حرکت نے میر صاحب کے مریدوں کو برافروختہ کر دیا ان میں جو سرکردہ تھے انہوں نے ابراہیم ماگرے اور حاجی پڈر سے عہد و پیمان کر کے فتح شاہ اور شمس چک کو جو لوشہرہ میں قیام پذیر تھے بلو بھیجا۔ فتح شاہ جو ہر وقت تاک میں لگا رہتا تھا ایسے موقع کو کب ہاتھ سے دینے والا تھا پیغام سنتے ہی اٹھ کھڑا ہوا اور بڑا چھول ہیر پور پہنچ کر موسیٰ رینہ حاجی پڈر اور ابراہیم ماگرے کی فوج سے جو اس کے استقبال کے لئے وہاں گئی ہوئی تھی آ ملا۔ بمقام خانپور فریقین جنگ و جدل میں مشغول ہو گئے اگرچہ محمد شاہ کی فوج فتح شاہ کے سپاہیوں سے تعداد میں بہت کم تھی لیکن سید محمد کی شجاعت نے مخالفین کی کچھ پیش نہ چلنے دی اور بڑی جوانمردی سے غنیم کی جماعت کثیر کو بھی پسپا کر دیا۔ دوسرے دن بھی قریب تھا کہ فتح شاہ حسب عادت میدان چھوڑ جائے لیکن عین وقت پر مشیت ایزدی نے سید کی ترکتازی کی بڑی تمام کر دی۔ اور وہ اصل یہ ہے جب کہ وہ دشمن پر بڑے جوش و خروش سے حملہ آور ہو رہا تھا اچانک گھوڑے سمیت ویران کنوئیں میں جو کہیں میدان جنگ میں واقع تھا گر گیا۔ سید کے ہمراہی اُسے کنوئیں سے نکالنے کے لئے پہنچ گئے لیکن غنیم نے یکبارگی حملہ کر کے سب کو گھیر لیا۔ اسی طرح سید محمد اور اسکی جماعت کو چاہ عدم میں ڈال کر مخالف شادیانے

بھاگنے لگے۔ بیچارہ محمد شاہ سید حست و پا ہو کر بھاگ نکلا اور آٹھ سال ۹ ماہ کے بعد فتح شاہ کو
اپنی سلطنت حوالے کر کے نوشہرہ کی طرف چلا گیا۔ اس معرکہ میں محمد شاہی فوج کے
تین ہزار ساٹھ جانباز سپاہی کام آئے جن میں سے بارہ سو سپاہیوں کے پاؤں
میں زعفرانی موزے[1] تھے۔ سید محمد کے اقرباء نے اس کی لاش کنوئیں سے نکال کر مزار
سلاطین میں مدفون کر دی۔ شمس چک نے مخالفوں کا قلع قمع کرنا شروع کیا۔ سید محمد
کا مکان جو کئی سال کے بعد بصرف کثیر حال ہی میں طیار ہوا تھا اس نے جلوا کر اس کے نقش
و نگار اور رواق در رواق تمام خاک میں ملا دیئے۔ اس عالیشان محل کی ویرانی نے عوام
کے دلوں پر سخت چوٹ لگائی اور انہوں نے اس عبرت ناک واقعہ کی یادگار میں
بزبان کشمیری دلسوز اشعار موزوں کیے۔ اس انقلاب عظیم کے بعد سید محمد کے تین
بیٹے سوپور گام میں ابراہیم خان کے گھر رہ گئے تھے جو اپنے مخالفوں کی کثرت دیکھ کر
فرار ہو گئے۔ منجملہ ان کے سید مرتضےٰ کو دشمنوں نے تبت کے پہاڑوں سے گرا کر
ہلاک کیا۔ دوسرا لڑکا سید ابراہیم علاقہ تبت میں گرفتار ہو کر قید ہو گیا اور اڑھائی سال بعد
زندان سے مخلصی حاصل کر کے محمد شاہ کے پاس نوشہرہ جا پہنچا۔ تیسرا سید یعقوب عالم
طفولیت میں اپنی قبیر مادر کی حفاظت میں دشمنوں سے محفوظ رہا۔

سلطان فتح شاہ بار دوم

ایام حکومت ۱۲ سال ۸ ماہ از سنہ ۱۵۰۵ء لغایت سنہ ۱۵۱۷ء مطابق سنہ ۹۱۰ھ لغایت سنہ ۹۲۳ھ

فتح شاہ نے حریف کے تخت پر قدم رکھ کر شمس چک کو وزارت پر ممتاز کیا۔ اس
کی تخت نشینی کے دوسرے روز اور سید محمد کی وفات کے تیسرے دن رات
کے آخری حصہ میں ہولناک بھونچال آیا۔ زلزلہ کیا تھا قیامت کا نمونہ تھا۔ زمین بید کی طرح
لرزنے لگی۔ ہزارہا مکان خاک میں مل گئے۔ سینکڑوں جانیں تلف ہو گئیں اور تین ماہ

[1] موزہ کئے زعفران سے تمغہ بہادری و شجاعت کا نشان مراد ہے۔ ۱۲ تاریخ کشمیری حسن کے
مطابق جو سلطان زین العابدین کے جلوس سے شروع ہوتا ہے واقعہ ۱۰ ماہ ہشت سنہ ۱۰ کشمیری
کو یہ حادثہ نازل ہوا۔ اس زلزلے کو بھی اہل کشمیر سید محمد کی ہلاکت پر استدلال کرتے ہیں ۔۱۲

تک تربیت اور پرورش سے حرکت محسوس ہوتی رہی۔

پہلے تو شمس چک حسب منشاء سلطان امورات سلطنت سرانجام دیتا تھا لیکن
آہستہ آہستہ اختیار اس کے ہاتھوں میں چلا گیا کہ اس نے باقی تمام امرائے دولت اور شاہی ارکان سلطنت
کو امورات مملکت سے بالکل بے دخل کر دیا اور تمام سیاہ و سفید کا مالک و مختار خود بن گیا
جس سے باقی اہل کاروں میں سخت بے چینی پھیل گئی۔ لیکن موسیٰ رینہ چاڈورہ اور ابراہیم
ماگرے نے چاپلوسی اور خوشامد سے بادشاہ کو ایسا قابو کر لیا کہ وہ دفعتاً شمس چک
کی مخالفت پر آمادہ ہو گیا جب اُدھر سے اطمینان ہو گیا تو ان فتنہ انگیزوں نے بہ حیلہ
شمس چک کو گرفتار کر لیا اور جیل خانہ بھجوا دیا۔ چونکہ قوم ڈانگر اور سیف ڈار کے متعلقین
پہلے ہی سے اس کے مظالم سے نالاں تھے موسیٰ رینہ نے بکمال ہوشیاری انہیں
لوگوں میں سے ابراہیم ڈار اور نوروز ملک کو شمس چک کے مارنے پر متعین کیا۔ ایک دن
یہ دونوں اپنے محافظوں کا اشارہ پاکر حبس خانہ میں داخل ہوئے۔ شمس چک دشمنوں کے
تیور بدلے ہوئے دیکھ کر سخت گھبرایا۔ لیکن حوصلہ کر کے باوجود پابزنجیر ہونے کے جان
توڑ مقابلہ کے لئے تیار ہو گیا۔ اس وقت آفتابہ مٹی کے سوا اور کوئی ہتھیار اس کے پاس
نہ تھا تاہم کمر ہمت باندھ کر شیر نیستان کی طرح جھپٹا اور اس [illegible] جو
سامنے آیا ایک ہی زخم کھا کر ٹھنڈا ہو گیا۔ یہاں تک کہ [illegible] تک اس نے تیس
آدمیوں کو کشتہ اور بہتوں کو زخمی کر کے مجروح کیا۔ چنانچہ مثل مشہور ہے ع

[illegible]   یکتنہ شمس چک [illegible] کس را بکشت

لیکن تا بکے آخر کار مخالفوں نے اس کا کام تمام کر دیا۔ چنانچہ ملک منصب وزارت پر
[illegible] اور اپنے [illegible] بیٹے کو [illegible]
وزارت سے [illegible] بھی باپ کے ساتھ ہمراہ لے گیا ع

[illegible]   [illegible]

اس نے [illegible] کی غدر سے اس کے خاندان کو تباہ کر دیا اور کسی کسی نے عالم [illegible]
کر جدا [illegible]

اس کے بعد وزارت کا کام ملک موسیٰ رینہ نے اپنے ذمہ لیا [illegible] کی
[illegible] جن کو [illegible] شمس چک کے قتل کا ملزم

قوم و ملک کو قرار دے کر اس نے اپنے آپ کو تمام اصولوں سے بری کر لیا اور ان بیچاری
کو ملک سے بدر کرنے کے ذلیل و خوار کر دیا۔ ان کو بھی اپنے کئے کی پوری سزا مل گئی اور
پریشان حال ہندوستان میں آوارہ گردی کرنے لگے۔ اسی اثنا میں میر شمس الدین عراقی
جسے سلطان محمد شاہ کے عہد میں کشمیر سے بدر کیا گیا تھا سلطان کی معزولی اور سید محمد کے
انتقال کی خبر سن کر دوسرے کشمیر آگیا۔ مریدوں اور معتقدوں نے بڑی گرمجوشی سے
استقبال کیا۔ محلہ جڈی بل میں سکونت اختیار کی جب شمس چک بھی وارد ہو گیا تو اس نے موسیٰ
رینہ کو جو اس کے مریدان با اخلاص سے تھا دین کی اشاعت پر آمادہ کیا جس نے خانقاہ
معلی کے مقابلہ کی ایک عالیشان خانقاہ محلہ جڈی بل میں تعمیر کرائی اور مذہب تشیع کے
پھیلانے میں جدوجہد کرنے لگا۔ مسلمانان اہل سنت پر قیامت برپا ہو گئی بعض قتل
کئے گئے بعضوں کو ملک سے خارج کرایا گیا اور بعض جبراً شیعہ بنائے گئے۔ اسی طرح
ہندوؤں کی تخریب و تذلیل بدرجہ غایت ہونے لگی۔ لوگ زبردستی شیعہ بنائے جانے لگے
صرف عرصہ تھوڑے میں چوبیس ہزار آدمی شیعہ ہو گئے کوئی پوچھنے والا تو تھا ہی نہیں موسیٰ رینہ
کی وزارت نے شمس عراقی کے عقائد پھیلانے میں وہ نمایاں کوشش کی کہ لوگوں کو سکندر
بت شکن کا زمانہ ہی بھول گیا۔ نیا دین تو روز بروز ترقی کرنے لگا لیکن ملک تباہ ہو گیا۔ اور
ہنود اور اہل سنت مسلمان مذہب کے سبب شیعہ کا شکار ہونے لگے۔

موسیٰ رینہ ایسا زبردست آدمی تھا کہ اس کے مقابلہ میں سلطان کی بھی کوئی حقیقت نہ تھی
فتح چکان کو بھی جن کی اولوالعزمی اور بزرگی کا شہرہ تمام ملک میں پھیل رہا تھا۔ ڈانگروں
کی طرح اس نے ایسا ذلیل و خوار کیا کہ کاجی چک سرشنگ چک ابراہیم چک جیسے نامدار
موسیٰ رینہ کے بیٹے علی رینہ کی امداد میں پیدل چلتے تھے۔ نو سال تک ملک میں یہی وبا
پھیلی رہی تا اینکہ فتح اللہ و ابراہیم ماگرے نے بادشاہ کے حضور میں باریابی حاصل کر کے اسے
موسیٰ رینہ سے بدگمان کر دیا تھا چنانچہ سلطان نے اسی کو رینہ صاحب کی بیخ کنی پر مقرر کیا جس
نے دریائے بہت کے پل توڑ کر واترارہ و سکندر پورہ کی جانب بے شمار فوج کے ساتھ
محاربہ و مقابلہ کا بازار گرم کر دیا۔ موسیٰ رینہ بھی اپنے ہمراہی لے کر آمادہ پیکار ہوا۔ امراء
و خواص موسیٰ رینہ کے مذہبی تشدد کے باعث اسے نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ تمام
رعایا کیا اہل شہر اور کیا اہل دیہات اس کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئے اور لاچار اسے بھاگنا

پڑا لیکن پنجۂ تقدیر سے کہاں جا سکتا تھا۔ پنجاب کی جانب بھاگا جاتا تھا کہ صحیح راولپور میں انگور کی بیل کشمہ ابیل کی طرح اس کی گردن میں لپٹ ہو گئی اور وہ گھوڑے سے نیچے گر پڑا۔ اٹھنا چاہتا تھا کہ اس کے رفیق سفر نے ایک ہی لات سے سر کو تن سے باہر نکال دیا گویا حیا قاتل هر دم بیاد اش رسید۔
لاش سری نگر پہنچائی گئی اور جامع مسجد کے سامنے اس کے آبائی مقبرہ میں مدفون ہوئی۔
موسیٰ رینہ کا کام تمام کر کے ابراہیم ماگرے نے مسند وزارت پر قدم رکھا۔ اس نے ملک عثمان اور دتی ملک کو جو کوہستان پنجاب میں آوارہ و سرگرداں پھرتے تھے کشمیر بلا لیا اور ان کو اپنا معاون بنا کر داد حکومت دینے لگا۔ اسی اثنا میں ابراہیم ماگرے کی نظر عنایت پا کر ساری قوم چک کے افراد بھی ہندوستان سے آ گئے اور اس کے زیر سایۂ پرورش پانے لگے۔ یہاں وارد ہوئے زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ اس سرکش قوم نے غلبہ پا لیا اور باقی تمام سرداروں اور امیروں سے سازش کر کے ابراہیم ماگرے کی مخالفت پر آمادہ ہو گئے اور بہت سی جد و جہد کے بعد اسے مغلوب کر کے چالیس روز مسند صدارت سے برطرف کر دیا۔ اور اس کی جگہ ملک عثمان کو وزیر اعظم بنا دیا۔
فتح شاہ بیچارہ نام کا سلطان تھا موم کی ناک جدھر چاہا پھیر لیا۔ نہ اس کی دوستی سے فائدہ نہ اس کی دشمنی کا ڈر۔ سلطنت اور اس کا انتظام تمام سرداران ملک کے ہاتھ میں تھا اور سلطان اپنی معزولی کے خوف سے جس فریق کو زبردست پاتا اسی سے مل جاتا۔ ابراہیم ماگرے کی تباہی کے بعد ملک عثمان کے ہاتھوں میں آ گیا۔ اس کی وزارت کو ابھی تین مہینے ہی نہ گزرے تھے کہ ملک کاجی چک، جہانگیر ٹھاکر اور سید ابدال ملک نے بادشاہ کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ جنہوں نے دتی ملک اور غازی چک کو بھرے دربار میں شمشیر کے زور سے پارہ پارہ کر دیا اور ملک عثمان کو بادشاہ کے سامنے سے اٹھا کر زندان میں بھیج دیا۔ اس کارروائی سے ملک میں سخت شور اٹھا اور بد امنی پھیل گئی۔ ادھر تو چک اکٹھے ہوئے ادھر ابراہیم ماگرے نے خونریزی کا بازار گرم کر دیا۔ یہ حالت دیکھ کر بادشاہ اور اس کے مشیر کاجی چک اور جہانگیر ٹھاکر ہندوستان کو بھاگ نکلے لیکن ابراہیم ماگرے نے مصلحت جان کر فتح شاہ کے تعاقب اپنا وکیل بھیجا اور اسے بیرہ پور سے واپس

بلا کر فتح شاہ کو تخت حکومت پر بٹھا دیا اور خود اس کا وزیر بن گیا۔ اس عالی ہمت وزیر نے
پھر ملک عثمان کو قید سے رہا کر دیا اور اسے دوبارہ احسان کر کے اپنا مددگار بنا
لیا۔ اسی طرح اس نے دیگروں سے بھی عہد و پیمان کر لیا۔ ملک جہانگیر ماگرے کا بھی یک
وغیرہ بھاگ کر تبت چلے گئے۔ اسی اثنا میں خبر آئی کہ محمد شاہ مدد لشکر و سپاہ کوہستان
لدپال میں بتقریب کتوالی گیا ہوا ہے اور سید محمد کے بیٹے سید ابراہیم کے سوا پیچھے
کسی کو وہاں چھوڑ گیا۔ فتح شاہ نے چاہا کہ اس ملک میں بھی دشمن کو چین نہ لینے دے اس
لئے بہت سی فوج طیار کر کے عثمان کو حکومت نوشہرہ کی جانب معطوف کیا۔ جب
اس کی اطلاع سید ابراہیم کو پہنچی تو وہ سخت گھبرایا تاہم از روئے حلاوت جبلی تیغ
انتقام کھینچ کر برسر مقابلہ آگیا۔ بمقام نارسی کوٹ فریقین میں سخت ہنگامہ کارزار برپا ہوا
اس معرکہ میں سید ابراہیم نے وہ شجاعت اور دلاوری دکھائی کہ فتح شاہ کو باوجود
کثرت جمعیت کے میدان سے منہ موڑنا پڑا۔ بہادر سید ابراہیم نے تعاقب کیا اور دشمن
کے سینکڑوں نامدار سپاہیوں کو قتل کر دیا۔ فتح شاہ اپنا سا منہ لے کر واپس چلا گیا۔ اور
سید ابراہیم مظفر و منصور نوشہرہ کو مراجعت پذیر ہوا۔ واپسی پر محمد شاہ نے بہادر
سپہ سالار سید ابراہیم کی سعادتمندی اور جرأت کی خوب داد دی اور اسے خان کا خطاب
عطا کر کے خاص مصاحبین میں داخل کر لیا۔

اس واقعہ کے بعد ایک سال تک کشمیر میں امن قائم رہا لیکن اس کے بعد
احسان فراموش ملک عثمان نے لشکر ریشی سے موافقت کر کے ابراہیم ماگرے کی
بیخ کنی پر کمر باندھ لی چنانچہ فتح شاہ کی تحریک سے ابراہیم ماگرے کے بیٹوں ملک
ابدال اور ملک نیروز کو انہوں نے محبوس کر لیا اور ابراہیم ماگرے بھاگ کر لوہر چلا
گیا۔ دوبارہ ملک عثمان صدر اعظم بنا اور لشکر ریشی کو منصب سپہ سالاری عنایت کیا

ابراہیم ماگرے جیسا کہ عالی دماغ تھا ویسے ہی مستعد و مستقل مزاج
اور میدان جنگ کا بھی پتلا تھا اس لئے کبھی خاموش نہ بیٹھا۔ چک اور پنڈت جو جاب میں آ کر راستہ
پھر رہے تھے ان کو اس نے اپنے ساتھ متفق کر لیا اور سلطان محمد شاہ کو آگے رکھ کر جمعیت
کثیر سے کشمیر پر حملہ آور ہو گیا۔ بمقام سوپور لب دریا اس نے پائے استقامت جمائے
اور دشمن کی پیش دستی کا انتظار کرنے لگا۔ فتح شاہ بھی ملک عثمان اور لشکر ریشی کو ساتھ

لشکر بڑھا اور غنیم کے مقابل دریا کی دوسری طرف ڈیرے ڈال کر مہم کی تجویز
لگا۔ ملک عثمان نے بادشاہ اور شنکر رینہ کو تو وہیں چھوڑا اور خود باتفاق لوہر ماگرے
زنگی چک وغیرہ امرا کے پام پور کے راستہ بمقام کریوہ پرسنگری جہاں پہلے ہی سے
محمد شاہ کی فوج بیٹھی تھی دشمن پر حملہ آور ہوا۔ چنانچہ ان کو پسپا کر کے اس نے میدان
خالی کرا لیا۔ محمد شاہی سپاہ افغان وغیرہ سوپور کیمپ کو لوٹ آئی۔ کاجی چک
اور علی رینہ جو اس فتنہ کے بانی مبانی تھے اس تازہ ہزیمت سے بالکل ناامید اور مایوس
ہو گئے۔ اسی دن شام کو علی رینہ دریا کے کنارہ پر آ کھڑا ہوا اور فتح شاہ کی فوج
کو مخاطب کر کے بولا کہ میں ہوں ملک علی پسر ملا حسین ایک خود مقرب بادشاہ کے ادھر
آئیں کہیں انہیں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ فتح شاہ کو اطلاع ہوئی تو اس سے تین آدمی بھیجے گئے
جن کو علی رینہ نے بزبان شائستہ کہا کہ میں سلطان کا قدیم نمک پروردہ ہوں۔ اگرچہ
اس وقت مورد عتاب ہوں تاہم حق نمک مجبور کر رہا ہے کہ بادشاہ کے کام آؤں
بادشاہ کو خبر پہنچا دو کہ ملک عثمان کو دشمنوں نے قتل کر دیا ہے اور ان کی فوج منتشر
ہو گئی ہے۔ کل علی الصباح دریا عبور کر کے وہ تمہاری فوج پر بھی حملہ آور ہوں گے
اگر سلامتی درکار ہے تو صبح ہونے سے پہلے پہلے توسہ میدان کے راستہ پونچھ چلے
جاؤ ورنہ نصیب اعداء کوئی مصیبت نہ دیکھنی پڑے۔ یہ کہکر وہ تو رخصت ہو گیا
لیکن جب فتح شاہ نے سنا تو اس کے اوسان خطا ہو گئے۔ بغیر سوچ و بچار معمولی
سامان سفر اٹھا کر بھاگ نکلا اور راتوں رات توسہ میدان طے کر کے حدود پنجاب میں
جا داخل ہوا۔

زحد خشیر مکیرے تو بی ؎ زحد جوش کلاہ خسروی بہ

بادشاہ کا بھاگنا تھا کہ علی رینہ میں ماندہ فتح شاہی فوج پر آ پڑا اور آناً فاناً سب کو ملک سے
نکال دیا۔ جب ملک عثمان نے سلطان کی فراری اور فوج کی تباہی کا حال سنا تو بے حوصلہ
ہو کر سرینگر کو بھاگ آیا۔ رات پرگنہ لار میں نالہ سندھ پر قیام کیا اور صبح موضع اکہال
کے نزدیک پہاڑی غار میں روپوش ہو گیا۔ لیکن دشمن کی کینہ ور تلاش کے ہاتھ سے
نہ بچ سکا آخر ابراہیم ماگرے نے گرفتار کر کے اسے جان سے مار ڈالا۔ تاریخ وفات
اس کی شہ کشتی ہے۔ اس مرتبہ سلطان فتح شاہ نے ۱۲ سال ۹ ماہ تک حکومت کی۔
۹۲۰ھ

سلطان محمد شاہ بار سوم

ایام حکومت ۵ ماہ سنہ ۱۵۱۴ء مطابق سنہ ۹۲۰ھ

ابراہیم ماگرے کی سازش سے محمد شاہ تیسری مرتبہ پانچ ماہ کے لئے مسند حکومت پر بیٹھا۔ ان دنوں کشمیر میں کچھ ایسی ہوا چل رہی تھی کہ اوسطے والے کسی کے قول و فعل اور عہد و پیمان کا کوئی اعتماد اور بھروسہ نہ رہتا تھا۔ ہرجائی اور ابن الوقت امراء اور منافق اور دروغ گو وزراء تھے۔ فتح شاہ اور محمد شاہ کی باہمی مخاصمت سے ان کی سازش کی جس سے دن عید رات شب برات ہو گئی۔ سلطان بیچارے شاہ شطرنج سے بڑھ کر رتبہ نہ رکھتے تھے یہی لوگ اپنی خود غرضی اور جاہ پسندی سے جیسا چاہتے تھے کشت و مات کا نقشہ جما دیتے تھے۔ آج محمد شاہ کو تخت نصیب ہوا تو کل فتح شاہ کی باری ہے۔ اور علی ہذا القیاس اس مرتبہ بیچارہ محمد شاہ ابھی کلفت راہ بھی دور نہ کرنے پایا تھا کہ فتح شاہ پھر فوج لے کر چڑھ آیا۔ محمد شاہ کے ہمراہی کاجی چک اور جہانگیر پدر فتح شاہ سے جا ملے۔ وہ کیا کر سکتا تھا۔ سید ابراہیم خاں کو ساتھ لے کر نوشہرہ چلا گیا۔ بارے الحمد للہ کہ جان سلامت لے گیا۔

سلطان فتح شاہ بار سوم

ایام حکومت ۹ سال ۴ ماہ ۲۵ روز سنہ ۱۵۱۵ء لغایت سنہ ۱۵۲۴ء مطابق سنہ ۹۲۰ھ لغایت سنہ ۹۳۰ھ ہجری

سنہ ۱۵۱۴ء میں سلطان فتح شاہ بموافقت جہانگیر پدر بہ تجمل و بڑا احتشام سے داخل سری نگر ہوا اور تیسری اور آخری مرتبہ تخت حکومت پر جلوہ افروز ہوا۔ اب کے اس نے آتے ہی ملک کے فتنہ و فساد اور بغض و عناد کے مٹ گئے اور مفسدہ پرداز عناصر کو دفع کرنے کے لئے ملک کے چار حصے کئے۔ ایک حصہ اپنے پاس رکھا اور باقی تین حصے جہانگیر پدر، کاجی چک اور شنکر رینہ کے حوالہ کر کے خود بھی دیگر امراء کی طرح ایک جاگیردار بن گیا۔ ایک سال بعد سنہ ۱۵۱۵ء میں محمد شاہ اور ابراہیم ماگرے پھر حملہ آور ہوئے

از پرگنہ بانکل میں لڑائی شروع ہو گئی جس میں ابراہیم ماگرے اور اس کے دو بیٹے مارے گئے اور محمد شاہ بھاگ کر پونچھ کی طرف نکل گیا۔

اس کے دوسرے سال ۱۵۱۶ء کے موسم بہار میں پنڈت لوگ حسب معمول ہرمکھ گنگا کے تیرتھ کے میلہ پر گئے جب کوہ مہا نتبو پر شب باشی کے لئے ٹھہرے تو آدھی رات کو غول بیابان کی ہیبت ناک آواز اور یا دندان سے متوحش ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس بیم و ہراس کے عالم میں منزل مقصود کا راستہ سمجھ کر سب کے سب ایک جانب کو دوڑ پڑے جب کوہ ہیبت مڑن کی چوٹی پر پہنچے تو آگے گہرا گڑھا تھا جو اندھیرے میں نظر نہ آسکا اور ایک ایک کر کے تقریباً تمام زائرین اس کھڈ میں گر گئے۔ اسی طرح قریب دو ہزار آدمی جاہ عدم میں گر کر فنا ہو گئے۔ اس ہیبت ناک واقعہ کی تاریخ کسی نے اس طرح لکھی ہے ؎

از بیاباں کشیدہ مستر تیغ غول گشتہ تباہی پنڈتاں

وتباہی پنڈتاں اسد باسے بیاباں است تاریخ
۹۲۳

آخری مرتبہ بھاگ کر قریب ۲ دو سال تک تو محمد شاہ آوارہ پھرتا رہا۔ آخر ۱۵۱۷ء میں سکندر لودھی[1] کے پاس پہنچا اور اس سے تیس ہزار سوار و پیادہ کمک لے کر ملک موروثی کی تسخیر کے ارادہ سے پھر کشمیر کی طرف متوجہ ہوا۔ جب علاقہ راجوری[2] کے میدان داتورہ میں پہنچا تو جہانگیر ماگرے اور رستم رینہ نے آگاہ ہو کر اس سے خط و کتابت شروع کر دی اور عہد و پیمان مستحکم کر کے انہوں نے اسے کشمیر بلا بھیجا۔ ادھر کاجی چک اور نصرت رینہ بھی بادشاہ سے جدا ہو گئے اور علم بغاوت کھڑا کر کے قلعہ ہیرپور میں جا بیٹھے۔ فتح شاہ جہانگیر

[1] سلطان سکندر سلطان بہلول لودھی کا بیٹا تھا جو ایک سنار کی لڑکی کے بطن سے تھا۔ [illegible] میں دہلی کے تخت پر بیٹھا اور ۹۲۳ھ مطابق ۱۵۱۷ء میں اٹھائیس سال پانچ مہینے حکومت کرنے کے بعد انتقال کر گیا۔ سلطان ابراہیم لودھی اس کا جانشین ہوا جس نے بابر کی بارہ چودہ ہزار فوج کے مقابل اپنی ایک لاکھ فوج اور کئی سو جنگی ہاتھیوں کے ساتھ بعض امرا کی سیاہ دلی اور اپنی غیر ہردلعزیزی کی وجہ سے شکست کھا کر لودھیوں کی حکومت کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا۔ ۱۲ انوق

[2] اس زمانہ میں راجوری کا علاقہ راجہ بہادر خان عرف بہادر سنگھ کے تصرف میں تھا جو ۹۱۴ھ سے ۹۲۶ھ تک حکمران رہا۔ انوق ۱۲

کو ساتھ لے کر قلعہ پر حملہ آور ہوا۔ اور اہل قلعہ تاب مقاومت نہ پاکر کوہستان کی طرف بھاگ گئے۔ محمد شاہ کو جب ملک کے اندرونی حالات سے آگاہی ہوئی تو اس کا حوصلہ بڑھ گیا اور باقی تمام فوج وہیں چھوڑ کر صرف دو ہزار آدمی ساتھ لے کر کشمیر آ گیا۔ کاجی چک اور نصرت رینہ راستے ہی میں اس سے مل گئے اور سب کے سب کھلے بندوں رستے سری نگر میں داخل ہو گئے۔ فتح شاہ نے سوائے مفروری کے کوئی چارہ نہ دیکھا اور ملک خالی کر گیا۔ فتح شاہ نے بحیثیت مجموعی تینوں مرتبہ اٹھارہ سال دس ماہ اور اکیس روز تک سلطنت کی اور باوجودیکہ ملک سے دست بردار ہو کر سلطنت امرا میں تقسیم کر دینے تک نمک حرام جہانگیر پڈر، سنکر رینہ اور کاجی چک اپنی بے ایمانیوں سے باز نہ آئے اور بیچارے کو ملک سے نکال کر چھوڑا۔ ست

نیش عقرب نہ از پئے کین است　　مقتضائے طبیعتش این است

سلطان محمد شاہ بار چہارم

ایام حکومت ۱۰ سال ۸ ماہ ۱۷ روز ۱۵۱۷ء لغایت ۱۵۲۷ء
مطابق ۹۲۳ھ لغایت ۹۳۴ہجری

قسمت نے پھر محمد شاہ کی یاوری کی اور ۱۵۱۷ء میں کاجی چک کی امداد سے سلطنت کشمیر پر متصرف ہوا۔ اس مرتبہ کاجی چک وزیر اور مدار المہام تھا۔ کچھ عرصہ تک ملک جھگڑوں جھمیلوں سے پاک اور سلطان بھی نظم و نسق ملک کی جانب متوجہ رہا لیکن ملک کی بدقسمتی سے ابراہیم کاجی چک اور دیگر امرا میں اتفاق نہ رہ سکا۔ اس لئے نصرت رینہ اور لوہر ماگرے نے بغاوت برپا کر دی۔ اور جہانگیر پڈر کو بھی اپنے ساتھ متفق کر لیا اور شورش برپا کرنے کی تیاری کرنے لگے۔ کاجی چک کو بھی مفسدوں کے ارادوں کی خبر مل گئی اور وہ بھی اپنا بندوبست درست کر کے چھاپہ کا انتظار کرنے لگا۔ آدھی رات کو شور مچا اور کاجی چک اپنی فوج لے کر نکل آیا۔ بمقام نالہ مار خونریز لڑائی شروع ہو گئی۔ سینکڑوں مارے گئے۔ ہزاروں مجروح ہوئے۔ کاجی چک کے بدن پر بھی کئی زخم لگے بلکہ اس کی انگلیاں اور ہاتھ بھی کٹ گیا لیکن بڑی بہادری سے لڑتا رہا۔ آخر نصرت رینہ مارا گیا اور اس

کے سبب سے بھی بے پا ہو کر منتشر ہو گئے۔ محمد شاہ کاجی چک کی اس کارروائی سے بڑا
خوش ہوا۔

اسی سال فتح شاہ کو جہانبانی کا شوق پھر دامن گیر ہوا لیکن جلد ہی ۹۱۸ھ
میں اجل نے بمقام زینت پورہ اس مصیبت زدہ کے منصوبوں کا خاتمہ کر دیا۔ سلطان
نے اس کی لاش منگا کر آدہم خان کے مقبرہ کے پاس محلہ سہ یار میں مدفون کر دی۔
حضرت امیر نے جو سر موئے مبارک سلطان قطب الدین کو تبرکاً عنایت کیا تھا اور جس کو اس
وقت سے تمام سلاطین اپنے تاج میں رکھتے آئے تھے فتح شاہ کے ہاتھ لگ گیا تھا
اسکی وفات پر وصیت کے رو سے یہ کلاہ مبارک اس کے کفن میں رکھ کر مدفون کیا گیا۔
اس واقعہ پر جو حیثیت کوئی مولوی محمد علی صاحب نے کی تھی سلطان قطب الدین کے
حالات میں لکھی گئی ہے۔

جہانگیر ماگرے کے سر میں خودسری کی ہوا ابھی باقی تھی اور وہ علاقہ پانپور میں تاخت
و تاراج کرتا تھا۔ کاجی چک نے اس کی سرکوبی کے لئے اپنے بیٹے مسعود چک کو
بھیجا لیکن جہانگیر ماگرے خوف زدہ ہو کر بے لیاقت گدائی چک کھویہامہ کی طرف بھاگ گیا
۹۳۲ھ میں فتح شاہ کا بیٹا سکندر شاہ بھی باپ کی طرح آمادہ فساد ہوا۔ اس نے
ملک ابدال لون ماگرے اور عیدی رینہ کو اپنے ساتھ شامل کر لیا اور بغاوت کا جھنڈا
کھڑا کر کے تحصیل کامراج میں آہستہ آہستہ شریر ہو گیا۔ جہانگیر ماگرے اور غازی ملک بھی کھویہامہ سے واپس
آ گئے اور انہوں نے پرگنہ لار میں فتنہ و فساد شروع کر دیا۔ کاجی چک نے مسعود چک اور
دولت چک کو جہانگیر ماگرے کے مقابلہ کے لئے بھیجا اور خود سکندر شاہ کی مدافعت کو نکلا
تھوڑی سی جد و جہد کے بعد سکندر شاہ نے ہتھیار ڈال دیئے اور ملک پونچھ کو بھاگ گیا سب کو
روانہ ہو گیا۔ اور عیدی رینہ ملک دولت چک کے ہاتھ سے مارا گیا۔ لیکن جہانگیر ماگرے کے
رفیق کی آمد پر مسعود چک پر حملہ کیا اتفاقاً ایک تیر اسکی آنکھوں میں لگا جس سے وہ
جانبر نہ ہو سکا۔ جہانگیر ماگرے بھی شکست کھا کر ہندوستان کو بھاگ گیا اور کچھ عرصہ کے لئے
امن و امان قائم ہو گیا۔ کاجی چک نے مسعود کی جگہ دولت چک کو مقرر کیا اور مسعود
کی جاگیر بھی اسی کو دے دی۔

جب کاجی چک کا اقتدار حد سے بڑھ گیا تو ابراہیم شاہ اسکی نظروں میں ناچیز معلوم ہو

لگا محمد شاہ کو ناگوار خاطر ہوا وہ ملک علی ہرال تک لوہر یا کرکے اور زنگی چک
وغیرہ کو متحد اور متفق کر کے اسکی بیخ کنی کے درپے ہوا۔ جب کاجی چک کو معلوم ہوا کہ امرائے
دولت اور ارکان سلطنت بادشاہ کی امداد و مساعدت سے منحرف ہوگئے ہیں تو سخت تشویش
پیدا ہوئی۔ اور جلدی ہی وزارت اور اختیارات کو خیرباد کہکر نوشہرہ میں اقامت
اختیار کر لی۔ انہیں دنوں ظہیر الدین بابر بادشاہ دہلی نے جو تسخیر ہندوستان کے تخت دہلی
سے فارغ ہو چکا تہا لوچک بیگ اور شیخ علی بیگ کو لشکر جرار کے ساتھ نوشہرہ کے
راستے کشمیر بھیجا۔ جب وہ لوگ نوشہرہ کے نزدیک پہنچے تو کاجی چک کو بھی ان کے
ارادے سے آگاہی ہوئی۔ اگرچہ وہ بھی محمد شاہ کا مخالف تہا لیکن غیروں کا اس کے ملک
پر حملہ کرنا اُسے گوارا نہ ہوا اور اس نے ادہر اُدہر سے بہت سی جمعیت بہم پہنچا کر اپنے
بیٹوں غازی خاں اور حسین خاں کو جن کی عمر بیس بیس سال کے لگ بہگ تہی غنیم کی
مدافعت پر متعین کیا۔ یہ دونوں بہائی قلیل جماعت کے ساتہ رات کے وقت دشمن پر چڑھ
آور ہوئے حسین خان شیخ علی بیگ کے خیمہ میں گھس گیا اور اس کے سرہانے جا کھڑا
ہوا۔ شمشیر خون آشام کھینچ کر اس نے علی بیگ پر وار کیا جس نے اپنا تکیہ آگے رکھا۔
لیکن وہ پارہ پارہ ہوگیا۔ دوسرے وار پر اس نے جوشن سے سپر کا کام لیا لیکن وہ
بہی کٹ گیا لیکن تیسری مرتبہ چارپائی کے نیچے گھس گیا۔ اور امان مانگنے لگا۔ حسین خاں نے
شُتر کی عالی حوصلگی سے اُسے معاف کر دیا اور خیمہ سے باہر نکل آیا۔ اس معرکہ میں حسین خاں کے
بدن پر نو زخم لگے۔ غازی خاں کے مقابلہ پر ایک مغل آیا مگر اُس نے ایک ہی نیزہ سے اُسے
گرا دیا ساتہ ہی نیزہ کے زور سے خود بہی زمین پر گر پڑا اور قاتل و مقتول دونوں کا وہیں
خاتمہ ہوگیا۔ اس کے بعد مغلیہ افواج کے پاؤں اُکھڑ گئے۔ اور تمام لشکر اپنے مقتولوں اور
اسیروں کو چھوڑ کر بہاگ گیا۔ اسی اثنا میں کاجی چک نے سلطان محمد شاہ سے خط و کتابت
کر کے اپنے جرائم کی معافی مانگ لی[1] اور محمد شاہ کی جلاوطنی کے بعد دوبارہ ہو کر
سلطان کے مقربوں میں داخل ہوگیا۔ سکندر شاہ جو بخیال حکومت کاجی چک کے
ہمراہ آیا تہا گرفتار ہوگیا۔ محمد شاہ نے اسکی آنکھیں نکلوا دیں۔ آخر اسی عذاب سے وہ
بیچارا جان بحق تسلیم ہوگیا اور مزار الگر میں مدفون ہوا۔ اس کے بعد علی رینہ اور [illegible]

[1] [illegible] پرانی تاریخوں میں مغلوں کو بہی ترک ہی لکہا گیا ہے۔

ماگرے کے سینے حسد میں کینہ و بینہ جو شتر ن ہوا اور وہ لوگ موضع کچھامہ میں لڑائی کے لئے آستادہ ہوگئے۔ کچھ عرصہ تک علی رینہ تازی چک کے ہاں مجبوس رہا لیکن اس کے بعد قید سے مفرور ہوکر ہندوستان کو چلا گیا۔ اسی اثنا میں ۱۵۲۷ء میں کاجی چک نے مہرحق نمک فراموش کرکے کسی حیلہ سے سلطان محمد شاہ کو معزول کردیا اور چند پہرا سپول بیت موضع لڈین جو درہ کوہ کے درمیان واقع تھا قید کردیا۔ اسکی جگہ سلطان کے بیٹے اور اپنے ہمشیرہ زادہ ابراہیم شاہ کو سامنے کھڑا کردیا۔ اس مرتبہ محمد شاہ نے ۹ سال ۸ ماہ ۱۷ روز حکمرانی کی۔

سلطان ابراہیم شاہ

ایام حکومت ایک سال ۱۱ ماہ ۱۰ روز ۱۵۲۷ء تا اگست ۱۵۲۹ء مطابق ۹۳۴ھ تا اگست ۹۳۶ھ ہجری

کاجی چک نے بھونڈی کو تخت سے معزول کرکے اس کے بیٹے ابراہیم شاہ کو تخت خلافت پر بٹھایا اور خود مدار المہام بن کر امورات ملکی و مالی سرانجام دینے لگا۔ علی رینہ جو تازی بٹ کے گھر سے بھاگ نکلا تھا نوشہرہ پہنچ گیا اور ریگی چک اور ملا احمد ماگرے یاں کے ساتھ شامل ہوگیا۔ باہمی مشورہ کرکے انہوں نے ابدال ملک کو بابر بادشاہ دہلی کی خدمت میں کمک کے لئے بھیجا۔ ابدال ملک کے ساتھ بڑی مہربانی سے پیش آیا اور شیخ علی بیگ اور محمد خاں کو بیس ہزار جرار فوج دے کر اس کے ہمراہ کیا۔ ۱۵۲۸ء مطابق ۹۳۵ھ کو یہ لوگ بڑے طمطراق کے ساتھ کشمیر پہنچے ادھر سے کاجی چک جملہ سپاہ و حشم کے ساتھ بڑا۔ بمقام تانگل واقعہ پرگنہ تانگل ایک دوسرے کے مقابلہ پر آگئے۔ سنگ تازی جو کشمیری فوج کا ہراول تھا غنیم سے محاربہ و مقاتلہ میں مصروف ہوا لیکن اسکی فوج نے شکست کھائی جس سے مغلوں کے حوصلے بڑھ گئے اور وہ ایک دم حملہ کرکے کاجی چک کی فوج پر آپڑے اور خوب گھمسان کی تلوار چلنے لگی ہر چند کشمیری بہادروں نے پوری پوری داد شجاعت و مردانگی دی اور بڑھ بڑھ کر ہاتھ مارے لیکن تقدیر کے مقابلہ میں ان کی دال نہ گل سکی اور بھاگ کھڑے ہوئے۔ سلطان

اثنا میں ایک ترک جو کاجی چک سے لڑنے کی ہوس دلی سے ساتھ لایا تھا اور رستم
و اسفندیار کو خاک پا سمجھتا تھا میدان میں آیا اور نعرہ زن ہوا کہ کاجی چک کجا است۔
کجا است کو یار جنگے کنم۔

بیا تا نبرد دلیراں کنیم — دریں رزمگاہ جنگ شیراں کنیم
ببینیم تا خود بلندی کراست — دریں جنگ فیروزمندی کراست۔

برخلاف دیگر ناف کس سنکر بہادر کاجی چک بھی نہ رہ سکا اور بہیبت تمام گروہ سے
نکل کر اس جوان رعنا کے بالمقابل ہوگیا ترک بھی شیر ببر کی طرح لپکا اور تیغ درخشاں
کو جولانی دے کر اس نے دشمن پر وار کیا کاجی چک نے اپنا آپ بچا کر اور غضبناک
ہو کر ایک نیزہ اس زور سے اس کے سینے پر مارا کہ پشت کی دوسری طرف جا نکلا۔
اور ہمیں است کاجی چک کہ از آگرہ تا کشمیر لاشے جان خود مطالبیدی کے نعرے
لگانے لگے۔ دولت چک نے بھی اس معرکہ میں وہ جوہر دکھلائے کہ اسکی تیغ رانی
کی دھاک بندھ گئی۔ جب قتل کرتے کرتے تلوار بھی ٹوٹ گئی تو گرز اٹھا لیا۔ ایک ترک
کے سر پر لگ کر وہ بھی ہاتھ سے نکل گیا۔ بے ہتھیار دیکھ کر ایک ترک تلوار کھینچ کر
آ جھپٹا لیکن اس جوانمرد نے حملہ آور کے ہاتھ سے تلوار چھین کر اسکا کام تمام کر دیا آخر
جب خود بھی سخت مجروح ہوگیا تو فوج سے باہر نکل آیا لیکن ملک ابدال نے آ کے
گرفتار کر لیا۔ اسی طرح سید ابراہیم خاں نے دوران حرکت سے واپس ہو کر مغلوں
پر قیامت برپا کر دی اور انہیں بتا دیا کہ بہادران کشمیر کے سامنے شیران زابلستان
کا زہرہ بھی آب ہوتا ہے۔ آخر ترکوں نے تیروں کی بوچھاڑ شروع کی جس سے
سید کا گھوڑا زخمی ہو کر گر پڑا اور باوجود اتنی جوانمردی اور دلیری کے دام تقدیر نے
اس کو مغلوں کے پھندے میں ڈال دیا اور وہ بیچارہ بھی قید ہو گیا۔ اس لڑائی میں
کشمیر کے کئی بہادر مثل سیجی چک۔ سرنگ چک۔ تازی چک۔ نسیم چک وغیرہ مارے
گئے اور سید ابراہیم خاں۔ دولت چک اور غازی چک جیسے نامدار مجروح ہو کر
قید میں ہو گئے کاجی چک مجروح ہو کر معرکہ کارزار سے نکل گیا اور گکھڑوں کے ملک
میں جا کر پناہ گزین ہو گیا۔ نزقہ ناگریاں اپنے سواروں کو لے کر جبل فیروزی کو جا لے
ہوئے سری نگر کو سوا شرم کیا۔ دولت چک غازی اور سید ابراہیم خاں کو دست بستہ

کشتی کے رستے روانہ کیا اثنائے راہ میں ایک دن شام کے وقت وہ کشتی سے پانی میں کود
پڑا اور غوطہ لگا کر روپوش ہو گیا کشتی والے آدھی رات تک تلاش کرتے رہے لیکن
وہ مشک پیلو فر کے نیچے اس طرح جا چھپا کہ اس کا کچھ سراغ نہ مل سکا جب کشتی روانہ
ہو گئی تو دولت چک پانی سے نکل کر بھاگ گیا - سید ابراہیم خان اور غازی خان بدستور
قید میں رہے سری نگر پہنچ کر بادشاہی فوج نے کوہستان کو لوٹ لیا - علی رینہ بطور یرغمال
نوشہرہ تک اس کے ہمراہ گیا - اس واپسی پر ملک ابدال ماگرے، رنگی چک اور
علی رینہ نے ملک کے چار مساوی حصے کر لئے اور ہر ایک اپنے اپنے مقبوضہ جاگیر
پر متصرف ہو کر حکمرانی کرنے لگا ساتھ ہی انہوں نے محمد شاہ کو بھی کوہستان لار سے
لا کر برائے نام تخت حکومت پر بٹھا دیا - سلطان ابراہیم شاہ نے ایک سال گیارہ ماہ
۱۰ روز حکمرانی کی -

سلطان محمد شاہ بار پنجم

ایام حکومت ۲ سال ۹ ماہ ۱۰ روز سنہ ۱۵۲۹ء لغایت سنہ ۱۵۳۲ء مطابق
سنہ ۹۳۶ لغایت سنہ ۹۳۹ ہجری

اس مرتبہ قوم ماگرے بادشاہ کی معاون بنی اور ملک ابدال منصب وزارت
پر ممتاز ہوا تقسیم شدہ چہار حصص ملک کی آمدنی سے اخراجات شاہی کے لئے ایک رقم
مقرر ہو گئی جس پر بادشاہ اور اس کے متعلقین پرورش پانے لگے باقی تمام آمدنی امرائے
ملک ہی ہضم کر جاتے تھے ملک میں بدنظمی اور بدعملی دیکھ کر اطراف و اکناف کے بادشاہوں
کے منہ میں پانی بھر آیا اور وہ چاروں طرف سے حملہ آور ہونے لگے سب سے پہلے
نصیر الدین محمد ہمایوں بادشاہ دہلی کے باغی میرزا کامران نے بھائی سے اجازت
حاصل کر کے لشکر کشی کی تیاری شروع کی اور سنہ ۱۵۳۲ء میں تین ہزار سوار جانباز
ساتھ لے کر چڑھ آیا خود تو نوشہرہ میں قیام کیا اور محرم بیگ تاشلیقی اور شیخ علی بیگ
اور تنک کو فوج ظفر موج حوالہ کر کے کشمیر بھیجا یہاں امرائے کشمیر خواب غفلت ہی میں
تھے کہ یہ بہادر سپاہ یلغار کرتے ہوئے آدھی کشمیر پامال کر کے موضع آکھود چن

متصل سری نگر پہنچ گئے یہاں سے محرم بیگ نے مرزا کامران کی خدمت میں فتح نامہ بھجوایا جس کو پڑھ کر وہ بہت محظوظ ہوا اور یہاں بھی تمام لاہور کو تہنیت فرما ہو گیا۔ تاریخ فتح نامہ جو محرم بیگ نے طبع زاد کہہ کر مرزا کے پاس بھجوائی تھی۔ اس کے تین شعر یہ ہیں

بحکم پادشاہ بے کز حسد پیش — بفہم آسمان شد فہیم فردوس

سفر کردم بسوئے ملک کشمیر — کہ از خوبی دہد تعلیم فردوس ۹۳۹

چو کردم فتح نیم او بتاریخ — خرد گفتا کہ فتح نیم فردوس

اب سرداران کشمیر کی آنکھیں کھلیں۔ دشمن کو سر پہ دیکھ کر سخت گھبرائے تاہم سب نے متفق ہو کر فوج جمع کر لی اور موضع درجن کے پاس ایک کریوہ پہ آراستہ پذیر ہو کر حرب و ضرب میں مشغول ہوئے۔ کاجی چک نے جب یہ حال سنا تو وہ بھی اپنی فوج لے کر میتوں سمیت کوہستان گکھڑ سے نکل آیا اور امیران کشمیر سے آملا۔ محرم بیگ دریا سے عبور کر کے کشمیری فوج پر حملہ آور ہوا لیکن بہت سے کشت و خون اور کشاکشی کے بعد اس کا لشکر منہزم ہو کر اپنے کیمپ کو لوٹ گیا ان کے دریا پار ہوتے ہی کشمیری فوج کوہ سلیمان طے کر کے موضع کوہ پہ کار میں آ بیٹھی تاہم کچھ عرصہ تک مغل بدستور سابق بہ مقابلہ میں مصروف رہے آخر کار جب انہوں نے دیکھا کہ فتح کشمیر کوئی آسان کام نہیں تو اُس نے صلح کا مسئلہ پیش کیا۔ امرائے کشمیر بھی آئے دن کی کشمکش اور خونریزی سے جان بلب ہو رہے تھے فوراً راضی ہو گئے جب عہد و پیمان مستحکم ہو گیا تو تمام امرائے کشمیر خانقاہ معلی میں جمع ہوئے محرم بیگ اور شیخ علی بیگ بھی بسواری کشتی وہاں پہنچے کاجی چک بھی کشتی میں سوار ہو کر استقبال کو گیا تھوڑی دیر تک دونوں میں صلح گفتگو ہوتی رہی جس کے بعد فریقین اپنے قیام گاہوں کو چلے گئے دوسرے دن امرائے کشمیر نے مرزا کامران کے لئے تحفہ تحائف طیار کر کے مغل فوج کو بارہمولہ کے راستے رخصت کر دیا۔ دولت چک اور جہانگیر ماگرے پکھلی تک اُن کے ساتھ گئے۔

کاجی چک کے کشمیر آنے سے تقسیم ملک میں تغیر و تبدل ہو گیا۔ سلطان محمد شاہ اور سید ابراہیم خان کے لئے معقول جاگیریں مخصوص کر کے باقی ملک کو امرائے کشمیر نے بجائے چار حصوں کے پانچ حصوں میں منقسم کیا۔ جن میں سے ایک حصہ

کاجی چک کے تفویض ہوا اور اس نے اپنا صدر مقام زینہ پور میں مقرر کیا - دوسرا
حصہ ملک ابدال کو ملا جو کبھی سری نگر اور کبھی کچھواہر میں سکونت رکھتا تھا - تیسرا لوہر ماگرے
کے حوالہ ہوا اور وہ پاتکل میں قیام پذیر ہوا اور چوتھا حصہ رنگی چک کے سپرد ہوا
اور اس نے کامراج میں طرح اقامت ڈالی - اور پانچواں حصہ علی رینہ کے ہاتھ
آیا اور وہ ڈلر اور موضع ترش میں مقیم ہوا -

کشمیری ابھی ہوش بھی نہ سنبھالنے پائے تھے کہ سنہ ۱۵۳۲ء کو سلطان ابوسعید مرزا
والئے کاشغر نے جو ان دنوں ملک تبت میں مقیم تھا اپنے بیٹے سکندر خان اور میرزا
حیدر سپہ سالار کو لشکر جرار دے کر تسخیر کشمیر کے لئے تعینات کیا - یہ لوگ سات ہزار پیادہ
کوتل اور چودہ ہزار سواروں کے ساتھ لل دیپاگ کے راستہ کشمیر پر حملہ آور
ہوئے - اس اچانک حملہ نے امرائے کشمیر کو بالکل سراسیمہ کر دیا اور ان پر ایسا رعب
طاری ہو گیا کہ خود القدر تاتاری کا زمانہ یاد آ گیا - چھوٹے بڑے سب کے سب ملک
خالی کر کے بھاگ نکلے بعض قلعوں میں محصور ہو گئے اور بعض ترک وطن کر گئے -
اکثر جزیرہ زینہ لنک میں جا کر روپوش ہو گئے - اسی اثنا میں میرزا حیدر سیدھے
منہ سری نگر میں آ گیا اور محلہ نوشہرہ میں قیام پذیر ہو کر دست تعدی دراز کرنے لگا -
چند روز قیام کر کے میرزا حیدر کامراج کی طرف بڑھا - جدھر جاتا لوٹ مار اور آتش زنی
کا ہنگامہ برپا کرتا جاتا ہزاروں مرد عورت اور بچے گرفتار کر کے حلقہ غلامی میں
داخل کئے - ان کا مال و اسباب اور اشیاء و املاک غارت کر کے اس نے
کمال سفاکی و بیباکی سے تمام ملک کو ویران کر دیا - امرائے کشمیر جانیں بچانے
کے لئے اس شہرستان کے پیچھے پیچھے فاصلہ پر چھپتے پھرتے تھے اور کسی
کو سامنے آنے کی جرأت نہ تھی - موسم سرما اسی حالت میں گزر گیا - اور اوائل بہار میں
تمام امرا پران ملک سراؤں بارہمولہ میں جمع ہو گئے اور جان توڑ مقابلے کے لئے طیار ہو گئے
میرزا حیدر بھی چاڈورہ سے اٹھ کر صحرائے ناگام کو واسطے مقابلہ بڑھا اور جانبین ایک
دوسرے کا خون بہانے پر طیار ہو کر ہنگامہ گرم کر دیا - قولہ

چو دو دریا ز آتش علم بر کشیدہ ‏ ‏ ‏ زبانہ ز شمشیر تا ابر کشیدہ
دو لشکر بہم تا در آمد بہ جنگ ‏ ‏ ‏ جہان گشت و تنہا بر ہر دو تنگ

بے تیغ دشمناں از پا درست | بسینہ کشادہ زبان روئے دست

کمان کیانی و زرافہ بند | ز ترکش میان دو ابرو دگر

چند روز تک فریقین بڑے جوش و خروش سے گتھم گتھا رہتے۔ امرائے کشمیر جن کے میدان میں سیم سپر یا کیتہ وہ معرکہ جوش نرالا ہوتا تھا بڑھ چڑھ کر ہاتھ مارنے لگے خصوصاً علی رینہ حسین چک جاڈورہ اور علی بٹ نے تو دشمن کے پرے کے پرے خالی کر دیئے۔ اسی اثنا میں علی رینہ پانچسو سوار لیکر اشرف میرزا کی فوج پر ٹوٹ پڑا۔ گویا بجلی گری۔ اور غنیم کے لشکر میں کھلبلی مچ گئی۔ یہ حالت دیکھ کر قاسم علی بیگ میندا اور میرزا حیدر میسرہ کی طرف سے دو ہزار چیدہ سوار لے کر اشرف میرزا کی امداد کو پہنچے۔ اب علی رینہ نے ہاتھ پاؤں بہت مارے لیکن جب پیچھے سے کوئی امداد نہ پہنچی تو بیچارہ عرصہ کارزار سے بھاگ کھڑا ہوا۔ اس کے ساتھ ہی دیگر امرا کی افواج بھی میدان چھوڑ گئیں۔ اس لڑائی میں کشمیر کے کئی سردار اور ایک ہزار چھ سو سپاہی سوار و پیادہ مقتول ہوئے۔ اس ہزیمت سے امرائے کشمیر اور بھی پریشان و سرگردان ہو گئے اور پہاڑوں اور غاروں میں جا چھپے۔ میرزا حیدر نے اس فتح یابی کا مژدہ سلطان ابوسعید کی خدمت میں بھیجا جس کی تاریخ قاضی کاشغر نے اس طرح منظوم کی ہے

بحمد اللہ کہ از شاہ عادل | سلطان سکندر خاقان دوران

کز مہتش شد سریر خرم | صحرائی ابل باغ سلیمان

ہر کس اعدا در روز ہیجا | قادر شد آمدم از فضل یزدان

از دولت اید فتح و ظفر یافت | بر شہر کشمیر تا ملک ایران

تاریخ فتحش یوم آن است | روز چہارم از ماہ شعبان

امرائے کشمیر نے جب دیکھا کہ بارہی خود غرضیوں اور نااتفاقیوں کی بدولت ملک غیروں کے ہاتھوں میں جا رہا ہے۔ تو ہزیمت خوردہ سپاہیوں کو جمع کرنا شروع کیا۔ پہلے تو جہاں موقع دیکھتے چھاپہ مار کر غنیم کے لشکریوں کو ابتری اور پریشانی میں ڈال دیتے۔ بعد ازاں کئی دن تک چھپ چھپا کر حملے کرتے رہے۔ آخر ملک کاجی چک اور ابدال ماگرے نے افواج کشمیر کو مرتب کر کے اور ملک پر تصدق ہونے کی ترغیب دی۔ جس سے کشمیریوں کی بے دلی میں کسی قدر جوش پیدا ہوا۔ سب سرداران جنگ میں رہ کر ادھر ادھر کی کچھ دن تک لڑتے رہے

سپاہی کثرت سے قتل ہوئے۔ مرزا حیدر اور حاتم علی بیگ جو افواج کاشغری کے
سپہ سالار تھے نہایت متردد ہوئے کہ فتح و نصرت کے بعد یہ آثار ہزیمت کیسے؟
آخر جب انہوں نے صبح سے شام تک کے جنگ میں دیکھا کہ کامیابی کی کوئی صورت
نظر نہیں آتی تو سوچنے لگے کہ اگر اب شکست ہوگئی تو نہایت شرمساری کا موقع ہوگا۔
شام تک جب لڑائی کا کوئی فیصلہ نہ ہوا فوراً فریقین اپنے اپنے مقامات پر چلے گئے
صبح کو میرزا حیدر اور ملک ابدال ماگری اور ملک کاجی چک کے ذریعہ سلطان کاشغر اور
برائے نام سلطان کشمیر محمد شاہ کے درمیان صلح کے نامہ و پیغام ہونے لگے آخر
صلح نامے لکھے گئے۔ اور یہ قرار پایا کہ محمد شاہ اپنی دختر شاہزادہ سکندر خاں کے عقد
ازدواج میں لائے کاشغریوں نے بھی تمام کشمیری امیروں کو رہائی دی اور میرزا
حیدر تاریخ ۱۰ ماہ اساڑھ سنہ ۴۶۱۰ کشمیری مطابق سنہ ۹۴۰ ہجری کولداج کے رستے
کاشغر کی طرف روانہ ہوگیا۔

چونکہ ماہ ہاڑ تک زمیندار کشمیر کاشغریوں کے جور و ستم سے ادھر ادھر بھاگ گئے
چھپے تھے اس لئے فصل خریف کی کاشت نہ ہوسکی اس سے پہلے فصل ربیع بھی
میرزا حیدر کے تطاول سے ضائع ہوچکا تھا اور جو غلہ زمینداروں کے گھروں میں تھا وہ بھی
انہیں کی نذر ہوچکا تھا۔ اب شالی لگانے کے موقعہ پر شالی کا بیج لگایا گیا لیکن فصل طیار نہ
ہوسکی اس لئے سنہ ۹۴۱ھ میں سخت قحط نمودار ہوا۔ غلہ بالکل عنقا ہوگیا۔ ایک من غلہ پانچ ہزار
تنگہ کو فروخت ہوتا اور وہ بھی نہ ملتا۔ ہزاروں جانیں تلف ہوگئیں۔ دوسری فصل طیار ہونے
تک یہی حالت رہی۔ اس کے بعد دو سال تک امن رہا یہاں تک کہ سنہ ۴۶۱۲ ع مطابق سنہ ۹۴۲
ہجری کو سلطان محمد شاہ جہان فانی کے انقلابات کا عبرتناک نظارہ دیکھ کر ملک بقا
کو چل دیا۔ اس کے زمانہ آخر میں دو ستارے قوم دار طلوع ہوئے جو آئندہ سلطنت
کے مصائب کا پیش خیمہ سمجھے گئے۔ حکام اور اعمال جو چاہتے تھے کرتے تھے۔ بادشاہ
برائے نام حکومت کرتا تھا۔ کاجی چک اور ابدال ماگرے کے ہاتھ میں سارا انتظام تھا۔
بادشاہ سے اپنی بادشاہی کی نسبت پوچھتے تھے پھر ہزاروں لاکھوں کی خیرات کی لیکن جانبر نہ ہوسکا
اس سلطان نے منقطع طور پر پانچ مرتبہ ۴۹ سال بعد یہ بادشاہ کشمیر پر حکمرانی کی۔

سلطان شمس الدین

ایام حکومت ۱ سال ۲۰ یوم از سنہ ۱۵۳۷ء لغایت سنہ ۱۵۳۸ء مطابق
سنہ ۹۴۴ھ لغایت سنہ ۹۴۵ھ ہجری

باپ کی وفات پر سلطان شمس الدین تخت سلطنت پر متمکن ہوا اور کاجی چک اس کا وزیر بنا جو سلطان کا رشتہ میں ماموں بھی تھا۔ مگر ملک بدستور سابق پانچ حصوں میں تقسیم ہو کر سرداران کشمیر کے ہاتھ میں تھا اور بادشاہ باپ کی طرح امرا کا وظیفہ خوار رہا۔ اس کے عہد میں کاجی چک چند امرا کو اپنے ساتھ متفق کر کے فرقہ ماگرے کی بیخ کنی پر آمادہ ہو گیا۔ ریگی چک اور ملک ابدال ماگرے ابھی اپنے بچانے کی تجویزیں سوچ رہے تھے کہ کاجی چک فوج لے کر ان کے سر پر جا پہنچا۔ تھوڑے دنوں کی جد و جہد کے بعد دولت چک اور زینہ چک ابدال ماگرے سے منحرف ہو گئے اور کاجی چک سے آملے۔ تاہم بہت سے فتنہ و فساد کے بعد آخر صلح ہو گئی اور کاجی چک واپس آ گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد ابدال ماگرے نے پھر سر اٹھایا لیکن ملک کاجی چک کی پولیٹکل چالوں نے بہت جلد اس فساد کو دبا دیا۔ کاجی چک کے مخالف منہ کی کھا کر خاموش ہو رہتے تھے کیونکہ اس دور اندیش نے سلاطین کشمیر سے رشتہ داریاں پیدا کر کے سب کو اپنا ہوا خواہ بنا لیا تھا۔ آخر ایک سال کی حکومت کے بعد سلطان شمس الدین کا انتقال ہو گیا۔

سلطان اسمعیل شاہ

ایام حکومت ایک سال ۵ ماہ ۵ از سنہ ۱۵۳۸ء لغایت سنہ ۱۵۴۰ء
مطابق سنہ ۹۴۵ھ لغایت سنہ ۹۴۷ھ ہجری

سلطان شمس الدین کی وفات پر سنہ ۱۵۳۸ء کو کاجی چک نے اپنے داماد مرحوم کے بھائی اسمعیل شاہ کو گدی دی اور بادشاہی خود کرنے لگا۔ اسمعیل شاہ تو نام نہاد بادشاہ تھا در اصل تمام سیاہ و سفید کا مالک کاجی چک ہی تھا اس کی گذشتہ

ہسٹری اسباب کی شاہد ہے کہ وہ اول درجہ کا خود سر اور نخوت پسند تھا اور کسی دوسرے کو خاطر میں نہ لاتا تھا جس کا نتیجہ پہلے بھی کئی مرتبہ بھگت چکا تھا۔ لیکن جبلی عادت عاید ہو جبر مرگ انتوست ۔اب نے بھی اس نے عنان حکومت ہاتھ میں لے کر دیگر امرا کو بجیدہ خاطر کر دیا۔ جنہوں نے چادہ اطاعت سے روگرداں ہو کر کاجی چک کی بیخ کنی کے لئے ملک ابدال ماگرے سے عہد و پیمان کر لیا۔ جب کاجی چک کو امرائے دولت کے منحرف ہونے کی اطلاع ہوئی اور یقین ہو گیا کہ ان کی متفقہ طاقت سے چک کو عہدہ برا ہونے کی جرأت نہیں ہے۔ تو وہ حسب دستور سابق ہندوستان کی طرف بھاگ گیا اور اپنے پرانے رفیقوں کے ہاں پناہ گزین ہو گیا۔ موسم سرما تو کوہستان گکھڑی میں بسر کیا لیکن جب موسم بہار کا موقع آیا تو اپنے معاونوں سے کمک لے کر کشمیر پر چڑھ آیا۔ طائفہ ماگریاں قلعہ سوپور میں متحصن ہو گیا اور کاجی چک موضع کیوہ میں قیام پذیر ہو کر ان سے لڑنے لگا۔ ملک ریگی چک فوج آراستہ کر کے آگے بڑھا۔ کاجی چک نے دولت خان اور سید ابراہیم کو تو ماگریوں کے مقابلہ کے لئے چھوڑا اور خود ریگی چک پر حملہ آور ہوا۔ ریگی چک کشمیر پہنچ کر سری نگر محلہ علاؤالدین پورہ کے قلعہ میں بیٹھ گیا۔ اور کاجی چک محلہ کلاش پورہ میں جھنڈا کھڑا کر کے محاربہ و مقاتلہ میں مصروف ہوا۔ آخر کار ریگی چک بھاگ کے راستہ لار کو بھاگ گیا اور کاجی چک مظفر و منصور سوپور چلا گیا۔ اسی اثنا میں جب کاجی چک ریگی چک سے لڑ رہا تھا ماگرے قلعہ سے باہر نکل آئے اور دریا سے بہت کا پل جو جہلم پر تھا توڑ دیا گیا تھا مرمت کر کے دولت خان اور سید ابراہیم کی فوج پر آ پڑے تاہم اگرچہ ماگریوں کی نسبت ان کی جماعت کم تھی سیادات بیہقی کی جوانمردی اور بے مثال شمشیر زنی نے ان کی ایک بھی پیش نہ چلنے دی۔ ریگی چک کا بھائی مسعود سید یعقوب خان بیہقی کے ہاتھ سے مارا گیا اور ادھر جب ریگی چک بھی مفرور ہو گیا تو ماگرے پریشان اور خستہ حال ہو کر پنجاب کو بھاگ گئے۔ کاجی چک فتح و نصرت کا جھنڈا گاڑ کے سری نگر میں داخل ہو گیا۔ اسمٰعیل شاہ بدستور سلطان بنا رہا۔ لیکن ملک کی تقسیم تین حصوں میں ہو گئی ۔ایک حصہ سلطان اسمٰعیل شاہ کے لئے وقف رکھا گیا۔ دوسرے کاجی چک بمال بیٹھا۔ اور تیسرے حصہ پر سید ابراہیم خان قابض ہو گیا۔

اس ہنگامے کے بعد کچھ عرصہ کے لئے کاجی چک کو فراغت کلی حاصل ہو گئی اور
وہ باستقلال تمام جملہ امورات مملکت سرانجام دینے لگا۔ کاجی چک میر شمس الدین عراقی
کا مرید تھا جب ملکی جھگڑوں سے اسے فرصت مل گئی تو اپنے دین کی تشہیر کرنے میں
مصروف ہوا۔ سرینگر میں ہندوؤں اور اہل سنت مسلمانوں کو جبراً شیعہ بنا کر اپنے
مذہب کو رونق دینے لگا۔ شمس الدین عراقی نے اس مذہب کی احوط نام ایک کتاب
تصنیف کی جس کو کاجی چک نے دستور العمل بنا کر تمام ملک میں شائع کرا دیا جس سے
مذہب امامیہ روز بروز ترقی کرنے لگا۔ سلطان اسمٰعیل شاہ ڈیڑھ سال ظاہری حکومت
کر کے سنہ ۱۵۳۹ء میں جان بحق تسلیم ہوا۔

سلطان ابراہیم شاہ ثانی

ایام حکومت ۲ ماہ سنہ ۱۵۴۰ء مطابق سنہ ۹۴۷ ہجری

سنہ ۱۵۴۰ء میں اسمٰعیل شاہ کے لڑکے ابراہیم شاہ کے حصہ میں مسند نشینی آئی
اور باپ کی طرح نشانہ خلق کے لئے سلطان بن گیا۔ کاروبار مملکت باختیار خود
کاجی چک بدستور سرانجام دیتا رہا۔ انہیں دنوں میں ملک ابدال ماگرے اور ریگی چک وغیرہ
سرداران فرقہ ماگریان جو کاجی چک سے ہزیمت اٹھا کر پنجاب میں آوارہ و سرگردان
پھر رہے تھے مرزا حیدر اور خواجہ حاجی باندے کی وساطت سے بمقام آگرہ ہمایوں
بادشاہ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ انہوں نے کاجی چک کے مظالم اور مذہبی تعصب
کا خاکہ ایسے مبالغہ آمیز اور دردناک الفاظ میں بادشاہ کے سامنے کھینچا کہ بادشاہ بہت
برافروختہ ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی کتاب احوط کا ایک نسخہ پیش کر کے انہوں نے ہمایوں
اور اس کے درباریوں کے دلوں پر نقش بر سنگ کی طرح یہ جما دیا کہ رعایا کشمیر
کس کس مظالم کا نشانہ بن کر تباہ ہو رہی ہے۔ اس وقت تو بادشاہ خود ان کے ساتھ چلنے
پر آمادہ ہو گیا لیکن چونکہ ان دنوں شیر شاہ کے ہاتھوں سے بھاگا پھرتا تھا ان کی امداد
کی نسبت اسے اپنے حقوق حاصل کرنے کا خیال زیادہ مدنظر ہوا۔ تاہم مرزا ہندال
و [illegible] عالی سے تھا اس امر کے مانع ہوا۔ اور پنجاب پر [illegible] کر جو دو پہر

کو روانہ ہو گیا۔ اور ان کی التماس پر اصلاً التفات نہ کی تاہم میرزا حیدر بپاس خاطر امرائے
کشمیر جو اُس وقت ہمایوں سے اجازت حاصل کرکے ملک ابدال ماگرے وغیرہ کے
ہمراہ بجانب کشمیر روانہ ہو گیا۔ میرزا حیدر ابھی کشمیر سے کچھ منزل دور تھا کہ ملک کاجی چک
نے اس کی سد راہ کے لئے ناکوں پر جا بجا مورچے تیار کر دیئے۔ میرزا حیدر سیدھا رستہ
چھوڑ کر چھیرہ ہار کی راہ سے ۲۲ رجب ۹۴۷ ہجری میں وارد خطہ ہو گیا۔ ملک کاجی چک
نے ابتداءً بڑے زور شور سے اس کے راستہ کی مخالفت کی اسی دوران میں سلطان
ابراہیم شاہ نے چار ماہ کی حکومت کے بعد دفعتہً انتقال کیا جس سے ملک کاجی چک
کی ہمت ٹوٹ گئی۔ کاجی چک اور سید ابراہیم خاں یہ سن کر کہ سلطان کا انتقال ہو گیا
ہے اور میرزا اطراف دار السلطنت میں جا پہنچا ہے براہ بھیرہ پور پنجاب میں آ گئے تھے
اور شیر شاہ سوری سے امداد کے طالب ہوئے تھے جو ہمایوں کو ایران میں بھگا کر ہندوستان
میں اپنی حکومت مستحکم کر رہا تھا۔

میرزا حیدر بکمال جاہ و جلال شہر میں داخل ہوا۔ اس مرتبہ خلاف توقع امرائے
کشمیر سے بڑے اختلاط و ارتباط سے پیش آیا۔ اس نے ہی ملک کے تین حصے
کئے۔ ایک اپنے لئے رکھا۔ ایک ملک ابدال ماگرے کو دیا اور تیسرا حصہ ملک ریگی چک
کے ہاتھ دیا۔

فلک نے لوٹ کے لٹوا دیا حسینوں سے سمجھ لیا کبھی مُردے کا اس زوال مجھے

سلطان نازک شاہ

میرزا حیدر ترک

ایام حکومت۔ ۱۰ سال ۱۰ ماہ ۱۰ روز سنہ ۱۵۴۱ء لغایت سنہ ۱۵۵۱ء مطابق
سنہ ۹۴۷ھ لغایت سنہ ۹۵۸ھ ہجری

میرزا حیدر نے ملک میں اقتدار حاصل کرکے مرحوم فتح شاہ کے بیٹے نازک شاہ
کے سر پر تاج سلطنت رکھا۔ اور خود عنان حکومت ہاتھ میں لے کر منصب مدار المہامی

سرانجام دینے لگا انہیں دنوں میں ملک ابدال ماگرے کا انتقال ہوگیا اور میرزا حیدر
نے از راہ نوازش خسروانہ اُس کے بیٹے حسین ماگرے کو باپ کی جاگیر اور اُسکا منصب
عطا کر دیا اس کے علاوہ دیگر امیروں اور رعایا کو بھی احسان مندی سے التفات اور حسن
سلوک سے ایسا ممنون احسان کیا کہ لوگوں کو اس کے سابقہ مظالم بھی خواب و خیال ہوگئے
اپنی رہائش کے لئے اس نے قلعہ اندر کوٹ میں طرح اقامت ڈالی جس طرح پہلا
اہل سنت اسکی حمایت پشت پناہی میں شاداں تھے اسی طرح اہل ہنود بھی اس کی
بے تعصبانہ کارروائیوں اور دیگر عنایتوں سے مسرور و احسان مند تھے۔
اُدھر کاجی چک ناامیدی اور مایوسی کے عالم میں بھٹکتا ہوا جب شیر شاہ
افغان کے پاس ہندوستان پہنچا اور اُس سے معاونت کا خواستگار ہوا تو اپنی
ہمشیرزادی جو سلطان محمد شاہ مرحوم کی بیٹی تھی اُس نے شیر شاہ کے عقد میں دی
اور جرأت سے بدن جو کبلا کر اپنی حمیت اور جوانمردی کا رعب اس کے دل پر جمایا
کہ شیر شاہ کی نظروں میں اسکی قدر و منزلت بہت بڑھ گئی اور اُس
قان خاناں عطا کر کے حسین خان شیروانی اور عادل خان کو پانچ ہزار جرار سپاہیوں
کے ساتھ اسکی اعانت پر مامور کر دیا۔ کمک حاصل کر کے کاجی چک کشمیر آیا اور تمام
ملک کو زیر و زبر کرنے لگا۔ میرزا حیدر نے اہل و عیال اندر کوٹ چھوڑے اور خود
ملک ریگی چک۔ عیدی رینہ اور حسین ماگرے کو ساتھ لے کر بمقام وتہ نار ڈنیم سے
مقابل ہوا ایک ماہ تک دونوں میں لڑائی جاری رہی جس کے بعد کثرت بارش اور طغیانی آب
کے باعث فریقین کو اپنے اپنے کیمپ بدلنے پڑے کاجی بمقام گیر جار آگیا اور میرزا
حیدر موضع کوتہ ترپن میں آ کے استقامت استوار کر کے خون کی ندیاں بہانے لگا اس
کے بعد دوسرے دن موضع وانترہ میں آخری خونریز لڑائی ہوئی۔ ہر چند وہ اعدان
کاجی چک نے شمشیر زنی اور تیغ رانی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ لیکن فتح و
نصرت خدا کے ہاتھ ہے یکایک کاجی چک کے پاؤں اکھڑ گئے اور دولت خان
اور سید ابراہیم خان سمیت براہ چیرہ ہار پونچھ کو بھاگ گیا اور غازی چک بھی شیر شاہی
افواج کو ساتھ لے کر میر پور کے راستہ ملک سے نکل گیا۔ میرزا حیدر طبل فیروزی
بجاتا سرا چست بیر ہوا اس فتح کی تاریخ ملا یوسف خطیب نے فتح کرد کی ہے۔
۹۴۸

ملک سے چک اجازت حاصل کرکے اپنی جاگیر میں کامراج چلا گیا۔ کچھ عرصہ تک میرزا
حیدر کی اطاعت میں سرگرم رہا لیکن آخر کار اس کے دماغ میں بھی بوئے مخالفت
سما گئی اور میرزا کی حکم عدولی کرنے لگا۔ آخر سنہ ۹۵۰ھ میں میرزا بہمراہی حاجی باندے
و حسین ماگرے اور حیدر رینہ وغیرہ امرا ریگی چک کی سرزنش کے لئے عازم کامراج
ہوا۔ ریگی چک گھبرایا اور کرناہ کے راستے کاجی چک کے پاس کوہستان نوشہرہ
کو چلا گیا۔ اس کے پیچھے میرزا حیدر نے اسکا تمام مال و اسباب تاخت و تاراج
کرکے اس کے گھر کو آگ لگا دی۔ لیکن دوسرے سال سنہ ۱۵۴۴ء مطابق سنہ ۹۵۱ ہجری
میں وہ پھر کاجی چک کو ساتھ لے کر چڑھ آیا اور کوہستان گلمرگ میں مصدر فساد ہوا۔
ان دنوں میرزا حیدر پرگنہ کامراج میں قیام پذیر تھا۔ خبر پاتے ہی فوراً لشکر لے کر
ان کی سرکوبی کو بڑھا۔ بہت سے کشت و خون کے بعد آخر دشمن ہارا۔ حسین کاجی چک
سر پر پیر رکھ کر بھاگ گیا۔ متواتر شکستوں اور ناکامیابیوں نے اب کے اسے نہایت ہی
شکستہ دل کر دیا تھا۔ جب بمقام تھنہ پہنچا تو تپ لرزہ نے آ دبایا۔ جس نے ایسا پکڑا
کہ جان لے کر رہا۔ تاریخ وفات فوت سردار سنہ ۹۵۱ ہجری ہے۔

کاجی چک کی وفات کے ساتھ ہی کچھ عرصہ کے لئے تمام فتنہ و فساد کا خاتمہ ہو گیا
میرزا حیدر کامران و شاد کام گلمرگ سے لوٹ آیا۔ عیدی رینہ اور حسین ماگرے کو اس
نے الطاف خسروانہ سے زیر بار کرکے مطیع و منقاد کر لیا۔ سکہ و خطبہ تو بدستور نازک شاہ
کے ہی نام پر رہا لیکن در اصل حکومت ملک میرزا نے اپنے ہاتھوں میں لے لی۔
ملک عیدی رینہ کو منصب سپہ سالاری دیا اور خود انتظام مملکت میں ساعی ہوا۔ مضافات
کشمیر مثل تبت کشتواڑ پکھلی دھنتگی وغیرہ علاقہ جات حیطہ تصرف میں لاکر سلطنت
کشمیر کو ترقی دی۔ لوگوں کو صنعت و حرفت کی طرف مائل کیا اور طرح طرح کے
اسباب معیشت مہیا کر دیئے۔ دور دور سے استادان کامل اور ہنرمندان
بے بدل منگائے اور تازہ صنعتیں اور دستکاریاں ملک میں مروج کیں۔ حمام قسم
قسم کے طاق دروازہ دریچے پنجرہ دار و کاغذگیری پنجرے۔ بدر و شالی خشک کرنے
کے ظروف جن کو اہل کشمیر تارہ کہتے ہیں۔ پہلی مرتبہ ملک میں رائج کئے۔ عالموں
فاضلوں دانشمندوں اور ہنرمندوں کی قدر افزائی بھی بدرجہ غایت کرتا اور ہمیشہ ان کی

صحبت سے شیعہ ہوتا۔

بد قسمتی سے میر شمس الدین عراقی کے وارد و مطلع ہونے کے بعد مسلمانان کشمیر میں تفرقہ پیدا ہو گیا تھا۔ اور مذہب تشیع کی اشاعت کے سبب مسلمان مسلمانوں کے خون کے پیاسے ہو رہے تھے جن کا ذاتی تعلق و عناد مذہبی حدود سے نکل کر سیاسی حلقوں میں بھی پھیل گیا یہ حالت مشاہدہ کر کے میرزا حیدر عجیب ادھیڑ بن میں پڑ گیا اور اس کے استیصال کی تجاویز سوچنے لگا بجائے اس کے کہ مرزا حیدر دونوں فرقوں میں صلح کرا دیتا اور اُن کے لیڈروں کو فہمائش و تنبیہ کرتا اُسے یہ خیال پیدا ہوا کہ چونکہ مذہب تشیع سے پہلے مسلمانان کشمیر میں کوئی فساد اور بگاڑ نہ تھا اور یہی مسئلہ کشمیر اور اہل کشمیر کی ابتری و بے حالی کا بہت بڑا باعث اسی مذہب کا اجرا ہے اس لئے جب تک اس کو بیخ و بن سے اکھاڑا جائے گا ملک سے فتنہ و فساد کبھی دور نہ ہوگا لیکن اس تجویز نے جب عملی صورت اختیار کی تو جو کوششیں اس کے استیصال کی کی گئی تھیں وہ سب رائیگاں گئیں کیونکہ یہ مذہب اپنے پیرووں کے دلوں میں اپنا پورا اثر کر چکا تھا۔ بلکہ بخلاف اس کے ایک بھاری جماعت جو سلاطین کشمیر کی رشتہ دار تھی اور ملک کے سیاسی حلقہ میں اقتدار کامل رکھتی تھی۔ رنجیدہ ہو گئی۔ اور مرزا کی حکومت کو نفرت کی نگاہ سے دیکھنے لگی اہل سنت جو عرصہ تک کاجی چک اور اُس کی جماعت کے ظلم و ستم سہہ کر تنگ آ گئے تھے۔ اور اپنے آپ کو شیعہ ظاہر کر کے اپنی جانیں بچا رہے تھے۔

میرزا کا رخ دیکھ کر شیعوں کی تاخت و تاراج پر آمادہ ہو گئے۔ اور ان [illegible] نے ان کے گھر بار کو آگ لگا کر پھونک دیا۔ خانقاہ میر شمس الدین عراقی جو سری نگر محلہ جڈی بل میں واقع تھی جلا دی گئی۔ بابا علی نجار کے مرید [illegible] جو [illegible] تلقین دین کرتا تھا سخت بے رحمی سے قتل کیا گیا قاضی میر علی کو جلا وطن کر کے اس کے گھر بار کو لوٹ لیا۔ اسی طرح ملا حاجی خطیب بھی جو اعیان تشیع میں ایک بااثر رکن تھا قتل کیا گیا میر عراقی کے سینکڑوں معتقد اس ہنگامہ میں مارے گئے اور ہزاروں گھر ویران ہو گئے۔ [illegible] میرزا حیدر کی چشم خشمگین [illegible] اور اس نے پیر صاحب کے بڑے بیٹے میر دانیال کو اسکردو سے [illegible] کر کے [illegible]

سال بھر تک مقید رکھ کر اسکے بعد قاضی ابراہیم اور قاضی عبدالغفور کے فتوے پر ہلاک کر دیا۔ اس واقعہ کی تاریخ پیروان دین سے "دشت کربلا" لکھی ہے

جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے مرزا کے تعصب نے شیعوں کو سخت متوحش کر دیا۔ اسکے سپہ سالار عیدی رینہ نے اندر ہی اندر سلگتی ہوئی آگ کو مشتعل کر دیا تھا۔ اہل تشیع کو مرزا کی مخالفت اور معاندت پر آمادہ کر کے اس نے حاجی باندے اور سلطان نازک شاہ کو بھی اپنے ساتھ متفق کر لیا تھا ہم بظاہر تمام امرایان کشمیر مرزا کی اطاعت میں بدستور سرگرم تھے۔ لیکن در پردہ اس کی بیخ کنی کے تجاویز میں سرگرداں تھے سب نے بالاتفاق محمد کوٹ کو مقصد فساد ظاہر کیا اور مرزا کو اسکی گوشمالی کرنے کے لیے آمادہ کر دیا۔ ناسمجھ مرزا نے اپنے چچیرے بھائی مرزا قرا بہادر کو ایک ہزار مغل اور فوج مع امرائے کشمیر کی سپاہ ساتھ دے کر محمد کوٹ کی تسخیر پر مامور کیا۔ عیدی رینہ بھی بظاہر قرا بہادر کے ساتھ ہو لیا۔ جب یہ لوگ بارہمولہ پہنچے تو امرائے کشمیر کی کاناپھوسیوں اور سرگوشیوں سے قرا بہادر کو شک پیدا ہو گیا۔ اس نے بھائی کو اطلاع کی اور مہم ملتوی رکھنے کی اجازت چاہی۔ مگر قسمت کے مارے ہوا و عقل کے اندھے مرزا حیدر کی سمجھ میں کچھ نہ آیا اور اس نے ایک نہ سنی بلکہ جواب دیا کہ تم بل طاقت میں کشمیریوں سے کم نہیں ہیں۔ اسی اثنا میں حسین ماگرے نے اپنے بھائی علی ماگرے کو بھی مرزا کی خدمت میں بھیجا اور امرائے کشمیر کے حالات سے اطلاع دی۔ لیکن مرزا کی حماقت اور اسکی ہم چیا دیگر بے غیرتی کی خام خیالی نے اسے بھی یہی جواب دیا۔ اسی اثنا میں ۲۶ ماہ رمضان کو اندرکوٹ میں حادثہ آتش زدگی واقع ہوا جس سے مغلوں کے بہت سے گھر جل گئے۔ مرزا قرا بہادر وغیرہ مغلوں نے جو سرگوشی سمجھائی کہ اگر حکم ہو تو اس سال چڑھائی معطل رکھی جائے اور ہم لوگ واپس آکر اپنے اپنے مکان تعمیر کرائیں۔ بدنصیب مرزا کو پھر بھی کوئی خیال نہ پیدا ہوا۔ اور ہر دفعہ انہیں آگے ہی بڑھاتا گیا۔ آخر کار بعد مجبوری قرا بہادر بمعہ افواج حاکم مرگ مقامات تک کوٹ پہنچ کر امرائے کشمیر کے مشورہ سے ایک تنگ درہ کوہستانی میں خیمہ زن ہو گیا۔ کشمیری سرداروں نے اس علاقہ کے تمام زمینداروں کو سازش میں شامل کر کے مغلوں کی معاونت کا راستہ مسدود کر کے پیش بندی کیا۔ اور خود

کال دبال پر چڑھ گئے۔ دوسرے دن علی الصباح کشمیری لشکر پہاڑوں اور ٹیلوں
سے اتر کر مغلوں پر حملہ آور ہو گیا۔ چونکہ مغل نرغے میں پھنسے ہوئے تھے۔
دشمنوں نے پہاڑوں سے پتھر پھینکنے شروع کئے جن سے کچل کچل کر مغل ہلاک
ہونے لگے اس موقعہ پر مغلوں نے بھی شجاعت و مردانگی کا کوئی دقیقہ نہ چھوڑا لیکن
ایسی حالت میں معدودے چند کیا کر سکتے تھے زوال آفتاب تک تو بڑی جوانمردی
اور ثابت قدمی سے لڑتے رہے آخر کار تنگ آکر بیربل کی طرف بھاگ گئے۔
دیاوران کشمیر ابراہیم خان دیکھ کر کشمیری اور کوہستانی جمیعتوں کے ان کے تعاقب
میں دوڑے لیکن قرا بہادر قلعہ میں محصور ہو گیا۔ عیدی رینہ پانچ سو سوار بہ افسری
شمس چک اور بنجک بیربل کے محاصرہ کے لئے چھوڑ کر خود پونچھ کو روانہ ہو گیا۔
دوسرے دن امرائے کشمیر کی استمالت و دلاسا پر قلعہ سے باہر نکل آیا اور سیدھا
کشمیری فوج کی طرف روانہ ہو گیا لیکن جونہی نزدیک پہنچا تمام لشکر اشرار یکبارگی
اس پر ٹوٹ پڑا اور میرزا گرفتار ہو گیا۔ یہ دیکھ کر سید مرزا ابھی باقی مغلوں کو ساتھ
لے کر قلعہ سے باہر نکل آیا اور موقعہ پاکر گکھڑوں کے ملک کی طرف بھاگ گیا۔ قرا
بہادر اور اس کے ہمراہی دست و بستہ عیدی رینہ کے لشکر میں پہنچائے گئے
جس نے پونچھ سے لوٹ کر قرا بہادر قطب علی کوکہ اور محمد نظیر افسران فوج
کو تو مقید رکھا اور باقی تقریباً ساٹھ قیدیوں کے ہاتھ کاٹ کر چھوڑ دیا۔ اسکے
بعد عیدی رینہ نے سید ابراہیم بیہقی ناجی چک اور دولت چک کو بھی
کوہستان نوشہرہ سے بلا لیا اور بہرہ پور کے راستے اپنے ہمراہ کشمیر لے
آیا تمام کشمیری جن میں سے اکثر شیعہ تھے میرزا حیدر سے متنفر ہو کر عیدی رینہ
سے جا ملے۔ اب میرزا بھی خواب خرگوش سے بیدار ہوا اور اپنی کوتاہ اندیشی
اور خام خیالی پر افسوس کرنے لگا لیکن اب کیا ہو سکتا تھا اس کا ستارہ اقبال
مطلع زوال میں غروب ہو چکا تھا۔ قرا بہادر قطب علی کوکہ اور محمد نظیر اسکی حمایت
سے جیل خانوں میں تڑپ رہے تھے۔ عالمگیر شور و فساد برپا ہو گیا سب امرائے
کشمیر باغی ہو گئے۔ ملا قاسم اور ملا باقی جو امرائے عظام میں سے حکومت تبت پر مامور
تھے وہاں سے بھی سرداران تبت نے اتفاق کر کے ملا قاسم کو مار ڈالا اور ملا باقی

بھاگ کر اسی مصیبت کی ساعت میں اندرکوٹ پہنچا مولانا ئے عبا اتفاقاً قتل ہی جو
میرزا کے معتمدان خاص سے تھا کشمیر کے ربط وضبط میں مصروف تھا انہیں دنوں
وہ بھی رعایا کی سرکشی سے عاجز آکر بھاگ آیا۔ محمد کوٹ کے حادثہ کی خبر سنکر اس
کے رہے سہے اوسان بھی خطا ہوگئے۔ بے اختیار کشمیر کی طرف بڑھا لیکن
جب بارہ مولہ کے پاس پہنچا تو کشمیریوں کے ہاتھ سے قتل ہوگیا۔ اسی طرح یوسف
میرزا کو کشتواڑ سے ہزیمت خوردہ ہوکر بھاگ آیا لیکن راستہ ہی میں ڈیڑھ ہزار
افغانوں سمیت مارا گیا۔ یہ تمام حادثات ایک دن کے اندر میرزا کے لئے تھے۔ میر حبیب اسی
دن محمد کوٹ کی خبر وحشت اثر اس کے کان میں پہنچی تہ بیت خود ہوگیا۔ چاروں طرف
سے ایک دم بلائیں نازل ہوگئیں اور جان سے نا امید ہوگیا ؎

فریاد ز جور و ستم چرخ کبود ہرگز گرہ بستہ کس را نکشود
ہرجا کہ دلے یافت کہ داغے دارد صد داغ دگر بر سر آن داغ افزود

باوجود اس کے میرزا حیدر نے استقلال اور جوانمردی کو ہاتھ سے نہ دیا اور تھوڑے
سے جانباز سپاہی اپنے محلات کی حفاظت کے لئے اندرکوٹ چھوڑ کر خود ایک
ہزار مغلوں کے ساتھ سرکشوں کی طرف متوجہ ہوا۔ میرزا ابھی بالکل ہی پہنچا تھا کہ
پیچھے فتح چک بھی تین ہزار سوار جرار اندرکوٹ میں داخل ہوگیا۔ لوٹ مار کرکے
اس نے مصیبت زدہ میرزا کے محل کو آگ لگادی۔ یہ دیکھ کر میرزا کے ایک متعصب علی شہ
سلطان زین العابدین کے مکانات جو پرگنہ زینہ گیر میں واقع تھے پھونک دیئے۔ نیز
اس کے لشکریوں نے عیدی رینہ اور دولت چک کے خانمان جلا کر خاکستر کردیئے
لیکن میرزا حیدر کو اپنے رفیقوں کی یہ حرکات پسند خاطر نہ ہوئیں اور اس نے
انہیں سخت تنبیہ کیا۔ زمانہ برگشتہ تھا میرزا کی سخت کلامی نے اس کے سپاہیوں
کے دلوں میں بھی کدورت پیدا کردی اور خود بیدل سے ہوگئے۔ آخرکار اسی
گرداب انقلاب میں پھنسا ہوا میرزا قسمت آزمائی کے لئے آگے بڑھا۔ افراد کشمیر
قلعہ خانپور میں اقامت گزین تھے جس کے نزدیک ہی موضع راہور میں پہنچ کر بہادر
ہی وہاں ٹھہرا۔ دشمن کے ٹڈی دل لشکر اور اس کے جوش وخروش کو دیکھ کر مقابلہ
کی جرأت نہ کرسکا اور باہمی صلاح ومشورہ کرکے شبخون مارنے کو طیار ہوا۔ چنانچہ

۵ ذوالحجہ سنہ ۹۵۸ھ مطابق سنہ ۱۵۵۱ء کو سیاہ رات کے پردے میں میرزا حیدر آٹھ
سو جنگجو سپاہی لے کر کیمپ سے نکلا۔ دشمنوں کے مخبر اور دوست دونوں سے مغل
جو اس کے ماتحت ہو رہے تھے۔ ایک ایک کر کے انقلاب زدہ آقا کا ساتھ چھوڑنے لگے
یہاں تک کہ قلعہ کے دروازے پر پہنچ کر آٹھ سو میں سے صرف تیس آدمی اس کے ہمراہ رہ گئے
اب میرزا حیدر کو یقین ہو گیا کہ اس کی بچنے کی کوئی صورت نہیں۔ تو ہمت سے اپنی
جان ہتھیلی پر رکھ کر اس برائے نام جماعت کے ساتھ قلعہ میں داخل ہو گیا لیکن اس کی تقدیر
کے ساتھ آٹھ میں باقی رفیق بھی اس سے منہ موڑ گئے اور جب اندر گیا صرف ۱۲
جانباز اس کے ساتھ رہ گئے۔ عالی ہمت مرزا اپنی چھوٹی سی جمعیت لے کر لشکر
غنیم پر جا گرا گویا بلائے آسمانی ٹوٹ پڑی۔ نیند کے متوالے گھبرا اٹھے تھے
تھوڑی ہی دیر میں اس نے چالیس دشمنوں کو شمشیر براں سے ہلاک کر دیا۔ لیکن
تاہم سے آخر کار خود بھی ایک تیر کا نشانہ ہو گیا۔ جب کاغذی نے پتہ لگا کہ میرزا
مارا گیا تو خوشی کے نعرے مارنے لگے۔ دولت چک اور غازی چک نے لاش کی بےحرمتی
کرنی چاہی لیکن سید محمد بیہقی نے باتفاق سلطان نازک شاہ و حسین ماگرے اور
دیگر اہل سنت امرا استدعا کر کے اس کے جسد عنصری کو اٹھا لیا اور سلطان زین العابدین
کے مقبرہ کے متصل مزار سلاطین میں دفن کر دیا۔ قبر کی حفاظت کے لئے انہوں نے
ایک مہینہ تک پہرے رکھے۔ لوح مزار پر علاوہ اس لمبی چوڑی نثر کے جو میں تاریخی
حالات درج ہیں یہ قطعہ بھی کندہ ہے

شہ گورگاں میرزا حیدر اختر — کہ ملک شہادت زدہ کوس شاہی
قضائے الٰہی چنیں بود تاریخ — شدہ بہر سالش قضائے الٰہی

۱؎ بعض مورخ کہتے ہیں کہ اس رات سپاہ راستہ بھول گئی تھا جب میرزا حیدر خواجہ حاجی باندے
کے خیمہ کے متصل پہنچا تو اتفاقاً قصاب نظیر کا ایک تیر جو میرزا کا قورچی تھا اور پیچھے کسی
دشمن پر تیر اندازی کر رہا تھا میرزا کو جا لگا اور ملک بادر ... سے کہ کسی قصاب کے
ہاتھ سے مقتول ہوا۔ بعض کا قول ہے کہ گوالہ کے ہاتھ سے ضرب شمشیر قتل ہوا۔
مرزا کے جسم پر سوائے تیر کے اور کوئی نشان نہ تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی کے
قورچی قصاب نظیر کے تیر نے اس اجل رسیدہ کا کام تمام کر دیا۔

میرزا حیدر سلطان سعید کاشغری کا بھیرا اور بابر شاہ کا خالہ زاد بھائی تھا۔ شجاعت وجوانمردی کے علاوہ علوم عقلی و نقلی میں بھی ماہر تھا۔ طبع موزون رکھتا تھا۔ تاریخ رشیدی اسی کی تصنیف ہے۔ دس سال تک یہاں حکمران رہا۔

سنہ ۱۸۲۲ء جب کرنل مورکرافٹ انگریز نائب سرکار انگلشیہ سفارت یارقند و کاشغر اور سیاحت ترکستان سے فارغ ہو کر کشمیر پہنچا۔ مرزا موصوف کی ٹوٹی ہوئی مزار کی اس نے مرمت کرائی اور قطعہ تاریخ جو ادبیہ موزون ہوا اس کے سنگ مزار پر کندہ کرایا۔ علاوہ اس کے قبر کے اوپر سنگ مرمر کی ایک مستطیل سلیٹ لگائی جس پر بحروف جلی عبارت ذیل منقوش کرا کے مرزا موصوف کی خاک میں ملی ہوئی ہڈیوں کو پوشیدہ کر گیا۔

"میرزا حیدر گورگان ابن میرزا محمد حسین گورگان ولد اسے یونس خان و خالہ زادہ بابر بادشاہ و عم زادہ ابوسعید خان بادشاہ یارقند و مغولستان ابن احمد خان ابن یونس خان مذکور سائر اولاد تغلق تیمور خان از نسل چغتائی ابن چنگیز خان مولد میرزا در قصبہ تاشقند ۹۰۵ھ سال نہصد و پنج در تاشقند اورا تربیہ ولید انصاری چند سال بحکم ابوسعید خان از یارکند برآمد و پس از تسخیر تبت درمیان سال با چہار ہزار سوار بتاریخ روز چہارم ماہ شعبان ۹۳۹ھ فتح کشمیر کردہ باز بجو بشاہ که بادشاہ کشمیر بود دادہ نزد ابوسعید خان که در تبت ماندہ بود رفت۔ خان اورا مامور لاسہ نمود و خود بیارکند کوچ کردہ در راہ مرد۔ تفرقہ کلی بہ میرزا روداده بہ بدخشان رفت۔ باز بہند نزد ہمایون بادشاہ رسیدہ در رفتنے که بادشاہ منہزم با ایران میرفت میرزا با چہار صد و پنجاہ سوار از لاہور گریختہ در تبت در دوم رجب سنہ ۹۴۷ھ دوبارہ کشمیر را گرفتہ تا دہ سال حکمران بود۔ از قضائے الٰہی بدلا از دست اعداء و الناس شہادت یافت۔ میرزا ایلاد توران و مغولستان و ہند دیدہ و تجربہ بدست بزرگان رسیدہ با ہر گونہ ہنر و مشہور جوان دلیر صاحب تدبیر بود۔ تاریخ رشیدی از تالیف اوست۔ بموجب فرمائش ولیم مورکرافت صاحب بہادر میرخورد باشی دولت انگلشیہ باہتمام سید عزت اللہ خان ......"

انیر کے چند حروف پتھر کے ٹوٹ جانے سے معدوم ہو گئے ہیں۔ اس لئے پڑھے نہیں جا سکتے۔ اس کتبہ میں مصرعہ تاریخ اور سنہ دونوں میں غلطی پائی جاتی ہے۔ اصل مصرعہ روز چہارم از ماہ شعبان ہے جس کا سنہ بحساب ابجد ۹۴۹ھ ہوتا ہے۔ اکثر مورخوں کا اور میرزا حیدر کا اپنا قول ہے کہ وہ ۹۳۵ھ میں کشمیر پہنچا لیکن یہ کاتب کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس سال کشمیر میں سلطان محمد شاہ کی حکومت نہ تھی۔

میرزا حیدر سے اہل تشیع تو ناراض تھے ہی لیکن اس کے ایک متوسل میرزا میرک کی ایک حرکت سے بعض اور لوگ بھی رنجیدہ ہو گئے جس کی کیفیت یہ ہے کہ خواجہ بہرام پسر مسعود چک سے جو بہت جوانمرد اور بہادر تھا میرزا میرک نے صلح کے عہد و پیمان اور قرآن کی حلف اٹھانے کے بعد جب اسے اپنے پاس طلب کیا تو موقعہ پا کر خنجر نکال کر اس کے پیٹ میں بھونک دیا۔ وہ باوجود زخمی ہونے کے دوڑا لیکن پکڑا گیا۔ میرزا میرک اس کا سر تن سے جدا کر کے دربار میں میرزا حیدر کے پاس لایا۔ جب یہ بے تن سر میرزا کے دربار میں پیش ہوا تو عیدی رینہ بھی وہیں تھا۔ وہ طیش میں آیا اور مغلوں کے قول و قسم کو دروغ سے تشبیہ دے کر دربار سے اٹھ کھڑا ہوا اور کہا کہ عہد و پیمان کے بعد اور صلح صفائی کے بعد قتل کرنا ترکوں ہی کا کام ہے۔ میرزا حیدر نے معذرت چاہی کہ مجھے اس واقعہ سے مطلق آگاہی نہیں ہے۔ میں بالکل بے خبر ہوں لیکن اس نے میرزا میرک کو چونکہ سزا نہ دی اس لئے بہت سے لوگ اس سے کبیدہ خاطر ہو گئے۔

جب دولت چک اور غازی چک نے دیکھا کہ لاش کی بے حرمتی کرنے میں اس کے اہل سنت کے علاوہ سلطان نازک شاہ بھی مانع ہے اور اس کو ایک اخلاقی جرم قرار دیتا ہے تو وہ جوش تعصب سے بیچ اس ہو کر ان مغلوں کی طرف دوڑے جو اندرکوٹ میں جا کر (جہاں میرزا حیدر کا حرم محترم تھا) پناہ گزیں ہو گئے تھے۔ تین روز تک لڑائی ہوتی رہی آخر ترک عاجز آ گئے۔ میرزا حیدر کی بیگم (خانم) اور ہمشیرہ زادہ خانجی نے اپنے چند ساتھیوں کو صلاح دی کہ بغیر صلح کے جان سلامت لے جانا ناممکن ہے۔ اس لئے جہاں تک ممکن ہو ایسا کرو کہ اپنے وطن

سلطان نازک شاہ کو خلوت

بقیہ حاشیہ صفحہ ۷ کے

یعنی اعظم ہمایوں جو نیازیوں کا سردار تھا شیر خاں چلا گیا اسی دوران فتنہ و فساد
بپا کرنا چاہا لیکن حاکم کشمیر نے بپاس خاطر سلیم شاہ اس کو روکا صفت جنگ آمادہ
ہوئی۔ اور اعظم ہمایوں اور سعید خاں وغیرہ تیغ کے گھاٹ اترے حاکم کشمیر نے ان
کے سر کاٹ کر سلیم شاہ کے پاس بھیجے جو نیازیوں کا بانی دشمن تھا۔

محمد عبد الحکیم خاں لودی مؤلف شوکت افغانی اپنی تاریخ کے حصہ سوم صفحہ نمبر ۱۴
میں لکھتے ہیں نیازی کشمیر کے پہاڑوں میں بھاگ گئے سلیم شاہ نے تعاقب کیا۔
آخر مرزا حیدر والی کشمیر سے مرزا حیدر کے انتقال کے بعد کا یہ واقعہ ہے۔
اور کشمیر کا والی سلطان نازک شاہ تھا۔ خوف سے نیازیوں کا مقابلہ کیا تاکہ سلیم شاہ خوش ہو۔ اعظم ہمایوں آگرا اور پیچھا کرتا ہوا دیکھ کر راجوری میں آ گیا۔ جہاں محمد ملک علی
اور صبر علی والی کشمیر کی طرف سے حاکم تھے۔ سلیم شاہ واپس چلا گیا۔ حاکمان راجوری
نے سازش کی کہ اعظم ہمایوں کو کشمیر میں لے جا کر مرزا حیدر کو معزول کر دیں [illegible]
یہ دونوں مرزا حیدر کے متوسل تھے۔ اور اسی نے ان کو حکومت راجوری عطا کی تھی
یہ ایسی احسان مندی اور وفا شعاری سے توقع تھی لیکن اعظم ہمایوں نے اس کو پسند
نہ کیا۔ بلکہ اس کو اس منصوبہ سے اطلاع دی اور امداد کی درخواست کی۔ مرزا حیدر
نے اعظم ہمایوں کو بہت سا روپیہ بھیجا اور خط کا جواب نہایت اخلاق سے دیا۔ اعظم
ہمایوں راجوری سے نکل گیا۔ جب یہ مرزا کشمیریوں نے اعظم ہمایوں کی ناکامی
کو دیکھا تو اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ یہ بے وفائی کا عجب الزام ہے حالانکہ اسی شوکت
افغانی میں جو صرف افغانوں کا جاہ و جلال ظاہر کرنے کے لئے ہی تصنیف کی گئی ہے
کسی جگہ لکھا ہے کہ فلاں فلاں افغان نے فلاں کے ساتھ طوطا چشمی کی اور اس کی طاقت
کمزور دیکھ کر اس کے دشمن کے ساتھ رفاقت کر لی۔ افغانوں میں حسد اور نفاق اور
بے وفائی کی کثرت ہے۔ یہی شاہ عبد اللطیف خان کی [illegible] ورنہ تو [illegible] شوکت
افغانی ہے لیکن حسد اور نفاق وغیرہ کا الزام کسی خاص قوم پر [illegible] اور زمانہ کے
انقلاب سے اس کو [illegible] کے لئے یہ تشنیع کا اس کو آلہ بنا [illegible]

کو جائیں تو سلامت نہ جائیں کشمیریوں سے فرزندان احمد ماگرے کی بیعت کے
ان سب میں سے تھا جو سلطان نازک شاہ کا بھتیجا تھا اور مغلوں میں سے اقبال
سپاہ جیل کے سے نکلے آخر سید ناصر اس مضمون پر لکھوا گیا کہ یہ لوگ شہر کو چھوڑ
سے سرحد پر میں سے نگر ہی میں آجائیں اور مغلوں سے کاشغر جائیں۔ اس مختصر میں جماعت
میں مرزا قنبر بہادر مرزا عبدالرحمان حیدر جان بیگ مرزا میرزا [illegible] میر شاہ
شاہزادہ بیگ محمد نظیر اور میر علی مشہور آدمی تھے یہ سب لوگ مرزا حیدر کے
اہل و عیال کے ہمراہ ملک بدر کر دیئے گئے۔

اس واقعہ کے بعد بھی سکہ و خطبہ تو بدستور نازک شاہ کے نام پر رہا لیکن ملک
کے انتظام کی باگ بجائے میر ابدال کے ابراہیم ماکری رینہ کے ہاتھ میں تھی۔ اسی اثنا میں
سنہ ۹۵۹ھ کو ہیبت خاں نیازی شاہزادہ سلیم سے فوج لے کر کوہستان جموں
کے راستے کشمیر پر چلا آیا اور سید ابراہیم ماکری رینہ دولت چک اور حاجی باندے کے
کو لشکر جرار دے کر اس کی مدافعت کے لئے بھیجا اور ان کے [illegible] ہمراہی
حسین ماگرے خود بھی روانہ ہو گیا کوہ پانہال پر پہنچ کر دولت چک نے [illegible]
سے مقام [illegible] کو صف محاربہ آراستہ کر دیں اور ہیبت خاں نے [illegible]
جا بیٹھا۔ دوسرے دن علی الصباح جنگ شروع ہو گئی ہیبت خاں کی فوج نے
داد مردانگی کے خوب جوہر دکھائے لیکن تقدیر سے ان کی کچھ پیش نہ گئی کشمیریوں
کا مورچہ مضبوط مستحکم اور بلندی پر تھا اور ہیبت خاں کی فوج نشیبی میں تھی۔ دوپہر
تک کشتوں کے پشتے لگ گئے اور شام سے پہلے پہلے ہیبت خاں ہی مارا گیا۔ اور
اس کی ساری فوج بھی ہلاک ہو گئی سوائے دو آدمیوں کے اس انبوہ کثیر میں سے
ایک متنفس بھی نہ بچا۔ دولت چک نے ہیبت خاں [illegible] خاں اور [illegible] خاں
کے سر ان کے ولی نعمت سلیم شاہ کے پاس بھیج دیئے اسی اثنا میں [illegible]

[illegible] اسی واقعہ کو دوا اور مورخوں نے بھی لکھا ہے اس لئے ان کا خلاصہ بھی یہاں لکھا
جاتا ہے محمد قاسم مصنف تاریخ فرشتہ سلیم شاہ بن شیر شاہ سوری کے ذکر میں لکھتا
ہے کہ نیازیوں اور پٹھانوں کی ایک قوم نے آتش فساد بھڑکائی تھی اور سلیم شاہ نے
لشکر گراں ان کی مدافعت کے لئے تیار کیا تمام نیازی گکھڑوں کے پاس سلسلہ

سلطان نازک شاہ کو لکھ بھیجا کہ شمس چک سے مجھے ملک اور رعیت کی بہتری
بقیہ حاشیہ صفحہ ۲ کوہستان کشمیر میں چلے گئے ملفوظ مغلوب ہو
یعنی اعظم ہمایوں جو نیازیوں کا سردار تھا اسلئے بھاگا کشمیر میں چلا گیا او
پناہ لینا چاہا لیکن حاکم کشمیر نے بپاس خاطر سلیم شاہ اس کو روکا ج
ہوئی مارا اعظم ہمایوں اور سعید خاں وغیرہ تیغ کے گھاٹ اترے
کے سر کاٹ کر سلیم شاہ کے پاس بھجوائے جو نیازیوں کا جانی دشمن تھا
محمد عبد الحکیم خاں لودی مؤلف شوکت افغانی اپنی تاریخ کے
میں لکھتے ہیں نیازی کشمیر کے پہاڑوں میں بھاگ گئے سلیم شاہ
اودھر مرزا حیدر والئے کشمیر سے مرزا حیدر کے انتقال کے بعد
اور کشمیر کا والی سلطان نازک شاہ تھا خوفی نیازیوں کا مقابلہ کیا
خوش ہوئے۔ اعظم ہمایوں آگے اور چھپا ہوا دیکھ کر راجوری میں آگئے
اور صبر علی والئے کشمیر کی طرف سے حاکم تھے سلیم شاہ واپس چلے
نے سازش کی کہ اعظم ہمایوں کو کشمیر میں لے جا کر مرزا حیدر کو
یہ دونوں مرزا حیدر کے متوسل تھے۔ اور اسی نے ان کو حکومت
یہ ایسی احسان مندی اور وفا شعاری سے بعید تھی۔ لیکن اعظم نے
نہ کیا۔ بلکہ اس کو اس منصوبہ سے اطلاع دی اور امداد کی درخواست
سے اعظم ہمایوں کو بہت سا روپیہ بھیجا اور خط کا جواب نہ آنے
ہمایوں راجوری سے نکل گیا۔ جب بے وفا کشمیریوں نے
کو دیکھا تو اسکا ساتھ چھوڑ دیا یہ بے وفائی کا عجب الزام
افغانی میں جو صرف افغانوں کا جاہ و جلال ظاہر کرنے کے
کوئی جگہ لکھا ہے کہ فلاں افغان نے فلاں کے ساتھ
کمزور دیکھ کر اسکے دشمن کے ساتھ موافقت کر لی۔ افغانوں
بے وفائی کی کثرت ہے۔ لیکن شاید اعمال انسان کی
انسانی ہے لیکن حسد اور نفاق وغیرہ کا الزام کسی خاص
انقلاب سے اس کو حکومت اور [illegible] دیکھ [illegible] قسم کے لوگ

سید ابراہیم خاں اور حسین ماگرے گرفتار ہو گئے اور باقی جماعت بھاگ کر عیدی رینہ
کے پاس قلعہ علاؤ الدین پورہ میں چلی گئی۔ اس کے بعد دولت چک نے حکمت عملی
کا دام پھیلایا اور عیدی رینہ کے رفیقوں اور معتمدوں کو ورغلانا شروع کیا۔ یوسف
ماگرے۔ فتح چک جیسے ملک اور یوسف چک اس کے ساتھ شامل ہو گئے۔ اور سب
کے سب بااتفاق دریا عبور کر کے دشمن پر جا پڑے اور کشت و خون کا بازار گرم ہو گیا
عیدی رینہ منہزم ہو کر بھاگ نکلا جب جنگل شمہ ناگ واقعہ پرگنہ اور میں پہنچا تو پیک اجل
نے آ پکڑا اور بیمار ہو کر سری نگر آ گیا اور کچھ دنوں بعد انتقال کر گیا۔ اس نے دو میں ماہ
منصب وزارت کا کام کیا اور ۱۵۵۱ء کو اپنے کیے کی پاداش پا گیا ؎

در جزائے فعل بد تاب است تیغ انتقام — ہر کہ بد کرد است بد بیند بجائے خویشتن

اس کی وفات کے بعد دولت چک نے سید ابراہیم خاں اور حسین ماگرے
کو قید سے رہا کر کے رہین منت و احسان کر لیا۔ اور انہیں کے صلاح و مشورہ سے
اس نے بیکس سلطان نازک شاہ کو گیارہ سالہ برائے نام جہانبانی کے بعد ۱۵۵۱ء میں
معزول کر کے ملک سے نکال دیا۔

سلطان اسمٰعیل شاہ ثانی

ایام حکومت ۲ سال ۱۵۵۱ء لغایت ۱۵۵۳ء مطابق ۹۵۸ھ لغایت ۹۶۰ھ ہجری

نازک شاہ کی معزولی پر ابراہیم شاہ اول بن محمد شاہ کا بیٹا اسمٰعیل شاہ ثانی دولت چک
کی اعانت و استمداد سے تاج شاہی سر پر رکھ کر ایام بسر کرنے لگا۔ اور معاملات
ملکی جزوی و کلی دولت چک باختیار خود سر انجام دینے لگا۔ دولت چک نے عنان
حکومت ہاتھ میں لے کر اپنی توجہ ملکی معاملات کی نسبت زیادہ تر مذہبی معاملات کی
طرف مبذول کی۔ اور مذہب تشیع کی حمایت اور سرپرستی میں حد سے بڑھ گیا۔ خانقاہ
شمس عراقی جو مرزا حیدر کے زمانہ میں منہدم کرائی گئی تھی۔ اس نے پہلے سے
بڑھ کر تیار اور رفیع الشان بنوائی۔ اور اسی میں میر دانیال کی لاش جو موضع بولشی
میں مدفون تھی، شمس عراقی کی قبر کی جگہ دفن کر دی۔ اس کے علاوہ بابا حسن بٹہ مار

کے لئے بھی ایک علیحدہ خانقاہ تعمیر کرائی اور اس کے باپ علی نجار کی لاش بھی اپنی جگہ
سے نکلوا کر اس جدید خانقاہ میں دفنائی گئی۔ اس کے ارد گرد بہت سی زمین مالکان اراضی
سے جبراً ضبط کر کے بابا حسن اور اس کی خانقاہ کے لئے وقف کی گئی۔ دولت چک
نے اس زمین میں عالی شان عمارتیں اور وسیع باغات تعمیر کرا کر حسن آباد کے نام
سے ایک علیحدہ محلہ آباد کر دیا۔ اس کے بعد وہ خود اور مسلمانان اہل سنت کی تخریب
و تکذیب کی طرف متوجہ ہوا اور انہیں جبراً اپنے دین کی تلقین کرنے لگا۔ اس نے
آخر ان سے عام حکم جاری کر دیا کہ خطیبان مساجد خطبوں میں بارہ اماموں کے نام کی
بجا آوری کے بعد پڑھا کریں۔ غرضیکہ اس دین کی اشاعت میں اس نے کوئی دقیقہ نہ چھوڑا
اور اس میں شک نہیں کہ دولت چک کے عہد حیات میں مذہب تشیع کمال رونق اور
ترقی پر ہو گیا۔

برائے نام سلطان اسمٰعیل شاہ ثانی کے جلوس کے دوسرے سال ۱۵۵۵ء
میں سخت بھونچال آیا اور سات روز تک پے در پے زلزلوں سے زمین جنبش کرتی
رہی۔ کئی مقاموں پر زمین پھٹ گئی، شگاف اور دراڑ پیدا ہو گئے۔ اسی حادثہ کی
وجہ سے کشمیر میں یہ عام مشہور ہے کہ حسن پورہ کی زمین حسین پورہ سے آملی اور حسین پورہ
کی حسن پورہ کے ساتھ۔ اسی طرح پرگنہ کامراج ضلع ماورہ میں ایک پہاڑ کوہ کے
گرنے سے چھ سو آدمی ہلاک ہو گئے۔

دولت چک کو غازی چک سے عموماً چھیڑ چھاڑ رہتی تھی۔ چنانچہ کئی مرتبہ آپس میں
تلواریں بھی کھچ گئی تھیں لیکن ہمیشہ صلح پر فیصلہ ہوتا رہا۔ اب دولت چک بہ مکر
و فریب غازی چک کی منسوبہ لڑکی جو اس کے چچا کاجی چک کی بیٹی تھی [illegible]
اپنے عقد نکاح میں لے آیا جس سے غازی چک اور علی خان دونوں کے
سینوں میں آتش غیرت بھڑک اٹھی اور وہ اس کی تخریب و تذلیل کے درپے ہو گئے۔
ایک روز جب دولت چک اپنی حویلی کی سیر و سیاحت میں مصروف تھا تو
غازی چک وغیرہ نے اتفاق کر کے اس کے تمام ساتھیوں کو گرفتار کر لیا اور محلہ
حسن آباد میں قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد دولت چک کی گرفتاری کے لئے گھوڑوں کے
کناروں پر تلاشی پھرنے لگے لیکن اس کو خبر ہو گئی اور وہ کوہستان بھاگ گیا

طرف بھاگ گیا۔ اور راستہ میں کسی قومی ایکل چوپان نے اسے گرفتار کر کے غازی چک کے پاس پہنچا دیا جس نے اسکی آنکھوں میں تیل پھروا کر قید کر دیا۔

دولت چک بڑا شہ زور اور جری سپاہی تھا اس کے بازو اس قدر لمبے تھے کہ جب کھڑا ہوتا تھا تو اسکے ہاتھ گھٹنوں تک پہنچتے تھے۔ میدان سندی مرگ میں ایک دن اس نے ایک میل پر تیر کا نشانہ مارا۔ جب اس کا محل تعمیر ہو رہا تھا تو ایک شہتیر جو بیس گز لمبا اور دو گز موٹا تھا بام پر چڑھاتے ہوئے رسی ٹوٹ جانے سے نیچے گرنے لگا دولت چک نیچے کھڑا تھا دایاں ہاتھ زمین پر ٹیک کر بائیں ہاتھ سے اس نے شہتیر کو روک لیا اور جب تک کہ پھر رسی ڈال کر اسے اوپر نہ کھینچا گیا۔ اسی طرح تھامے رہا۔ کہتے ہیں کہ اسکا ہاتھ کلائی تک زمین میں دھنس گیا تھا۔ اسی طرح ایک دن دلی میں شیر شاہ افغان کے سامنے ہاتھی کی دم پکڑ کر کھڑا ہو گیا اور باوجود ہانکنے کے ہاتھی اسکا حرکت نہ کر سکا لیکن کسی کی کچھ نہیں چلتی ہے جب تقدیر پھرتی ہے۔ جب دولت چک کے بھی زوال کے دن آئے تو ساری طاقت اور سارا غرور کسی کام نہ آیا اور ایک معمولی گڈریئے کے ہاتھ سے اسیر ہو کر ذلیل و خوار ہوا۔ اور نخوت پسندوں کے لئے عبرتناک مثال چھوڑ گیا ۔

گنج بقا نیست درین خاکدان   مغز قناعت نیست درین استخوان

ہر چہ درین اندرہ ترگہیست   کاسۂ آلودہ دو دست تہیست

ہر کہ ازو خورد دہانش بسوخت   ہر کہ ازو گفت زبانش بسوخت

دولت چک کی وزارت کے ساتھ ہی اسمٰعیل شاہ ثانی کی حکومت بھی جاتی رہی اور غازی چک نے اسے بیدخل کر کے اپنے ہمشیرہ زادے حبیب شاہ کو تخت پر بٹھا دیا۔ اسمٰعیل شاہ کی حکومت تین قمری سال رہی۔

سلطان حبیب شاہ خاتم السلاطین کشمیر

ایام حکومت ایک ماہ ۱۶ روز سنہ ۱۵۶۳ء لغایت سنہ ۱۵۶۳ء مطابق سنہ ۹۶۰ بعد لغایت سنہ ۹۶۱ ہجری

سنہ ۱۵۵۵ء میں اسمٰعیل شاہ اول کے بیٹے حبیب شاہ نے تخت شاہی پر قدم رکھا۔ اور غازی چک مدار المہام اور مالک و مختار بنا ہوا تھا۔ اور فتح شاہ کے مقابلہ میں امرائے کشمیر خصوصاً چکان تریہ گام نے بڑا عروج پا لیا تھا اُن لوگوں کے باہمی بغض و عناد نے سلاطین کشمیر کی حکومت کو بالکل ہی پوست بکر دیا تھا سلطان فتح شاہ کی کم ہمتی نے ملک کشمیر کے حصے کر کے امرائے کشمیر میں تقسیم کر دیئے جس سے سلاطین کی برائے نام ہی حکومت رہ جاتی رہی۔ اب یہ حالت ہو گئی کہ بادشاہ کی حیثیت جاگیرداروں سے زیادہ نہ رہی حبیب شاہ کو تاج پہنے ابھی پورا ایک سال بھی نہ گذرا تھا کہ غازی چک کے دل میں خود بادشاہ بننے کی ہوس سمائی۔ چونکہ چاروں طرف غازی چک کا زور تھا۔ بادشاہ بالکل بے دست و پا تھا۔ اس نے سلطان حبیب شاہ پر نااہلی کے الزام لگائے گئے۔ علی شاہ چک نے جو غازی چک کا بھائی تھا یہانتک جرأت کی کہ ایک دن بادشاہ کے سر سے سر دربار تاج شاہی اتار کر اپنے بھائی غازی چک کے سر پر رکھ دیا۔ چاروں طرف سے مبارک سلامت کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ شادیانے بجنے لگے۔ سلطان حبیب شاہ جو سلاطین کشمیر کے بیحمیت و بیغیرت تماشے کا آخری دردناک ڈراپ سین تھا تقدیر کی نیرنگیاں دیکھ کر انگشت بدنداں تھا۔ ادھر تاج سر سے اتار لیا۔ ادھر تخت سے اتار کر نظر بند کر دیا گیا۔ اس بدقسمت و برائے نام بادشاہ کے ساتھ جو سلوک ہوا اس کے لئے پہلے سے مشورے کر لئے گئے تھے کسی کو چکوں کے خلاف لب ہلانے کی طاقت نہ تھی جو ان کے مرضی کے خلاف کرتا وہ اجل کے منہ میں جاتا خود سلطان دم نہیں مار سکتا تھا اور اسی کو غنیمت سمجھتا تھا کہ میں بادشاہ تو ہوں گو برائے نام ہی ہوں لیکن افسوس ناحق شناسوں نے برائے نام کی سلطنت بھی چھین لی۔ یہ بادشاہ غازی چک کا بھانجہ بھی تھا۔ ماموں نے بھانجہ کو تخت سے اتروا کر خود حکومت شروع کی۔ اس سلطان کی یادگار حبہ کدل ہے جو سری نگر کے پلوں میں سے ایک مشہور پل ہے۔

سلاطین کشمیر اور شاہان ہند

سلاطین کشمیر ایک ہی خاندان اور ایک ہی نسل سے تھے۔ اور جبکہ سلطان زین العابدین کے بعد خانہ جنگیوں اور خود غرضیوں کا زور ہو گیا تھا، چنانچہ یہ خاندان شہمیری قریباً ڈھائی سو (۲۲۲) سال تک تخت کشمیر پر جلوہ افروز رہا۔ یہاں ہم دکھانا چاہتے ہیں کہ جب کشمیر پر ہندو حکومت زوال میں آ گئی۔ اور وہاں مسلمانوں کے پرچم لہرانے لگے۔ اس وقت ہندوستان میں کیا ہوتا تھا۔ اور اس ایک خاندان کے مقابل میں ہندوستان میں کس قدر خاندان یکے بعد دیگرے تخت اور تختہ کی نذر ہوتے رہے۔ کشمیر میں مسلمانوں کی مستقل حکومت ۷۲۰ھ سے شروع ہوئی تھی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ سلطان غیاث الدین تغلق سلطان قطب الدین مبارک شاہ خلجی کے بعد تخت ہندوستان پر جلوہ افروز ہو کر اور حکومت دہلی کر رہا تھا۔ اسی سنہ کے اور ربیع الاول میں سلطان تغلق کا ٹھٹھے کے صدمہ سے انتقال ہو گیا۔ اسی خاندان میں سے ناصر الدین محمود شاہ بن ناصر الدین محمد شاہ کی حکومت کے دوران میں ۱۲ محرم سنہ ۸۰۱ ہجری میں صاحب قران امیر تیمور دریائے سندھ کو عبور کر کے ہندوستان میں داخل ہوا اور اپنے مشہور قتل عام سے ملک کو تہ و بالا کر گیا۔ کہتے ہیں جو لوگ ہلاک ہوتے رہتے ان کے علاوہ امیر تیمور کے حکم سے نواح دہلی میں صرف ایک دن میں ایک لاکھ آدمی قتل کیا گیا تھا۔ ناصر الدین محمود پر تغلقوں کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔ اس خاندان کے بعد ۱۵ ربیع الاول سنہ ۸۱۷ھ کو سید خضر خان بن ملک سلیمان تخت دہلی کو زینت دے گئے۔ سلیمان ملک مردان دولت کا ایک خدمتگار تھا جو کھانا کھانے کے وقت ہاتھ دھلایا کرتا تھا لیکن بیٹا خدمتگی سے بادشاہ ہو گیا۔

سنہ ۸۵۵ھ میں سلطان علاؤالدین کے نام پر اس خاندان کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ اب لودھیوں کا خاندان آتا ہے جس کے جد امجد (ملک بہرام سلطان بہلول لودھی کے دادا) نے افغانستان کے پہاڑوں سے نکل کر بحالت غربت و مسافرت

ملتان میں قیام کیا تھا۔ یہ خاندان سنہ ۸۵۵ ہجری (سلطان ابراہیم لودھی کے زمانہ تک
ہندوستان میں شان و شوکت سے حکومت کرتا رہا۔ اب ولایت ہند میں امیر تیمور
کی نسل سے ایک بادشاہ کن ظہیر الدین محمد بابر کابل سے آتا ہے۔ اور سلطان
ابراہیم لودھی کو میدان جنگ میں قتل کر کے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لیتا ہے
لیکن ابھی پندرہ سال بھی نہیں گذرتے کہ بابر بادشاہ کے بیٹے ہمایوں کو ایک
سپاہی پیشہ شیر خان ۱۰ محرم سنہ ۹۴۷ ہجری مطابق سنہ ۱۵۴۰ء کو دریائے گنگا کے
گھاٹ پر شکست فاش دے کر اور شیر شاہ اپنا نام رکھ کر گاہے چنان گاہے چنیں کے
نظارے دکھاتا ہے۔ سولہ سال بھی نہ گذرے تھے کہ اس خاندان کو بھی زوال
آگیا اور سلطان سکندر بادشاہ کشمیر کے زمانہ سنہ ۹۶۲ ہجری میں ہمایوں بادشاہ
ایران سے امداد لے کر پھر ہندوستان پر قابض ہوگیا۔

سنہ ۷۲۵ ہجری سے سنہ ۹۶۲ ہجری تک ہندوستان میں کئی خاندان تخت
پر بیٹھے لیکن کشمیر میں صرف ایک ہی خاندان اس عرصہ میں حکمران رہا۔ اور وہ بھی
کبھی زوال پذیر نہ ہوتا اگر خود غرض اور فتنہ پرداز لوگ جو ستمگاری کے عملی
کام پر متاثر تھے اور اپنی عجیب حکمت عملیوں سے جن میں سے ایک یہ ہے
کہ اپنی لڑکیاں انہوں نے سلاطین کشمیر کو نذر کر کے تقرب حاصل کر لیا۔ بادشاہی
معاملات میں دخل انداز نہ ہوتے۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ سوائے اس ذات
پاک کے جس کے قبضہ قدرت میں بادشاہوں کو فقیر اور فقیروں کو بادشاہ بنانا ہے
یہاں نہ کوئی رہا ہے نہ کوئی رہے گا

اورنگ سوم

دور حکومت چکان

از ابتدائے سنہ ۱۵۵۴ء لغایت سنہ ۱۵۸۶ء مطابق سنہ ۹۶۱ ہجری لغایت
سنہ ۹۹۴ ہجری صرف ۳۲ سال

چنین است رسم سرائے سپنج   یکے میستر و دیگرے آید بگنج

پیرزال دہر کیا کیا نیرنگیاں دکہاتی ہے۔ اس شعبدہ باز کے عروج و زوال کے کرشمے کس نے مشاہدہ نہیں کئے۔ آئے دن نئے نئے طلسم دکھا کر دنیا میں کیا کیا انقلابات پیدا کرتی ہے کل کس مساعدت سے غریب الوطن شاہ میر کو سوادِ کشمیر سے آوارہ وطن کر کے کشمیر میں تخت نشین کیا تھا آج کس معاندت سے اسکی صدیوں کی بنی بنائی حکومت کو ایک پل میں اُلٹ پلٹ کر دوسروں کے ہاتھ میں دے دیا آج تک طائفہ چکاں غلامی کا دم بھرتے تھے اب سرداری بلکہ بادشاہی کا سہرا اُن کے سر باندھ دیا۔ جیسا کہ پیچھے ذکر ہوا چکوں کا جد امجد لنکر چک بھی رتجن اور شاہ میر کی طرح اپنے وطن مالوف دارد ستان سے آوارہ وشت ہو کر راجہ سہدیو کے عہد میں کشمیر پہنچا تھا۔ سلطان زین العابدین کے زمانہ تک یہ لوگ سلاطین کشمیر کی ملازمت اور خدمتگاری کے رتبہ سے ہی محروم تھے۔ مسند سرمیں بانڈ چک کا سادات نے یکے بعد دیگرے مرتبہ آگ لگا کر مقتول ہونا اور کچھ عرصہ بعد اُس کے بیٹے حسین چک کا دربار شاہی میں داخل ہو جانا اس قوم کی ترقی کی پہلی سیڑھی تھی۔ اس کے بعد سلطان حسن شاہ کے زمانہ تک یہ لوگ سلاطین کی خدمات سرگرمی سے ادا کرتے رہے لیکن اس کی وفات کے بعد جادۂ اطاعت سے قدم باہر رکھنا شروع کر دیا۔ اور اس کے جانشین محمد شاہ اور فتح شاہ کے درمیان نفاق کا بیج بو کر دونوں کو ایک دوسرے کا دشمن بنا دیا۔ ان دونوں بھائیوں کی باہمی جنگ وجدل نے سادات بیہقی کا زور بھی کم کر دیا۔ اسی اثنا میں میر شمس الدین عراقی کی بیعت اختیار کر کے اُنہوں نے اپنی خود غرضیوں کو مذہبی جوش وخروش کا رنگ دے دیا جسمیں اپنے طائفہ کے علاوہ اور بھی کئی فرقوں کو شامل کر لیا۔ اس بہانے سے انہوں نے سادات کا رہا سہا زور بھی توڑ دیا اور پھر سلطان فتح شاہ کی سلطنت میں انہوں نے وہ رتبہ حاصل کیا کہ وزارت بھی انہیں کے ہاتھ آگئی۔ اسی اثناء میں شجاعت اور کارگزاری کی خدمات اپنے ذمہ لے کر محلات شاہی میں بھی دخل پا گئے کاجی چک نے اپنی بہن سلطان محمد شاہ کے حرم سرا میں داخل کر دی اس کے بعد ان کا عروج بڑھتا گیا۔ آخر سلطان فتح شاہ نے کشمیر کے حصے کر کے امرائے کشمیر ہی

میں تقسیم کر دیئے اور خود ان کا وظیفہ خوار بن کر بیٹھ گیا۔ محلات سلطانی میں ان کی بیبیاں
گھس گئیں اور دربار شاہی میں چک ہی چک نظر آنے لگے۔ میرزا حیدر کا تفرقہ
کی یلغار اور فسادات کے دنوں میں ان کا زور و شور کسی قدر کم ہو گیا تھا۔ لیکن اس کی تباہی
کے بعد جلدی ہی [illegible] کو ذلیل و خوار کر کے یہ بلا شرکت غیرے مختار بن گئے۔ تاہم مصلحت
وقت کے لحاظ سے اسمعیل شاہ ثانی اور حبیب شاہ کو انہوں نے تاج تو پہنا دیا۔
لیکن حکمرانی آپ ہی کرتے رہے۔ آخر کار ۹۶۸ھ غازی علی چک نے بر سر اجلاس حبیب شاہ
کو معزول کر کے تاج شاہی اپنے بھائی غازی چک کو پہنا دیا اور اسی وقت سے
اس خاندان کی خود مختار سلطنت کی ابتدا شروع ہو گئی۔

اس فرقہ کی جوانمردی اور شجاعت واقعی قابل قدر ہے اور اگر منافقت، جہالت
خود غرضی، مطلب پرستی اور مذہبی تعصب کا مادہ ان میں نہ ہوتا یا کسی قدر کم ہوتا
تو ان کا نام سونے کے حروف سے لکھنے کے قابل تھا۔ لیکن مال و دولت
اور جاہ و حشم ایسی زبردست اور فریب دینے والی چیزیں ہیں کہ ہزاروں انسان کو گمراہ کئے
بغیر نہیں رہتیں۔ اور یہ فرقہ تو [illegible] خود غرض ہی جاہ و حشم تھی۔

چکوں کا دور حکومت ابتدا سے انتہا تک فتنہ و فساد اور بغض و عناد سے
بھرا ہوا ہے جیسا کہ انہوں نے فتنہ سازی اور مفسدہ پردازی سے سلاطین کی سلطنت
کو تہ و بالا کر دیا۔ اسی طرح اپنے اور نگ میں بھی خانہ جنگیوں اور فتنہ انگیزیوں سے
باز نہ رہے یہاں تک کہ باہمی عناد اور جاہ پسندی کے ولولوں میں انہوں نے
حکومت ملک بھی ضائع کر دی۔ ان کی حکومت زائل ہونے کا زیادہ تر ذمہ دار
یوسف شاہ چک ہے جس نے لہو و لعب میں پڑ کر ملک کی کایا ہی پلٹ دی کیونکہ
اس کے زمانہ تک ان کی حکومت میں خانہ جنگیاں ہوتی رہیں مگر کشمیر کی حدود
کے اندر ہی اندر رہیں لیکن یوسف شاہ کی جلا وطنی اور سید مبارک شاہ کی
تاج پوشی نے ان جھگڑوں کا رنگ بدل دیا۔ یوسف شاہ نے دربار اکبری میں
یہاں کی خانہ جنگیوں کا اظہار کر کے اکبر بادشاہ دہلی کو بھی اس ملک کی تسخیر پر مائل
کر دیا۔ اور اگرچہ یعقوب شاہ کی تشنیع [illegible] سے مغلوں کے دانت کھٹے کر دیئے
اور اکبری مہم کشمیر [illegible] لیکن یعقوب شاہ کی بے اعتدالی

اور تعصب مذہبی سے رعایا کو تنگ کر کے یوسف شاہ کو سکھایا ہوا سبق یاد دلا دیا
اور اکابران ملک اس کے جور و ستم سے متوحش ہو کر بیر دلی دربار میں پہنچے۔ اکبر
پہلے ہی کشمیر کے لیے پر تولا کر بیٹھا تھا۔ ۱۵۸۶ء میں اس کا سپہ سالار میرزا
قاسم میر بحر قتل کرنے کشمیر میں داخل ہوا۔ سید ابو المعالی اور یعقوب شاہ نے
بہت ہاتھ پیر مارے لیکن اندرونی مخاصمتوں نے ان کی طاقت کو نہایت کمزور کر رکھا
تھا کچھ پیش نہ چل سکی۔ چک خود بھی شجاعت و جلادت میں انہوں نے کوئی [illegible]
اور اگر قدرت کو ظالم بادشاہوں کی بیخ کنی منظور نہ ہوتی تو شاید یہ انقلاب عظیم تاریخ کشمیر
میں پیدا ہی نہ ہوتا۔ اس خاندان نے صرف ۳۲ سال اور ۸ ماہ ہی سلطنت کی۔ سے

اے سکندر نہ رہی تیری بھی عالمگیری
کتنے دن آپ جیا کس لئے دارا مارا

شجرہ نسب طائفہ چکاں

- لنگر چک
  - پانڈو چک
    - حسین چک
      - [illegible] چک
        - غازی چک
          - حیدر چک
          - احمد خان چک
          - ارشد خان
          - حسین خان
        - حسین شاہ چک
          - یوسف خان
        - شنکر چک
          - لوہر چک
      - کاجی چک
        - مسعود چک
        - غازی چک
        - حسین چک
        - بہی چک
          - یوسف شاہ چک
            - یعقوب خان
            - ابراہیم خان

غازی چک

ایام حکومت ۷ سال ۱۰ ماہ ۱۲ روز ۱۵۵۵ء لغایت ۱۵۶۳ء مطابق سنہ ۹۶۱ھ لغایت سنہ ۹۷۰ھ ہجری

یہ شخص سخت مزاج، عادل، منتظم اور شجاع تھا۔ سنہ ۱۵۵۵ء کو عنان حکومت ہاتھ میں لے کر اس نے از سر نو نظم و نسق کا سکہ جمانا شروع کیا۔ باقی تمام اقوام کے اکابروں کا تقریباً فیصلہ ہو چکا تھا۔ چک ہی چک باقی رہ گئے تھے۔ میدان صاف تھا۔ کچھ دنوں تک غازی چک کو نئے خاندان کا تسلط جمانے کے لئے کافی مہلت مل گئی۔ اندرونی معاملات سے فراغت حاصل کر کے مضافات کشمیر کے انتظام کی طرف متوجہ ہوا۔ میرزا حیدر کی تباہی کے دنوں میں جو علاقے سلطنت کشمیر سے باغی ہو گئے تھے اس نے دوبارہ مطیع و منقاد کر لئے اور ان کے انتظام کے لئے کشمیر سے حاکم اور صوبیدار بھیجے۔ تبت، اسکردو، گلگت، پکھلی، دراوہ، کشتواڑ اور بھمبر قبضہ اقتدار میں لا کر اس نے گکھڑوں کے ملک پر چڑھائی کر دی۔ تھوڑی سی جدوجہد کے بعد کمال خان گکھڑ نے غازی چک سے صلح کر لی جس کی رو سے اس کی لڑکی غازی چک کے عقد مواصلت میں آ گئی۔

طبیعت میں کسی قدر تعصب بھی تھا۔ چنانچہ ہندوؤں اور مسلمانوں کو جبراً شیعہ بنانے لگا جس سے اکثر ارکین دولت رنجیدہ خاطر ہو گئے اور قاضی چک اور حسین چک کے قتل پر کمر ہمت باندھ کر آمادہ فتنہ و فساد ہوئے۔ غازی چک کو بروقت اطلاع

---

[1] یہ [illegible] کے [illegible] عہد کا ہے۔ ہمایوں کا منظور نظر تھا۔ نہایت بلند حوصلہ لیکن بد دماغ اور بد نیت [illegible] عالی رتبہ امیر اس کی شان میں قصیدے کہتے تھے۔ رعایا اور بالخصوص امرائے دربار اس کے غرور بیجا سے نہایت متنفر اور خائف رہتے تھے۔ ہمایوں کے انتقال کے بعد بیرم خان وغیرہ نے مشکیں باندھ لیں اور چاہا کہ سر کاٹ کر لگا دیں۔ لیکن اکبر نے تخت پر بیٹھتے ہی خون سے ہاتھ رنگنے نامناسب سمجھے۔ آخر قید کیا گیا لیکن یہ [illegible] والی اسامی [illegible] نکل بھاگے اور کمال خان گکھڑ کی ہمراہی میں کشمیر پر حملہ آور ہو گئے۔ فوق

دل گئی اور اس نے رنگی چک کے بیٹوں نصرت چک اور یوسف چک اور شنکر چک کو
حمایت میں مدعو کیا۔ رات انہیں اپنے ہاں مہمان رکھا۔ اور تخلیہ کے وقت بہ تفاؤل
کی مخالفت اور مخاصمت کا مکروہ نقشہ پیش کر کے صلح و صفائی کا مسئلہ درمیان میں
لایا۔ غازی چک انہیں منصوبوں میں مستغرق تھا کہ دوسرے دن نصرت چک کے
بھائیوں نے علم بغاوت استادہ کر دیا اور شہر کے پل توڑ کر محاربہ و مقاتلہ پر طیار
ہو گئے۔ آخر غازی چک بھی لشکر لے کر کشتیوں کے ذریعہ دریا کے پار ہوا۔ اور
خونریز لڑائی شروع ہو گئی۔ نصرت چک کے بھائی اور ان کے بہت سے ہمراہی
مارے گئے۔ اور باقی تنگ آ کر بھاگ گئے۔ یوسف چک اور نصرت چک کو گرفتار کر کے
پابجولاں کر دیا۔ تھوڑے روز بعد شنکر چک، بہرام چک اور فتح چک وغیرہ نے
جمعیت بہم پہنچا کر سوپور میں بغاوت کا جھنڈا کھڑا کر دیا۔ لیکن اب کے بھی سوائے
شرمساری کے کچھ حاصل نہ ہوا۔ بہرام چک کھوہامہ میں گرفتار ہو کر مقتول ہوا۔ محبوس
یوسف چک کی آنکھوں میں سلائی پھیری گئی۔ اور اس کا بھائی ابراہیم چک حوالہ
تیغ بے دریغ کیا گیا۔ جس سے تمام مفسد منتشر ہو گئے۔

اس واقعہ کے بعد عیدی رینہ کا لڑکا شمس رینہ باتفاق چند امرائے کشمیر ہمایوں
بادشاہ دہلی کے پاس امداد طلبی کے لئے گیا۔ ابھی کچھ فیصلہ نہیں ہوا تھا کہ
ہمایوں بادشاہ کا ناگہانی طور پر ۱۵۵۶ء میں انتقال ہو گیا۔ شمس رینہ اور اس کے
ہمراہی نہایت بے دل ہو گئے۔ آخر انہوں نے ابوالمعالی کی طرف رجوع کیا۔ جو لاہور سے
بھاگ کر گکھڑوں کی قید میں پھنسا ہوا تھا۔ جب اس سے شمس رینہ کے نامہ و پیام ہوئے
تو اس کے دل میں بھی تخت کشمیر کی امیدیں موجزن ہو گئیں۔ کمال خان گکھڑ کو اس نے
اپنے ساتھ ملایا اور تسخیر کشمیر کی آرزوؤں میں قید سے اس طرح بھاگا کہ پاؤں میں
بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں۔ اور اپنے نوکر دوست کے کندھوں پر سوار رہا تھا۔ ابوالمعالی کو
اس وقت مرزا حیدر کا زمانہ یاد آ رہا تھا کہ تنہا بدخشاں [illegible] میں بھی مرزا حیدر کی طرح
ہندوستان سے [illegible]

[illegible]

سے ملے ہوئے وہ راجوری تک جا پہنچا۔ شمس رینہ اور اسکی جماعت اس کے ساتھ ہو گئی
اتنی بیہان اور لنگ نو ہیر ماگرے سے دولت چک اور دیگر نامی گرامی آدمی بھی اس کے
ساتھ آ ملے۔

یہ دیکھکر غازی چک سخت گھبرایا اور راتوں کی بے خوابی نے اسکو بیدل ہو گیا لیکن
استقلال کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ سید محمد ابراہیم خان کو بدلا اسکو مدارا استمالت
کر کے اپنے ساتھ متفق کر لیا۔ بلکہ اپنی لڑکی اس کے بھتیجے سے نامزد کر کے خانگی
رشتہ اتحاد کو اور بھی مستحکم و مضبوط بنا لیا۔ اور اسکی معاونت اور رفاقت سے
اپنی فوج و سپاہ اور خدم و حشم لے کر شمس رینہ کے مقابلہ کو نکلا اور [illegible] پر جا کر
مقیم ہو گیا۔ دوسرے دن ندی عبور کر کے فریق مخالف کی سب فوج پر حملہ آور ہوا۔
مغلوں کی فوج نے خوب داد شجاعت دی۔ قریب تھا کہ کشمیری فوج بے پا ہو جائے
لیکن تائید غیبی نے ایسا کہ مغلوں میں اضطراب پیدا کر دیا۔ اُن کے پاؤں اکھڑ گئے
شمس رینہ نے حوصلہ بلند کر کے ہزیمت خوردہ مغلوں کو جمع کرنے کی کوشش کرنے لگا۔
لیکن غازی چک نے ایک پُرجوش حملہ کر کے اس کو ایک ہزار سات سو مغلوں سمیت
گرفتار کر لیا۔ ابوالمعالی بہ بقیہ مفرور مغلوں کو لے کر ہندوستان کی طرف بھاگ گیا۔ جہاں
سے سیدھا ہندوستان کو لوٹ گیا۔ اس لڑائی میں فریقین کے چار ہزار آدمی کام
آئے۔ غازی چک تمام اسیروں کو قتل کرنے کے بعد شمس رینہ کو بھی [illegible] پہنچا کر
مظفر و منصور دارالامارت سری نگر کو مراجعت پذیر ہو گیا۔

دوسرے سال شمس رینہ کے بھائی محمد رینہ نے انتقام جوئی پر کمر باندھی اور
ایک بھاری جماعت اکٹھی کر کے ہمراہی حبیب چک لولاب سے سرکشی اٹھا کر موجب
فتنہ و فساد ہوا۔ اس نے یہاں تک زور پکڑا کہ غازی چک کی فوج میں گھبراہٹ کے
آثار پیدا ہو گئے۔ اسی اثناء میں غازی چک نے ایک فیل مست میدان میں ہانکا۔ جو
سیدھا محمد رینہ کے سر پر جا پہنچا۔ اس پر پہلے بہادر نے شیر کی مانند اس کا مقابلہ کیا۔
اور [illegible] لیکن آخر [illegible] ہو گیا۔ عین
موقع پر حبیب چک [illegible]
حبیب چک نے گھوڑا اور [illegible]

سے۔ اندر جا گھسا۔ جس سے حبیب چک کے ہاتھ سے ہتھیار بھی گر گئے۔ ہاتھی بھی تیزی سے جھپٹا کہ اس کے پیچھے دوڑا۔ لیکن حبیب چک نے اس کے سونڈ کو دانتوں بیچ لے کر ایسے زور سے دبایا کہ ہاتھی چیخ مارتا ہوا الٹا بھاگا۔ چونکہ ملک الموت اس کے سر پر کھڑا تھا ہاتھی دوبارہ حملہ آور ہوا۔ اور اب کے حبیب چک کو پکڑ کر اس نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی محمد شیر کی فوج میدان خالی کر گئی۔ غازی چک فتح و ظفر کا نقارہ بجاتے ہوئے واپس آ گیا۔ اور اس نے فتح کی خوشی میں اپنے سپاہیوں کو انعام و اکرام سے مالا مال کر دیا۔ محمد شیر کو جس نے بغاوت کے مرتکب ہوئے تھے جیل میں قتل کر دیا جو موضع [illegible] میں مدفون ہے۔ اسی طرح سید کمال کو جو پرگنہ لار میں شاہ وش عہدے پر تھا اس نے زہر دے کر مار ڈالا اور حضرت سلطان العارفین کو پرگنہ بیرو سے نکال دیا اور اکثر سادات ولایت کو سخت تکلیف پہنچائی۔

سنہ ۹۵۹ھ میں حاجی باندے، سنگ ملک اور یوسف چک جو ہندوستان میں آوارہ و سرگرداں پھر رہے تھے شمشیر و پیر زادہ اقرا پہاڑ ور کو تسخیر کشمیر کے لئے ہمراہ لائے اور کوہستان راجوری میں ہنگامہ شور و فساد برپا کرنے لگے۔ غازی چک اور سید ابراہیم خان پیرو ان کی مدافعت کے لئے روانہ ہوئے۔ بمقام بہرام گلہ غنیم سے مٹھ بھیڑ ہوئی۔ اسی اثناء میں فتح ملک اور یوسف چک جو کوہستان پونچھ میں پریشان حال تھے اور نصرت چک جو قید سے بھاگ کر لاہور کی طرف چلا گیا تھا غازی چک سے آملے۔ دوسرے دن خونریز لڑائی شروع ہوئی۔ فریقین کے ہزاروں آدمی مارے گئے۔ آخر مغلوں کا لشکر مغلوب ہو کر ہندوستان کو بھاگ گیا۔

حاشیہ صفحہ ۱۲۱ سے۔ اس زمانہ میں راجوری میں راجہ بہادر خان حکومت کرتا تھا جس کا انتقال سنہ ۹۸۱ھ میں ہوا۔ بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ جب غازی چک بیرو پر پہنچا اور نصرت چک وغیرہ نامہ و پیغام سے عہد و پیمان کر کے اس سے آملے تو اس نے پانچ چھ ہزار افراد قوم ڈوم جو شہر و دیہات کی پاسبانی اور مال مویشی چرانے پر مقرر ہوا کرتے تھے جمع کر کے انہیں مغلوں کی سرکوبی پر آمادہ کیا۔ اس نے ان سے وعدہ کیا کہ مغلوں کے ایک سر کے عوض دو ایک اشرفی انعام دوں گا۔ یہ سن کر ڈوم مغلوں کے لشکر میں گھس گئے۔ اور مکر و فریب اور حکمت عملی اور مار و قتال سے جس طرح

نازک کو جیتور سے نکالا اور اس کے جابر ہاتھوں سے ان تمام ابتریوں اور بدانتظامیوں
کا پورا پورا انسداد کر دیا جو آخری دور سلاطین میں سلطنت کی تباہی کا باعث
ہو چکی تھیں۔

حسین شاہ چک

ایام حکومت ۶ سال ۹ ماہ ۱۳ روز سنہ ۱۵۶۳ء لغایت سنہ ۱۵۷۰ء مطابق
سنہ ۹۷۱ھ لغایت سنہ ۹۷۸ھ ہجری

سنہ ۱۵۶۳ء میں حسین شاہ چک غازی چک کے جھمیلوں سے فراغت حاصل
کر کے مسند خلافت پر متمکن ہوا۔ تاریخ جلوس خسرو عادل میں پائی جاتی ہے۔ اس نے
ملک محمد ناجی کو اپنا وزیر اور مدار المہام بنایا جس کی بے اعتدالیوں نے اوائل حکومت
میں رعایا کو اس سے بدگمان کر دیا اور بعض مفسد اور فتنہ پرداز لوگ دیرینہ عادتوں کے
موافق بادشاہ کی بیخ کنی پر آمادہ ہو گئے۔ حسین شاہ ان کے تصور باطنی سے آگاہ
ہو گیا اور وہ فوراً ان کے تدارک اور انسداد کے درپے ہوا۔ چنانچہ چند ہی دنوں
میں اس نے تمام شورش پسندوں کو پورے طور پر تہس نہس کر دیا۔ غازی چک کے بیٹے
احمد خاں چک اور اقبال آگرے کے لڑکے محمد باگرے کو حکمت عملی سے گرفتار کر کے
ان کی آنکھیں نکال دیں۔ انہیں دنوں میں خواجہ فتح المعروف بہ خان زمان اور بہادر خاں
جو دونوں میرزمان کے مقربوں میں سے تھے منافقوں کے کہنے سننے سے مدار
المہام کے خلاف ہو گئے۔ اور فتح چک اور شمسی ڈونی سے عہد و پیمان کر کے
محمد ناجی کے مارنے پر کمر بستہ ہو گئے ایک دن جب کہ بادشاہ بتقریب شکار روانہ ہو
گیا ہوا تھا یہ لوگ متعہد محمد ناجی پر حملہ آور ہو گئے لیکن ملک موصوف حسین شاہ
کے محلات میں روپوش ہو گیا۔ فتح چک اور بہادر خاں دروازے توڑ کر اندر گھس گئے
اور ملک کے آدمیوں میں اور ان میں تلوار چل گئی۔ لیکن وہ مجبوراً شاہی میں متواری
ہو گیا اور غنیم مایوس ہو کر رزمگاہ سے نکل آئے۔ منادی دربان اور سپاہی ان کے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۳ سے زیادہ ہوشیار [illegible]

تیتیجہ دوڑ سے اور خان زمان شمس ڈوبلی اور بہادر خان کو گرفتار کر کے بادشاہ کے حضور میں لے آئے جس نے تینوں کے ہاتھ کٹوا دیئے اور خان زمان کو معزول کر کے اسکا عہدہ مبارز خان کو بخش دیا۔ تھوڑے عرصہ بعد یہ کور نمک بھی بادشاہ کے قتل پر آمادہ ہو گیا لیکن خوش قسمتی سے حسین شاہ کی نیک نیتی نے اس کو مبارز خان کی نیت باطنی سے وقت پر مطلع کر دیا اور اس نے اس احسان فراموش اور اس کے ہمراہی لوہر چک دونوں کے ہاتھ منقطع کر دیئے ساتھ ہی نصرت چک جس کو حسین شاہ نے قید کر رکھا تھا آنکھیں نکلوا کر آزادی پا گیا۔ آخر کار بادشاہ محمد ناجی سے بھی بدگمان ہو گیا اور اس سے اسے منصب وزارت سے برخاست کر کے اس کی جگہ علی کوکہ کو جو مذہب اسلام کے حنفیہ فرقے کا معتقد تھا وزیر مقرر کر لیا۔ [illegible] میں شنکر چک اپنے بھائی حسین شاہ سے منحرف ہو کر کوہستان پشت سیر کی طرف بھاگ گیا اور ادھر ہی اپنا تسلط جما کر خود مختار بادشاہی کرنے لگا۔ وہاں کی رعایا شنکر خان چک کے جور و ستم اور ظلم و تعدی سے تنگ آ کر حسین شاہ کی خدمت میں داد خواہی کے لئے حاضر ہوئی جس نے حکم دیا کہ وہ لوگ خود اس بدبلا کو اپنے ملک سے نکال دیں۔ اس کام کے لئے اگر شاہی امداد کی ضرورت ہو تو حسب المطلب دی جائے گی۔ یہ خبر سنکر شنکر خان فوج آراستہ کر کے جنگ کو طیار ہو گیا۔ ادھر سے علی خان چک اور ملک محمد ناجی اس کی سرکوبی کو گئے اور بمقام بونچھ خونریز لڑائی ہوئی جس میں شنکر خان زخمی ہو کر بھاگ گیا۔

اسی سال [illegible] میں جلال الدین محمد اکبر بادشاہ دہلی نے میرزا مقیم کو تھوڑی سی جمعیت کے ساتھ ظاہر بطور سفارت مگر باطنًا براے دریافت راہ و حالات ملک کشمیر بھیجا۔ یہ شخص خود بھی شیعہ مذہب رکھتا تھا اور اس کے ہمراہی بھی عمومًا تمام اسی ملت کے پیرو تھے۔ کشمیر آ کر اس نے حسین شاہ کو بھی اپنا ہم خیال اور ہم مذہب ہی پایا۔ اس لئے کچھ عرصہ کے لئے باطمینان تمام یہاں قیام پذیر ہو گیا۔ اس کے ہمراہیوں میں سے ایک شخص یوسف بذر جو اول درجے کا متعصب اور تیز طبع نوجوان تھا۔ ایک دن قاضی حبیب اللہ جو قاضی شہر اور خطیب مسجد جامع تھا کو اذان

لہ حسب نسب سے سید تھے حسین شاہ چک کے زمانہ میں قاضی القضاۃ کا عہدہ حاصل

کے دامن میں ادائے نماز جمعہ کے بعد قبرستان میں فاتحہ خوانی کر رہا تھا کہ وہ رسیدہ
دہن تلوار کھینچ کر سو کے بھیڑیئے کی طرح اس پر لپکا۔ ایک زخم قاضی کے سر پر لگایا
اور دوسرا وار کرنے کو تھا کہ قاضی نے ہاتھوں سے ڈھال کا کام لیا۔ جس سے
اس کی انگلیاں کٹ گئیں۔ اسی اثنا میں قاضی کا داماد مولانا کمال بھی آپہنچا۔ اس
نے اپنے آپ کو خسر کی سپر بنا کر اس موذی کے ہاتھ سے نجات دلوائی۔ یوسف
بھاگ گیا لیکن ملک کوکہ اور رتی کوکہ نے اسے گرفتار کر لیا اور بادشاہ کے فرمان
کے مطابق مولانا شمس الدین الماس اور ملا یحییٰ گنائی خلف الرشید یوسف گنائی
المشہور بہ ملا فیروز کے فتووں پر یوسف بدر کو عوام الناس کے سامنے قتل کرا دیا
اس واقعہ کے تھوڑے عرصہ بعد جب [illegible] بادشاہ کا بڑا لڑکا ابراہیم خاں جو حسن و جمال اور
دیانت و شجاعت میں یکتائے زمانہ تھا مرض چیچک میں مبتلا ہو کر انتقال کر گیا تو فرقہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۵۔ کرنے کی وجہ سے قاضی مشہور ہوئے۔ اصل وطن توران تھا۔ لیکن
کشمیر کی مٹی نصیبوں میں تھی۔ صاحب تصنیف و تالیف تھے۔ اصول و فروع اہل سنت
کی بیشتر کتابیں (بزبان فارسی) آپ سے یادگار ہیں۔ مزار سلطان زین العابدین میں متصل
دروازہ مسجد آپ مدفون ہیں۔ (فوق) [2] اصل نام ملا یوسف گنائی تھا۔ کسی شاہزادے
نے ایک دن الماس کے نام سے پکارا وہی نام مشہور ہو گیا۔ ملا فیروز کا شاگرد تھا۔
اور استاد کے ساتھ ہی درجہ شہادت کو پہنچا۔ متقی مشہور تھا۔ اور مشکلات علمیہ
کو نہایت آسانی سے حل کر دیتا تھا۔ فوق [3] ملا یحییٰ کے نام سے بھی موسوم تھا
عین جوانی میں حج کعبہ سے مشرف ہوا۔ مختلف مقامات پر تحصیل علوم کرتا ہوا واپس کشمیر
آیا۔ مخدوم الملک کو شہنشاہ اکبر کا استاد تھا۔ ملا فیروز کے شاگردوں
میں سے تھا۔ کشمیر میں واپس آکر مفتی اعظم کے عہدہ پر مقرر ہوا۔ حضرت
مخدوم شیخ حمزہ سے ارادت معنوی تھی۔ اجرائے احکام شرع میں کمال
دیانت سے کام لیتا تھا۔ ستر سال کی عمر میں ظالموں کے ہاتھوں جام شہادت
نوش کیا۔ کوہ ماران (ہری پربت) کے دامن میں مسجد سنگین ملا شاہ کے صحن
میں آپ دفن کئے گئے۔ (فوق)

شیعہ کی چھیڑ چھاڑ تھی۔ ان کے تہہ دار ملازمین نے بادشاہ کے ذہن نشین کر دیا کہ بمصداق
آہ مظلوماں کند فرزند ظالم را کباب یوسف کے بیٹے کو ناحق قتل کرانے سے یہ
آفت نازل ہوئی ہے کیونکہ اس کے حق میں انصاف سے پہلوتہی کی گئی ہے
بادشاہ نے اس کام کا الزام مفتیان اسلام کے ذمہ لگایا۔ ملا مذکور نے ان کی
تعصبانہ کارروائی پر استدلال کرتے ہوئے ان سے مباحثہ و مجادلہ کرنے کا
مسئلہ پیش کیا۔ بادشاہ نے فوراً اس بات کو منظور کر لیا اور دن مقرر کیا گیا اور
متنازعین کی بحث کا فیصلہ شیعوں کی مرضی کے مطابق اکبر کے سفیر مرزا مقیم کی رائے
پر موقوف رکھا گیا جیسا کہ اوپر کہا گیا تھا میرزا صاحب نے استغاثہ کی مصنوعی دلائل اور شہادت
کی بنیاد پر دونوں مفتیوں کو پھانسی کا حکم دلوا دیا۔ ان بیچاروں نے چند در چند
براہین عقلی و نقلی پیش کئے اور یہ بھی ظاہر کیا کہ ان کا فتوی بادشاہ وقت کے
ارشاد کے مطابق جو اس نے سیاست مدن اور انتظام مملکت کے قائم رکھنے کے
خیال سے زبانی صادر فرمایا تھا دیا گیا تھا لیکن ان بیچاروں کی کون سنتا تھا ان کو قتل
کا حکم سنایا گیا اور ایک دن جب کہ اہلیان شہر تقریب عید نا تحصیل ڈل کی
سیر و سیاحت کے لئے گئے ہوئے تھے بادشاہ نے دونوں مفتیوں کو قتل کرا دیا
حضرت شیخ یعقوب صرفی نے تاریخ کہی ہے

از پئے تاریخ آں دو دین وحید ۔ گفت شہ اثر بہر دین ملا شہید ۹۷۷ھ

۱؎ حضرت شیخ یعقوب صرفی ابن شیخ حسن گنائی ایک بڑے باپ کے بیٹے تھے جو ملک میں
نہایت نامور تھے سات سال کی عمر میں قرآن شریف حفظ کر لیا۔ چھوٹی سی عمر میں باوجود
مرافقت والدین واوستاد تحصیل علوم کے لئے طہران اور خوارزم کی طرف بانہال
کی راہ سے نکل گئے سفر میں کئی دن قیام کیا۔ اور جنگلوں سے لکڑیاں لا لا کر خدمت
استاد کرتے رہے اور تعلیم باطنی سے بہرہ اندوز ہوتے رہے جب واپس
آئے تو تمام کشمیر حسن عقیدت کی وجہ سے ٹوٹ پڑا۔ آپ پھر مشہد خراسان
نجف اشرف وغیرہ سے ہوتے ہوئے زیارت حرم و کعبہ سے مشرف ہوئے
کشمیر پھر واپس آئے لوگ اسی طرح آنے شروع ہوئے۔ ملک کی حالت
بھی بگڑ رہی تھی اور مذہب کی آڑ میں بڑے بڑے علما و صلحا تلوار کے گھاٹ اتر

دوسری تاریخ اس واقعہ کی توضیح یوں لکھتی ہے۔ سنیوں کے انتقام لینے کے
بعد میرزا مقیم نے مراجعت فرمائی۔ حسین شاہ نے اکبر کی مطابعت اختیار کی اور
اظہار اطاعت کے لئے اپنی لڑکی اور دیگر تحفہ و تحائف ساتھ دے کر میرزا کو رخصت
کر دیا۔ اپنی طرف سے میرزا یعقوب کو بمنزلہ وکیل اس کے ساتھ بھجوایا۔ اسی اثنا
میں خواجہ حاجی گنائی بھی جو اکابران شہر سے تھا۔ شیخ عبدالنبی اور ملا عبد اللہ وغیرہ
مسلمانان اہل سنت و جماعت کو ہمراہ لے کر دربار اکبری میں پہنچ گیا اور مولوی [illegible]
اور ملا فیروز کی شہادت کا تعصبانہ سانحہ ذات اخلاص میں گوش گزار کر کے دادرسی
کا خواستگار ہوا۔ اس بات کے سننے سے بادشاہ سخت غضبناک ہوا اور اس
نے میرزا مقیم میرزا یعقوب اور میر حبشی کو قتل کرا دیا۔ اور حسین شاہ کے تمام تحفہ و
تحائف مسترد کر دیئے۔ حسین شاہ اپنی حرکات سے سخت نادم ہوا۔ اب
اسے بخوبی ذہن نشین ہو گیا کہ مذہبی تنازعات میں سرگرداں رہنے میں سوائے خجالت
اور ندامت کچھ حاصل نہ ہوگا۔ جیسے چیچک اکبری نے سنزا دے کر آئندہ کے لئے
اسے متنبہ بلکہ تائب کر دیا۔

نوجوان بیٹے کی سعت۔ اکبر جیسے اولوالعزم بادشاہ کی ناراضگی سے دعایا کی بدگمانی
اور امراء دولت کی مخالفت کچھ کم تفکرات نہ تھے۔ اچانک مرض فالج میں مبتلا ہو کر زندگی
سے مایوس ہو گیا۔ اسی دوران میں محمد علی کوکہ۔ محمد ناجی اور سعدی کوکہ وغیرہ چند امرائے
نامدار نے باہمی مشورہ سے رائے قائم کر لی کہ علی خان چک اور سید مبارک خان
بیہقی کو قید کر کے حسین شاہ کے صغیر سن بیٹے کو تخت نشین کریں تا کہ انہیں آپ ہی خود
مختار حکومت کا موقع مل جائے۔ علی خان بھی اپنی جگہ اسی ادھیڑ بن میں تھا اور سید
مبارک شاہ۔ سید ابراہیم خان۔ ابراہیم خان۔ داراستان خان اور لولی ملک وغیرہ
امرائے دولت سے رابطہ مستحکم کر کے شکار کے بہانے سوپور چلا گیا۔ علی کوکہ نے
اپنی سکیم کے سرانجام دینے کی خواہش میں اس کے واپس بلانے کے لئے دو تین آدمی
بھجوائے لیکن یاوری بخت سے وہ اس کے پھندے میں نہ آیا۔ اسی اثنا میں

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۶ رہے۔ آپ یہ واقعات دیکھ کر ہمیشہ پریشان رہتے آخر ۱۰۰۳ھ
میں انتقال کر گئے۔ (فوق)

تمام امیر و وزیر جو آوارہ گردی کی حالت میں سرگرداں و پریشان حال ہو رہے تھے۔
غرضؔ فرداً فرداً آکر علی خان سے مل گئے اسی طرح زینہ خان اور رول ملک وغیرہ بھی
سری نگر سے بھاگ کر علی خان سے جا ملے۔ اس کے پاس جب کافی جماعت طیار ہو گئی
تو دار السلطنت پر تسلط ہونے کی نیت سے سوپور سے روانہ ہو گیا۔ اثنا و راہ
میں بمقام ہانجی پورہ شیخ ملک اور علی کوکہ نے اسکی فوج پر شبخون مارا لیکن وہ پہلے
ہی سے خبردار اور طیار رہتا ایسا لڑا کہ دشمن کو سوائے ہزیمت کوئی چارہ نظر نہ آیا
اس کے بعد موضع زینہ پور میں پہنچ کر انھوں نے مصلحت کی کہ علی خان کے اقبال جوانمردی
تجربہ کاری اور دانشمندی کے مقابلے میں ہماری دال نہیں گل سکتی۔ اس لئے اس
کے ساتھ خصومت اور عناد پیدا کرنے میں آخر ندامت اٹھانی پڑے گی بہتر
یہی ہے کہ خود بخود اپنی خوشی سے اس کی مطاوعت اختیار کر لیں۔ یہ سوچکر انہوں نے
اسی وقت خلعت اور تاج شاہی بابا خلیل کے ہاتھ اس کے پاس بھجوا دیا۔ اسی
طرح سید مبارک خان سے بھی بوثوق ایمان متحد ہو گئے۔ علی خان سری نگر آ گیا۔
حسین شاہ نے بحساب قمری سات سالہ حکومت کے بعد معزول ہو کر بقیہ عمر کے
ایک سال چھ ماہ مقام موضع زینہ پور عبادت الٰہی میں صرف کئے اور [illegible]۔

لہ تاریخ فرشتہ میں اس واقعہ کو بہ تفصیل سے لکھا گیا ہے چنانچہ مرقوم ہے کہ
دولت چک نے جو حسین شاہ کے مقربین سے تھا بادشاہ کو کہا کہ سب لوگ ہمارے
پاس سے فرار ہوئے جاتے ہیں ہم اکیلے کیا کر سکیں گے بہتر یہ ہے کہ اسباب شاہی
جس کیلئے یہ سارا فساد ہے علی خان کے پاس بھیج دیا جائے۔ آخر وہ بھی آپ کا
بھائی ہے سلطنت تو ایک ہی نسل میں رہے گی۔ حسین شاہ نے چتر اور تمام جلوس شاہی
اپنے بیٹے یوسف کے ہاتھ اپنے بھائی کو بھیج دیا اور لکھا کہ میں خود بوجہ بیماری حاضر
نہیں ہو سکتا ورنہ ضرور اسباب کے ہمراہ آتا۔ علی خان اس کے جواب میں بھائی کی عیادت
کے لئے آیا۔ دونوں بھائی بغلگیر ہو کر دیر تک روتے رہے۔ حسین چک نے تخت و
تاج اپنے ہاتھ سے بھائی کے سپرد کیا اور اپنی سکونت کے لئے زینہ پور کو چن لیا
جو نہایت سرسبز اور شاداب قطعہ تھا۔ یہ بھی لکھا ہے کہ جب حسین چک کا انتقال ہو گیا
تو علی شاہ خود اس کے جنازے کے ہمراہ گیا اور اس نے اپنی مسجد کی جگہ اس کو دفن کرایا [illegible]

مطابق ۹۷۷ھ میں رہگرائے عالم جاودانی ہوگیا۔

حسین شاہ چک عادل باذل اور شجاع تھا اور گو اپنے بھائی کی طرح اپنے فرقہ یعنے اہل تشیع کا طرفدار تھا لیکن انصاف کو ہاتھ سے نہ جانے دیتا تھا۔ اپنے دین کی رونق و ترویج میں کوشش کرتا لیکن بہت کم دل آزاری کے ساتھ۔ آخر عمر میں بیٹے کے انتقال اور اکبر کی کشیدہ خاطری کی وجہ سے مذہب کی طرفداری کو بالکل ترک کردیا تھا اور رعیت پروری اور انصاف پسندی کی طرف مائل ہوگیا تھا۔ مسلمان علماء مشائخ کی قدر کرنے لگا لیکن افسوس انقلاب زمانہ نے اسے اتنی مہلت بھی نہ دی کہ وہ دل کھول کر تلافی کرسکتا۔

اس بادشاہ نے اپنے اوقات عزیز کا ایک عمل بنا رکھا تھا اور عموماً اسی کے مطابق کاروبار سلطنت بھی سرانجام دیتا تھا۔

(۱) بروز یکشنبہ مصاحبت مشائخ و فقراء۔
(۲) بروز دوشنبہ مصاحبت و مشاورت مفتیان و قاضیان۔
(۳) بروز سہ شنبہ اشتغال تفریح و سیر و شکار۔
(۴) بروز چہارشنبہ معائنہ افواج و سپاہ و تقرر امیدواران۔
(۵) بروز پنجشنبہ مجالست اہل نشاط و ارباب رقص و سرود۔
(۶) بروز جمعہ مصاحبت علمائے دین و مباحثہ امورات مذہبی۔
(۷) بروز شنبہ مصاحبت منجمان، پنڈتان و قصہ خوانان۔

ہر ایک کام کے لئے اس نے خزانہ عامرہ سے وظائف و مشاہرے مقرر کر رکھے تھے اور ہنرمندوں اور دانشمندوں کی پرورش قدر افزائی کرتا تھا۔ خدا نے اسے طبع موزوں عطا کی تھی اور شعر و سخن کا شوق بھی بدرجہ کمال رکھتا تھا۔ اس کی شاعرانہ قابلیتوں کا امتحان ذیل کے اشعار سے بخوبی ہوسکتا ہے۔

قاتل کردہ تیغ و بستہ خنجر یار سے آید ۔۔ وا اگر خیر و کا زہے کن کہ جاں نکار سے آید

دیگر

آں ترک آل پوش سوار سمند شاہ ۔۔ یاراں حذر کنید کہ آتش بلند شد

علی شاہ چک

ایام حکومت ۸ سال ۹ ماہ ۱۲ روز سنہ ۱۵۷۰ء لغایت سنہ ۱۵۷۹ء مطابق
سنہ ۹۷۸ھ لغایت سنہ ۹۸۷ ہجری

سنہ ۱۵۷۰ء میں علی شاہ نے تخت نشین ہو کر عدل و احسان کے دروازے کھول دیئے۔ مدت کے بعد مظلوم رعایائے کشمیر کو یہ دن نصیب ہوا کہ کچھ عرصہ کے لئے علی شاہ جیسے نیک دل اور رعایا پرور بادشاہ کے زیر سایہ آرام و راحت کی زندگی بسر کریں۔ جلوس کے دن اس نے جامع مسجد سرینگر میں علماء فضلاء امراء وزراء عوام و خواص سب کو جمع کر کے جلسہ عام منعقد کیا جس میں اس نے لمبی چوڑی تقریر کے بعد رعایا پر اپنا احسان شاہی اور معدلت گستری سے سرشار کرنے کا ارادہ بآواز بلند کیا۔ منہیات اور لہو و لعب سے نجات مانگی۔ در حقیقت جب تک زندہ رہا اپنی تقریر کا سختی سے پابند رہا۔ جور و بدعت ظلم و ستم سفاکی بیباکی قتل و غارت جو سابقہ حکمرانوں کے عہد میں داب شاہی کے لباس میں علانیہ مروج تھیں اس نے یک قلم موقوف کر دیں۔ علماء و فضلا کی قدر و منزلت بدرجہا بڑھا دی۔ مشائخ اور فقراء کی تابعداری اور خدمت گذاری بمنزلہ فرض منصبی سمجھتا۔ خصوصاً محبوب العالم شیخ حمزہ اور شیخ میر و بابا رشی کی خدمت بابرکت میں ادنے غلاموں کی مانند حاضر رہتا۔ اور ان کے احکامات کی تعمیل جان و دل سے کرتا۔ شیخ بابا داؤد خاکی قصیدہ لامیہ میں یہ اشعار قلمبند کر کے بادشاہ کی ارادت مندی اور اخلاص کی داد دیتے ہیں۔ ~~~

و ایضے دوران علی شاہ و ستدار صالحان ‌ ‌ ‌ پیر او شاہزادہ یوسف شاہ باجاہ و جلال
ہر دو ایشان صحبت این پیر او در یافتند ‌ ‌ ‌ ہر دو کردند سے دعائے خیر خود وارد دل
او دعا گفتے و ایشان را مبارک آمدے ‌ ‌ ‌ ہم دریں اشفاق ایشان کرد اینجا ارتحال

اسی طرح شریفوں کی قدر افزائی دانشمندوں اور ہنرمندوں کی عزت و توقیر بہادر دل اور شمشیر زنوں کی حوصلہ افزائی ان کی حیثیت سے بڑھ کر کرتا۔ سید مبارک خاں بیہقی جس کا ذکر اجمالاً پہلے بھی آ چکا ہے اس کا وزیر اعظم اور مشیر خاص تھا۔ امراء نے دولت

رؤسائے ملک کو لائق و مناسب مدارج اور جاگیرات عطا کیں اور دشمنوں کو بھی جہاں
والطاف سے دل شاد کر کے اس نے تمام رعایا کو رشتۂ اخلاص و اتحاد میں ایسا
جکڑا کہ حاکم و محکوم میں بظاہر کوئی فرق نظر نہ آتا تھا۔

معزول سلطان نازک شاہ کے بیٹے حاجی حیدر خاں اور سلیم خاں آوارہ گردی
اور پریشان روزگاری کے مصائب سے تنگ آ کر ممالک محروسہ کی بازیافت کی
جستجو میں لگے ہوئے تھے۔ وہ بعض رؤسائے و امرائے ہندوستان کو اپنی
معاونت پر مستعد کر کے کشمیر پر چڑھ آئے۔ بادشاہ نے اپنے بھتیجے لوہر چک اور
حبیب چک کے بیٹے محمد چک کو پانچ ہزار سپاہ کے ساتھ مخالفوں کی مدافعت
پر مامور کیا۔ یہ لوگ بڑے جوش و خروش سے یلغار کرتے ہوئے جا رہے تھے
کہ کوہستان نوشہرہ میں غنیم کے مقابلہ پر آ گئے۔ ہندوستانی افواج کی بے تعداد
جمعیت نے انہیں سراسیمہ کر دیا۔ اس لئے قوت بازو سے مقابلہ کی تاب نہ لا کر
انہوں نے قوت دماغ کو کام میں لانا چاہا۔ محمد چک نے حیدر خاں اور سلیم خاں سے
خط و کتابت کر کے رابطۂ اتحاد قائم کر لیا اور لوہر چک کو بانیٔ فساد قرار دے کر اس کی
مشکیں باندھ لیں اور مقام نوشہرہ غنیم کے حوالہ کر دیا۔ اور خود اظہار اطاعت
و فرمانبرداری کر کے غنیم کو کشمیر لے آیا۔ جب سنگ پورہ پہنچے جہاں کی اسکیم کے
موافق ان کے مطلب کا اتمام تھا تو محمد چک نے لوہر چک کو آزاد کر کے دشمن پر حملہ
کر دیا جس میں سلیم خاں مارا گیا اور حیدر خاں بھاگ کر ہندوستان واپس آ گیا۔

اس کے بعد بہادر سنگھ راجہ کشتواڑ نے سرکشی کی جس کی سرکوبی کے لئے لشکر
جرار متعین ہوا لیکن اس نے گھبرا کر جلد ہی ہتھیار ڈال دیئے اور اطاعت قبول
کر لی اور اپنی ہمشیرہ شنکر دیوی میر زمان کے پوتے اور علی شاہ کے نبیرہ یعقوب خاں
کے حوالہ کر دی۔ اور سالانہ خراج دینے پر راضی ہو گیا۔ لیکن دوسرے سال پھر
رعونت اور نخوت نے جوش مارا اور سر بفساد ہو گیا۔ اسمٰعیل گنائی اور حیدر ملک اس کی
گوشمالی کے لئے کشتواڑ پہنچے لیکن نتیجہ وہی ہوا جو پچھلے سال ہوا تھا۔ بہادر سنگھ
عجز و انکساری کرنے لگا اور تلافی مافات کے عوض اپنے بیٹے نرائن سنگھ کے
ہاتھ اپنی لڑکی کو جو بعد میں فتح خاتون کے نام سے مشہور ہوئی بطور یرغمال کشمیر

[illegible]

بھجوایا اور عجائبات کشتوار سالانہ بطور خراج دینے کا عہد و پیمان کر کے
خلعت خسروانہ سے سرافراز ہوا۔

اسی سال اکبر بادشاہ کے سفیر قاضی صدر الدین اور مولانا عشقی شاہزادہ سلیم کی
کتخدائی کی درخواست لے کر وارد کشمیر ہوئے۔ بادشاہ بڑی تعظیم و تکریم سے اُن
کے ساتھ پیش آیا۔ اور کشمیر میں اکبر کے نام کا سکہ و خطبہ مروج کر کے حسب الاستدعا[1]
بھائی کی لڑکی معہ تحفہ و تحائف بادشاہ دہلی کی خدمت میں بھجوا دی۔

اس کے بعد نورنیوز چک کے بیٹے علی چک نے اپنے طائفہ کے امرا سے
سازش کر کے بغاوت اختیار کی لیکن شکست کھائی اور گرفتار ہو گیا۔ بادشاہ نے[2]
اس کے مارنے کا حکم دیا لیکن سید مبارک خاں کی سفارش سے جان بخشی حاصل
کر کے جلاوطن ہو گیا تاہم اس شوریدہ سر کے دماغ سے بیہودہ خود سری دور
نہ ہوئی کشمیر سے باہر جا کر حسن قلی خاں کے پاس لاہور پہنچا اور اُس سے امداد مانگی۔
لیکن اس نے بھی قصور عقل اور فساد تخیل کی بنا سمجھ کر اُسے ساجواب دے دیا۔ یہاں
سے ناامید ہو کر کوہستان تبت کوٹ میں فتنہ و فساد برپا کرنے لگا۔ شاہی فوج نے
یلغار کر کے اسے پھر گرفتار کر لیا مگر اس مرتبہ بھی سید مبارک خاں کی عنایت
سے رہا کیا گیا۔ اسی طرح غازی چک کا بیٹا حیدر خاں آخر وہ سنہ شاہی کے گھمنڈ
میں جامہ سے باہر ہوا جاتا تھا۔ ایک دن علی شاہ کے لڑکے یوسف شاہ سے سخت
کلامی کرنے لگا یہاں تک کہ ہاتھا پائی کی نوبت پہنچ گئی۔ اس کشاکش میں یوسف شاہ کے
سر سے دستار گر گئی۔ اس کے آدمیوں نے غصہ میں آ کر حیدر خاں کا کام تمام کر دیا۔

---

[1] سب سے پہلے کشمیر میں جب غیر ملک کے بادشاہ کے نام کا خطبہ و سکہ پڑھا گیا وہ اکبر ہی تھا۔
فوق۔ [2] علی چک کی سرکشی کی وجہ یہ تھی کہ دو گاؤں جو پہلے حسین چک کا خالصہ تھا، آئندہ
کی جاگیر میں آ کر دخل انداز ہوتا تھا۔ علی چک نے بادشاہ سے آ کر کہا کہ دو گاؤں میرے کو [illegible]
میں خلل ڈالتا ہے اگر سرکار توجہ نہ کرے گی تو میں گھوڑوں کے سُموں سے پامال کر ڈالوں گا۔ علی شاہ
اس بات کو سمجھ گیا کہ اس کا مقصد میرا اسلحہ یعنی بیٹے کو ہلاک کرنے سے ہے۔ اس
گستاخی اور بے ادبی پر بادشاہ نے اس کو قید کر کے علاقہ کامراج میں بھیج دیا۔
۱۲ فوق

یہ دیکھ کر یوسف شاہ بھی گھبرا گیا اور باپ کے خوف سے اپنے خیل و حشم کے
کی طرف بھاگ گیا علی شاہ کو بیٹے کی یہ حرکات پسند آئیں اس نے اس کو سزا دینے
کے لئے اپنے بھائی ابدال خان کو افواج شاہی دے کر اس کے پیچھے بھیجا۔ اس
اثنا میں جب مبارک خان کو اطلاع ہوئی تو اس نے بمقام ...
ابدال خان کو چڑھائی کرنے سے روک دیا اور یوسف خان کو واپس بلوا کر باپ
سے صلح کرا دی۔

اسی سال ۹۷۴ھ/۱۵۶۷ء میں فصل خریف کے موقعہ پر بے وقت اور متواتر برفباری
نے محصول اراضی بالکل تلف ہو گیا جس سے قحط عظیم اٹھا اور تین سال تک
اس بلائے آسمانی کا وہ زور و شور رہا کہ لوگ گوشت انسان کو بھی حلال سمجھنے لگے
قحط زدہ لوگ مردوں کو بھی بے تحاشا کھانے لگے۔

قحط تا حدے کہ خلق از فرط بے توشگی چو شمع
جسم خود را سوختے بر آتش زیر و بے بکار

بادشاہ نے قحط زدوں کے لئے خزائن معمورہ کے دروازے کھول دیئے
دو سال کے اندر تمام خزانے خالی ہو گئے لیکن قحط کی شدت دور نہ ہوئی۔ ابا
علی شاہ سخت گھبرایا۔ دن رات رعایا کے غم و الم میں سرگرداں رہنے لگا۔ مگر تقدیر
الہی سے کیا چارہ تھا۔ خانقاہوں میں جا کر شب کو عجز و انکسار سے دعائیں مانگتا
اولیاؤں کی خدمت میں حاضر ہوتا لیکن کوئی صورت علاج و بہبودی کی نظر نہ آئی
ایک دن اسے راستے میں ریتو چک مجذوب ملا۔ بادشاہ نے بڑی نیاز مندی
سے اس سے پوچھا کہ یہ بلا کب تک رہے گی اس نے جواب دیا کہ جب تک تو ہے
یعنی جب تک تمہاری زندگی ہے۔ اسی سال فصل بیج طیار ہو گیا اور گرانی غلہ کی
سختی دور ہو گئی۔ انہیں دنوں میں ۹۸۶ھ/۱۵۷۹ء میں ایک دن بادشاہ میدان عیدگاہ میں
چوگان بازی کر رہا تھا گیند کے پیچھے لپکا تو چوگان سے اسکا پیٹ پھٹ گیا انتڑیاں
باہر نکل آئیں ابھی گھر پہنچا تھا کہ دم نکل گیا۔ دوسرے حالت بری تھی ادھر ابدال خان
بھائی کی پشت چھوڑ کر اپنی جمعیت اکٹھی کرنے لگا۔ اور محلہ ... کے
حدود میں صف آرائی کر کے یوسف شاہ سے لڑنے پر تیار ہو گیا۔ جمعیت وہ

ترکمان صوبہ پنجاب کے پاس رہا۔ جب وہاں کچھ دال نہ گلی تو یہ سن کر کہ کشمیر کا بادشاہ مذہباً اہل تشیع ہے وارد کشمیر ہوا۔ علی شاہ نے اُس کی حد سے زیادہ عزت کی۔ تھوڑے دنوں کے بعد شاہ صاحب نے یہ پُرزے نکالنے شروع کئے۔ مریدوں اور عقیدتمندوں کی کثرت ہو گئی تھی اپنے آپ کو مہدی آخرالزمان مشہور کر دیا۔ بادشاہ بھی معتقد ہو گیا۔ اور مزید ارادتمندی کے لئے اپنی بیٹی اس کے عقد میں کر دی۔ علی چک نوروز چک اور ابراہیم چک وغیرہ اُمراء کو یہاں تک اعتقاد ہوا کہ سجدہ تعظیمی کرتے تھے۔ اور پاؤں کی خاک کو آنکھوں سے ملتے تھے۔ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ شاہ صاحب کو علی شاہ سے سلطنت چھیننے کی فکریں سوجھنے لگیں۔ جو معتقد اُمرا تھے سب کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ جب بادشاہ کو شاہ صاحب کی اس نمک حرامی اور محسن کشی کی خبر دی گئی تو غضبناک ہو کر اُس کی ایذا رسانی کا حکم دیا۔ شاہ صاحب نے تنگ آکر کہا مجھے تکلیف نہ پہنچاؤ میں کل خود بخود ہی لاہور پہنچ جاؤنگا۔ خوش اعتقادوں نے اس کو سچ مان لیا کیونکہ وہ اُن کو کیمیا گری اور تسخیر جن میں کامل سمجھتے تھے۔ شاہ صاحب حسب الواقعہ غائب ہو گئے۔ لیکن تیسرے دن کے بعد معلوم ہوا کہ پانچوں کو دو اشرفیاں دے کر آپ بارہ مولا جا پہنچے ہیں بادشاہ نے پکڑ منگوایا حضرت پابجولاں تشریف لائے۔ اور حوالات میں دھکیل دیئے گئے۔ لیکن وہاں سے نکل بھاگے۔ اور علم تسخیر جن کے لحاظ سے کوہ سلیمان کی پناہ میں جا چھپے۔ پولیس کے دیو وہاں بھی جا پہنچے۔ اور پھر گرفتار کر لائے۔ اس دفعہ علی شاہ نے اپنی لڑکی کے مہر کے عوض میں ایک اشرفی دے کر طلاق لے لی۔ اور سائیں صاحب کو تبت کی طرف روانہ کر دیا۔ والئے تبت کا نام علی رائے تھا۔ جو شیعہ مذہب سے اُنس خاص رکھتا تھا۔ جب اُس نے سنا کہ شاہ صاحب آ رہے ہیں تو خود استقبال کو گیا۔ تعظیم و تکریم میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی اور اپنی بیٹی شاہ صاحب کے عقد میں دیدی۔ تبت میں اقامت گزین ہوئے ابھی کچھ زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ دہلی نے ازراہ قدردانی اُس کی طلبی کے لئے آدمی بھیجے۔ چنانچہ تبت سے وہ دارالخلافہ آگرہ میں آیا۔ اور وہاں سے دارالبقا کی طرف کوچ کر گیا۔

یوسف شاہ چک

ایام حکومت ایک سال ۲ ماہ ۱۹ روز سنہ ۱۵۷۹ء لغایت سنہ ۱۵۸۰ء
مطابق سنہ ۹۸۶ھ لغایت سنہ ۹۸۸ھ ہجری

ابدال خان کی وفات اور ریاپ کی تدفین کے بعد سنہ ۱۵۷۹ء میں یوسف شاہ نے سریر جہانبانی پر قدم رکھا۔ دشمنوں کی تباہی سلطنت کے غرور اور تاجپوشی کے گھمنڈ نے اس کے دماغ میں نخوت و رعونت پیدا کر دی۔ اور ربط و ضبط مملکت سے غافل اور بے پرواہ ہو کر اس نے عیش و عشرت کا بازار گرم کر دیا۔ دن رات ناؤ نوش اور نغمہ و سرود سے سرشار رہتا۔ معشوقان دلنواز اور مہ جبیان طناز ہر دم نشاط اور محفل انبساط میں ساقی گری کا نقشہ جمانے لگے۔ قوالوں اور رقاصوں کی صحبت نے کاروبار جہانبانی سے مستغنی کر کے اسے ایسا دلدادہ بنا لیا کہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گیا۔ خود بھی موزون طبع رکھتا تھا اور عموماً فی البدیہہ اشعار کہتا تھا۔ فارسی کشمیری دونوں زبانوں کا اچھا خاصہ شاعر تھا۔ یہ اشعار اسی کے نتیجہ فکر میں سے ہیں:

دل بہ در رخ جانان بسان غنچہ پرخون است | چہ بپرسی کس نپرسید کہ احوال دلت چون است
لیلی چارہ ندید مجنون خود شد راند | زور کند جذبہ عشق [illegible] اوست

یوسف شاہ کی انجمن نشاط کی رکن اعظم حبہ خاتون نام ایک [illegible] تھی جو علاوہ حسن و جمال کے خوش الحانی میں بھی اپنا نظیر نہ رکھتی تھی۔ یہ موضع چندہار کے ایک معمولی زمیندار کی بیٹی تھی۔ پہلے کسی اوباش و قلاش آدمی کے نکاح میں تھی لیکن اس کی بے اعتنائیوں سے اسے نفرت [illegible] کر دیا جس سے اس جوڑ کو تقدیر کی پیچیدگیوں کی [illegible] کے لئے ہمیشہ کے لئے مفارقت اختیار کرنی پڑی۔ ایک دن یوسف شاہ نے اسے سبزہ زار میں دیکھ پایا۔ شاعرانہ [illegible] کے دام محبت میں اپنا اسیر کر لیا۔ [illegible] دوسرے [illegible] کے [illegible] سے [illegible] کر کے اس [illegible] دیکھ [illegible] خاتون کے معشوقانہ [illegible]

بادشاہ کو ایسا بے خود بنا دیا کہ رہا سہا ہوش و حواس بھی جاتا رہا۔ مرغزاروں اور
گلزاروں کی سیر و سیاحت میں مستغرق رہنے لگا۔ گلمرگ۔ سونہ مرگ۔ اچھول
اور اچھہ بل توان کے خاص دل لگی کے مقامات تھے۔ علاقہ گوریز میں دریائے
کشن گنگا کے کنارہ پر کوہستان تیل کے پہلو سے ایک چشمہ بشکل آبشار نکلتا ہے
جو اسی کے نام سے حبہ خاتون کہلاتا ہے۔ یوسف شاہ اور حبہ خاتون کے عشق
و محبت کے افسانے یوسف و زلیخا کی مانند آج تک مشہور چلے آتے ہیں۔ یہ
خاتون نورجہاں بیگم ملکہ ہندوستان کی طرح زیور فہم و فراست سے بھی بخوبی آراستہ
تھی۔ عفت و عصمت۔ سلیقہ شعاری۔ خانہ داری۔ غرض تمام وہ اوصاف جو ایک
نیک دل بیگم میں ہونے ضروری ہیں اس در بے بہا میں بدرجہ غایت موجود
تھے۔ حبہ خاتون کے بے مثال حسن و جمال کا شہرہ سنکر کوئی سادہ لوح بھی اسکے
دام الفت میں گرفتار ہوگیا۔ کچھ عرصہ تک مجنون وار دشت غربت کی بادیہ پیمائی کرتا
رہا لیکن جب بقول چرخ فلک رابا عالم پاک کامیابی کی کوئی صورت نظر نہ
آئی اور سینہ درد فراق سے پھٹنے لگا۔ تو اس نے اپنی عمزاد ماں بیوہ کو رازدار بنا کر کسی
حیلہ سے حبہ خاتون کی خدمت میں پہنچا دیا۔ کچھ دن کی متواتر آمد و رفت کے بعد موقعہ
پاکر عورت نے تمام ماجرا حبہ خاتون کے گوش گذار کر دیا جس نے بکمال رحم دلی
اور غریب نوازی سے اُسے حکم دیا کہ کل طالب وصال کو محل سرا میں حاضر کرے
دوسرے دن عاشق جانباز اپنی بیوی کی رہنمائی سے خلوت خانہ خاص میں پہنچا۔
حبہ خاتون بڑی محبت اور غمخواری سے پیش آئی۔ بلکہ اس نے رات کو اپنے
وصال سے بہرہ ور کرنے کا وعدہ بھی کیا لیکن شرط یہ رکھی کہ شبستان کا مراقی
میں اول تو روشنی چراغ نہ ہوگی پھر عاشق و معشوق زبان بند رکھیں گے یعنی
بات چیت نہ کرنے پائیں گے۔ اس مژدہ جانفزا نے شیدائی کے مردہ دل میں
روح پھونک دی دونوں شرطیں منظور کر کے نرگس وار شام وصال کا انتظار
کرنے لگا۔ رات کو حبہ خاتون نے اپنے فدائی کو اندھیرے کمرے میں داخل کر کے
اسی کی بیوی کو سمجھا بجھا کر اس کے پاس بھجوا دیا جس سے طالب وصال کی بھی تسلی
ہوگئی اور عصمت کو بھی داغ نہ لگا۔

یوسف شاہ کی بدکرداریوں اور بے اعتدالیوں سے تنگ ہیں
سید مبارک خان بادشاہ کی مصاحبت سے دست بردار ہوکر خانہ نشین ہوگیا۔ اور
اسکی جگہ محمد بٹ وزیر مقرر ہوا مگر اس نے امرائے دولت کے ساتھ بدسلوکیاں
کرکے سب کو منحرف کرلیا ابدال بٹ جسے خود بھی وزارت کا اشتیاق دامنگیر ہورہا
تھا محمد بٹ اور یوسف شاہ کی بیخ کنی پر آمادہ ہوگیا اور ماہ [illegible] سنہ ۹۸۹ ہجری
مطابق سنہ ۱۵۸۱ء کو آدھی رات کے وقت اس نے علی چک ولد نوروز چک۔
لوہر چک، شمس چک کو پاوارہ اور علی چک ولد فتح چک کو ہمراہ لے کر دریائے
بہت کے پل کاٹ ڈالے اور عالم پناہ رستے کھڑا کر دیا۔ اس کے بعد یہ لوگ سید
مبارک خان کے مکان پر گئے اور اس سے بھی امداد مانگی لیکن اس جہاندیدہ سید
نے ان کو پند و نصائح سے رام کرلیا اور ایسی بے جا حرکت سے باز رکھا ساتھ
ہی اس نے بابا خلیل کو بادشاہ کی خدمت میں بھجوایا کہ باغیوں کے ساتھ دلاسا و مدارا
سے کام لینا چاہیئے ورنہ سخت فساد برپا ہونے کا اندیشہ ہے۔ لیکن بادشاہ جو
نشہ غرور سے سرشار تھا صلح و صفائی کی بات کب ماننے والا تھا قوالوں کے
بھکانے اور رقاصوں کے اکسانے سے اس نے سید مبارک شاہ کو کہلا بھیجا کہ
اگر آج ہی تمام مخالفوں کو مشکیں باندھ کر ہمارے پاس حاضر کردو تو بہتر ورنہ تمہاری
جان کی خیر نہیں۔ یہ سنکر یوسف شاہ دم بخود ہوگیا اور باغیوں کو اس نے رخصت
کردیا۔ جب دوسرے دن بھی مجلس میں حاضر دربار نہ ہوئے تو یوسف شاہ نے
سید مبارک خان کی سرکوبی کے لئے خروج کیا [illegible] پل [illegible] مرمت کرکے
دریا کو عبور کرگئی۔ اور میدان عیدگاہ میں جھنڈے گاڑ کر سید مبارک سے
مبارز طلب ہوئی۔ اب سید کو معلوم ہوا کہ معاملہ دگرگوں ہوگیا اگر چپکے بیٹھا رہا تو
آبرو جاتی ہے اس لئے اپنے ہمراہی ساتھ لے کر میدان میں آگیا۔ یہاں بھی
اس نے دفتر پند و نصائح کھول دیا۔ لیکن اسکی باتوں کی طرف کسی نے توجہ نہ
کی آخر مجبور ہوکر اس نے بھی صمصام خون آشام نیام سے نکالی اور جنگ و جدل
میں مصروف ہوگیا۔ محمد خان میر قاسم علی ملک۔ ابراہیم گنائی اور شیر خان نامی
جو یوسف شاہ کے بہادران نامدار سے تھے سید مبارک کے ہاتھ سے قتل ہوگئے

اور باقی کچھ تو بھاگ کر مقام نرا لگر بادشاہ کے پاس جا پہنچے اور کچھ ہتھیار ڈال کر سید
کے حلقہ اطاعت میں آ گئے۔ اب یوسف شاہ بھی خواب خرگوش سے اٹھا اور سخت
گھبرا گیا اور اپنے جانبازوں کو لعنت ملامت کرنے لگا۔ ملا حسن اسود کو جو علی خان
کا اتالیق تھا صلح کا پیغام دے کر سید مبارک خان کے پاس بھیجا لیکن اس نے
صلح منظور نہ کی اور جواب دیا کہ میں نے لڑائی سے پہلے کس قدر منت خوشامد کی
نخوت اور رعونت نے اس وقت آپ کو راہ نہ دی۔ کچھ دن کوہستان و مرغزار
کی تازہ ہوا کھائیں تاکہ ہوائے خودسری و بلند خیالی فرو ہو۔ اس اثنا میں آتش
خشم و عناد بھی فرو ہو جائے گی تو آپ کو واپس بلا کر مسند نشین کر دونگا۔ یوسف
مایوس ہو گیا اور مال و اسباب بطور امانت علی چک کے گھر میں چھوڑ کر ۱۰ ماہ صفر
۹۸۶ھ ہجری میں اپنے تاج شاہی سید مبارک خان کے پاس بھجوا دیا اور خود کوہستان
کی طرف نکل گیا۔ یوسف شاہ نے صرف ایک سال ایک ماہ ۹ روز تک حکومت
کی ہے۔

سید مبارک خاں بیہقی

ایام حکومت ۲ ماہ ۳ روز ۹۸۶ھ لغایت ۹۸۶ھ

یوسف شاہ کی برطرفی پر چند دنوں کے لئے تخت حکومت خالی رہا اور
کوئی شخص امورات جہانبانی کا متکفل نہ بنا۔ آخر ۱۲ ماہ صفر ۹۸۶ھ میں علی چک
اور لوہر چک وغیرہ اعیان دولت نے بالحاح و ابرام اور طوعاً و کرہاً سید مبارک خاں
کو اس امر کا ذمہ دار بنا کر مسند حکومت پر بٹھا دیا۔ ایک ساعت بعد سنگدل سید
جلوت سے خلوت میں آیا اور تاج شاہی کو سامنے رکھ کر کہنے لگا کہ اے نفس
شوم جاہ و حشمت دنیا سراسر ہیچ اعتبار نیست بحصول این مرتبہ موجب عجب و کبر نباشی
کہ در حقیقت ارزان توجیہت سہ

جہان انگار جہاں جملہ ہیچ در ہیچ است ۔ ہزار بار من این نقطہ کردہ ام تحقیق

یہ کہہ کر جب مسند شاہی پر آ بیٹھا تاج شاہی جو عہد سلاطین سے مرصع

اتنے میں مارے گئے۔ یہ شورش گنگی میر جاڈورہ چند ہمراہیوں سمیت گرفتار ہوگیا اور یوسف شاہ
کچھ آدمی ساتھ لے کر ہرتل کے عقب میں روپوش ہوگیا۔ سید کے سپاہیوں نے
تعاقب کرنا چاہا لیکن اس شخص نے انہیں باز رکھا اور سے ٹک کا مکان جو موضع ہرتل میں
واقع تھا جلا کر فرزند العبد کو مراجعت پذیر ہوا۔ علی چک ولد نوروز چک اس لڑائی میں
شامل نہ ہوا تھا۔ وہ شکار کے بہانے ہرتل کے گرد و نواح میں پھر رہا تھا۔ جب لڑائی کا فیصلہ
ہوگیا تو اس نے ابدال بٹ سے رابطہ اتحاد پیدا کر کے یوسف شاہ کو تسلی و تشفی کے
پیغام بھجوائے۔ وہاں سے واپس آکر وہ بیرو سید کی بیخ کنی کے اسباب بہم پہنچانے
لگا۔ نہیں دنوں میں قضا کار سید مبارک خاں کی طبیعت علیل ہوگئی اور ابدال بٹ
اس کی عیادت کے لئے گیا۔ دوران گفتگو میں اس نے بڑی ہمدردی اور بہی خواہی
ظاہر کی اور اس کے ذہن نشین کر دیا کہ علی چک میں بڑی مخالفت پیدا ہو گئی ہے
چنانچہ اس نے اس مکار کی تحریک سے علی چک کو محبوس کر دیا۔ اس کے معاون
شمس ڈونی اور دولت چک خوف زدہ ہو کر سید حسین کے پاس جا کر پناہ گزین ہوگئے
اور شمس چک اور علم شیر خاں وغیرہ سید ابو المعالی کے سایہ عاطفت میں جا بیٹھے۔ اسی
اثنا میں ابدال بٹ نے جو تمام شورش کا بانی مبانی تھا اور آپ بھی اندرونی سازشوں
میں بدستور لگا ہوا تھا لوہر چک اور دیگر سرداران فرقہ چکان کو اشتعال دے کر بغاوت
پر آمادہ کر دیا۔ سید کے بیم و ہراس سے انہوں نے یوسف شاہ کو بھی بلا بھیجا اور
خود شہر کے پل اور راستے منقطع کر کے دریا کی دوسری طرف جا بیٹھے۔ سید
مبارک خاں اگرچہ صحت کمزور تھا بلکہ بستر سے بھی نہ اٹھ سکتا تھا لیکن فوراً طیار ہو کر
عیدگاہ میں آگیا۔ وہاں سے محمد بٹ کے ہاتھ اس نے ابدال بٹ کو پیغام بھجوایا
کہ کل میدان زالاگیر میں اپنے ہمراہی لے کر لڑائی کے لئے طیار رہے۔ لیکن
ابدال بٹ بڑا مکار اور حیلہ گر آدمی تھا۔ ایک طرف تو اس نے بابا خلیل کو سید کے
پاس بھیجا کہ تمہارے آدمیوں نے علی چک کو قید کر لیا ہے اس لئے تمام چک مشتعل
ہو کر اپنی حفاظت کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں ورنہ لڑائی کا قصد نہیں رکھتے۔ اگر
آپ علی چک کو ہمراہ لے کر بابا خلیل کی خانقاہ پر آجائیں تو تمام باتوں کا فیصلہ ہو سکتا
ہے۔ دوسری طرف اس نے یوسف شاہ کے پاس آدمی بھیج دیا کہ موقع اچھا ہے

حد کو پہنچی کہ ایک خـــروار شالی ایک خلوسہ کو بکنے لگی پشت ہور روئی
لو ہر شنڈ و جو وزن میں پانچ پاؤ کے برابر ہوا کرتی تھی ایک کوڑی کو ملتی۔ اسی
طرح نمک تیل گوشت وغیرہ کی ایسی افراط ہو گئی کہ ان کی قدر ہی جاتی رہی۔ تمام
رعایا خوش و خورسند اور شاد و کامران عیش و عشرت کی زندگی بسر کرنے لگی۔

چپن سے لوٹ کر بھی یوسف شاہ اپنے ارادے سے باز نہ آیا۔ جب امرائے
کشمیر کی مخالفت اور خود غرضیوں نے یہاں کی معاونت سے اُسے مایوس کر دیا تو
وہ اکبر بادشاہ کی خدمت میں آگرہ پہنچا اور امداد کے لئے خواستگار ہوا۔ اکبر کمال
مہربانی اور نوازش سے اس کے ساتھ پیش آیا۔ بلکہ اُس نے دو کنیزیں بھی اسے
بطور انعام عطا کیں لیکن فوجی امداد کے متعلق مصلحتاً لیت و لعل اور امروز و فردا
کرتا رہا۔ آخر گیارہ ماہ کے بعد راجہ مان سنگھ اور میرزا یوسف کو لشکر کثیر کے ساتھ
تسخیر کشمیر پر مامور کیا۔ جب شاہی لشکر لاہور پہنچا تو یوسف شاہ کا وزیر محمد بٹ جو ایک
ہزار سوار و پیادہ فوج کے ساتھ بہلول پور میں انتظار کر رہا تھا آ کر ملا۔ اب
یوسف شاہ اپنی حرکت سے دل میں سخت پشیمان ہوا اُسے پورا یقین ہو گیا
کہ اکبر بادشاہ اس امداد دینے میں حکمت عملی سے کشمیر پر خود قبضہ کرنا چاہتا ہے۔
اس لئے اس نے محمد بٹ کے مشورہ سے راجہ مان سنگھ اور میرزا یوسف سے
رخصت چاہی کہ وہ شاہی لشکر کی روانگی سے پہلے کشمیر جا کر انتظام ملک اور امرائے
دولت کے اندرونی حالات سے آگاہی حاصل کرے تاکہ حملہ آوری کے موقع پر
آسانی ہو۔ اجازت تو مل گئی لیکن اس کی مالی حالت بہت نازک تھی۔ سفر کے
اخراجات کے لئے سخت لاچار تھا۔ آخر وزیر با تدبیر کی کوشش اور مشورہ سے
اس نے لاہور کے تاجروں سے کچھ روپیہ قرض لے لیا اور کشمیر کی طرف روانہ
ہو گیا۔ راستہ میں اس نے اپنی جمعیت کو چار ہزار سپاہیوں تک پہنچا لیا۔ اور
امرائے کشمیر کے نام بھیجا کہ میں اکبر بادشاہ دہلی سے کئی ہزار سوار و پیادہ کمک لیکر
آیا ہوں۔ اگر تم لوگ اپنی خوشی سے اطاعت قبول کر لو تو بہتر ورنہ سخت تکلیف اٹھاؤ گے
اور ملک بھی ہاتھ سے جاتا رہے گا۔ اور مغلوں کے جور و ستم سے ننگ و ناموس بھی
ضائع کر دو گے لیکن انہوں نے کوئی پرواہ نہ کی بلکہ درہ ہند کے تمام راستے

سندہ وکر کے بیٹھ گئے۔ اور جب اکبر کو یوسف شاہ کی کارروائی سے اطلاع ہوئی
تو وہ بہت سخت برآشفتہ خاطر ہوا۔ یوسف شاہ سب کچھ سن رہا تھا۔ لیکن تقدیر کا کیا علاج
بہلول پور کے راستہ سے بہیر آپہنچا۔ لوہر شاہ اور ابدال بٹ نے بہی سامان جنگ
آراستہ کیا اور یوسف خاں ولد حسین خاں اور حسین خاں ولد [illegible] خاں کو تین چار
ہزار سپاہ کے ساتھ اُس کے مقابلہ کو بھیجا۔ بمقام نوشہرہ مٹ بھیڑ ہوگئی۔
لیکن بغیر محاربہ کے لوہر شاہ کی فوج یوسف شاہ سے مل گئی۔ اس کے بعد حسین
چاڈورہ اور شمس ڈولی بہی جو بہرام گلہ کی محافظت پر مامور تھے یوسف شاہ سے
مل گئے۔ راجہ ساچوری نے جب یہ حال دیکھا تو اُس نے بہی ہتھیار ڈال دیئے
اور موردِ عنایات ہوکر ہراول فوج مقرر ہوگیا۔ لوہر شاہ اور ابدال بٹ جو بہیرپور
کے راستہ پر پڑے ہوئے تھے یہ حالت دیکھکر سخت گھبرا گئے۔ اب انہوں نے
سید مبارک خاں سے نامہ و پیغام شروع کیا۔ لیکن یوسف شاہ کا ستارہ اقبال
برج زحل سے نکل کر شمس النہار عروج پر پہنچ گیا۔ اس نے سید [illegible] کو پہلے
ہی اپنا خیرخواہ اور معاون بنالیا تھا۔ کچھ فوج بہرام گلہ میں چھوڑکر یوسف شاہ
بارہ مولہ کے راستہ سوپور آگیا اور علاقہ کامراج پر قابض ہوگیا۔ لوہر شاہ نے
بہی یوسف شاہ کی بہرام گلہ والی فوج کا راستہ روکنے کے لئے ابدال بٹ کو
تو وہیں چھوڑا اور خود کافی جمعیت لےکر سوپور آگیا۔ لیکن جب اس نے غنیم کی فوج
کا غلبہ دیکھا تو ابدال بٹ کو بہی بلالیا۔ جو پہلے سری نگر آیا اور وہاں سے بہت سی
فوج لےکر اور محبوس علی چک کو زنداں سے نکال کر اپنے ہمراہ سوپور لے گیا۔ اور
وزیر اور سپہ سالار دونوں دریائے جہلم کے جنوبی کنارہ پر پائے
استقامت استوار کرکے جنگ و جدال میں مصروف ہوئے چونکہ درمیان دریا
حائل تہا صرف تیر و تفنگ کی لڑائی ہونے لگی اور شمشیر زنی موقوف رہی۔ اسی
اثناء میں ابدال بٹ نے ایک ہزار جریدہ سوار دیکہکر حیدر چک کو کہوپامہ کے

سلہ ان دنوں راجوری کا راجہ مستو خاں ولی تہا۔ جو ۹۶۷ھ میں تخت نشین ہوکر ۱۰۱۰ھ
تک حکمران رہا۔ اس راجہ نے بعد میں اکبر بادشاہ کے کشمیر کے وقت راہ دکہانے بار برداری بہم پہنچانے
وغیرہ کا سلسلہ میں بیش قیمت امداد دی اور معاوضہ میں معقول جاگیر حاصل کی ۔ا فوق

سیاست تقسیم پر حملہ آور ہونے کے لئے بھیجا اور دوسرے دن اس نے حسب عادت فریب بازی سے کام لینا چاہا چنانچہ بابا خلیل کے ہاتھ سے خط لکھ کر ایسے یوسف شاہ کے پاس بھجوایا کہ امرائے کشمیر جو آپ کے لشکر میں ہیں عہد و پیمان کر کے لوہر شاہ سے متفق ہو گئے ہیں۔ اور کل اسکی فوج کے ساتھ شامل ہو جائینگے۔ اور حیدر چک دو ہزار سوار کے ساتھ شبخون مارنے کے ارادے سے موضع [illegible] میں بیٹھا ہے اگر سلامتی جان درکار ہے تو اپنی جان عزیز لے کر پونچھ کی طرف تشریف لیجائیں ورنہ خیریت نہیں ہے۔

من آنچہ شرط بلاغ است با تو میگویم تو خواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال

یوسف شاہ نے خط تہدید و تخویف پڑھا تو مفصلہ ذیل جواب منظوم اسکی طرف روانہ کیا۔

چہ میگوئی اے گرگ ابدال رنگ	بترسانی از آب دریا نہنگ
تو بودی کشادہ رز آبائے تن	کشادہ زرہ کے شود جامۂ من
بششیر و ترکش ترا نیست کار	کشادہ و دیرا دلیری چہ کار
بپنجے حسیدن بلشکر آراستی	شبخون کشایی سحرے من تاختی
خداوند ملکم بہ پیوند خویش	مشو حامی اندر خداوند خویش
تو گر ہوشیاری منم ہجو دم	ہماں ہوشیارم ہماں نیز دم
تو کہ برگ ساکن کنی باد را	ہراسانی از صید فولاد را
کجے کو ندید من ابر گرہ	کفن بہ کہ پوشیدہ بجائے زرہ
غضنفر [illegible]	خدنگ زرہ و باہ بازی گذر
زکرداں خود سر برافراختی	بمیدان مرداں تو پس تاختی
تو از کر خود سید بادشاہ	در انداختی ہمچو رستم سپاہ
بداں تا ہم ہر زنی جائے من	ستانی زمین تنگ آپائے من
شزادہ ستم دیگراں زیر دست	بہ پیدر علی شاہ کہ آمد شکست
تو از من چہ غم آکیختے دیدہ	کہ خونا و خود دریا بستہ دیدہ
در انداز من غلط بودہ	کہ بازوئے جنگم شنیدہ

من آنگہ عناں باز پیچیم زراہ — کہ با سر و ہم پاسستانم کلاہ
ترا آنچہ بایست گفتم بشام — تو دانی دگر بعد ازیں والسلام

بابا حسین تو جواب سے کر سری نگر چلا گیا اور ابدال بٹ مایوس ہو کر محاربہ و مقاتلہ کے لئے اپنی فوج آراستہ کرنے لگا۔ یوسف شاہ کی قلیل جماعت نے اسکا حوصلہ بڑھا دیا اور اب وہ جان توڑ مقابلہ کے لئے طیار ہو گیا ہے

نزاع آنچناں آتشے برفروزد — کہ آفتاب او آنچہ باشد بسوزد

دوسرے دن تڑکے پھر یوسف شاہ نے کوچ کی طیاری کی اور موضع ولنہ کے متصل جہاں سے دریا پایاب تھا پار ہو کر سید ناصری نگر کو روانہ ہو گیا۔ ابدال بٹ سد راہ ہوا لیکن یوسف شاہ کے ہاتھ سے مارا گیا۔ تاریخ

ناگہاں خنجرے رسیدہ بیک ولنہ ؟
۹۸۹

یوسف شاہ اور اس کے ہمراہیوں نے اس معرکہ میں خوب ہی داد شجاعت دی خصوصاً یوسف چک۔ ریزہ چک۔ حسین چک شمسی چک۔ دولت چک۔ میر حسین علم شیر ماگرے اور سید یوسف خاں بیہقی کی بے مثال شمشیر زنی نے لوہر شاہ کی فوج کے دانت کھٹے کر دیئے۔ اسکا لشکر درہم برہم ہو گیا اور لوہر شاہ میدان معرکہ میں چتر شاہی زمین پر پھینک کر بھاگ گیا۔ حبیب چک جو ابھی تک ابدال بٹ کی فوج میں پائندہ ہچیر تھا آشنا یک گیا۔ اور عرصہ دراز کے انقلاب کے بعد یوسف شاہ فتح کا نقارہ بجاتا ہوا امراء صدر کی جانب روانہ ہو گیا۔ اہالیان شہر نے مبارکباد اور تہنیت کے نعرہ لگاتے ہوئے یوسف شاہ کے استقبال کو نکلے اس نے ہر ایک کی دلجوئی کی اور بڑے اخلاق اور اخلاص سے پیش آیا۔ ملا محمد امین مستغنی[1] نے

[1] مولانا مستغنی کشمیری الاصل تھے۔ یوسف شاہ چک کے مقربان خاص میں سے تھے فضل و کمال سے ان کی ذات معمور تھی۔ ذہن رسا اور طبع بلند تھی۔ باوجود اہل علم و فضل اور صاحب سند وجاہ ہونے کے فکر شعر کا شغل رکھتے تھے۔ شاعری میں بھی اعلے پایہ تھا۔ اکثر غزلیں اور رباعیاں اور قصائد ان سے یادگار ہیں۔ بیرون آستانہ حضرت سید جلال الدین محلہ آرودت میں آپ مدفون ہیں۔ ایک رباعی آپ کی لکھی جاتی ہے مستغنی تم بطبع عاشق ناساز [illegible] گریہ کہ برکتے دو دم چو لب غماز

اس معرکہ سے پہلے دیوان حافظ سے فال دیکھی تھی جس میں یہ شعر نکلا اور اسی موقعہ پر
صادق آیا ہے۔ یوسف گم گشتہ باز آید بکنعاں غم مخور
لوہر شاہ نے ایک سال ۱۹ روز کشمیر میں حکمرانی کی۔

یوسف شاہ چک بار ثانی

ایام حکومت ۳ سال ۱۱ ماہ ۱۴ روز سنہ ۱۵۸۰ء لغایت سنہ ۱۵۸۴ء مطابق
سنہ ۹۸۹ لغایت سنہ ۹۹۳ ہجری

یوسف شاہ نے شاہزادگی کے رفیق محمد بٹ کو وزیر اعظم اور مدار المہام بنایا
جو گذشتہ وزارت کے بعد اپنی قابلیت خصوصاً وفاداری کے لحاظ سے تمام
شاہانہ حقوق کا مستحق تھا عقل و دانش تدبیر و حکمت عملی میں یہ شخص قابل شہرت
ہوا منصب وزارت سنبھالتے ہی اسے خیال پیدا ہوا کہ سب سے پہلے ملک سے
اندرونی فتنہ و فساد کو مٹانا اور مفسدوں اور فتنہ پردازوں کی گوشمالی کر کے انہیں راہ
راست پر لانا چاہیے۔ لوہر شاہ پانچ ہزار سواروں سمیت میدان سوپور سے بھاگ کر
سری نگر میں روپوش ہو گیا تھا جس سے آئندہ فساد کا احتمال یقینی اور لابدی ہو گیا۔ وزیر
باتدبیر نے یوسف شاہ کو ان لوگوں کی تعذیب پر آمادہ کیا مخبر نے اطلاع دی کہ
لوہر شاہ قاضی موسیٰ کے ہاں مقیم ہے بادشاہ نے قاضی کی سرپرستی اور شریعت
کا لحاظ رکھ کر سختی سے پیش آنا نہ چاہا۔ اپنے خواجہ سرا خواجہ ملک ناظر کو لوہر شاہ کی
تلاش کے لئے قاضی کے مکان بھجوایا جس نے بڑی تلاش اور جستجو کے بعد اس
کو ایک تنگ و تاریک حجرے سے برآمد کیا۔ محمد خاں میراں سمیت کے مکان سے
ملا حسین چک اور ریچہ گنائی بھی گرفتار ہو گئے۔ جب سارے مفرور اور سرکش پکڑے
گئے تو بادشاہ کے حضور میں پیش کئے گئے جس نے ان لوگوں کی متواتر عہد شکنیوں
وعدہ خلافیوں، بغاوتوں اور سرکشیوں کے جرائم کا بہ سلسلہ اظہار کر کے لوہر شاہ
محمد خاں اور حسین چک کی آنکھوں میں سلائی پھروا دیئے اور ریچ مال چند ریچہ گنائی کا اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۷) ایسا مالدار کہ سرگذشت [illegible] شہر میں [illegible] خلوت سے محروم رہا ہے۔ (فوق)

حسین خاں کوکر کے ہاتھ پاؤں منقطع کرا دیئے۔ اور یوسف لنگ علی خاں [illegible]
اور بابا ذال بٹ کا بھائی لوہر علی بٹ باخذ زر خدیو پولٹیکل اسیر بنائے گئے۔ اور
علی خاں۔ نوروز چک اور یوسف خاں کو اور منزاؤں سے معافی دے کر جیل خانہ
میں تجدید پاس ان کے بقیہ باقی تمام باغیوں کو معاف کر کے بدستور سابق اپنی اپنی
جاگیروں اور جائیدادوں پر سرفراز کر دیا۔ منجملہ ان کے شمس چک کوہ سوارہ
ور دستان کی طرف بھاگ گیا لیکن لوہر قوم چی اس کے متعاقب دوڑا
اور اس نے اسے حدود بنگلی میں جا پہنچایا جہاں وہ قلعہ فیروز میں پناہ گزین
ہوگیا۔ لیکن اہل قلعہ نے گرفتار کر کے اُسے قوم چی کے حوالہ کر دیا اور بادشاہ
کے سامنے پیش ہونے پر اس کی بھی آنکھیں نکلوائی گئیں۔ اس کے علاوہ حیدر چک
بھاگ گیا اور پشت کے راستہ راجہ مان سنگھ کے پاس لاہور جا پہنچا

ملک کو اندرونی فتنہ و فساد سے پاک کر کے یوسف شاہ نظم و نسق ملک کی
طرف متوجہ ہوا۔ اس نے جور و بدعت کا قلع و قمع کر کے عدل و انصاف اور رعیت
پروری اور معدلت گستری سے جہانبانی کرنے لگا۔ خانقاہوں کی پرستش اور
فقرا کی خدمت خلوص دل سے کرتا اور عموماً حضرت بہرودی ریشی کی خدمت
میں پا پیادہ جاتا تھا۔ سید مبارک خاں سے رابطہ اتحاد اس درجہ تک بڑھایا
کہ اس کی ملاقات کے لئے عموماً اس کے مکان پر خود جاتا تھا۔ سید کے لڑکوں
سے بھی اس نے عہد و پیماں مستحکم کر لیا بلکہ اپنی لڑکی بھی اس کے بیٹے کے
عقد مواصلت سے نامزد کر دی۔ بایں ہمہ جو لہو و لعب اور عیش و کامرانی کا چسکہ
لڑکپن سے اس کے دامنگیر تھا باوجود انقلاب زمانہ کے مصائب مشاہدہ کرنے

[illegible] لڑکپن میں آہنگری کا کام کرتے تھے۔ لیکن اس صغرسنی کی حالت میں بھی
دنیا داروں سے سخت اجتناب تھا۔ آخر طریقہ رشیاں کے مطابق [illegible] صائم الدہر
و قائم اللیل ہوگئے۔ مہمانوں کی خدمت آپ بہت کرتے تھے۔ [illegible]
آپ سے مشہور ہیں۔ [illegible] حضرت [illegible] شیخ حمزہ سے [illegible] فیض
روحانی حاصل کیا۔ اور ان کے ایما سے گوشہ نشین ہوگیا جس سے [illegible]
[illegible]

کے زیر چھوڑا۔ جب معاملات ملکی سے فراغت ہو گئی تو جوش جوانی نے پھر کچھ اپنا
چشمہ دکھلایا۔ پھر ساز و سرود کھڑکنے لگا۔ شراب ناب کے دور چلنے لگے
مطربان خوش گلو نے انجمن آراستہ کی۔ علم موسیقی کا مذاق بڑھنے لگا۔ ہر
وقت یہ شعر ورد زبان رہتا ہے

عیش کوش کہ تا چشم میزنی برہم   خزان ہے رسد و نوبہار مے گذرد

کچھ عرصہ کے بعد بعض مفسدوں نے فتنہ و فساد کی آگ پھر بھڑکا دی چاہی
لیکن یوسف شاہ کو وقت پر خبر ہو گئی اس نے شمس چک۔ علی شیر خان ماگرے
سید یوسف اور محمد ملک کو پا بزنجیر کر کے قید میں ڈال دیا۔ ابدال چک کا بیٹا حبیب چک
خوف زدہ ہو کر لاہور بھاگ گیا اور حیدر چک سے جا ملا۔ اس موقعہ پر یحییٰ چک کا
بیٹا شمس چک کا مزاج چونکہ حسب فتنہ و فساد تھا لیکن گرفتار ہو کر جیل خانہ پہنچا۔
ادھر علی چک کا بیٹا یوسف چک زندان حبس سے فراری ہو کر حیدر چک کے
پاس لاہور چلا گیا۔ ان لوگوں نے وہاں مشورہ کر کے تبت کی راہ لی اور وہاں
کے راجہ سے پانچ ہزار سپاہ کمک لے کر براہ لار کشمیر پر حملہ آور ہو گئے
یوسف شاہ نے بھی فوج بھیجی۔ شاہی افواج کے مقابلہ میں تاب مقاومت
نہ لا کر تبتی سپاہ منتشر ہو گئی۔ حیدر چک تو اس کو بھاگ گیا اور حبیب چک
نے سوپور اور یوسف چک نے پرگنہ بنگل میں کچھ دنوں کے لئے اپنے آپ
کو پوشیدہ رکھا لیکن آخر الذکر دونوں مفسد پھر گرفتار ہو گئے اور یوسف شاہ
نے ان کی آنکھیں نکلوا دیں۔ اسی اثنا میں مدار المہام محمد بٹ بھی کسی خفیف سے
امر پر بادشاہ سے منحرف ہو گیا اور حسین چک کے بیٹے یوسف چک سے اتفاق
کر کے بادشاہ کے قتل کے مشورے کرنے لگا۔ وہ بھی ان کے
ارادے سے بے خبر نہ رہا اور مفسدوں کے تدارک کے درپے ہوا جس سے
دونوں مفسد وہاں سے بھاگ گئے ہوئے اور کوہستان اڈھری میں جا کر پناہ گزین
ہو گئے۔ سید مبارک کے بیٹے ان کے تعاقب میں گئے مفرورین بھی مقابلہ
پر ڈٹ گئے محمد بٹ گرفتار اور اس کا بھائی حسین بٹ مجروح ہو گیا۔ انکے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۹ - فرباق اور اسلام آباد میں دفن ہوئے۔ مرزوق ۱

سے ممتاز کیا۔ بلکہ امورات ملکی کا انتظام بھی اسی کے سپرد کر دیا۔ محمد بٹ
کی گرفتاری کے بعد میرزا یعقوب خان مہام وزارت سرانجام دیتا تھا
جب خواجہ قاسم منتظم وزارت ہوا۔ تو وہ میرزا یعقوب خان کی بیخ کنی کے
درپے ہو گیا۔ باہم سخت کلامی بھی ہوئی جس سے رنجش اور بھی بڑھ گئی۔
اور خواجہ صاحب نے گزشتہ واقعات یاد دلا کر بادشاہ کے کان بھرنے
شروع کئے۔ اسی اثنا میں اکبر بادشاہ کا سفیر تیمور بیگ شاہی مراسلہ لے کر
کشمیر پہنچا۔ جس میں یوسف شاہ کے نام لکھا تھا کہ جب سے تم نے کشمیر مراجعت
کی ملک کے حال و احوال سے بالکل اطلاع نہیں دی۔ اب چاہیے کہ بہ بود
حکم ہذا ہماری خدمت میں حاضر ہو جاؤ۔ مضمون سے آگاہ ہو کر یوسف شاہ کو
یقین ہو گیا کہ اب عالم پناہ کا تسخیر کشمیر کا ارادہ ہے۔ ارکین دولت اور اعیان
سلطنت کے مشورہ سے جس میں خواجہ قاسم کی خوشامد پالیسی بھی شامل تھی
اس نے اپنے بیٹے میرزا یعقوب خان مدار المہام کو معہ تحفہ و تحائف تیمور بیگ
کے ہمراہ اکبر کی خدمت میں بھیجا۔ کچھ عرصہ کے بعد میرزا یعقوب خان اکبر کے
ہمرکاب فتح پور سیکری میں مقیم رہا۔ اسی اثنا میں شاہزادہ محمد حکیم میرزا[1] حاکم
کابل کی وفات کی خبر پہنچی اور بادشاہ نے ادھر کو عنان عزیمت معطوف
کی۔ اور میرزا یعقوب کو حکم دیا کہ وہ یوسف شاہ کو لکھے کہ راستہ میں کسی
منزل پر ملاقات کے لئے حاضر ہو جائے۔ چنانچہ ہر ایک کیمپ میں وہ یوسف شاہ
کی نسبت مرزا یعقوب سے دریافت کرتا۔ یعقوب خان بھی ہر ایک مقام
سے باپ کو لکھ بھیجتا تھا لیکن امرائے کشمیر اپنے بادشاہ کو مغلوں کے لشکر
میں جانے کی اجازت نہ دیتے تھے۔ یہاں تک کہ جب اکبر لودھیانہ پہنچا۔ تو
اس نے حکیم علی اور صالح عاقل کو حکم دیا کہ ہمارے لاہور پہنچنے تک یوسف شاہ
کو حاضر دربار کریں۔ اگر وہ حاضری میں کوئی عذر کرے تو مورد عتاب کیا جائے
اس فرمان کے صدور سے یعقوب خان سخت متردد ہوا۔ چنانچہ بلا اجازت بہلول پور

[1] اکبر کا سوتیلا بھائی تھا جس نے دفعہ بغاوت کی اور لاہور تک مار دھاڑ کی۔ لیکن آخر کو [illegible]

رسالہ فوق

سے نکل کر تین دن رات میں وہ کشمیر پہنچ گیا۔ میرزا خواجہ قاسم بلا کے ذرفن کے
اچانک بادشاہ کے سامنے میر تقت لکھلایا اور اس نے یوسف شاہ کو بھی بیٹے سے منحرف
کر دیا۔ یوسف شاہ نے بیٹے کی بیجا حرکت سے ناراض ہو کر اسے قید کرنے
کا حکم دے دیا۔ لیکن امرائے دولت کی سفارش سے اس کی جان بخشی ہو گئی۔
اس کے بعد جب حکیم علی جاپور پہنچا تو یوسف شاہ اس کے استقبال کو نکلا اور
بڑی تعظیم و تکریم سے ہمراہ لا کر سید علی کی حویلی میں اسے رہائش کے لئے جگہ دی
یوسف شاہ خود بھی اکبر کے حضور میں پہنچنے کا خواہشمند تھا۔ لیکن امیران ملک
اس بات کے برخلاف تھے۔ حکیم علی نے اکبر کو تمام حالات سے آگاہ کر دیا
جس نے اسے تو واپس بلا لیا لیکن راجہ بھگوان داس کچھواہہ، شاہرخ میرزا
شاہ قلی خان وغیرہ بائیس سرداروں کو پچاس ہزار سواروں کے ساتھ تسخیر کشمیر
پر مامور کیا۔ اور خود دریائے اٹک پر خیمہ زن ہو کر ان کی مراجعت کا انتظار کرنے
لگا۔ جب شاہی لشکر دریائے کشن گنگا عبور کر کے حدود کشمیر میں داخل ہو گیا۔
تو یوسف شاہ نے بھی حکیم علی کو رخصت کر کے مقابلہ و پیکار کی تیاری شروع
کی۔ محمد بٹ اور علم شیر ماگرے جو ایام بغاوت سے محبوس تھے رہا ہو کر
انعام و اکرام سے سرفراز کئے گئے۔ محمد بٹ کو خلعت ملک اور رسد رسانی
کے لئے سری نگر چھوڑا اور بارہ ہزار سوار اور تیس ہزار پیادہ سپاہ کے
ساتھ خود مقابلہ کو نکلا۔ کرالہ سنگہ پہنچ کر سید ابوالمعالی اور حسین چک کہاڑ
بنگہ پر اور شمس چک یعقوب چک، لوہر ریگی بابا طالب اصفہانی۔
حسن بٹ اور حسن ملک چاڈورہ و دیگر زمینداران کھکہ و بمبہ
چولیاست میں مامور ہوئے۔ سخت خونریز لڑائی شروع ہوئی کشمیری سپاہی
بڑی شجاعت اور جوانمردی سے لڑے اور سینکڑوں مغلوں کے سر کاٹ کر
یوسف شاہ کے پاس لے گئے چند روز تک یہی حالت رہی۔ آخر قدرت
الٰہی سے عالمگیر ابر چھا گیا اور ایک ہفتہ تک اس شدت سے بارش اور برفباری
رہی کہ تمام ملک میں طغیانی اور طوفان برپا ہو گیا۔ پل اور راستے بہ گئے مغلوں
کی فوج کا سلسلہ آمد و رفت منقطع ہو گیا۔ رسد رسانی مسدود ہو گئی۔ گرانی

غلہ اس حد کو پہنچ گئی کہ ایک اشرفی کو سیر بھر اناج نہ ملتا تھا۔ ان کے سپاہی
گھوڑوں اور ہاتھیوں کو ذبح کر کر کے کھانے لگے۔ جس میدان میں مغلیہ فوج
پڑی تھی دلدل بن گیا ہزاروں سپاہی شدت برودت اور سیلاب آب
سے ہلاک ہو گئے۔ یہ دیکھ کر کشمیریوں کے حوصلے بڑھ گئے اور مغل ہمت ہار کر
پریشان و خستہ حال ہو گئے نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن سپہ سالار فوج
راجہ بھگوان داس بھی سخت گھبرا گیا مگر ہوش و حواس بجا کر کے اس نے
یوسف شاہ کے نام ایک خط شاہ یوسف خاں کے ہاتھ بھیجا کہ اگرچہ موجودہ
صورت میں ہماری حالت خراب ہے لیکن یاد رہے کہ سال آئندہ
تمہیں وہ مصیبت اٹھانی پڑے گی جس کی کوئی انتہا نہ ہو گی مناسب ہے کہ
دور اندیشی سے کام لو۔ انجام کو سوچو اور سر اطاعت حلقہ انقیاد میں رکھ دو
یوسف شاہ آگرہ و دہلی میں رہ کر اکبر کا جاہ و جلال دیکھ چکا تھا خود بھی چاہتا تھا
کہ صلح ہو جائے اس لئے اس نے میرزا قاسم شاہ کو شاہ یوسف خاں کے ہمراہ
بھگوان داس کے پاس بطور ایلچی بھیجا جس کی وساطت سے عہد نامہ ہو گیا
یوسف شاہ فوج ہراول کے معائنہ کے بہانے سے چار ہزار سوار کے ساتھ
راجہ بھگوان داس کے پاس لشکر میں چلا گیا۔ کشمیریوں نے اس کی تاریخ بزبان
کشمیری اس طرح لکھی ہے تاریخ۔ یوگرفتار گو ۹۹۳

یوسف شاہ کا بلا سبب وجہ ایسے امر خطیر کا مرتکب ہونا کشمیر کے
لئے ایک ہولناک واقعہ تھا جس نے امرائے کشمیر کو دیوانہ بنا دیا۔ آخر
سب نے اتفاق کر کے میرزا یعقوب خاں کو مسند حکومت پر بٹھا دیا۔ اور
کمر ہمت باندھ کر بابا طالب اصفہانی اور محمد سلیم کاشغری میدان جنگ میں
شکل [illegible] کھڑے ہوئے۔ انہوں نے اس جوش و خروش سے حملہ کیا کہ دوپہر تک
قریب تین ہزار مغلوں کو کھیت ڈال دیا۔ شاہرخ میرزا[1] استالو بھی بچار [illegible]

[1] میرزا شاہرخ تیموری شاہزادہ تھا۔ بدخشان اور مصائب اٹھانے کے
بعد سنہ ۹۹۳ ہجری میں دربار اکبری میں پہنچا۔ اکبر نے بڑی خاطر کی لاکھ روپیہ نقد
ہاتھی گھوڑے لونڈی غلام وغیرہ مرحمت کئے۔ میرزا نے سنہ ۱۰۱۶ [illegible]

کی تدبیر سے دریائے جہلم پر پل بنا کر سرحد کہیاوره میں بھاگ گیا لیکن زمینداران
کھکہ کی ایک جماعت سر پر آپڑی۔ اور اس کو تمام ہمراہیوں سمیت خاک ادبار
میں ملا کر غنیمت منابود کر گئی۔ اس کا مال و اسباب غارت کر کے لے گئے
اور پل مذکور کو توڑ کر مطمئن ہو بیٹھے۔ آخر تنگ آ کر راجہ بھگوان داس نے
یوسف شاہ کی مصلحت سے میرزا علی اکبر کو بطور سفیر یعقوب خاں کے پاس
بھیجا اور اس کو تسلی و تشفی دے کے عہد و پیمان کر لیا اور مبارک خاں گکھڑ
کی لڑکی یعقوب خاں سے نامزد کر دی جس کے لئے یعقوب خاں نے محاربہ
سے ہاتھ اٹھا لیا اور میرزا ہی لشکر کو مراجعت پذیر ہو گیا۔ راجہ بھگوان داس
یوسف شاہ کو ساتھ لے کر بادشاہ کے پاس اٹک چلا گیا۔ اس نے یوسف شاہ
کے بارے میں اکبر کے پاس بہت سفارش کی لیکن اس نے ایک نہ مانی۔
اور اسے قید کر دیا جس سے بھگوان داس کو سخت طیش آ گیا اور اس نے
اپنے پیٹ میں خنجر بھونک لی۔ کچھ دم باقی تھے موت سے بچ گیا۔ یوسف شاہ
پا بزنجیر کر کے رام داس کچھواہہ کے پاس لاہور بھیجا گیا۔ دو سال تک
ٹوڈرمل کی حراست میں رہا۔ اس کے بعد جب راجہ مان سنگھ کابل سے
واپس آیا تو اس کی سفارش سے منصب پانصدی پر سرفراز ہو کر راجہ
مذکور کے ہمرکاب عسکر بنگالہ میں داخل ہو گیا۔ اس حادثہ نے یوسف شاہ
کو شکستہ دل کر دیا تھا۔ چنانچہ تھوڑے سے عرصہ بعد خلل دماغ کے عارضہ میں مبتلا
ہو کر دنیا سے گذر گیا۔ اس مرتبہ اس کی حکومت [illegible] قمری سال رہی۔

یعقوب شاہ چک

ایام حکومت ایک سال ۱ ماہ ۹ روز سنہ ۱۵۸۵ء لغایت سنہ ۱۵۸۶ء
مطابق سنہ ۹۹۳ لغایت سنہ ۹۹۴ ہجری

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۴۔ اصل میں قصبا کی ان کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حملہ آوران
کشمیر میں شامل نہیں تھے شاید کوئی اور تیمور ہی شاہزادہ ہو گا (رفیق)

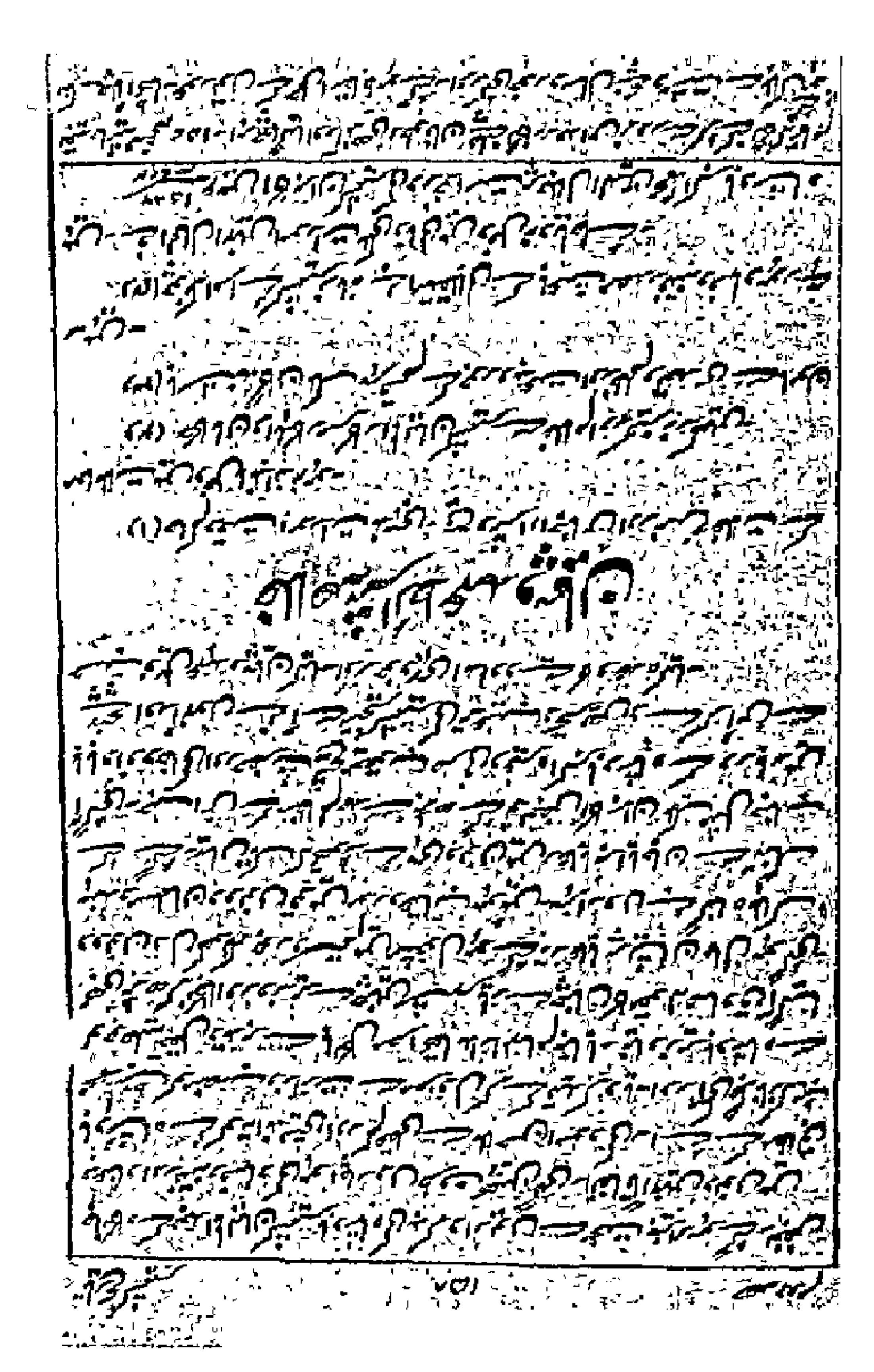
میدان جنگ سے واپس آکر سنہ ۱۵۸۵ء میں یعقوب خاں نے جشن تاجپوشی منعقد کیا۔ اور علی ڈار کو نائب السلطنت اور وزیر اعظم مقرر کیا۔ جیسا کہ یعقوب خود رائی و تعصب میں یگانہ دہر تھا ایسا ہی امورات سیاسی سے بے بہرہ وزیر بھی اس نے منتخب کیا۔ علی ڈار آدمی تو خوش مزاج تھا لیکن بے ہوشی اور شراب خوری کا دلدادہ استقلال اور مستقل مزاجی سے بالکل محروم تھا۔ امور ملکی کے مقدمات میں صدق و کذب۔ نیک و بد اور صلاح و فساد میں تمیز نہ کر سکتا تھا۔ نشہ شراب سے مخمور اور عارضہ نسیان سے مجبور تھا۔ ابھی ایک حکم جاری کرتا گھڑی بعد اسی معاملہ کے متعلق دوسرا حکم دے دیتا۔ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ کسی کو اس نے ایک گاؤں بطور جاگیر بخشا۔ اسی دن وہی گاؤں کسی دوسرے کو عطا کر دیا۔ دونوں جاگیرداروں میں جھگڑا اٹھا اور وہ لڑتے لڑتے وزیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے دونوں کو جواب دے دیا کہ ہم نے کب کسی کو جاگیریں دی ہیں۔ گاؤں خالصہ سرکار میں شامل ہے کسی کی جاگیر نہیں۔ اسی طرح آپ کے دوسرے احکام بھی بدلتے رہتے تھے۔ جس سے امورات ملکی میں فتور آنے لگا۔ حکومت کا منشا جھگڑوں جھمیلوں کا تصفیہ کرنا ہے۔ لیکن یعقوب شاہ کی حکومت اور علی ڈار کی وزارت نت نئے فساد برپا کرنے لگی جس سے لوگ بہت تنگ آ گئے۔

اسی اثنا میں یعقوب شاہ سید حسین خاں اور شمس ڈونی کو قائم مقام چھوڑ کر خود اپنے صاحبزادے کی کتخدائی کی تقریب پر [illegible] معاودت کے موقعہ پر جب اچھبل پہنچا تو علی ڈار نے شمس چک۔ علم شیر ماگرے اور میر حسین چاڈورہ وغیرہ امراء کو اپنے ساتھ شامل کر کے بادشاہ پر حملہ کر دیا۔ لیکن تاب مقاومت نہ لا سکا اور شکست خوردہ ہو کر سید حسین اور شمس ڈونی سے ڈر کے سری نگر کو لوٹ آیا۔ لیکن یعقوب شاہ بھی اسی جہت یورش کر کے مخالفوں سے پہلے سری نگر پہنچ گیا تاہم وزیر بھی داخل شہر ہو گیا اور دریائے جہلم کے پل توڑ کر مقام زالڈگر فتنہ انگیز ہوا۔ یعقوب شاہ نے عیدگاہ میں صفوف محاربہ آراستہ کیں۔ اسی اثنا میں علی ڈار ذریعہ صاحبت کو

انت کے اعتماد پر یعقوب شاہ کے پاس تلافیِ مافات کے لئے حاضر ہوا۔
لیکن اس نے اس کی درخواست نامنظور کی۔ اس لئے علی ڈار اور شمس چک
دونوں اپنے ہمراہی لے کر سوپور چلے گئے۔ یعقوب شاہ بھی اس کے پیچھے
روانہ ہوا اور قصبہ سوپور پہنچ کر اس نے جنگ و جدل کا بازار گرم کر دیا۔ یہاں
بھی علی ڈار کو پیٹھ دکھانی پڑی۔ دریا عبور کرتے ہوئے کثرت ازدحام سے
پل ٹوٹ گیا اور اس کے بہت سے ہمراہی دریا برد ہو گئے۔ شمس چک بھی
مردانہ سری نگر پہنچا۔ یعقوب خاں بھی یلغار کر کے اس سے پہلے ہی داخل شہر
ہو گیا۔ اب علی شیر ماگرے اپنی فوج لے کر کھواہمد کی طرف نکل گیا۔ حسین
پاڈورہ معہ فوج سمنبال جا چھپا۔ اور علی ڈار برتھل کے کسی زمیندار کے ہاں
جا کر پناہ گزین ہو گیا۔ شمس چک خانقاہ میر شمس الدین عراقی میں جا چھپا۔ لیکن
گرفتار ہو کر قید ہو گیا۔

اس واقعہ کے بعد محمد بٹ نے خلعت وزارت زیب تن کیا۔ اور یعقوب شاہ
سے فارغ ہو کر اپنے مذہب کی اشاعت کی طرف مائل ہوا۔ ہر ایک سنت و
جماعت پر سخت جور و ستم کرنے لگا۔ قاضی موسیٰ جو قاضی حبیب علی مرحوم کے
احفاد سے علوم غریبہ اور فنون عجیبہ میں آراستہ و پیراستہ قاضی القضات
ملک تھا جامع مسجد کی مرمت کرانے میں عرصہ ایک سال سے مصروف تھا۔ یعقوب شاہ
کو اہل سنت کی مسجد کی تجدید ناگوار خاطر ہوئی اور روز بروز قاضی صاحب کی سرزنش
کے درپے ہو گیا۔ چنانچہ ایک دن اس نے قاضی کو حکم دیا کہ وہ اس امر کا فتویٰ
لکھ دے کہ مؤذن لوگ اذان کے ساتھ کلمہ علی ولی اللہ شامل کر کے پڑھا کریں
قاضی نے اس بات کو خلاف شرع سمجھ کر انکار کر دیا۔ اس لئے یعقوب شاہ
نے اسے شمس چک کے ساتھ رابطہ اتحاد رکھنے کا الزام لگا کر برسر اجلاس شہید
کر دیا۔ اور اس کی لاش ہاتھی کی دم سے باندھ کر تمام شہر میں پھرائی۔ کہتے
ہیں کہ جب اس کی لاش اپنے گھر پہنچی تو اس کی ماں نے [illegible]
کر کے خدا کا شکر ادا کیا کہ الحمد للہ میرا بیٹا خدا کے راستے میں شہید[1] ہوا۔ اس واقعہ

[1] بیگناہ قاضی کی شہادت کے دن غروب آفتاب سے پہلے آسمان پر سیاہ



ہندوستان سے میرزا قاسم میر بحر کو چالیس ہزار سوار اور بیس ہزار پیادہ فوج
دے کر روانہ کشمیر کیا۔ شیخ یعقوب صرفی اور حیدر چک بدرقہ و رہنما مقرر ہوئے
اور میرزا قاسم میر بحر یلغار کرتا ہوا تھوڑے دنوں میں حدود راجوری تک پہنچ گیا۔ وزیر
بابا نک بٹ کو تھانہ مقام چھوڑ کر یعقوب شاہ بھی تیس ہزار سوار اور دس ہزار پیادے کے
ساتھ ہیرہ پور کے راستے مقابلہ کو نکلا۔ چونکہ رعایا کشمیر پہلے دن سے یعقوب شاہ
کی سلطنت سے بیزار ہو رہی تھی اکثر امرا اور راجگان بھی دولت سے روگرداں ہو کر
اکبری افواج سے جا ملے۔ منجملہ ان کے سید یوسف خاں رضوی نے بمکر و فریب
وزیر نانک بٹ سے تھانہ سامان حسب مرضی لے لیا۔ اور کچھ ایسا حسن طلب شیر
باگڑ سے اور ظفر خاں ولد شمسی چک سے عہد و پیمان کر کے سری نگر داخل ہو گیا
اور محمد بٹ اور شمس چک کو حبس خانہ سے آزاد کر کے اہل تشیع پر لوٹ مار اور
غارت تاراج مچانے لگے۔ محلہ اور خانقاہ چڈی بل کو جلا کر خاک میں ملا دیا۔ اور
شمس عراقی کی قبر کے موقع پر مزبلہ بنا کر تعمیر کرا دیا۔ اسی طرح تمام اہل تشیع
کے تمام مال غارت کر کے خاک میں ملا دیئے چند روز تک یہی حالت رہی۔
اس کے بعد سید یوسف خاں دل کا بخار نکال کر ہیرہ پور کی طرف جا کر میرزا قاسم
کی فوج سے جا ملا۔ یعقوب شاہ نے ہیرہ پور سے یوسف چک ولد حسین چک
لوہر چک ولد ابدال چک اور سید ابراہیم خاں ولد سید مبارک خاں وغیرہ کو کرنبل
کے راستہ کی حفاظت پر مامور کیا لیکن ان کے تمام ہمراہی بھاگ کر اکبری فوج
سے جا ملے اور یوسف چک وغیرہ مایوس ہو کر یعقوب شاہ کے پاس آ گئے۔
اسی طرح ابراہیم نایک اور شنگلی نایک بھی جو بیدرہ کے راستے کی نگرانی پر
متعین تھے غنیم سے مل گئے۔ البتہ قاسم نایک اور حسین چک جو پیر پنچال کے
راستے بطور ہراول گئے تھے میرزا قاسم سے زور آزما ہوئے۔ قاسم نایک
تو پہلے ہی حملہ میں مارا گیا۔ لیکن اس کا لڑکا ظفر نایک تحریک کی مساعدت سے
مغلوں کے ساتھ اس جوش و خروش سے لڑا کہ اکبری فوج میں تزلزل پیدا ہو گیا
اسی اثنا میں ان دونوں بہادروں کے قتل ہو جانے سے جنگ کا نقشہ ہی بدل گیا
اور اکبری فوج کوہ پیر پنچال عبور کر کے کشمیر میں داخل ہو گئی۔ سید ابوالمعالی وزارت

جیسا رہا تھا لیکن اسکی کچھ پیش نہ چل سکتی تھی۔ آخر اس کی حکمت عملی اور حسن اتفاق نے محمد بٹ شمس چک۔ ظفر خاں اور علم شیر خاں کو مغلوں سے منحرف کر دیا اور یہ لوگ بمقام ہیرپور یعقوب شاہ سے آملے۔ اس طرح مغل سپاہیوں کے لئے ایک اور معرکہ کا میدان کھل گیا۔ اور اب یعقوب شاہ کی بھی فوج سے لڑائی شروع ہوگئی۔ پہر دن تک بڑے جوش و خروش کے ساتھ میدان کارزار گرم رہا اور کشمیری سپاہ نے بھی ننگ و ناموس بچانے کی خاطر کوئی دقیقہ نہ چھوڑا۔

شمس چک نے اس لڑائی میں بڑی بہادری دکھائی۔ اپنے ہاتھ سے اس اکیلے جوان مرد نے کئی مغلوں کو شربت مرگ چکھایا۔ باوجود دشمنوں کی کثرت کے جان سلامت لیکر کرناہ کی طرف چلا گیا۔ چونکہ اس احکم الحاکمین کو جو شہنشاہوں کا شہنشاہ اور بادشاہوں کو گدا اور گداؤں کو تاج شہی پہنانے والا ہے کشمیر کی یہ آزادی جو رعایا کے لئے سم قاتل ہو رہی تھی منظور نہ تھی اس لئے اس کے سامان بھی حکمران خاندان کی باہمی خانہ جنگیوں اور مذہبی تعصب و ظلم کی شکل میں نمودار ہو چکے تھے۔ اور یعقوب شاہ کے عہد میں تو عروج کمال کو پہنچ چکے تھے۔ باوجود شجاعت بہادری سے مقابلہ کرنے کے خوبئ تقدیر نے ساتھ نہ دیا اور آخر یعقوب شاہ شکست کھا کر کشتواڑ کی طرف بھاگ گیا۔ مغلوں کا مظفر و منصور لشکر رات کو شوپیاں میں قیام کر کے دوسرے دن ۲ ذیقعد ۹۹۴ھ کو میرزا قاسم میر بحر کی سرکردگی میں بکمال تزک و احتشام داخل سری نگر ہوا۔

جس طرح کشمیر کے ان آخری دو حکمرانوں کا نام یوسف اور یعقوب تھا اور جس طرح یہ دونوں باپ بیٹا تھے اسی طرح ایران کے فرمانرواؤں میں بھی یوسف ترکمان کا بیٹا سلطان یعقوب بیگ ترکمان تھا۔ ان کا بھی جب ایسا ہی انجام ہوا تو وہاں کے کسی شاعر نے یہ شعر موزون کیا جو کشمیر کے ان آخری کشمیری الاصل حکمرانوں پر بھی صادق آتا ہے ۔

شد از یوسف نشانی نے ز یعقوب آثارے　　عزیزاں یوسف از گم شد چہ شد یعقوب [illegible]

اورنگ چہارم

دورِ حکومت شاہان خاندان چغتائی

(از ابتدا سنہ ۱۵۸۶ء تا نہایت سنہ ۱۷۵۲ء مطابق سنہ ۹۹۴ھ تا نہایت سنہ ۱۱۶۶ھ)

عروس است ایں چرخ ماتم کدہ — یکے شاد و اردو دگر غم زدہ

سلطان سکندر کے عہد حکومت میں جب امیر تیمور صاحبقران نے ۱۳۹۸ء میں ہندوستان پر حملہ کر کے سلطان موصوف کو بھی حلقہ بگوش بنایا تھا ناظرین کے دلوں سے محو نہ ہوا ہوگا۔ شاہان خاندان چغتائی کا جد امجد بھی امیر ہے۔ جو مملکت ترکستان اور خراسان کا ایک اولو العزم اور نامی بادشاہ گذرا ہے۔ وفات کے بعد اس کی وسیع سلطنت کا استحکام کچھ عرصہ کے لئے مفقود ہو گیا تھا کیونکہ اس خوش نصیب امیر نے گیارہ لڑکے چھوڑے جنہوں نے سلطنت کے حصے کر کے اپنی طاقت کو بالکل کمزور کر لیا۔ یہاں تک کہ کچھ عرصہ کے بعد تیموری مملکت چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہو گئی۔ مرزا الغ بیگ کے ہاتھ کابل آیا۔ احمد مرزا سمرقند سنبھال بیٹھا۔ محمود مرزا نے حصار و قندز پر قبضہ جما لیا اور عمر شیخ مرزا اندخان اور فرغانہ کا حاکم بنا۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی چھوٹی چھوٹی ریاستیں اور جاگیریں بن گئیں جن سے امیر تیمور کی ساری شان و شوکت کا بظاہر خاتمہ ہو گیا لیکن ۱۴۸۳ء میں ابو سعید مرزا کے بیٹے عمر شیخ مرزا کے ہاں یونس بیگ حاکم مغلستان کی لڑکی کے بطن سے ایک ایسا اقبالمند لڑکا پیدا ہوا جس نے ظہیر الدین محمد بابر کے نام سے ایک ایسے عظیم الشان اور نامور خاندان کی بنیاد ڈالی جس کا ستارۂ اقبال تاریخی عالم میں جب تک دنیا قائم ہے رشک کی نگاہ سے دیکھا جائیگا۔ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ ہندوستان اسی خاندان کا ایک روشن ہیرا ہے جس نے ہندوستان کے علاوہ تاریخ کشمیر میں بھی تغیر عظیم پیدا کر دیا اس سے پہلے یہاں کی حکومت خود مختار فرمانرواؤں کے قبضہ اقتدار میں رہی۔ لیکن اس شہنشاہ کے وقت سے وہ ملک جو کسی وقت اپنی بہادری اور شجاعت کا سکہ تمام ہندوستان پر بٹھا چکا تھا اسی ملک کی معمولی ریاستوں کی فہرست میں درج ہونے لگا۔ اگرچہ سابقہ شان و شوکت اور لوکیلٹی کے لحاظ سے اکبر جیسے بادشاہ کے لئے

بھی کشمیر کا فتح کرنا کوئی آسان کام نہ تھا لیکن قدرت نے دوسری فتوحات کی
تسخیر کشمیر کا سہرا بھی اسی کے سر باندھنا تھا پس سے اس کے اسباب اور وسائل
چکوں کی خانہ جنگیوں بغض و عناد مذہبی تعصب اور دل آزاری میں ایسے پیدا کئے۔ جو
اس وقت تک جبکہ ملک ہاتھ سے جاتا رہا کسی کو محسوس نہ ہو سکے۔ بابر اور ہمایوں
کو بھی اس طرف متوجہ ہونے کا موقع نہ ملا تھا لیکن وہ لوگ اپنے اپنے معاملات میں ایسے
سرگرداں تھے کہ کشمیر کی جانب پوری توجہ نہ کر سکے اور چکوں کو انہوں نے اتنا موقع
دیا کہ سلطنت کی بنیاد کافی پوشیدہ کر لیں تاکہ ان کے جانشین کو اس کے فتح میں
ناقابل برداشت تکالیف کا سامنا کرنا پڑے۔ اب جبکہ اکبر کا سپہ سالار مرزا قاسم بیگ
کشمیر میں داخل ہو گیا اور دارالسلطنت پر بھی اس نے قبضہ کر لیا تو لوگوں کو [illegible]
یاد آنے لگا۔ یعقوب شاہ اور شیخ ابوالمعالی نے ہر چند کوشش کی کہ کسی طرح مرزا قاسم بیگ
سے نکل جائے لیکن بادشاہ کی کوتہ اندیشی اور کم عقلی نے ان کی ایک مثال شمشیر کی
اور بہادری کی ایک بھی پیش نہ چلنے دی اور انہیں آخر شکست کی کھا کر ملک غنیم کے حوالے
کرنا پڑا۔

تفاوتے است ہیچ انگشت دارد ۔ چو خواہد کہ یکے کارے برآرد
دو بر جنبش نہد دیگر دو برگوشش ۔ یکے بر لب نہد گوید کہ خاموش

ایک مرتبہ پھر یعقوب شاہ نے تخت پر قبضہ کر لیا لیکن بجائے اس کے کہ وہ اپنے
ہمراہیوں کی شجاعت کی داد دے کر ان کی حوصلہ افزائی کرتا اس کے دماغ میں پھر وہی
شکست کھانے کی غیرت جو شرارت ہوئی اور ان لوگوں کو جنہوں نے اس کے میدان میں
پیٹھ دکھائی تھی سزا دینے پر مستعد ہو گیا جس سے تقریباً تمام سردار رنجیدہ خاطر ہو کر
الگ ہو گئے اسی اثناء میں مرزا قاسم بھی سر پر آموجود ہوا اور یہاں چکوں کو ہمیشہ کے لئے حکومت
کو خیر باد کہنی پڑی۔

خاندان مغلیہ نے کوئی سو اسو برس شاہ عالم بہادر شاہ کے زمانہ تک بڑے زور
شور سے حکومت کی لیکن اس کے بعد ہر کمالے را زوالے کے مطابق ان کی حکومت میں
بھی ضعف آ گیا۔ بادشاہوں نے ملک گیری اور مملکت رانی چھوڑ کر عیش و عشرت
اور شراب و کباب کی مجلسیں گرم کرنی شروع کر دیں۔ یہاں تک کہ محمد شاہ کے عہد

میں دربار کیا تھا۔ ایک رقاص قمرالدین گیا تھا۔ امراء وزراء سے بڑھ کر رقاصوں اور مغنیوں
کو انعام اور خطاب دیئے جاتے تھے جن سے سلطنت کی بنیاد کھوکھلی ہوگئی
اور ارکین دولت منحرف ہوگئے۔ جب کسی فرد بشر یا قوم یا بادشاہ کے برے دن
آتے ہیں تو قدرت تمام ایسے اسباب مہیا کر دیتی ہے جن سے تباہی اور خرابی کا انسداد
نہ ہو سکے۔ نادرشاہ کے حملے نے ان کی رہی سہی طاقت کو بھی زائل کر دیا۔ ایام ادبار
کی یہی نشانی ہے کہ نادرشاہ نے چند ضروری امورات کی نسبت محمد شاہ کو پے در پے
لکھا لیکن اس سرمست بادۂ جہالت نے جواب تک نہ دیا اور صرف اتنا کہنے پر اکتفا کیا۔
"جواب چہ سے نویسم اگر سنگ نویسم القاب چہ سے نویسم آن قدر نقلی است ذاتی بادشاہ نیست"
اسی قسم کی باتوں نے نادرشاہ کو بھی تسخیر ہند پر آمادہ کر دیا ورنہ وہ خود کہہ رہا تھا اور محمد شاہ کو
بھی لکھ چکا تھا کہ آنچہ کہ از مضافات و رقبات ایران است تسخیر کردم۔ ہندوستان سلطنت
علیحدہ است۔ قصد آن نیست مگر آنکہ چار کروڑ روپیہ کہ ہمایوں شاہ از شاہ طہماسپ
اعانۃً گرفتہ است بہ جہت قرض تنخواہم کرد"۔ اسی طرح جب صوبیداروں یا منصبداروں
کی عرضیاں اور مراسلہ موصول ہوتے تو انہیں جام شراب میں ڈال کر آپ فرماتے ع

این دفتر بے معنی غرق مئے ناب اولٰے

بادشاہ کی یہ حالت دیکھ کر صوبیداروں کو بھی جرأت ہوگئی۔ آدمیوں کے علاوہ
ابوالبرکات خان اور میر مقیم کنٹھ نے کشمیر میں شورش برپا کی۔ اور حکومت کشمیر کی وہ حالت
ہوگئی کہ صوبیدار صرف رعایا اور اہالیان شہر کی ذاتی منشاء کے مطابق مقرر ہو سکتے تھے
اسی پر اکتفا نہیں ہوا۔ بلکہ

امیران کشمیر نے احمد شاہ ابدالی سے خط و کتابت شروع کر دی اور آپ نے بھی تسخیر کشمیر پر آمادہ
کر لیا۔ ادھر ابوالبرکات خان کے بیٹے ابوالقاسم خان نے اس خاندان کی ناؤ بھی ڈبو دی جو
میر مقیم کنٹھ کو مغلوب کر کے شاہ دہلی سے منحرف ہو گیا اور اپنی خودمختار حکومت
قائم کر لی۔ اپنے ملک کو قبضہ کر لینے میں مقیم کے لئے کونسا امر سد راہ ہو سکتا ہے۔
۱۱۶۶ھ میں احمد شاہ ابدالی کے جرنیل عبداللہ خان ایشک آقاسی نے احمد شاہ چغتہ اور
ابوالقاسم خان دونوں کو شکست دے کے لئے چھوڑ دیا۔ اور حکومت کشمیر خود سنبھال بیٹھا۔

شجرہ نسب شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر شاہ

امیر تیمور گورگانی جو کشمیر [illegible] ۔ سلطان ابو سعید مرزا ۔ [illegible] وفات ۸۰۷ھ

عمر شیخ مرزا ۔ ولادت ۸۶۰ھ

ظہیر الدین محمد بابر ولادت ۸۸۸ھ

نصیر الدین محمد ہمایون ۔۔۔۔

جلال الدین اکبر ولادت ۹۴۹ھ وفات ۱۰۱۴ھ

نور الدین جہانگیر ۔۔۔۔ وفات ۱۰۳۷ھ

شہاب الدین شاہ جہان ۔ وفات ۱۰۷۶ھ

محی الدین عالمگیر ولادت ۱۰۲۷ھ وفات ۱۱۱۸ھ

محمد اعظم ۔۔۔۔ وفات ۱۱۱۹ھ

محمد معظم بہادر شاہ شاہ عالم ۔ وفات ۱۱۲۴ھ

معز الدین جہاندار شاہ وفات ۱۱۲۵ھ

فرخ سیر بن عظیم الشان بن بہادر شاہ وفات ۱۱۳۱ھ

رفیع الدرجات بن رفیع الشان بن بہادر شاہ وفات ۱۱۳۱ھ

رفیع الدولہ بن رفیع الشان ۔۔ وفات ۱۱۳۱ھ

ابو الفتح نصیر الدین محمد شاہ بن جہاں اختر بن بہادر شاہ وفات ۱۱۶۱ھ

احمد شاہ معزول ۱۱۶۷ھ وفات ۱۱۸۹ھ

محمد عزیز الدین عالمگیر ثانی وفات ۱۱۷۳ھ

علی گوہر شاہ عالم ثانی وفات ۱۲۲۱ھ

اکبر شاہ ثانی وفات ۱۲۵۳ھ

ابو ظفر بہادر شاہ خاتم السلاطین تیموریہ معزول ۱۲۷۳ھ [illegible]

جلال الدین محمد اکبر بادشاہ ہند

ایام حکومت ۴۹ سال ۱ ماہ ۱۲ روز ۹۶۳ھ لغایت ۱۰۱۴ھ مطابق ۱۵۵۶ء لغایت ۱۶۰۵ء

یہ بادشاہ پنجم ماہ رجب ۹۴۹ھ مطابق ۱۵۴۲ء کو بمقام امرکوٹ ماہم بیگم کے بطن سے ایسے زمانہ انقلاب میں پیدا ہوا کہ اس کا باپ ہمایوں اس کی تعلیم و تربیت کی طرف بالکل متوجہ نہ ہو سکا بلکہ اس کی ولادت کو بھی مصیبت سمجھ کر اور اس شیر خوار بچہ کو مرزا کامران کے پاس چھوڑ کر خود ہمراہی ماہم بیگم ایران چلا گیا۔ خلاف توقع اس کی پیدائش کے ساتھ ہی ہمایوں کے نصیب نے پلٹا کھایا۔ اور بادشاہی تخت نے تھوڑے عرصہ میں دشمنوں کو مغلوب کر کے اپنے سلطنت ہند پر مستقل کر دیا۔ اسی اثنا میں جب اکبر نے ذرا ہوش سنبھالا تو بیرم خان اس کا اتالیق مقرر ہوا لیکن ابھی تحصیل علوم و فنون کے میدان میں اس نے قدم بھی نہ رکھا تھا کہ اچانک محمد ہمایوں بام سے گر کر مر گیا اور تیرہ سال نو ماہ کی عمر میں ۲ ماہ ربیع الثانی ۹۶۳ھ مطابق ۱۵۵۶ء کو اس نابالغ بچے کے سر پر ہندوستان کی پر فتنہ و فساد سلطنت کا ناقابل برداشت بوجھ آ پڑا۔ لیکن تائید غیبی شامل حال تھی۔ خداداد عقل و دانشمندی سے اس پر آشوب ملک کو اس نے ایسا رام کیا کہ جس کی نظیر نہیں مل سکتی اور بیرم خان اتالیق کی جانفشانی اور اکبر کی معاملہ فہمی نے دشمنوں کا قلع قمع کر کے ملک کو بالکل صاف کر دیا۔

اکبر محض ناخواندہ ...... بادشاہ تھا لیکن فہم و فراست سیاست ملکی حکمت عملی اور عدل و انصاف میں اپنا نظیر آپ ہی تھا۔ اس نے ہندوستان جیسے مختلف المذاہب ملک کو قابو کرنے کے لئے مذہبی معاملات میں ایسا بے تعصبانہ وطیرہ اختیار کیا کہ کیا ہندو کیا مسلمان سب اس کی مدح سرائی کرتے ہیں۔ صاحب غیرت راجپوتوں اور متعصب ہندوؤں کی لڑکیوں کا حرم سرائے اکبری میں داخل ہو کر فخر کرنا اسی کے حسن تدبیر کا نتیجہ تھا۔ مذہبی پابندیوں کو بھی توڑ کر راجہ و مہاراجہ بصد خوشی اس سے تعلق رشتہ داری پیدا کرتے۔ چنانچہ راجہ بہارا مل والئے امبر کی لڑکی اس کی چاہتی بیگم تھی۔ اس طرح ہندو راجاؤں سے رشتہ ناطہ جوڑ کر اس نے تمام سرکشوں کو مطیع و منقاد

کرلیا۔ عالموں فاضلوں کی بھی قدر و منزلت بدرجہ غایت کرتا۔ اس کے دربار میں ہر وقت
علمی تذکرہ رہتے۔ سیاست سی عربی سنسکرت اور ترکی کتابوں کا ترجمہ اس نے فارسی
زبان میں کرایا۔ انجیل اور توریت کے ترجمہ کے لئے شاہ انگلستان سے خط و کتابت
کی۔ مشہور و معروف اکبری نورتن وہ انجمن شورا تھی جس میں ابوالفضل۔ بیربل۔ ابوالفیضی
نواب خان خاناں۔ مرزا کوکلتاش۔ ابوالفتح۔ ٹوڈرمل۔ راجہ مان سنگھ اور حکیم ہمام جیسے
نامی گرامی اشخاص شامل تھے۔ جن میں سے ہر ایک علامہ دہر اور یگانہ روزگار ہونے کا
استحقاق رکھتا ہے۔ انہیں مشیروں کی صلاح سے امورات سلطنت سرانجام دیتا
جب تخت نشین ہوا تو اس کی سلطنت صرف شہر دہلی اور اس کے ارد گرد چند میلوں
تک محدود تھی۔ لیکن اس نے جلد ہی اپنی حکومت کو وسیع کر لیا۔ مالوہ۔ گجرات
اڑیسہ۔ ٹھٹھہ۔ بھکر۔ بنگالہ۔ خاندیس۔ برار۔ احمد نگر۔ قندھار۔ بدخشاں اور کشمیر وغیرہ
علاقہ جات کو مفتوح کرکے تمام ہندوستان پر قابض ہوگیا۔ غرضیکہ اکبر ایسا اولوالعزم
اور عظیم الشان بادشاہ ہوا ہے جس کی نظیر ہندوستان کیا تمام دنیا میں مشکل سے
ملے گی۔ اس کی سوانح عمری عجیب و غریب نشیب و فراز سے مملو ہے لیکن حالات زمانی
چونکہ واقعات کشمیر سے ہے اس لئے باقی حالات کو نظر انداز کرکے جو واقعات کشمیر
کے متعلق ہیں حوالہ قلم کئے جاتے ہیں۔ ۱۶۔ ذیقعد ۹۹۴ھ وہ دن تھا جبکہ اکبر کے
سپہ سالار مرزا قاسم خان میر بحر نے میر شہادر کی فتح کے ساتھ ہی تاریخ کشمیر میں انقلاب
عظیم پیدا کر دیا کشمیر کو خود مختار ممالک کے زمرہ سے نکال کر ہندوستان کا ایک صوبہ
بنا دیا اور حکومت ملک چکوں کے خاندان سے منتقل کرکے شاہان دہلی کے ہاتھ
میں دیدی۔ اکبر خود تو ہمیشہ ہندوستان ہی میں قیام پذیر رہا۔ اور ساری حکومت میں
صرف تین مرتبہ بطور سیاحت وارد خطہ ہوا لیکن کشمیر کے انتظام کے لئے دارالسلطنت
ہندوستان سے لائق و فائق اور برگزیدہ صوبیدار تعینات کرکے بھیجتا رہا جن کے
مفصل حالات اگلے صفحوں میں درج کئے جائیں گے۔ اس بادشاہ نے کشمیر میں انیس سال
ایک ماہ اور بارہ روز سلطنت کی۔ آخر ۱۰۱۴ھ میں ضعف پیری کے باعث طبیعت
کمزور رہنے لگی صحت خراب ہوگئی اور تریسٹھ سال کی عمر میں ۱۳۔ ماہ جمادی الثانی
۱۰۱۴ھ کو سارا جاہ و حشم یہیں چھوڑ کر عالم فانی سے ملک جاودانی کو انتقال

گر گیا۔ تاریخ ہوئی۔ الف کشیدہ ملائکہ زفوت اکبر شاہ
مولانا مظہری کشمیری نے اس کی وفات پر اول کی تاریخ منظوم کی ہے۔

بادشاہ اکبر کہ پنجاہ و دو سال	عدل او ظلمت جہل جہانی سوخت
[illegible] بجنبش بعل راند	خسرواں را چہ گردان بسانی سوخت
ناگہاں باد اجل بر شمع خرد	جامہ فانوس بزم آرائی سوخت
دولت شاہیش چوں جائے کرم	نعرہ زد گردوں کہ [illegible] سوخت
مظہر از صاحب لوائب تاریخ جست	گفت از یں حسرت دل جہانی سوخت

صوبیدار جو عہد اکبری میں حکومت کشمیر پر مامور ہوئے۔

(۱) مرزا قاسم خان میر بحر فاتح کشمیر ۱۱ ماہ ۵ روز ۹۹۴ھ تا ۹۹۵ھ مطابق ۱۵۸۶ء تا ۱۵۸۷ء
(۲) سید یوسف خان رضوی ۳ سال ۹ ماہ ۲ روز ۹۹۵ھ .. ۹۹۹ھ .. ۱۵۸۷ء .. ۱۵۹۰ء
(۳) محمد قلیچ خان ۱۱ سال ... ۹۹۹ھ .. ۱۰۱۰ھ .. ۱۵۹۰ء .. ۱۶۰۱ء
(۴) مرزا علی اکبر ۵ سال ... ۱۰۱۰ھ .. ۱۰۱۵ھ .. ۱۶۰۱ء .. ۱۶۰۶ء

مرزا قاسم خان میر بحر فاتح کشمیر
حکومت ۱۱ ماہ ۵ روز
۹۹۴ھ تا ۹۹۵ھ / ۱۵۸۶ء تا ۱۵۸۷ء

۱۷ ذیقعدہ ۹۹۴ھ / ۱۵۸۶ء کو مرزا قاسم نے داخل سری نگر ہو کر اکبری جھنڈا گاڑ دیا۔ یوسف چک کا بیٹا یعقوب چک اس کے مقابلہ پر تھا۔ دیگر امرائے کشمیر بھی جوق جوق جمع ہو کر اکبری حکومت کا جوا اپنی گردن میں ڈالنے لگے۔ اکبر کے نام کا خطبہ پڑھا گیا اور تمام ملک میں سکے بادشاہ کی

سلہ مرزا قاسم خان کے حملہ کشمیر کی نسبت یہ روایت دلچسپی سے خالی نہیں ہے۔ اکبر کشمیر کی نظیر لطیفی سنتا رہتا تھا اور ملک گیری کا شوق بھی تھا اس لئے کسی نہ کسی حیلہ سے کشمیر پر تسلط جمانا چاہتا تھا جب وہاں کی بد انتظامی ہو [illegible] اور شیعہ سنی کی [illegible] نے نسبتہً ایسا موقعہ دے دیا تو اس کی تسخیر کی تدبیریں سوچی جانے لگیں۔ ابو الفضل نے کئی تدبیریں بتائیں لیکن وہ مقبول نہ ہوئیں۔ آخر بادشاہ کے حکم سے اختر شناسوں کی مجلس آراستہ ہوئی۔ انہوں نے بالاتفاق کہا کہ اگر تھوڑی سی بھی تنگ دلی کی جائیگی تو ضرور فتح ہو جائیگی۔ یہ سنکر بادشاہ نے فتح کشمیر کا ارادہ مصمم کر لیا اور ۳۱ سن جلوس مطابق ۹۹۴ھ میں قاسم خان کو ایک بھاری لشکر کی سرکردگی میں روانہ کیا گیا۔ (اقبال نامہ اکبری) فوق۔

حکومت سے کے تھے شادیانے بجنے لگے۔ مغلوں سے نفاق اور تعصب رکھنے کے باعث
اہل ملک کے دلوں میں حیدر چک کی قدر و منزلت حد سے بڑھ گئی۔ یہاں تک کہ اس
کے روز افزوں عروج سے مرزا کے دل میں بھی تردد اور خوف پیدا ہو گیا۔ اور اس نے
جلد بازی اور کوتہ اندیشی سے اسے قید کر دیا۔ اس کارروائی نے الٹا اثر کیا۔ اور اہلِ
کشمیر میں سے ہر ایک اپنی اپنی حالت سے متوحش ہو گیا اور ادھر ادھر بھاگنے لگا۔
اسی اثنا میں یعقوب شاہ جو شکست کھا کر کشتواڑ بھاگ گیا تھا راجہ بہادر سنگھ
والئے کشتواڑ کے ہاں پناہ گزین ہو گیا۔ راجہ موصوف نے جو یعقوب سے رشتہ
مصاہرت بھی رکھتا تھا۔ اس کی حالت پر افسوس ظاہر کیا۔ اور اس کی بزدلی اور
کم ہمتی پر لعنت ملامت کی جس سے وہ نادم بھی ہوا اور غیرت نے بھی اس
کے سینہ میں جوش مارا۔ چنانچہ یعقوب شاہ وہاں سے دل برداشتہ ہو کر کشمیر چلا
آیا۔ یہاں آگے ہی لوگ مرزا قاسم کے تشدد سے خوف زدہ ہو رہے تھے اور اپنے
بادشاہ کی جستجو میں تھے بمقام چیہہ ڈل پہنچتے ہی اس کے پاس ایک بھاری جمعیت
اکٹھی ہو گئی۔ اور ایک دن رات کو باتفاق یوسف خان حسین، ابراہیم چک، ادھم چک
ہی وغیرہ امرا مغلوں پر ٹوٹ پڑا اور اس جوش و خروش سے حملہ آور ہوا کہ ایک ہی وار میں
سینکڑوں کو قتل خاک ہلاکت میں ملا کر ہٹا۔ شاہی محلات اور اس کے نواحی حویلی
مغلوں کی رہائش کے جو مکان تھے جلا کر خاکستر کر دیئے۔ یہ دیکھ کر رعایا میں ایک
گڑبڑی ہوئی۔ در و دیوار اور کوچہ و بازار سے مغلوں پر پتھر اینٹ اور لکڑی برسنی
شروع ہو گئی۔ سید ابو المعالی نے شاہی خزانہ جو میر عبد الرزاق کی تحویل میں تھا طرفۃ العین
میں لوٹ لیا۔ اسی اثنا میں مرزا قاسم بھی خواب خرگوش سے اٹھا۔ پہلے تو اس نے
حیدر چک کو جیل سے طلب کر کے قتل کیا اور پھر کمر ہمت باندھ کر مردانہ وار دشمن
پر ٹوٹ پڑا اور کشمیریوں کو مولی کی طرح کترنے لگا۔ سینکڑوں مارے گئے تیر اندازی
[illegible] ہو گئے۔ یا سیدہ قزاق جو دلاوری و شجاعت شعار سے تھا میدان کارزار میں
شیر ببر کی طرح گرجتا ادھر گیا صفوں کی صف خالی کرتا [illegible] میر کوکہ بھی اسی جوان
دلیر کے ہاتھ سے مارا گیا۔ آخر کار سید ابو المعالی جسارت کر کے اس موذی کے مقابلہ
پر آیا اور تیرے کے ایک ہی وار میں اس نے اس جنگجو کو چاہ عدم میں ڈال دیا۔

اس پر قریب ستر سپاہی یکبارگی ٹوٹ پڑے۔ اور وہ تن تنہا ان کے حلقہ میں آگیا۔ تاہم اس
نے جو حملہ نہ ہارا۔ اور بڑھ بڑھ کر شمشیر مارنے لگا۔ اسی حیص و بیص میں گھوڑا
حملہ آوروں کے سروں کے اوپر سے گزر کر گھیرے سے باہر نکل گیا اور دوبارہ پوری
آب و تاب سے حملہ آور ہوا۔ تلواریں زور و شور سے چلنے لگیں۔ خون کی ندیاں بہہ گئیں
آخر کار اکبری سپاہ حوصلہ ہار کر منتشر ہو گئی اور یعقوب شاہ پھر ایک مرتبہ فتح و نصرت
کا ڈنکا بجاتا ہوا دولت خانۂ شاہی میں داخل ہو گیا۔ مسند حکومت پر جلوس کر کے اس نے
مغلوں پر قتل عام مچانے کا حکم دیا۔ راستے روک دیئے کہ ہندی لشکر سے ایک فرد بشر
بھی زندہ نہ بچ نکلے۔ اسی موقعہ پر اس نے ظاہر کیا کہ ان لوگوں کو جو بہیرہ پور کے معرکہ
میں منحرف ہو کر دشمن سے جا ملے تھے مقتول کئے جائیں۔ یہ سنتے ہی کئی سردار جو اس گروہ
میں شامل تھے۔ دربار سے اٹھ کر چلے گئے۔ اور یعقوب شاہ کے پاس چند آدمی رہ
گئے۔ قاسم خان بھی موقعہ کی تلاش میں تھا۔ زور پکڑتا آیا۔ اب کیا ہو سکتا تھا۔ بیچارہ یعقوب
پھر تاج و تخت اور محل و شاہ نشین کو خیر باد کہہ کر کوہستان اولر کی طرف بھاگ گیا۔ اور
قاسم خان دوبارہ ملک پر قابض ہو گیا لیکن امرائے کشمیر جو ایک عرصہ سے فتنہ و
فساد کے عادی ہو رہے تھے اس چپار سے کب چین لینے دیتے تھے۔ یعقوب شاہ
تو بھاگ گیا لیکن شمسی چک۔ سید حسین بیہقی اور شمس ڈولی سوپور میں بغاوت کا جھنڈا
لہرا کے مغلوں کے خون کے پیاسے بیٹھے تھے۔ مرزا نے ان کے مقابلہ کے
لئے قوم گکھڑ کی ایک بھاری جماعت مامور کی لیکن یہ لوگ ابھی پٹن میں ہی پہنچے تھے
کہ شمسی چک نے شبخون مار کر سب کو منتشر کر دیا اور خود سوپور کو لوٹ گیا۔ لیکن
جلد ہی جاڑہ شروع ہونے پر کوہستان کرناہ کو چلا گیا۔ یعقوب شاہ اپنے ہمراہی ساتھ
لیکر کشتواڑ چلا گیا۔ سید ابوالمعالی نے بنگالیوں کے ہاں موضع لار میں پناہ لی۔ اور باقی کے
سارے باغی شدت سرما کے خوف سے زمینداروں کے ہاں جہاں سینگ سمائے
روپوش ہو گئے۔ مگر یوسف خان، حسین خان اور ابراہیم خان نے مرزا کی اطاعت
قبول کر لی۔ اس کے بعد مرزا قاسم خان نے بمصلحت وقت سوچ کر سید مبارک خان
بابا مہدی۔ بابا خلیل اور یوسف خان ولد حسین شاہ کو بکمال اعزاز و اکرام جہیز بیگ کے
ہمراہ اکبر کی خدمت میں بھجوا دیا جس نے مراحم خسروانہ سے سرشار کر کے انہیں [illegible]

ما طفت میں سے لیا جب زمستان گذر گیا تو پہلے یعقوب شاہ نے بمرافقت
ابراہیم چک اور بہبہ چک وغیرہ لشکر گرانقدر آراستہ کر کے پرگنہ دلیس کو ڈگلی پر تسلط و
فساد برپا کیا اور پھر سید ابوالمعالی نے ابراہیم خان متھے ریبنہ زمیندار پر قتل۔ بہرام
نایک احمد نیانک زمینداران ناگام اور یوسف رشی زمیندار کیر و وغیرہ کو ہمراہ لیکر
ناڑی ناڑی میں علم بغاوت کھڑا کیا اس کے بعد شمس چک بھی کرناہ سے راجت
پذیر ہو کر علاقہ کامراج میں لوٹ مار مچانے لگا۔ مرزا قاسم خان نے بھی فوج آراستہ
کی اور سید جلال خان کو سید ابوالمعالی کے مدافعہ کے لئے اور مبارک خان گکھڑ کو
شمس چک کے تدارک کے لئے مامور کیا اور خود علم شیر لگیرے۔ میرزادہ علیخان
سید عبداللہ خان۔ گوہر خان۔ مرزا علی اکبر شاہی۔ جلال مسعود اور آٹھ ہزار سوار ہمراہ
لیکر یعقوب شاہ کے مقابلہ کو بڑھا اور موضع گاسو میں صفوف جنگ آراستہ کر کے
لڑائی میں مشغول ہوا میرزادہ علیخان بے شمار شاہی سپاہیوں کے ساتھ مارا گیا اور
مرزا قاسم خان سینکڑوں اسیر چھوڑ کر سرینگر بھاگ گیا۔ یہاں پہنچکر سید جلال۔ اور
مبارک خان کو بھی اس نے واپس بلا لیا اسی اثناء میں یعقوب شاہ بھی کوہ ڈوگل
سے اترکر کوہ سلیمان کے دامن میں آبیٹھا۔ سید ابوالمعالی بھی اس کے ساتھ شامل
ہو گیا۔ شمس چک اور شمس ڈوبی سوپور سے اٹھکر بیرہ ناتیک پر آبیٹھے۔ اس طرح
سرینگر کے سوا باقی تمام ملک مغلوں کے ہاتھ سے نکل گیا۔ مرزا قاسم بھی گھبرا گیا
تاہم حوصلہ کر کے اس نے اپنے لشکر کے دو حصے کئے۔ ایک حصہ پاندریٹھن کی جانب
سے اور دوسرا گوپکار کی طرف سے یعقوب شاہ پر حملہ آور ہوا۔ اور طرفین
کے بہادر دل کھول کر لڑنے لگے۔ صبح سے دو بجے تک سخت دار و گیر رہی۔ سینکڑوں
مارے گئے۔ ہزاروں جانیں لے کر میدان کچھڑ گئے۔ کشمیریوں نے وہ قیامت
برپا کر دی کہ مغل سخت پریشان ہو گئے۔ قریب تھا کہ میدان خالی کر جائیں کہ اتفاقاً
ایک تیر یعقوب شاہ کے سپہ سالار نوروز چک کی آنکھ میں لگا۔ سردار کا گرنا تھا کہ
فوج کے چھکے چھوٹ گئے۔ اور وہ حواس باختہ ہو کر بھاگ گئی۔ مغل بھی تعاقب کی جرأت
نہ کر سکے اور فتح و نصرت کو غنیمت سمجھکر واپس لوٹ آئے لیکن باوجود اس شکست
کے یوسف شاہ اپنی جگہ سے نہ ہلا اور نئے سرے سے لڑائی کی طیاریاں

کر سکے گا۔ دوسرے دن اُس نے شمسی چک کے نام لکھ بھیجا کہ اگر ملک اور قوم
کی آبرو رکھنی ہے تو جب غنیم ہم لوگوں پر حملہ آور ہو تم لوگ سرینگر پر قبضہ کر لو اسی
طرح اگر دشمن تمہاری طرف بڑھیگا تو شہر پر ہم قبضہ کر لینگے۔ بہر حال لازم ہے کہ ایک دل
ہو کر دشمن کو ملک سے نکالنے کی کوشش کریں۔ ورنہ نا اتفاقی کی حالت میں ناحق
خلق خدا کی جانیں ضائع کرانا کیا فائدہ رکھتا ہے شمسی چک نے جواب میں حسن
ملک تاجی کو یعقوب شاہ کی خدمت میں بھیجا اور کہلا بھیجا کہ آپ معہ فوج ہانجک
تشریف لے آئیں۔ جیسے مصلحت ہوگی کیا جائیگا۔ دوسرے دن یعقوب شاہ
کوہ سلیمان سے اُٹھکر ہانجک پہنچ گیا۔ جب مرزا قاسم نے سنا تو وہ فوج لیکر
مخالفوں پر حملہ آور ہو گیا اور صفوف محاربہ آراستہ کر کے اس نے ایک فیل مست
غنیم پر ہانکا جس نے حسن چک کے سر پر سونڈ پھیلایا لیکن اس نے ہاتھی
کی ناک پر ایک ایسا تیر مارا کہ وہ بدحواس ہو کر واپس بھاگا اور اپنی ہی فوج کی صفوں
کو پامال کرتا ہوا قریب ڈیڑھ ہزار سپاہیوں کو مقتول و مجروح کر گیا۔ یعقوب شاہ کی
طرف سے شمس ڈولی اور حسن ملک چاڈورہ سے میدان کارزار میں ہنگامہ حملہ
کر کے دشمن کو سخت مضطرب کر دیا لیکن شاہی افواج نے ان کے ارد گرد گھیرا ڈال
لیا۔ اوپر سے سید مبارک کے بیٹے اور شمسی چک خنجر نکالکر مغلوں پر ٹوٹ پڑے
اور خوب گھمسان کی تلوار چلی لیکن کوئی فیصلہ نہ ہوا۔ شام کو فریقین اپنے اپنے قیام
گاہوں کو لوٹ گئے۔ الغرض ایک ماہ تک یہی حال رہا کوئی دن خونریزی سے خالی نہ
رہتا۔ کشمیری سپاہی بیوقت بھیڑیئے کی طرح شہر میں آگھستے اور مغلوں کا ساز و
سامان و دو سر اقی و یراق تک لوٹ کر لے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ آئے دن کے
شور و فساد اور خرابی اور تباہی سے مرزا قاسم خان اور اُس کی فوج سخت پریشان
ہو گئی چنانچہ تنگ ہو کر مرزا قاسم نے یہاں کی بدامنی اور بے چینی کا احوال اکبر
کے پاس لکھ بھیجا اور اس سے امداد مانگی جس نے یوسف خان رضوی مشہدی کو
پچیس ہزار جرّار سواروں کے ساتھ روانہ کشمیر کیا۔ ساتھ ہی اُس نے سید
مبارک خان، محمد بٹ اور بابا خلیل کو بھی حکم دیا کہ وہ بھی یوسف کے ہمراہ رہکر کشمیر
کے فتنہ و فساد کا انسداد کرنے میں اس کو امداد دیں۔ سید مبارک خان نے اس امر

کو قبول نہ کیا جس سے بادشاہ ناراض ہو گیا۔ اور اسے شاہباز خان حاکم بنگالہ کے پاس بھجوا دیا۔ لیکن فیروز پور کے حدود میں پہنچکر اس کا انتقال ہو گیا۔ اور وہیں مدفون ہوا۔ تاریخ وفات

میر مبارک ضمیر سید صاحب سیر — بود شہ کاشمیر باہ صفا رشید رفت
کرد چو عمر جہان یافت جنت مکان — سال وفاتش عیاں گفت خرد شہید رفت

محمد بٹ اور بابا خلیل حسب الحکم بادشاہ یوسف شاہ رضوی کے ساتھ کشمیر کو روانہ ہوئے۔ محمد بٹ نے وزارت کے دنوں میں کشمیر میں بڑا رسوخ اور عروج حاصل کر لیا تھا۔ رعایا اس کے عدل و احسان کی شکرگذار تھی۔ اب بھی جس وقت وہ کشمیر پہنچا تو لوگ اس کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ خصوصاً لوہر چک پسر دولت چک بہرام نیا بیگ اور اسمعیل نیا بیگ جو اعیان سلطنت کے نامدار رکن تھے۔ یوسف خان کی توجہ سے آملے۔ رعایا اور امرا کی یہ حالت دیکھکر یعقوب شاہ۔ سید ابو المعالی اور ایبہ خان کو ساتھ لیکر کشتواڑ کی جانب نکل گیا۔ شمس چک اور شمس ڈولی کوہستان دوچھ کو بھاگ گئے۔ غرض اکبر کی حکمت عملی اور محمد بٹ کی ہر دلعزیزی نے تمام مفسدوں اور فتنہ پردازوں کو منتشر کر کے ملک کو شر و فساد سے پاک کر دیا۔ رعایائے کشمیر فرمانبردار ہو گئی۔ اور مرزا قاسم خان امرائے کشمیر سے کئی ایک نامور اشخاص مثل علی شیر خان ماگرے۔ یوسف خان۔ میر حسین خان۔ اور ابراہیم خان وغیرہ کو ساتھ لیکر ۲۲ ماہ شوال ۹۹۵ھ / ۱۵۸۶ء کو متوجہ آستانہ عرش آشیانی ہوا۔ جہاں پہنچکر بادشاہ نے یوسف خان کو منصب ڈیڑھ ہزاری و ابراہیم خان کو منصب ہزاری عطا کر کے پرگنہ دواب میں جاگیریں عطا کیں۔ مرزا قاسم خان ۱۱ ماہ ۵ روز کشمیر میں رہا۔

میر یوسف خان رضوی مشہدی	
۳ سال ۵ ماہ / ۳ سال ۷ ماہ ۲۶ روز ۹۹۵ھ	۱۵۹۰ء / ۹۹۹ھ

مرزا قاسم کے بعد سید یوسف خان رضوی نے عنان حکومت ہاتھ میں لی۔ محمد بٹ کی کوششوں سے کچھ عرصہ کے لئے امن قائم ہو گیا تھا اس لئے یوسف خان کو ملک کا انتظام کرنے کا موقع مل گیا۔ اس نے عوام الناس کو عدل و احسان سے سرفراز کر کے لوگوں کے دلوں سے ظلم و تعدی کا وسوسہ دور کر دیا۔ اگرچہ کشمیر انتظامی

حسین چک وغیرہ

معاملات میں تو فتنہ و فساد سے پاک ہو گیا لیکن
کئی سرکش ابھی تک اس کے گرد و نواح میں اس غرض سے منڈلا رہے تھے کہ
موقعہ پائیں تو مغلوں کو ملک سے نکال دیں چنانچہ پہلے پہل شمس چک اور شمس دولی
نے نواح پونچھ سے فتنہ و فساد کا آغاز کیا۔ امیر شیخ محمد بٹ اور سید بہاؤ الدین
ان کی سرکوبی کے لئے مقرر ہوئے جب یہ لوگ پرگنہ سمیر رہ میں پہنچے
تو شمس چک نے موقعہ پا کر ان پر شبخون مارا جس سے بہادران محمد بٹ کو سخت
نقصان پہنچا لیکن آخر کار منہزم ہو کر پونچھ کو لوٹ گیا۔ اور محمد بٹ مظفر و منصور
مراجعت پذیر ہوا۔ سید یوسف خان نے اہل حرب کو انعام و اکرام سے سرافراز کر کے
ممنون احسان کیا۔ اس کے بعد یعقوب خان اور ابو المعالی نے کشتواڑ سے
لوٹ کر کوہستان وچھین بارہ میں شور و شر اٹھایا۔ اس مہم کے سر کرنے کے
لئے یوسف خان رضوی نے محمد بٹ اور حاجی بیگ کو متعین کیا۔ محمد بٹ نے
پہلے تو مخالفوں کو حکمت عملی سے گرفتار کرنا چاہا لیکن ابو المعالی کی روشن دماغی
اس کے دام تزویر سے بچ گئی۔ اور وہ پانچ سو سواروں کے ساتھ محمد بٹ
کی فوج پر آپڑا اور بہت سے آدمیوں کو تہ تیغ کر کے محمد بٹ کو بھگا دیا جس
نے میدان کارزار سے بھاگ کر شاہی فوج میں جو تھوڑے فاصلہ پر تھی پناہ
لی۔ دوران تعقیب میں سید ابو المعالی زخمی ہو کر گھوڑے سے گر پڑا اتفاقاً [illegible]
اس کی تجہیز و پرداخت میں مصروف تھا۔ اسی اثناء میں بارش شروع ہو گئی اور غنیم
کو [illegible] کیمپ میں پہنچنے کا موقعہ ملگیا۔ دس روز متواتر جانبین کی فوجیں اپنے
اپنے مقام پر پڑی رہیں اور کسی کو پیشقدمی کی جرأت نہ ہو سکی۔ اس کے بعد
یعقوب شاہ کوچ کر کے پرگنہ آڈون میں آ گیا اور وہیں بیٹھکر مزید فوج جمع کرنے
کی جانب متوجہ ہو گیا مگر بد قسمتی سے اس کے ہمراہی بھی اکثر منتشر
ہو گئے اور محمد بٹ سے جا ملے۔ یعقوب شاہ گھبرا کر محفوظ [illegible] کی تلاش
میں کوہ آڈون کی بلندی پر خیمہ زن ہو گیا۔ محمد بٹ کوہسار [illegible] کے دامن میں جا بیٹھا۔
دوسرے دن لڑائی شروع ہوئی جس میں یعقوب شاہ کے بہت سے آدمی
مارے گئے۔ وہ مغلوب ہو کر کشتواڑ کو بھاگ گیا تاہم سید ابو المعالی جان بر

کھیل کر اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ اور دلیرانہ لڑتا رہا۔ آخر کار شاہی فوج نے اسے گرفتار کر
لیا۔ سچ ہے ؎

چو اقبال برگشت در روزگار — دلیری و مردی چہ آید بکار

یوسف خان رضوی کے سامنے جب سید ابوالمعالی پیش ہوا۔ تو اس نے اس کی
شجاعت اور جلادت کی پوری داد دی۔ اور کہا کہ اس نے کہ ایک قوی ہیکل اور
زبردست دشمن کو فوراً ہلاک کر دیا۔ اس نے خاص خلعت جو خود پہنے ہوئے تھا۔
عنایت کر کے اسے صدر عزت پر بٹھایا۔ اس عاقلانہ پالیسی نے مخالفوں کے
دلوں پر پورا اثر کیا۔ اور شمس چک اور شمس ڈولی بھی جلدی ہی سید بہاؤالدین کی
وساطت سے یوسف خان رضوی سیاست ملک کی جانب متوجہ ہوا۔ چنانچہ اس نے
سیف خان بیہقی، علی خان، دیپن پاندے، ابیہ چک، برادر حیدر چک کو جن میں سے
ہر ایک مسیحائے خود مرکز فساد تھا گرفتار کر کے ان سب کی آنکھیں نکلوا دیں۔ لوہر چک کو دار پر
چڑھایا۔ بہرام نیایک اور اس کے لڑکے خود زہر کھا کر ہلاک ہو گئے۔ اسی طرح بہادر خان
پروندکو کی نذر کوئی معتوب سور ما تاب ہو کر مقتول ہوتا۔ یہاں تک کہ کچھ عرصہ کے
بعد یہ سرزمین خار و خاشاک فتنہ سے بالکل پاک و صاف ہو گئی۔

چند ماہ کے بعد فرمان شاہی کے بموجب یوسف خان کو دربار شاہی میں حاضر
ہونا پڑا۔ پیچھے اس کا بھائی باقر خان مہام ملکی سرانجام دینے لگا۔ انہیں دنوں میں لطالو
تھا جو باقر خان کا مصاحب خاص اور رادول دیہہ کا خود غرض اور حاسد شخص تھا۔ اسکو
امرائے کشمیر کی بدگوئیاں سنا سنا کر پریشان خاطر کرنے لگا۔ چنانچہ اس نے بے سوچ
سمجھے سید ابوالمعالی علم شیر خان آگرے وغیرہ بعض امرائے کشمیر کو قید کر لیا
اور بادشاہ کی خدمت میں لکھ بھیجا کہ اعیان ملک پھر فتنہ و فساد پر مستعد ہو گئے ہیں
اور اگر یوسف خان جلدی نہ پہنچا تو ملک ہمارے ہاتھ سے جاتا رہیگا۔ اکبر نے عرضی
دیکھتے ہی یوسف خان کو روانہ کشمیر کر دیا۔ جس نے یہاں پہنچ کر سید ابوالمعالی۔ علم
شیر خان اور بہادر خان وغیرہ کو حضور انور کی خدمت میں بھیج دیا۔ جہاں پہنچ کر سید
ابوالمعالی مہاراجہ مان سنگھ کا مصاحب مقرر ہو گیا۔ اسی اثناء میں تازی چک اور
لوہر چک جو عرصہ سے آشیانی کے ہمرکاب آگرہ میں رہتے تھے۔ فتنہ پردازی کی نیت

سے بھاگ کر چھوں کے راستے کشمیر آ گئے لیکن یوسف خان اور محمد بیٹ نے انہیں فوراً گرفتار کر لیا اور ان کی آنکھیں نکال دیں۔ استاد لوہنجا رجو پہلے درجے کا عیار اور ریاکار بھی تھا سیا فرخان کی وساطت سے یوسف خان کے مقربوں میں داخل ہو گیا۔ اور روباہ بازی اور حیلہ گری سے اس کو اس نے ایسا ہاتھوں پر چڑھا لیا کہ وہ تمام کام اسی کے مشورہ اور صواب دید سے کرنے لگا۔ اب وہ محمد بٹ کی بیخ کنی پر آمادہ ہوا۔ چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ میں اس نے یوسف خان کو بدگمان کر کے اس بیچارے کو بھی کشمیر سے نکلوا کر بادشاہ کے پاس پہنچا دیا۔

اکبر خود کشمیر جاتا ہے

۱۵۸۹ء مطابق ۹۹۷ھ میں جبکہ جلوس کا تینتیسواں سال تھا۔ اکبر نے خود گلگشت کشمیر کا ارادہ کیا۔ رستے کے نشیب و فراز کو ہموار کرنے کے لئے میر کرنگی قاسم خان تین ہزار سنگ تراش و فارا تکاف اور دو ہزار بیلدار روانہ کئے۔ بادشاہ کے جلوس میں شاہزادہ سلیم۔ شاہزادہ سلطان مراد۔ شیخ فرید بخشی۔ مرزا خان خاناں۔ زین خان کوکہ عضد الدولہ۔ حکیم ابوالفتح۔ جگن ناتھ۔ میر شریف آملی۔ قاضی حسین۔ نور قلیچ۔ رامداس۔ ابوالفضل۔ مرزا کیقباد خلف مرزا حکیم۔ شیخ فیضی۔ سلطان خسرو اور بہت بڑے بڑے نامی آدمی تھے۔ لشکر اور جلو کے آگے قاسم خان راستہ صاف کرنے کے لئے جاتا تھا۔ بھمبر، راجوری سے ہو کر تھنہ پہنچے۔ یہ رتن پنجال کے ایک گریوہ کے نیچے نہایت سرد قصبہ ہے۔ یہاں سے کشمیری لباس اور کشمیری زبان شروع ہو جاتی ہے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ ملک آپس میں۔ کوہ۔ دریا۔ جنگل اور زبان کے ذریعے جدا ہوتے ہیں۔ اس لئے کشمیر کا ملک دراصل یہیں سے شروع ہوتا ہے۔ بہرام گلہ سے آگے بادشاہ پہنچا تھا کہ مرزا یوسف خان صوبہ کشمیر کئی کشمیری امراء کے ساتھ خود حاضر ہو گیا۔ فروری کے دن تھے۔ برف باری کی کثرت تھی۔ مگر بہرام گلہ تک چنداں تکلیف محسوس نہ ہوئی۔ ندی نالے بہت تھے جن پر ساتھ ہی ساتھ پل دکل ل تیار ہوتے جاتے تھے۔ بہرام گلہ سے اگلی منزل پر برف کی شدت سے بادشاہ کے ہمراہی ڈر گئے۔ برف پر کشمیری لوگ پول کی جوتی پہن کر بڑی آسانی سے گذر جاتے ہیں۔ بہت سی جوتیاں بنوائی گئیں۔ بادشاہ نے خود بھی پہنی۔ اور برف پر سے گذر گئے۔ چودہ کوس تک تھی

جاڑے کی سختی۔ برف کی شدت ہندوستانیوں اور پنجابیوں کی سراسیمگی پہاڑوں کے پیچ در پیچ رستے۔ ندی نالے کے نشیب و فراز اس پر تیز زور والے برسے شمن بہہ گئے۔ جو لوگ گذر گئے۔ وہ تو پہنچ گئے۔ جو پیچھے رہ گئے۔ ان میں سے اکثر آدمی برف میں اکڑ کر رہ گئے۔ اہل حرم بھی ساتھ تھے۔ بادشاہ نے تاکید کی کہ خبردار ان کو کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔ بادشاہ ہیرہ پور پہنچے۔ وہاں خیمہ و خرگاہ سب موجود تھے۔ یہاں تک پہنچ کر پچھلی سب کلفت بھول گئے۔ پھولوں کی شگفتگی۔ ہوا کی موافقت۔ آبشاروں کی لہریں۔ غرض ایک دوسرا عالم دکھائی دیا۔ یہاں کشمیر کے اکثر خدا پرست۔ دانایان ملک اہل ہنر اور عالم و شاعر لوگ باریاب ہوئے۔ اہل حرم پیچھے تھے۔ شاہزادہ سلیم ان کے لینے کو گیا۔ لیکن وہ رستے کی دشواری سے ہمراہ نہ آسکیں۔ بادشاہ ناراض ہوا۔ شاہزادہ کو باریابی کی اجازت بھی نہ دی۔ جوش غضب میں خود لینے کو چلا لیکن اخلاص مند دل نے جوش کو نرم کیا۔ اور خان خاناں روانہ ہوا۔ بادشاہ کو خان پور میں ایک درخت دکھایا گیا جس کا تنہ نہایت موٹا اور جسیم تھا۔ شاخیں اس کی بہت تھیں اور پتے بے شمار تھے۔ اس میں عجیب بات یہ تھی کہ اگر اس کی پتلی سی شاخ کو بھی ہلا دیتے تو سارا درخت ہل جاتا۔

اکبر کا سری نگر میں داخلہ

جلوس کا چونتیسواں سال شروع تھا کہ جلالت مآب شہر سری نگر میں داخل ہوئے۔ بادشاہ نے صوبہ گورنر کشمیر مرزا یوسف خان کے مکان میں قیام فرمایا۔ تیسرے دن شہاب الدین پورہ کی سیر کی۔ جو دریا کے کنارے ایک عجیب دلکشا جگہ ہے۔ چند دنوں کے بعد اہل حرم بھی آگئے۔ مریم مکانی بھی ساتھ تھیں۔ انہوں نے بادشاہ کے پاس آنے کی خواہش کی۔ بادشاہ نے جواب میں لکھ بھیجا ؎

حاجی سوئے کعبہ رود از برائے حج ۔ یا رب بود کہ کعبہ بیاید بسوئے ما

بادشاہ نے علاقہ مراج کی سیر کا ارادہ کیا۔ اس زمانہ میں کشمیر میں تیس ہزار سے زیادہ کشتیاں تھیں مگر بادشاہ کے قابل کوئی نہ تھی۔ چند ہی دنوں میں دریائی محل ایک ہزار سے زیادہ تیار ہو گئے۔ اور دریا کے کنارے ایک شہر آباد ہو گیا۔ دریا کے دونوں طرف منظر فریب گلزار اور تماشا طراز سبزہ چشم افروزی کا کام

کرتا تھا۔ کئی دنوں کے سفر کے بعد نندی مرگ میں تین ہزار بیگھہ زمین نہایت ہموار اور شاداب نظر آئی جہاں سیر و شکار کی تھکان کے باعث ایک دن سرور دہ بھی رہا۔

یعقوب شاہ کا بادشاہ سے معافی مانگنا

یعقوب شاہ آوارہ گردی میں اوقات بسری کرتا تھا آج کسی زمیندار کے ہاں چھپا ہے تو کل کسی جاگیردار کی پناہ میں چلا گیا ہے۔ آخر تنگ آکر بادشاہ کی آستان بوسی کا ارادہ کیا۔ اپنے آدمی بادشاہ کی خدمت میں روانہ کئے۔ بادشاہ نے قصور معاف کر کے ان کو واپس کیا۔ لیکن پھر اپنے بھائی کو بھیجا کہ وہ اپنی زبان سے مژدہ بخشائش سنکر آسکے۔ جب اس کے بھائی نے جان بخشی کا مژدہ سنایا تو مرزا یوسف خان صوبہ کشمیر کی معرفت بادشاہ کی خدمت میں عرضداشت بھیجی۔ بادشاہ نے عنایات خسروانہ سے کام لیکر بیس ہزار کی جاگیر عطا کی لیکن احتیاطاً راجہ مان سنگھ کی نگرانی میں رکھا۔ اور مدت العمر اسی حالت میں رہا بعض حاسدوں کی وجہ سے قلعہ رہتاس میں نظربند بھی ہو گیا لیکن جلدی ہی آزاد ہو کر اپنے منصب پر سرفراز ہوا۔ آخر [illegible]ھ میں اپنے بھائی کے ہاتھ سے مسموم ہو کر انتقال کر گیا۔ اور کشتواڑ میں دفن ہوا۔

بادشاہ کی رعایا پروری اور خیرات

بادشاہ مراج کے سفر سے واپس دارالریاست میں آکر [illegible] کی سیر کو روانہ ہوا۔ مقام ست پورہ میں باغ صفا کی سیر کی جو مرزا حیدر کا لگایا ہوا تھا۔ پھر کشتی سے اتر کر شہر میں آیا۔ اور شیخ [illegible] اور میر شریف آملی کو بہت سا روپیہ حاجتمندوں اور مساکین کے لئے بھیجا۔ بادشاہ کا حکم تھا کہ کوئی فوجی افسر اور فوجی سپاہی بلکہ کوئی بادشاہی اہلکار رعایا کو کسی قسم کی تکلیف نہ دے ورنہ سخت باز پرس ہو گی۔ غرض ایک ماہ پانچ دن کی سیاحت کے بعد پان پور۔ بیج بہارہ۔ اننت ناگ وغیرہ مقامات کی سیر کر کے براہ بارہمولہ بادشاہ سلامت واپس آگئے۔ مرزا یوسف خان صوبہ کشمیر بھی اپنی جگہ اپنے بھتیجے مرزا یادگار کو چھوڑ کر بادشاہ کے ایما سے اس کے ساتھ ہندوستان میں آگیا۔

عطا کرکے اس نے مفسدوں اور ہرزہ داروں کو اپنی طرف مائل کرلیا۔ اسے
یقین کامل تھا کہ موسم سرما کے باعث راستے جلد ہی مسدود ہوجائینگے اور
باہر کا غنیم ملک میں داخل نہ ہوسکے گا۔ اس عرصے میں انتظام کرلوں گا سلطنت
مستحکم ہوجائیگی اور پھر کسی کو میری ہمسری اور مقابلہ کی طاقت نہ رہیگی +

اکبر کا دوسری مرتبہ قصد کشمیر

بادشاہ نے دوسرے سال پھر کشمیر کا ارادہ کیا۔ بعض
لوگ اس لیے سفر کے مانع ہوئے۔ لیکن بادشاہ نے
شورش کشمیر کے بہانے سے خود ہی جانا مناسب سمجھا۔ اہل حرم کو بھی ساتھ لیا
اور سنہ ۹۹۴ھ کو براستہ راجوری روانہ کشمیر ہوگیا۔ ابوالفضل نے دیوان حافظ
سے فال نکالی۔ تو یہ دو بیت نکلے؎

آں خوش خبر کجاست کزیں فتح مژدہ داد ۔ تا جان فشانمش چو زر و سیم در قدم
از بازگشت شاہ دریں طرفہ منزلست ۔ آہنگ خصم او بسراپردۂ عدم

یہ وہ وقت تھا جبکہ مرزا یادگار اپنا سکہ و خطبہ جاری کرچکا تھا۔ سکہ و خطبہ
کے بعد فوراً اس کو تپ لرزہ چڑھ آئی جس سے بداقبالی کا شگون لیا گیا۔ اس
کے علاوہ جو رکن جو اس کی مہر کو کھود رہا تھا۔ اس کی آنکھ میں فولاد کا ایک ریزہ
جا لگا جس سے وہ کام کاج سے رہ گیا۔ سب کو یقین ہوگیا کہ اس کا اقبال
بہت جلد زوال میں آنے والا ہے۔ غرض مرزا یادگار انجام سرکشی سے بے خبر
ہوکر حکومت کے خیالی پلاؤ پکا رہا تھا کہ اکبر کی آمد آمد نے حواس باختہ کردیا۔
خان جہان۔ درویش علی کو فوج کشمیر کے ساتھ راجوری کے نالہ پر روانہ کیا۔
درویش علی نے پیرپنجال کے پاس ایک عارضی قلعہ تیار کیا۔ اور بادشاہ کی
آمد اور اپنی جمعیت کا انتظار کرنے لگا۔ شیخ فرید بخشی بیگی اپنے ہمراہیوں کے
ساتھ کراوہ کے نیچے پہنچ گیا۔ درویش علی مقابلہ کو نکلا۔ لیکن اکبر جیسے بااقبال
اور شاہ جم جاہ کے لشکر کے مقابلہ میں درویش بیچارے کی کیا حقیقت تھی۔
ایک دو چھوٹی چھوٹی لڑائیوں کے بعد حوصلہ ہار بیٹھا۔ اور میدان خالی کرگیا۔ غرض
لشکر شاہی کراوہ کو طے کرکے ہیرہ پور آیا۔ جہاں خود مرزا یادگار بادشاہ کا مقابلہ
کرنے کو موجود تھا۔ بادشاہی لشکر کی یلغار دیکھ کر مرزا نے عادل خان کو ایک گروہ کے

ساتھ میر بنگیر روانہ کیا تاکہ شہر کی حفاظت کرے۔ پیچھے فوج معہ ترکش بیگ
ابیرہ پور سے آگے روانہ کی تاکہ روپیہ کے لالچ سے دو رعایا کو اپنے ساتھ ملانے
نہ پائے۔ مرزا کے رہنماؤں نے نگاہ دوربین سے اس کی بداقبالی کا تماشہ دیکھ لیا
اور وہ اپنی جانیں بچانے کی فکر کرنے لگے۔ بادشاہی آدمیوں میں سے شاہ باقی
[illegible] ایلچی [illegible] گئے۔ سارو بیگ شامی حسین بیگ وشمس الدین خان
[illegible] اور ترک [illegible] نے مرزا یوسف کے چند ملازموں کو
اپنے ساتھ ملا لیا۔ اور اس کی گرفتاری کی تدبیریں سوچنے لگے۔ آدھی رات
کو اس کے خیمہ میں جا گھسے۔ یادگار گھبرا کر باہر نکل آیا۔ صرف ایک ترک یوسف
نامی اس کے ساتھ تھا۔ تھوڑی دیر چلکر پھر اس کو گھوڑا لاکے دیا۔ بادشاہی
آدمی اس کی تلاش میں سرگرداں تھے۔ دفعتہ سارو بیگ شامی کی نظر
یوسف پر جا پڑی۔ اور اسے فوراً گرفتار کر لیا۔
سارو بیگ چاہتا تھا کہ وہ اسے زندہ ہی بادشاہ کے پاس لیجائے۔ لیکن
شاہ بابا خان نے پیشدستی کر کے اس کا سر کاٹ ڈالا۔ اور دوسرے دن مرزا
یادگار کا بیٹا سرپرا پر [illegible] از امین ایک بادشاہی ملازم نے یادگار کا سر بادشاہ
کے گھوڑے کے پاؤں میں ڈالدیا۔ جس پر اکبر بہت خوش ہوا۔ اور شکر ادا کیا
بجا لایا۔ آخر شوپیان سے ہو کر سرینگر میں پہنچگیا۔ برف سے رستہ ایسا خراب
ہو رہا تھا کہ ایک جگہ بادشاہ کا گھوڑا پھسلکر گر پڑا۔ بادشاہ نے رستے میں وقت
چنار کا ایک کھوکھلا تنہ دیکھا۔ وہ اسقدر فراخ تھا کہ اس میں ۳۴ آدمی سما سکتے تھے
چنانچہ بادشاہ نے یہ نظارہ دیکھا اور محظوظ ہوا۔

کشمیر میں بادشاہ کے جشن وغیرہ

بعض بدنہادوں نے مشہور کر دیا کہ بادشاہ ملک [illegible] میں
عام بھاؤ دیگا۔ لوگ سراسیمہ ہوگئے۔ بادشاہ کو خبر ہوئی۔
اپنے آدمیوں کو کہا کہ لوگوں کو تسلی و تشفی کے دام میں اسیر کرو۔ [illegible]
کے مرغ روح کو قفس عنصری سے رہا کرو۔ عادل خان قلندر [illegible]
بلکہ دکن چلا گیا۔ باقی ستم دیدہ سروں کو منزلی بہوا خواہ انعام و اکرام سے
مالا مال ہوئے۔ چند دنوں کے بعد طلا وزن کا جشن ہوا۔ ابوالفضل نے بادشاہ

کے حکم سے چودہ ہزار آدمیوں کو کھانا کھلایا۔ ابوالفضل لکھتا ہے۔ اس ملک میں بہ نسبت ہندوستان کے چوڑا اور گل نہایت کم نظر آتے ہیں۔ اس کے بعد بادشاہ زعفران زار کی سیر کے لئے روانہ ہوا۔ اس کی شادابی اور خوشبو اور اس کے دلفریب نظارہ نے بادشاہ کو نہایت محظوظ کیا۔ دیوالی کا تیوہار بھی وہاں ہی منایا گیا۔ بڑی دھوم دھام سے دربار کیا۔ دریا کے دونوں کناروں تمام کشتیوں اور مکانوں اور کوٹھوں پر اس قدر چراغ روشن کئے گئے۔ کہ شہر بقعہ نور بن گیا۔ کشمیر کے صناعوں نے ایک سیاہی بادشاہ کے روبرو پیش کی جو ناخن کے مٹانے اور پانی تک کے دھونے سے بھی محو نہ ہوتی تھی۔ اور خط کو بھی خراب نہ کرتی تھی۔ بادشاہ نے کشمیریوں کی اس ایجاد کی تعریف کی۔

کشمیر میں بادشاہ اور شاہزادہ سلیم کی شادیاں

اکبر نہایت دور اندیش بادشاہ تھا۔ اس نے ہندو راجپوت راجاؤں کی لڑکیوں سے شادیاں کر کے ان سب کو حلقہ اطاعت و ہواخواہی میں لے لیا تھا۔ یہی چال اس نے کشمیر میں چلی۔ چکوں کی سلطنت گو مٹ گئی تھی لیکن ابھی ان میں سے اہم خاندان باقی تھے جو ہاتھ پاؤں ہلانے سے بہت کچھ کر سکتے تھے۔ چنانچہ جشن دیوالی کے اختتام پر شمس الدین چک کی بیٹی کے [illegible] جا سکے۔ وہ بادشاہ کی حرم سرا میں داخل ہوئی۔ حسین چک کی بیٹی کا نکاح شاہزادہ سلیم سے کیا۔ اور اس طرح بادشاہ نے کشمیر کے اولو العزم خاندان کو اپنا گرویدہ کر لیا۔

اکبر کے کشمیر میں دیگر احکام اور واپسی

چکوں کے عہد سے رعایائے کشمیر خستہ حال ہو رہی تھی۔ ان کی ہمدردی اور امداد اور اپنے جاہ و جلال کے اظہار کی خاطر کوہ ماران (ہری پربت) پر ایک شاہی محل اور ایک قلعہ تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ اور خواجہ حسین کابلی کو میر عمارت مقرر کیا۔ راجہ ٹوڈرمل نے کشمیر کا بندوبست الیہ از سرِ نو انجام دیا جس کے ذریعے سے محال زعفران، ابریشم، پرورش جانوران وغیرہ خالصہ سرکار میں داخل ہوئے۔ باج تمغہ

بالکل موقوف ہوگیا۔ بادشاہ کو یہاں کی آب و ہوا ایسی پسند آئی کہ موسم سرما
یہیں بسر کرنے کا ارادہ کیا لیکن جب اہل لشکر نے جو گرم ملک کے
رہنے والے تھے کہا کہ ہم سے کشمیر کی سردی برداشت نہ ہو سکے گی۔ اور
قریب تھا کہ معلوم ہوا کہ گرانیٔ اشیاء سے کشمیریوں اور ہندوستانیوں دونوں کا
ناک میں دم آجائیگا۔ تو ۲۰ آبان [illegible] کو کشتی میں سوار ہو کر راہی ہندوستان
ہوا۔ طبقات اکبری میں لکھا ہے کہ بادشاہ نے واپسی پر زینہ لنک کی بھی سیر
کی جس پر سلطان زین العابدین نے عجیب حکمتوں سے مکانات تعمیر کرائے
تھے۔ غرض بارہ مولا اور پکھلی سے ہو کر رہتاس میں آیا اور ۱۲ ربیع الاول
کو [illegible] میں داخل لاہور ہوا۔

یوسف خان تین سال پانچ ماہ تک کشمیر کا صوبیدار رہا۔ اس کے بعد
بادشاہ نے عارضی طور پر خواجہ شمس الدین کو کشمیر کا انتظام سپرد کیا۔ اور تین ہزار
سوار اسکی ہمراہی میں دیئے۔ لاہور پہنچکر کشمیر کی صوبیداری پر محمد قلی خان
کو ممتاز فرمایا۔

محمد قلی خان صوبہ کشمیر
از سال [illegible]

سنہ [illegible] میں محمد قلی خان صوبہ کشمیر بنا۔ مرزا قاسم خان اور یوسف خان
کے زمانہ کی بغاوتوں اور سرکش کشمیریوں اور [illegible] ممالک کے
تسلط میں جن [illegible] کی ضرورت ہوتی ہے سب کو مدنظر رکھکر اس نے حکمت
عملی سے کام لینا چاہا۔ اور فتنہ پردازوں اور مفسدوں کی سرکوبی کے درپے ہوا۔
ہر وقت چوکنا رہتا جہاں کہیں کسی سازش یا فساد کا دھواں اٹھتا یا دیکھتا اس کا فوراً انسداد
کرتا۔ اگر کسی شخص کو جادۂ اعتدال سے باہر دیکھتا تو اس کی سرزنش اور سرکوبی کے
لئے اس کا جابر ہاتھ فوراً موجود رہتا۔ اس کے سردار رحمت علی نے پرگنہ [illegible] پایہ
میں مفسدوں کی ایک بھاری جماعت کو شاہی ملازمت کی ترغیب دیکر چہرہ نویسی
کے لئے شہر بھیجا یہاں پہنچ کر سب کو خاک عدم میں ملا دیا۔ اسی طرح
حسین چک اور شمس چک کو موضع [illegible] پور میں ملا [illegible] کے آدمیوں کے
ہاتھ سے قتل کرا دیا۔

اس کے عہد میں شمس چک کے بیٹے حسین چک اور ظفر خان ہندوستان

سے بھاگ کر کشمیر آ گئے تا اور کوہستان علاقہ لار میں سکونت اختیار کرکے قزاقی
و شتادزنی میں مشغول ہوتے تا اور رفتہ رفتہ یہ کشمیر کے مال و مویشی تک لوٹ کر
لے جانے لگے۔ کچھ عرصہ کے بعد حسین خان اور چیناں وغیرہ نے [illegible]
کرنے کا [illegible] تبت کے پاس چلے گئے۔ اور ان کی معاونت سے پرگنہ
لار میں جا کے فتنہ و فساد ہوتے لیکن ملک گیری کی نسبت زیادہ تر لوگوں
کے مال و اسباب لوٹنے پر کفایت کرتے۔ اور یہاں تک تباہی اور خرابی پیدا کی
کہ حاکم تبت بھی ان کے اوضاع و اطوار سے بیزار ہو کر اپنے ملک کو لوٹ گیا
اس کے بعد یہ قزاق میدان سے نکل کر پہاڑوں پر جا ملے۔ عموماً رات کو
تسخیر جات اور دہات پر چڑھ آتے اور غریب رعایا کا اثاث البیت لوٹ کر
لے جاتے تا۔ محمد قلیخان نے ان کی سرزنش کے لئے پرگنہ کھوامہ
کے کوہ [illegible] پر فوج کمین گاہ میں بٹھائی جس نے موقعہ پا کر ان پر حملہ
کر دیا۔ اور سینکڑوں قزاقوں کے سر کاٹ کر ایک مینار طیار کر دیا۔ اس کے بعد
ظفر خان چک کچھ پیادہ اور کچھ سوار ساتھ لیکر [illegible] پرگنہ [illegible]
کثرت جماعت [illegible] شبخون مارا اور بہت سے آدمیوں کو قتل کرکے ان
کا مال و اسباب لوٹ کر لے گیا۔ اور خود کوہستان بیروہ میں جا چھپا لیکن تھوڑے
ہی عرصہ میں محمد قلیخان نے دام حکمت میں لا کر اسے بھی قتل کر دیا۔ اسی طرح
[illegible] تمام مفسدوں اور راہزنوں کو [illegible] میں پہنچا کر [illegible]
خصوصاً [illegible] چکان کو اس نے ایسا ذلیل و خوار کیا کہ وہ لوگ وجہ معاش کے
لئے جاگیرداروں اور منصب داروں کی ادنیٰ ملازمت اور خدمتگاری
اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے۔

اس سے پہلے میوہ دار درختوں کو پیوند لگانے کا رواج کشمیر کیا ہندوستان
میں بھی نہ تھا۔ اس صوبہ کے عہد میں محمد قلی افشار داروغہ باغات کشمیر نے پہلے
پہل کابل سے شاہ آلو منگا کر ان کا پیوند لگایا جس میں کامیابی ہوئی۔ اس
کے بعد اور بھی کئی درختوں کو آزمایا گیا جس سے باغات کشمیر کو روز افزوں
ترقی ہونے لگی۔ باغات کے علاوہ اس صوبہ [illegible] بہت ہی عالی شان

گرما کے وسط میں کشمیر ہو پہنچا۔ بادشاہ کو معلوم ہوا کہ رعایا پر اہل کاروں کے
ہاتھوں سے سخت ظلم ہوتا ہے اس کا انتظام کیا۔ ظالموں اور خائنوں کو
کو سزا دی۔ چونکہ زمینداروں کی حالت بہت سقیم تھی۔ ان کو جمع معاف
کردی۔

کشمیر میں قحط کشمیر اور قحط ہمیشہ سے لازم ملزوم چلے آتے ہیں۔ بارش
زیادہ ہوجاتی ہے جب بھی تباہی اور اگر نہ ہو جب بھی کشمیر میں خانہ ویرانی ہوجاتی
ہے۔ اس سال بارش کی کمی۔ عمال کی ایذارسانی اور زمینداروں کی پراگندگی
کی وجہ سے قحط شدید پیدا ہوا۔ اسی دوران میں بادشاہی لشکر بھی آگیا جس
سے اس بلا کو اور سختی ہوئی۔ بادشاہی نوازشوں نے قحط کو بہت کم کیا۔
لیکن (ع) کہیں اوسوں پیاس بجھتی ہے۔ میر آواز کو عیدگاہ کے میدان
میں اسی ہزار بھوکوں اور کنگالوں کی خورد نوش کا انتظام کیا جاتا۔ قلعہ ناگرنگر کی تعمیر
میں بھی ہزاروں لوگ مصروف تھے اور اپنا پیٹ پال رہے تھے۔

بادشاہ کی سیاحت و جشن قلعہ ناگرنگر میں مرزا یوسف خان سابق گورنر کشمیر نے
کئی دلکش محل تعمیر کرائے تھے۔ ایک محل میں تین سو سیڑھیاں تھیں۔ اکبر نے
اس محل کی سیر کے بعد شہاب الدین پورہ اور زین لنک کو دیکھا۔ اور ایک
بہت بڑا جہاز جیسا کہ سمندر میں چلتا ہے بعجلت تیار کرایا۔ اور اس میں بیٹھکر
دریا کی سیر کی۔ کشمیر میں ۱۲۔ بھادوں کو سب کشمیری روشنی اور پوجا کرتے ہیں
اور اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ اس رات کو دریائے بہت (جہلم) جو شہر کے
اندر بہتا ہے پیدا ہوا تھا۔ بادشاہ کو رعایا کی خاطر منظور تھی۔ ہر رنگ اور ہر
حال میں تالیف قلوب کو مدنظر رکھتا تھا حکم دیا کہ پہاڑوں اور کہیوں کشتیوں
اور دریا کے کناروں پر روشنی ہو۔ اس دن کے لئے خاص طور پر ایک لکڑی
کا محل تیار کرایا جس میں جشن ہوا اور دربار کیا۔ خزان کے موسم میں سیب
شفتالو اور چنار کی فصل دیکھی۔ اور کشمیر کی خزان کے متعلق فرمایا ہے

ز دل فنا نیافتہ در رشہ در منظر
نچیں نتر از بہسار بود جلوہ خزان

بیس لاکھ جمع کے بائیس لاکھ خروار ہو گئی جو آہستہ آہستہ ۲۰۔ لاکھ خروار پر آ گئی
تک پہنچ گئی۔ اکبر کی عملداری سے پہلے زعفران کے ہر تخم میں تین پھول پیدا
ہوا کرتے تھے۔ لیکن اس کے عہد میں آٹھ پھولوں تک نوبت پہنچ گئی۔
زعفران کا محصول پہلے سات ہزار سے بیس ہزار ترک کے درمیان ہوا کرتا
تھا۔ صرف مرزا حیدر کے زمانہ میں ایک مرتبہ ۲۲ ہزار ترک تک نوبت
پہنچی تھی لیکن جب زعفران خالصہ شاہی میں داخل ہوا اور محکمہ میں اور
کاشت کی گئی تو محصول نوّے ہزار ترک تک وصول ہوا۔ بادشاہ نے تین رسمیں
ایسی معاف کیں جن سے زمینداروں اور عوام الناس کو سخت تکلیف تھی۔
ان میں سے دو کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ایک تو یہ کہ جب زمیندار اپنے محصول
شاہی کے لئے زعفران کو صاف کرتے۔ تو اس کے کئی حصے ہوتے
جن میں سے نصف حصہ کے قریب زعفران اہل کار ہی اڑا کر لے جاتے۔
دوسری بیگار کا رسم۔ اس سے تمام رعایا کو معاف کر دیا۔ اکبری عہد سے پہلے
یہ دستور تھا کہ غربا اور عوام لوگ زبردستی سے پکڑ لئے جاتے۔ اور ان سے
سرکاری کام بلا اجرت کرائے جاتے تھے جیسے جنگلوں سے لکڑیاں
کٹوائی جاتیں۔ جو لوگ انکار کرتے وہ روپیہ دیکر جان چھڑاتے۔ اکبر نے
ان سب سختیوں کی سختی سے روک تھام کی۔

اکبر کی ہندوستان کو واپسی جاڑے کا آغاز ہو رہا تھا۔ دہلی کے باشندے اور پنجاب
کے شہزادے برف اور سردی کی آمد سے کانپ رہے تھے۔ جس پر
بادشاہ نے ان پر رحم کیا۔ اور تین مہینے ۲۹ دن کی سیاحت کے بعد براہ
پیر پنجال مراجعت پذیر ہو گیا۔

محمد قلی خان کی صوبیداری کو گیارہ سال گذر گئے تھے کہ بادشاہ نے
اسے سنہ ۱۰۰۶ھ میں واپس بلوا لیا۔ اور اس کی جگہ مرزا علی اکبر کو منصب صوبیداری
پر ممتاز کیا۔

مرزا علی اکبر صوبہ کشمیر
۴ سال ۵ ماہ سنہ ۱۰۰۶ھ سے سنہ ۱۰۱۰ھ

محمد قلیخان کی کوششوں سے کشمیر میں پورا
پورا امن قائم ہو چکا تھا اس لئے اس کے

جانشین کو اس طرف زیادہ توجہ دینے کی ضرورت نہ ہوئی۔ اس کے عہد میں ایک وقت بارش سے بہت سخت قحط نازل ہوا۔ رعایا کو بہت تکلیف اور نقصان اٹھانا پڑا۔ لیکن اکبر نے لاہور اور سیالکوٹ سے جنس اور غلہ بھیج کر اس کی شدت کو بالکل کم کر دیا۔ اسی اثناء میں مرزا علی اکبر کی صوبیداری کے چوتھے سال ۱۰۱۴ھ کو اکبر کا انتقال ہو گیا اور اس کا بیٹا شہزادہ سلیم تخت نشین ہوا۔

نورالدین جہانگیر شاہ

ایام حکومت ۲۲ سال ۱۰۱۴ھ تا ۱۰۳۶ھ مطابق ۱۶۰۵ء تا ۱۶۲۷ء

اکبر کی وفات کے آٹھویں دن ۲۰ جمادی الثانی ۱۰۱۴ھ کو شاہزادہ سلیم نے زینت بخش سریر سلطنت ہو کر اپنے لئے جہانگیر شاہ کا لقب اختیار کیا۔ رعایا کی دلجوئی اور ملک کی رفاہ کے لئے نئے احکام جاری کئے۔ مختلف صوبوں کے انتظام سے فارغ ہو کر کشمیر کی طرف بھی متوجہ ہوا۔ اس نے پہلا سے مرزا علی اکبر کے نائب قلیچ خان کو صوبہ کشمیر کی نظامت سے مشرف فرمایا۔

جہانگیر کا پہلا سفر کشمیر

تمہید

تزک جہانگیری کو پڑھئے۔ جہانگیر میں مظاہر فطرت اور مناظر قدرت کی ایک عجیب استعداد و ذوق تھا۔ اس کو باغوں اور پھولوں سے خاص شوق تھا اور کئی دفعہ ایسا ہوا ہے کہ جب کسی نے پھولوں کا کوئی گلدستہ پیش کیا ہے تو اس نے اپنی چلتی سواری ٹھہرا لی ہے اور اس گلدستہ کو خود ہاتھ میں لیا ہے۔ اپنی عظیم الشان سلطنت کے بڑے بڑے نالوں، جھیلوں اور آبشاروں کا حسن دلفریبی کو خوب بیان کرتا ہے اور ہمالیہ پہاڑ کے مناظر و مظاہر کی نہایت دلکش تصویر کھینچتا ہے۔ وہ کشمیر بھی گیا اور کئی دفعہ گیا۔ راستوں کی کیفیت، کشمیر کے سبزہ زاروں، مرغزاروں اور ڈل کے نظاروں سے وہ نہایت محظوظ ہوا۔ یہ تمام حالات اس نے اپنی تزک میں اپنے قلم سے لکھے ہیں۔ پیرا

کو سر کشمیر میں جب بادشاہ شہاب الدین پوری میں آیا تو دلاور خان صوبہ کشمیر
بادشاہ کی پیشوائی کے لئے اس منزل پر حاضر ہوا۔ راجہ کشتواڑ کی سرکوبی کے
لئے جو اپنے آپ کو سرکش و خود مختار سمجھتا تھا دلاور خان کو دس ہزار سواروں
اور پیادوں کی جمعیت دیکر کشتواڑ روانہ کیا۔ راجہ دو ایک معمولی لڑائیوں کے
بعد تاب مقاومت نہ لایا گرفتار ہو کر جہانگیر کے حضور میں لایا گیا۔ جہانگیر لکھتا ہے
راجہ کی شکل وجاہت سے خالی نہیں تھی اس کی پوشش اہل ہند کی روش پر تھی اور
وہ ہندی اور کشمیری خوب بولتا تھا۔ وہ اپنے فرزندوں کو بادشاہ کی ملازمت میں رکھ کر
مرحمت شاہی سے سرافراز ہوا +

کشمیر کے قدیم فرمانروا جہانگیر لکھتا ہے کشمیر اقلیم چہارم میں ہے۔ عرض اس کا
خط استوا سے ۳۵ درجہ اور طول اس کا جزائر سفید سے ۱۰۵ درجہ ہے۔ اس
ملک میں قدیم سے ہندو راجے حکومت کرتے تھے۔ ان کی حکومت کی مدت
چار ہزار سال بیان کی جاتی ہے ان کا حال تاریخ راج ترنگ میں جو والد ماجد
کے حکم سے سنسکرت سے فارسی میں ترجمہ ہو چکی ہے مفصل مرقوم ہے۔
۷۱۲ھ میں اس ملک نے نور اسلام سے روشنی پائی ہے۔ ۳۲ مسلمان بادشاہوں
نے ۲۸۲ برس اس ملک پر سلطنت کی ہے ۹۹۴ھ میں والد ماجد نے اس کو فتح کیا
اور اس تاریخ سے اب تک ۳۵ سال ہوتے ہمارے قبضہ میں ہے +

شہر سری نگر شہر کا نام سری نگر ہے اس کی آبادی کے اندر سے دریائے بہت جہلم
گذرتا ہے اس کے سرچشمہ کا نام ویرناگ ہے۔ وہ شہر سے چودہ کوس پر جانب
جنوب واقع ہے میں نے اس چشمہ کے اوپر ایک عمارت اور باغ ترتیب دیا
ہے۔ شہر میں چار پل سنگ و چوب کے نہایت مستحکم بنے ہوئے ہیں اس
ملک کی اصطلاح میں پل کو کدل کہتے ہیں۔ شہر میں ۹۰۶ھ کی ایک مسجد نہایت
عالیشان سلطان سکندر نے بنائی تھی ایک مدت کے بعد وہ جل گئی ۹۰۹ھ ہجری میں
ابراہیم ماگرے وزیر سلطان حسین شاہ کے زمانہ میں دوبارہ تعمیر ہوئی حکام کشمیر
کی سب سے عمدہ یادگار یہی مسجد ہے آدمیوں کی آمدورفت اور غلہ وغیرہ کا کارخانہ
اکثر کشتیوں ہی کے ذریعہ ہوتا ہے شہر اور پرگنوں میں ۵۷۰۰ کشتیاں مع

کہ عبادات و معاملات میں اس فرقہ نے اس قبیل کے تصرفات کئے ہیں کہ فرق عظیم ہو گیا ہے جن سے اُن کی کتاب تحفۂ اثنا عشریہ علمائے ہندوستان کے پاس فتوے کے لئے بھیجی جنہوں نے بالاتفاق لکھا کہ اس قسم کی کتاب کا مشاہدہ اور مسجد و مکرد بنا و اجبات و فرائض سے ہے برہمنوں اور مسلمانوں کا لباس یکسان ہے لیکن اُن کی مذہبی کتابیں سنسکرت زبان میں ہیں۔ وہ اُن کو پڑھتے ہیں اور بت پرستی کی شرائط کو ادا کرتے ہیں۔ بت خانوں کی عمارتیں سنگین ہیں۔ اور بنیاد سے لیکر چھت تک ان میں تیس تیس چالیس چالیس من کے پتھر لگے ہوئے ہیں۔ شہر کے متصل کوہ ماران یا ہری پربت ہے جہاں والد ماجد نے ایک قلعہ بنوایا ہوا ہے۔ میں نے یہاں ایک باغ لگایا جس کا نام نور افزا رکھا ہے۔

چشمہ ویرناگ کی سیر — جہانگیر لکھتا ہے جمعہ کو میں چشمہ ویرناگ کے سرچشمہ دریائے بہت (جہلم) کی سیر کو روانہ ہوا۔ پانچ کوس کشتی میں گیا۔ موضع پان پور کے باہر اترا لیکن کشتواڑ سے جب یہ خبر آئی کہ نصر اللہ عرب کو جس کو دلاور خان حسب حکم کشتواڑ کی فتح اور راجہ کی گرفتاری کے بعد کشتواڑ کا ناظم بنا آیا تھا، کشتواڑیوں نے بوجہ اس کے مظالم و تعدیوں کے ایک لڑائی میں مار ڈالا تو تمام سیر منغص ہو گئی۔

جہانگیر نے زمانہ ولی عہدی میں اس چشمہ پر ایک عمارت اور باغ کی تعمیر کا حکم دیا تھا جو زمانہ حکومت میں تکمیل کو پہنچ چکی تھی۔ چشمہ موجودہ صورت میں ہشت گوشہ ہے اور دو خشت پختہ سے ہے اس کی ۲۴ محرابیں ہیں۔ ایک محراب پر یہ عبارت کندہ ہے "بادشاہ ہفت کشور عدالت گستر ابوالمظفر نور الدین جہانگیر ابن اکبر شاہ غازی بتاریخ ۱۵ سن جلوس دریں سرچشمہ فیض آئین نزول اجلاس فرمودہ" تاریخ

از جہانگیر شاہ اکبر شاہ | ایں بنا سر کشید بر افلاک
بانیٔ عقل یافت تاریخش | قصر آباد و چشمہ ویرناگ

سرینگر میں آتش زدگی — جب بادشاہ واپس سرینگر پہنچا تو حادثہ آتش زدگی نمودار ہوا جس سے بارہ ہزار گھر جل گئے۔ جامع مسجد بھی جلکر شہید ہو گئی جہانگیر

اس موقعہ پر نبات تو موجود نہ تھا آگ کے فرو کرنے میں بڑی کوشش کی گئی لیکن
مشیت ایزدی اپنا کام کر کے رہی۔ اہل سنت نے اس آگ کا الزام شیعوں کو
دیا۔ بادشاہ نے فساد دور کرنے کے لئے ملک محمد ناجی کو مسجد مذکور از سر نو تعمیر
کرانے کا حکم دیا جس نے مترہ سال کے عرصہ میں اس خدمت کو بطریق
احسن انجام دیکر خلق خدا کی تحسین و آفرین لی۔ اس کے ساتھ ہی نورجہاں بیگم
کے فرمان کے مطابق خانقاہ شاہ ہمدان کی از سر نو تعمیر کی گئی اور [illegible] کول کی مرمت
بھی کرائی گئی۔ اس کے علاوہ ملکہ ہند نے خانقاہ معلی کے مقابل میں ایک سنگین
مسجد بھی تیار کرنے کا حکم دیا جو [illegible] بڑی عالیشان [illegible] پتھر [illegible] ہوئی
اور اب تک موجود ہے اور سرکاری انبار دن کا کام دیتی ہے

کشت زعفران جہانگیر جب سیر کشمیر سے فارغ ہو کر ہندوستان کو واپس چلا۔
تو زعفران کے پھول کھل رہے تھے بادشاہ شہر سے کوچ کر کے موضع پامپور
میں آیا جو زعفران کی پیدائش کے باعث تمام کشمیر میں مشہور ہے جہانگیر لکھتا ہے
جہاں تک نظر کام کرتی تھی پھول ہی پھول دکھائی دیتے تھے اس کی نسیم
دماغوں کو معطر کرتی تھی زعفران کا تنہ زمین سے پیوستہ ہوتا ہے اس کے
پھول کی پانچ پتیاں بنفشہ کے رنگ کی ہوتی ہیں۔ یہ معمولی سالوں میں [illegible]
یعنی ۴۰۰ خرار کی من پیدا ہوتا ہے نصف حصہ خالصہ یعنی بادشاہ کا ہوتا
ہے اور نصف حصہ رعایا کا ایک سیر دس روپیہ کو فروخت ہوتا ہے کبھی
کبھی یہ نرخ کم و بیش بھی ہو جاتا ہے گل زعفران کو توڑ کر اپنے گھر لیجاتے
ہیں اور زعفران اس میں سے نکالتے ہیں۔ وہ اس کو بادشاہی ملازموں کو
دیتے ہیں اور اپنی اجرت میں ان سے زعفران کے وزن کے برابر نمک لیتے ہیں
کشمیر میں نمک نہیں ہوتا ہندوستان سے آتا ہے۔

کشمیر میں عمارات جہانگیری بادشاہ چونکہ سفر کشمیر کے تجربہ سے بخوبی واقف اور ان کی تکالیف
اٹھا چکا تھا اس لئے اس نے حکم دیا کہ کشمیر سے انتہائے کوہستان تک
ہر منزل میں بادشاہ اور اس کے اہل حرم کیلئے ایک ایک عمارت عالیشان تعمیر
کیجائے کہ سرما اور برف میں خیموں میں گذارہ نہیں ہوسکتا کشمیر کے معماران

چاپایدست اور کارداران زیرک سے بہت تھوڑے دنوں میں یہ عمارتیں
تعمیر کردیں۔ بادشاہ نے چشمہ ویرناگ میں ایک باغ تعمیر کرایا۔ اس میں ایک
مصور خانہ بنوایا جس میں سب سے اوپر اکبر اور ہمایوں کی تصویر تھی۔ پھر اپنی اور
اپنے مقابل شاہ عباس والئے ایران کی۔ پھر درجہ بدرجہ شاہزادوں اور امرائے
خاص کی تصاویر رکھی گئیں ۔

کھنبلہ اور راجوری کے رستے واپسی

جہانگیر میں یہ بہت بڑی خوبی تھی کہ وہ جن مشہور اضلاع و
مقامات میں سے گزرتا تھا ان کے تاریخی حالات کی
خوب تحقیقات کرتا اور وہاں کے باشندوں کی حالتیں۔ رسم و رواج۔ طرز
معاشرت۔ آب و ہوا غرض ہر چیز کا بیان لکھتا۔ چنانچہ واپسی کے وقت جب
وہ کھنبلہ میں پہنچا جو پیر پنجال کے نشیب میں واقع ہے اور وہاں سے راجوری
کو روانہ ہوا تو اس منزل کی کیفیت میں لکھتا ہے کہ یہاں کے آدمی فارسی اور
ہندی دونوں زبانیں بولتے ہیں اصل زبان ان کی ہندی ہے۔ قرب و جوار
کے سبب سے کشمیری بھی عام طور پر بولی جاتی ہے۔ یہاں کی عورتیں پشمینہ
کا لباس نہیں پہنتیں۔ ہندوستان کی عورتوں کی طرح ناک میں نتھ کا استعمال کرتی
ہیں۔ راجور کے باشندے پہلے زمانہ میں ہندو تھے یہاں کے رئیس کو راجہ
کہتے ہیں۔ ہر چند یہاں مسلمان کثرت سے ہیں۔ لیکن ہندو پنے کی رسمیں ان
میں جاری تھیں۔ یہاں تک تو ہوتا تھا کہ ہندو عورتوں کی طرح مسلمان عورتیں بھی
اپنے خاوندوں کے ساتھ زندہ دفن ہو جاتی تھیں۔ اکثر بے بضاعت اور جاہل
آدمی اپنی لڑکیوں کو ہلاک کر ڈالتے تھے۔ ہندوؤں سے رشتہ داری بھی جاری تھی
لڑکی دیتے بھی تھے اور لیتے بھی تھے جہانگیر لکھتا ہے کہ یہ حالات جب میرے
گوش گذار ہوئے تو میں نے سختی سے ایک فرمان جاری کیا کہ پھر یہ باتیں نہ
ہونے پائیں۔ اور جو کوئی ان کاموں کا مرتکب ہو اس کو خوب سزا دی جائے
کسی مسلمان کا کسی ہندو کو لڑکی دے دینا سخت جرم قرار دیا گیا۔ لڑکی لینا چنداں
جرم نہیں تھا ۔

تیسرے سال ۱۰۳۱ھ میں اعتقاد خان صوبیدار کے عہد میں جہانگیر پھر کشمیر پہنچا

اور چار ماہ کی سیر و سیاحت کے بعد اسی سال مراجعت اختیار کر گیا ۱۰۳۳ھ میں تیسری
مرتبہ بادشاہ عازم کشمیر ہوا اثنائے راہ میں کچھ دن تک علاقہ کھیر میں سیر و شکار
میں مصروف رہا اور بمقام جوگی ہٹی جشن نوروز منانے کے بعد کشمیر کو روانہ ہوا۔ اس
وقت پیر پنجال کا راستہ برف سے مستور تھا اس لئے بادشاہ نے حیدر ملک
چاڈورہ کے بھائی علی ملک کو پونچھ کا راستہ درست کرنے پر مامور کیا جس نے
بڑی جانفشانی سے دنوں میں کوہ سے میدان صاف کر دیا لیکن پھر برف باری شروع
ہو گئی اور اس راستہ کو ترک کر کے پکھلی کے راستے جہانگیر روانہ ہوا اور گلمرگ وغیرہ
مقامات کی سیر میں مصروف ہوا اس مرتبہ چھ ماہ تک یہاں قیام پذیر رہا اور زعفران
زار کا شگوفہ دیکھنے کے بعد دارالسلطنت لاہور کو تشریف لے گیا۔ آخر ۱۰۳۶ھ میں
جہانگیر کی طبیعت علیل ہو گئی اور پنجاب کی گرمی سے تنگ آکر چھٹی اور آخری مرتبہ
بھیرہ پور کے راستے پھر کشمیر آ گیا۔ یہاں کی آب و ہوا نے اس مرتبہ الٹا اثر کیا اور
طبیعت روز بروز بگڑتی گئی۔ یہاں تک کہ گھوڑے پر سوار ہونا بھی مشکل ہو گیا اور
پالکی میں بیٹھ کر آخری دورہ کرنے لگا جب کسی قدر افاقہ ہوا تو اس نے مراجعت اختیار
کی اثنائے راہ میں بمقام بہرام گلہ سیر و شکار میں مشغول ہوا۔ جہانگیر کا کیمپ اس میدان
میں تھا جہاں اب پولیس کے کوارٹر واقع ہیں۔ اتفاقاً اس علاقہ کے کسی نوجوان
نے متصل کے پہاڑ کی چوٹی سے ایک زندہ ہرن پکڑا اور انعام کے لالچ میں ہرن
کے گلے میں رسی ڈال کر وہ اسے بادشاہ کی خدمت میں لا رہا تھا کہ ہرن پتھر کی آڑ
بنا کر کھڑا ہو گیا۔ اجل رسیدہ نوجوان نے اس کی رسی اس زور سے کھینچی کہ وہ ٹوٹ
گئی شکار بھاگ گیا اور صیاد غلطان و پیچان ریزہ ریزہ ہو کر بادشاہ کے قدموں میں آ گرا
اس ہولناک سانحہ کے مشاہدے سے بادشاہ کے دل پر سخت چوٹ لگی
طبیعت فوراً بگڑ گئی اور ضعف کے باعث بیہوشی طاری ہو گئی یہ حالت دیکھ کر
ہمراہی گھبرا گئے اور اسی وقت کوچ کر دیا اور رات کو راجوری پہنچ گئے جہاں
۲۸ صفر ۱۰۳۷ھ مطابق ۱۶۲۷ء کی رات کو پچھلے پہر دنیائے فانی کو الوداع
کہہ گیا۔ تابوت لاہور پہنچایا گیا اور وہیں بمقام شاہدرہ مدفون ہوا۔ اس کی قبر پر اس کے
بعد شاہجہان نے عالیشان عمارت تعمیر کر کے ایک بے نظیر مقبرہ تیار کر

دیا۔ تاریخ وفات ۔

شہنشاہ شہاں شاہ جہانگیر — کہ دست عدل او بر آسماں رفت
چو نورالدین محمد بود نامش — ازاں از نقش نورجہاں رفت
از امت میر اچوں رخت بربست — جہان غمگین شد و از جہاں رفت
چو تاریخ وفاتش جست کشفی — خرد گفتا جہانگیر از جہاں رفت

جہانگیر کے زمانہ میں کشمیر کے دونوں حصے یعنی مراج اور کامراج ۳۸ پرگنوں پر منقسم تھے کل ملک کی جمع تیس لاکھ تریسٹھ ہزار پانچسو گیارہ ترکھ تھی جو بحساب نقدی سات کروڑ ۴۶ لاکھ اور ستر ہزار دام ہوتی ہے ۔ اس وقت بھی کشمیر میں خرواروں کے حساب سے خرید و فروخت ہوتی تھی لیکن خروار کا وزن تین من ۸ سیر کشمیری تھا ایک سیر ۵ تولہ دو سیر کا ایک کشمیری من یا سوا چار من یعنی آٹھ سیر کا ایک ترکھ اور سولہ ترکھ کا ایک خروار مروج تھا۔

صوبیدار جو جہانگیر کے عہد میں حکومت کشمیر پر مامور رہے

(۱) نواب قلیچ خان	۳ سال	۱۰۱۵ھ سے ۱۰۱۸ھ	مطابق	۱۶۰۶ء سے ۱۶۰۹ء
(۲) ہاشم خان	"	۱۰۱۸ھ سے ۱۰۲۱ھ	"	۱۶۰۹ء سے ۱۶۱۲ء
(۳) صفدر خان	"	۱۰۲۱ھ سے ۱۰۲۴ھ	"	۱۶۱۲ء سے ۱۶۱۵ء
(۴) احمد بیگ خان	"	۱۰۲۴ھ سے ۱۰۲۷ھ	"	۱۶۱۵ء سے ۱۶۱۸ء
(۵) دلاور خان	۴ سال	۱۰۲۷ھ سے ۱۰۳۲ھ	"	۱۶۱۸ء سے ۱۶۲۲ء
(۶) ارادت خان	"	۱۰۳۲ھ سے ۱۰۳۳ھ	"	۱۶۲۲ء سے ۱۶۲۳ء
(۷) اعتقاد خان	۱۱ سال	۱۰۳۳ھ سے ۱۰۴۲ھ	"	۱۶۲۳ء سے ۱۶۳۲ء

نواب قلیچ خان صوبہ کشمیر ۳ سال ۱۰۱۵ھ سے ۱۰۱۸ھ

۱۰۱۵ھ میں نواب قلیچ خان صوبہ کشمیر مقرر ہوا اور تین سال سے کچھ زیادہ عرصہ تک عدل و انصاف سے صوبہ کشمیر کے انتظام میں مصروف رہا۔ اس صوبہ کے زمانہ میں مسلمانان اہل سنت کو بہت

سلہ حال میں ایک خروار دس من سولہ سیر کے برابر ہے ۔ سیر دو قسم کے مروج ہیں۔ ایک خام کہلاتا ہے جو ۵۰ تولہ کے برابر ہے دوسرا پختہ جو بحساب انگریزی ۸۰ تولہ کا ہوتا ہے ترکھ چھ سیر اور من ڈیڑھ سیر کا مروج ہے۔

ترقی ہوئی۔

ہاشم خان صوبہ کشمیر
سہ سال [illegible]ھ سے [illegible]ھ

[illegible] میں نواب قلیچ خان کی جگہ ہاشم خان صوبیداری کشمیر پر ممتاز ہوا۔ اور تین سال تک عدل و انصاف سے رعایا پروری اور معدلت گستری کرکے ۱۱۲۳ھ کو واپس ہوگیا۔

صفدر خان صوبہ کشمیر
دو سال ۱۱۲۳ھ سے ۱۱۲۵ھ

اس نے بھی تین سال حکومت کشمیر سے بہرہ اندوز رہ کر احمد بیگ خان کے لئے جگہ خالی کردی۔ عادل اور باذل حاکم تھا۔

احمد بیگ خان صوبہ کشمیر
سہ سال ۱۱۲۵ھ سے ۱۱۲۸ھ

۱۱۲۵ھ میں اس صوبہ کی حکومت احمد بیگ خان کے حصہ میں آئی یہ بھی سابقہ حکمرانوں کی طرح بڑا نیک دل اور منصف مزاج آدمی تھا اور خلق خدا کی فلاح اور بہبودی کے لئے ہمیشہ سعی جمیلہ کرتا رہا۔ اس کی حکومت کے پہلے سال قہر الٰہی کی آگ بھڑک اٹھی اور وبا کے طاعون کے آثار نمودار ہوگئے۔ تھوڑے ہی دنوں میں طاعون نے وہ زور پکڑ لیا کہ مکانوں کے مکان بند ہوگئے۔ حسن شال نام ایک متمول آدمی تھا اس کے کنبے کا کنبہ معدوم ہوگیا۔ اس کے مال مویشی جنگل کو نکل گئے۔ اور کسی کو حوصلہ نہ ہوا کہ اس خانمان ویران کی خبر گیری لیتا یا اس کے مال و اسباب کو سنبھالتا ایسی آپا دھاپی پڑ گئی کہ کوئی کسی کی تجہیز و تکفین میں بھی شامل نہ ہوتا۔ چالیس روز تک یہ قیامت خیز شور و شر برپا رہی۔ آخر خداوند کریم کو آفت زدہ رعایا کے حال پر رحم آیا اور یہ بلا دور ہو کر گشت کیا۔

۱۱۲۷ھ میں ایک ابریشم فروش کے ہاں دو توام لڑکیاں دانتوں سمیت پیدا ہوئیں ان کے تمام عضو صحیح و سالم تھے اور پشت جڑی ہوئی تھی۔ کچھ عرصہ تک زندہ رہ کر مرگئیں۔ تین سال کے بعد بادشاہ نے اسے واپس ہندوستان بلوالیا۔

دلاور خان صوبیدار
دو سال ۱۱۲۸ھ سے ۱۱۳۰ھ

کشمیر کی عنان حکومت ہاتھ میں لیکر دلاور خان نے اسے سرسبز و شاداب بنا دیا۔ ملک کی ترقی اور رعایا کی بہبودی میں ہمہ تن ساعی رہا۔ مزار تجلی کے کنارے پر اس نے ایک وسیع اور دلکش باغ تعمیر کرایا۔ جو آج تک باغ دلاور خان کے نام سے مشہور اس کی صوبیداری کی یادگار چلا آتا ہے۔ اسی سال [illegible] میں آدم دار شاہ ولد محی الدین [illegible] ہوا جنہیں نے سخیوں کی

پیشین گوئیوں کے باعث لوگوں کو سخت وسوسہ اور تشویش میں ڈال دیا۔ اتفاقاً اسی سال چوہے اس کثرت سے پیدا ہو گئے۔ کہ چیونٹیوں کی طرح پھرنے لگے۔ انہوں نے ہندوستان اور کشمیر دونوں ممالک کی زراعت کو سخت نقصان پہنچایا۔ ۱۶۲۰ء میں جہانگیر کے حکم سے کشتواڑ فتح کرنے کے صلہ میں بادشاہ نے اس صوبہ کو خلعت زرکار عطا کیا۔ اور صوبہ کشمیر کا ایک سال کا مالیہ بھی اسی کو بخش دیا۔ آخر ۱۶۲۰ء کی پہلی سیاحت کشمیر کے بعد جب جہانگیر مراجعت پذیر ہوا۔ تو دلاور خان کو ہمرکاب لے گیا +

ارادت خان صوبہ کشمیر
۲ سال ۱۶۲۰ء سے ۱۶۲۲ء (۱۰۲۹ھ سے ۱۰۳۱ھ)

دلاور خان کی واپسی پر دو سال کے لئے ارادت خان گلشن کشمیر کی خوشہ چینی کرنے لگا۔ اور عدل و انصاف سے امن و امان کی حکومت کرتا رہا۔ نادہ پور کے نزدیک اس نے ایک دلکشا ارچہ تعمیر کرایا جس کے اردگرد ایک فرحت افزا باغ بھی بنوایا۔ یہ عمارت اس شان و شوکت کی تیار کی گئی تھی کہ اس زمانہ میں اس کی نظیر نہ ملتی تھی۔ اس کی تکمیل پر ارادت خان نے کاریگروں کے سرگروہ سنگتراش کو جس کے ہنرمند ہاتھوں نے اسے تعمیر کیا اور کرایا تھا۔ بہت سے انعام و اکرام دیکر اس کے ہاتھ کٹوا دیئے تاکہ وہ دوسری جگہ ایسی عمارت نہ بنا سکے۔

اعتقاد خان صوبہ کشمیر
۱۱ سال ۲ ماہ ۱۶۲۲ء سے ۱۶۳۳ء (۱۰۳۱ھ سے ۱۰۴۲ھ)

ارادت کے بعد ۱۶۲۲ء میں اعتقاد نے لوگوں کو ارادت ازلی کا سبق سکھانا شروع کیا۔ یہ صوبیدار جابر اور خود سر تھا۔ جہانگیر ان صوبیدار کی واپسی پر فرقہ چک جو سرکشی اور شرارت میں اپنا ثانی نہ رکھتا تھا۔ جادہ اعتدال سے باہر نکل آیا۔ لیکن اب اعتقاد خان نے ان کو بہت ستایا۔ یکے گروہ کے گروہ گرفتار کر کے حوالہ تیغ کر دیئے۔ یہاں تک کہ ملک گیری کی ہوس سے ناامید ہو کر سپاہیان دل تائب ہو گئے۔ اور محنت مشقت اور زراعت و کاشتکاری کو اپنا خاندانی پیشہ بنا کر مصیبت کے دن کاٹنے لگے۔ راجہ مان سنگھ کی وفات پر ابوالمعالی کو کشمیر آنے کی اجازت مل گئی لیکن جونہی کہ وہ یہاں پہنچا مصیبت زدہ خلق جوق جوق اس کی خدمت میں جمع ہو کر اعتقاد خان کے جور و ستم کی شکایت کرنے

سے لگے لیکن اعتقاد خان نے سید صاحب کو اتنا موقعہ ہی نہ دیا کہ کسی کی دلجوئی کر
اور جلدی ہی اسے بادشاہ کے پاس واپس بھجوا دیا۔ اب سید ابوالمعالی کو پچیس ہزار
کی جاگیر ملک سندھ میں عطا ہوئی اور وہ مدت العمر وہیں سکونت پذیر رہا۔ اس کے
بھائی سید ابراہیم خان کو پرگنہ گجرات میں بطور جاگیر ملا اور وہ اپنا اہل و عیال
لیکر وہیں چلا گیا۔

اعتقاد خان شیعہ مذہب رکھتا تھا چنانچہ اس نے مذہبی تعصب سے خلق
خدا کو سخت آزار پہنچایا اور بہت سی بدعتیں ملک میں جاری کر دیں۔ اشیار باغات
دہات اور جنگلات کی ضبطی اور زعفران زار اور سلابات وغیرہ کی سختیاں غرض کئی طرح
کے مظالم سے ملک کو تباہ کر دیا۔ اگرچہ جہانگیر بادشاہ اس کے عہد میں تین مرتبہ
وارد خطہ ہوا لیکن نورجہان بیگم جو خود بھی شیعہ تھی، کی سرپرستی نے اسے بالکل آسیخ نہ
آنے دی ۱۰۳۷ھ میں جہانگیر کی وفات کے بعد بھی چھ سال تک اسی طرح دامن
ہوس کو گل مراد سے بھرتا رہا۔ رعایا تمام ظلم و ستم برداشت کر لی اور اُف تک نہ کرتی
اور نہ اس کے رعب و داب کے باعث کسی کا حوصلہ پڑتا کہ بادشاہ تک اس
کی شکایت پہنچا سکے۔ قہر درویش برجان درویش ہو کے گھونٹ پیکر خاموش ہو
جاتے۔ آخر ۱۰۴۲ھ میں شاہجہان پہلی مرتبہ جب وارد خطہ ہوا تو اعتقاد خان کا کچا
چٹھا کھل گیا۔ بادشاہ نے اسے معزول کر کے اس کی جگہ خواجہ ابوالحسن کو عطا کی۔

ابوالمظفر شہاب الدین شاہجہان

ایام حکومت ۳۱ سال ۱۶۲۸ء لغایت ۱۶۵۸ء مطابق ۱۰۳۷ھ لغایت ۱۰۶۸ھ

نورجہان کی خودغرضی نے جہانگیر کی زندگی ہی میں جانشینی کے لئے جھگڑے
پیدا کر دیئے تھے۔ اس کی وفات پر آصف خان کی حسن سعی سے ابوالمظفر شہاب الدین
شاہجہان دکن سے آکر تخت نشین ہو گیا۔

شاہجہان آل اولوالعزم اور نامور شاہان چغتائی میں سے ہے جن کے
لئے تاریخ ہندوستان جس قدر فخر اور ناز کرے کم ہے۔ تخت نشینی سے پہلے شاہزادہ

حرم کے نام سے مشہور تھا۔ امورات ملکی و مالی کے سرانجام دینے کا اسے وہ ملکہ حاصل
تھا کہ اس کی حسن تدبیر پر بڑے بڑے مدبر انگشت بدندان تھے۔ دیگر ممالک کے
بادشاہوں کو بھی اس نے اپنے دام محبت میں اسیر کر رکھا تھا۔ جو شان و شوکت
اس بادشاہ کے دربار کو حاصل تھی اس کی نظیر بہت کم ملتی ہے مشہور تخت طاؤس
جو چھ کروڑ روپے کے صرف کثیر سے طیار ہوا تھا اسی بادشاہ کی دریا دلی اور
جاہ و جلال کا ایک ادنےٰ نمونہ تھا۔ عمارتوں کا اسے بڑا شوق تھا چنانچہ آج کل جو عہد
[illegible] عمارتیں ہندوستان یا کشمیر میں عجائبات زمانہ میں شمار ہوتی ہیں۔ زیادہ تر اسی
کے مذاق کا نتیجہ ہیں۔

اس نے عنان حکومت ہاتھ میں لیکر پہلے خانہ جنگیوں کا تدارک کیا۔ نورجہاں بیگم
جو اس کی سوتیلی ماں تھی پچیس لاکھ روپیہ سالانہ کی جاگیر عطا کر کے کاروبار سلطنت
سے بالکل علیحدہ کر دیا۔

شاہجہان بھی باپ کی طرح کئی مرتبہ کشمیر کی سیر کو آیا اور ہمیشہ اپنی حرم محترمہ ممتاز
محل کے ساتھ مہینوں گلگشت باغ جناں سے دل بہلا کر راحت پذیر ہوتا رہا۔
آخرکار ۱۰۶۸ھ میں شاہجہان کی طبیعت سخت علیل ہو گئی۔ اس کے بیٹوں دارا شکوہ
ولیعہد۔ اورنگ زیب اور شاہزادہ مراد میں تخت نشینی کے لئے عرصہ دراز سے
لڑائی چلی آتی تھی۔ باپ کا تیسرا بیٹا ہونے کے باعث اور ولیعہد کی موجودگی میں
اورنگ زیب کو تاج پوشی کا کوئی حق نہ تھا اس لئے اس نے باپ کی علالت
کو غنیمت سمجھا اور عیادت کے بہانہ دکھن سے واپس آگیا۔ دارا شکوہ کے مزاحم
ہونے پر اس سے لڑنے لگا۔ یہاں تک کہ آخرکار اس نے شاہجہان کو قلعہ
اکبر آباد میں قید کر دیا اور تخت خود سنبھال بیٹھا۔ اس کے بعد آٹھ سال تک حالت
قید ہی میں زندہ رہکر ۱۰۷۶ھ میں یہ اولوالعزم بادشاہ اپنی بیٹی جہان آرا بیگم کے
سامنے جو ہمیشہ باپ کے ساتھ رہتی تھی۔ آگرہ کے قلعہ میں انتقال کر گیا۔

سال تاریخ لفظ شاہجہان — رضی اللہ گفتن اشرف خان

صوبیدار جو شاہجہان کے عہد میں حکومت کشمیر پر مامور رہے

(۱) ظفر خان خواجہ ابوالحسن ۷ سال بہادر [illegible]

(۲) شاہزادہ مراد بخش ایک سال [illegible] تا بیت [illegible] مطابق [illegible] تا بیت [illegible]
(۳) نواب علی مردان خان ” ” [illegible] ” [illegible] ” [illegible] ” [illegible]
(۴) ظفر خان بار ثانی ۴ ” [illegible] ” [illegible] ” [illegible] ” [illegible]
(۵) تربیت خان ۱ ” ” [illegible] ” [illegible] ” [illegible] ” [illegible]
(۶) حسن بیگ خان ۱ ” [illegible] ” [illegible] ” [illegible] ” [illegible]
(۷) علی مردان خان بار ثانی ۷ ” [illegible] ” [illegible] ” [illegible] ” [illegible]
(۸) لشکر خان ۱ ” [illegible] ” [illegible] ” [illegible] ” [illegible]

ظفر خان احسن صوبہ کشمیر [illegible] سال [illegible] سے [illegible]

شاہجہان کی تخت نشینی کے بعد چھ سال دو ماہ تک ستا[illegible] صوبیدار ہی حکومت ملک پر مامور رہا جس کو [illegible] میں شاہجہان نے معزول کر دیا اور خواجہ ابوالحسن کو ناظم صوبہ مقرر کیا خواجہ ابوالحسن ضعیف العمر آدمی تھا اس لئے اس نے اپنے بیٹے ظفر خان احسن کو قائم مقام صوبیدار بنا کر کشمیر بھیجوایا ایک سال بعد جب خواجہ ابوالحسن کا انتقال ہو گیا تو بادشاہ نے ظفر خان ہی کو مستقل صوبیدار بنا دیا اس کا اصلی نام احسن اللہ تھا بے مثال شجاعت اور غیر معمولی کامیابیوں اور ظفر یابیوں کے باعث اسے ظفر خان کا خطاب ملا اور اسی خطاب سے بعد میں مشہور ہوا خوش خلق۔ نیک اطوار عادل اور خوش باش تھا شعر گوئی میں بھی اسے خاص مہارت تھی۔ تخلص احسن تھا خطہ کشمیر کی تعریف میں اس نے بہت مثنویاں لکھی ہیں منجملہ ان کے یہ رباعی بطور نمونہ درج کی جاتی ہے ؎

جہان خوش شد و غنچہ خیال تہ بندد | بہار پا بہ چمن در نگار تہ بندد
مسافران چمن نارسیدہ در کوچ اند | شگوفہ ہے رود و شاخ بار تہ بندد

نظامت کشمیر سے پہلے ظفر خان حکومت کابل پر ممتاز تھا جہاں اس کی رنگینی طبع کا شہرہ سنکر مشہور ایرانی شاعر صائب جو ملک الشعرا کا رتبہ رکھتا تھا ملاقات کے لئے گیا اس کی شان میں اس شاعر بے بدل نے یہ بند منظوم کیا جس نے اس کی ہنرمندی اور قابلیت کا سچا فوٹو کھینچکر دریا کو کوزہ میں بند کر دیا ؎

خان نوئی کز ز بر بند سخن ا ں | خواستہ دیگران بیک خوانی است

اس کے صلہ میں ظفر خان نے اُسے ایک ہزار اشرفی عطا کی جس سے صائب کے شعر کی صداقت بھی ہم پہنچ گئی ہے

خان خانان را بہ بزم و رزم صائب بہ دام — در سخا و در شجاعت چو ظفر خان تو ہست

عنان حکومت ہاتھ میں لیکر اس نے اعتقاد خان کے وقت کے مظالم کی فہرست طیار کی اور اُسے بادشاہ کی خدمت میں گذارش کر کے بعض بدعتوں کی تنسیخ کا فرمان بدیں مضمون نافذ کرایا اور جس کو عوام الناس کی آگاہی کے لئے پتھر پر کندہ کر کے جامع مسجد کے دروازہ میں نصب کرایا جو آجتک اصلی کا نقش کالحجر کی طرح شاہجہان کی رعایا پروری اور رحمدلی کا ثبوت دیتا ہے *

نقل فرمان شاہی

"چون ہمگی ہمت والا نہمت مصروف و معطوف بر رفاہیت خلق است، بنا بران بعض امور که در خطہ دلپذیر باعث آزار سکنه آنجا بود شد حکم فرمودیم که برطرف باشد. از جملہ آن مقدمات یکے آنست که وقت چیدن زعفران مردم را بیگار میبردند که زعفران بچینند. و قلیلے نمک بعلت اجرت آن بآن مردم میدادند. ازین جہت آن جماعت آزار بسیار میرسید. حکم فرمودیم که بتکلیف چیدن زعفران اصلا کسے نکنند. آنچہ تعلق بخالصہ شریفہ باشد مزدوران را راضی ساختہ اجرت واجبی بدہند و آنچہ تعلق بجاگیرداران داشتہ باشد گل زعفران را بجنس حوالہ جاگیرداران نمایند بطریقیکہ بدانند بچینند. مقدمہ دیگر آنست که در زمان بعضے از صوبہ داران کشمیر بر سر خروارے شالی دو دام بعلت [illegible] میگرفتند و در عمل اعتقاد خان چہار دام بآن علت بر سر خروار گرفتہ میشد. چون ازین جہت آزار بسیار بمردم میرسید بنا بران حکم فرمودیم که بالکل رعایا را طلب این وجہ معاف دارند و بعلت این وجہ چیزے نگیرند. مقدمہ دیگر آن است که در سے که ہیچ آن زیادہ از چہار صد خروار شالی نباشد ازان دہ دہ گوسفند حکام آنجا ہر سال میگرفتند. اعتقاد خان در ہنگام صاحب صوبگی خود بجائے گوسفند قیمت نقد از دہ دہ میگرفت چون ازین جہت بر رعایا آزار تمام میرسید بالکل حکم فرمودیم که برطرف باشد و گوسفند بگیرند نه نقد. دیگر اعتقاد خان در ایام صاحب صوبگی خود بر سر ہر

خواہ جوان خواہ پیر خواہ خورد سال ہفتاد و پنج دام میگرفتند و معمول قدیم آن بود
کہ بر سر جوانے شصت دام و بر سر پیرے دوازدہ دام و بر سر خورد سالے سی
و شش دام میگرفتند حکم فرمودیم کہ دستور سابق را معمول داشتہ باعث کہ
اعتقاد خان کردہ برطرف باشد و مقتضائے آن عمل نہ کنند و نیز دیگر آنکہ
صاحب صوبہ در وقت میوہ در سر باغ و در سر باغچہ کہ میوہ خوبے گمان
داشتند بکسان خود تعیین می نمود کہ آن میوہ را جہت آنہا می نگاہ دارند
و نگذارند کہ صاحبان باغہا و باغچہ ہا متصرف شوند ازین جہت آزار بسیار
بآن جماعت میرسید چنانچہ بعضے ازان مردم درخت ہائے میوہ دار در
ساختند حکم فرمودیم کہ ہیچ صاحب صوبہ قرق میوہ و باغ و باغچہ
کسے نکند +

[illegible] باید کہ حکام کرام و دیوانیان کفایت فرجام و عمال حال و استقبال صوبہ
کشمیر این احکام جہان مطاع را شمیر ابدی دانند و تغییر و تبدیل بقواعد این راہ
ندہند ہر کس باین تغییر و تبدیل دہد بہ لعنت خدا و غضب پادشاہ گرفتار خواہد شد فقط"

ظفر خان کو باغ بنانے کا بڑا شوق تھا چنانچہ قیام کشمیر کے دنوں میں اس نے
بطرف کشمیر چار باغ بنوائے۔

(۱) سرینگر محلہ مرہ دابیر باغ ظفر آباد۔ (۲) سرینگر محلہ پوٹہ کدل میں باغ گلشن
(۳) میر سید علی ہمدانی کی زیارت کے متصل باغ عنایت (۴) محلہ حسن آباد میں باغ حسن آباد +

ان باغات میں اس نے دور دور سے میوہ دار اور پھولدار درخت اور
پودے منگا کر لگائے چنانچہ زنبق۔ گلاب۔ گیلاس اور کئی قسم کے انگور پہلے پہل
اسی کے عہد میں یہاں آئے +

جہانگیر کے زمانہ میں بھی تسخیر تبت کے لئے فوج کشی کی گئی تھی لیکن سوائے
کشت و خون کے کچھ زیادہ فائدہ حاصل نہیں ہوا تھا۔ شاہجہان نے جلوس کے
دسویں سال [illegible] مطابق [illegible] میں ظفر خان گورنر کشمیر کو تسخیر تبت کا فرمان
بھیجا۔ ظفر خان آٹھ ہزار سوار اور پیادوں کی جمعیت سے ایک ماہ میں سکردو پہنچا جو
تبت کا آغاز ہے۔ یہاں کے سرداران سے دو قلعے چھین لئے۔ پہاڑی [illegible] دو نہایت مضبوط

قلعے بنوائے ہوئے تھے ظفر خاں نے جب ان قلعوں کی رفعت اور استواری
دیکھی تو محاصرہ بیکار سمجھ کر پولیٹیکل چالبازی کی طرف رجوع کیا۔ کشمیری
فوج یہاں صرف دو مہینے قیام کر سکتی تھی کیونکہ کثرت برف و شدت سرما سے
کے بعد راستے بھی بند ہو جاتے ہیں اور رہنا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ ابدال حاکم
تبت کا خواہرزادہ محسن بادشاہی لشکر میں شامل تھا۔ اس کے ساتھ کشمیر کے کچھ
زمینداروں کو جو اس علاقہ کے رہنے والے تھے اس غرض سے تبت کی طرف
روانہ کیا کہ ان کو شاہی نوازشوں کی امید دلائے حصول کی کمی کا مژدہ سنائے۔
اور اطاعت و انقیاد کی ترغیب دے اہل تبت نے دریا کے کنارہ پر بادشاہی
آدمیوں کا مقابلہ کیا محسن کے ساتھ بھی دو ہزار سپاہی تھے جو آہستہ آہستہ پیچھے
آ رہے تھے جب یہاں رکاوٹ دیکھی تو بادشاہی آدمی مخالفوں کو بھگا کر اور
کشتیوں کے ذریعے دریا کے پار آ کر قلعہ کشائی کی تیاریاں کرنے لگے دوسرے دن
ابدال حاکم تبت کے پندرہ سالہ لڑکے نے بادشاہی فوج کا مقابلہ کیا ظفر خان
کے بہت آدمی مقتول ہوئے لیکن آخر دشمن کو فرار ہونا پڑا۔ غرض ۹ ربیع الاول
کو میر فخر الدین قلعہ میں داخل ہوا اور ابدال کے اہل و عیال کو شاہی حراست میں
لے لیا۔ دوسرے قلعہ پر جو لوگ تھے ان کے لئے آذوقہ بند کیا گیا چنانچہ قلعدار
نے تنگ آ کر قلعہ خالی کر دیا۔ ابدال رعایا کی مخالفت اہل و عیال کے گرفتار اور
قلعہ کے خالی ہونے سے سخت گھبرایا آخر اس نے بھی اپنے آپ کو حوالے کر دیا
ظفر خان نے ابدال کی موجودگی میں قلعہ میں داخل ہو کر بادشاہ کے نام کا خطبہ
پڑھا۔ چونکہ برف کی وجہ سے راہیں بند ہو جانے کا خوف تھا اس لئے ظفر خان
عارضی انتظام کر کے اور قیدیوں کو ہمراہ لیکر واپس آ گیا +
سنہ [illegible]ھ میں ایک سخت حادثہ پیش آیا۔ موسم بہار میں لوگ توت کھانے کے
لئے موضع بابہ سومہ میں جمع ہوئے۔ جہاں مسلمانان سنی و شیعہ میں توت کھاتے
جھگڑا پیدا ہو گیا۔ شیعوں نے صحابہ کبار کو برا بھلا کہنا شروع کیا جس سے سنیوں
کے سینوں میں آتش غیرت بھڑک اٹھی اور انہوں نے شیعوں پر لوٹ مار
کا ہنگامہ برپا کر دیا اور ان کی سخت بے حرمتی کی لیکن ظفر خان درمیان آ گیا اور اس

تعمیر کر لئے ہیں۔ شیخ محمود گجراتی مقرر ہوا تحقیقات سے معلوم ہوا کہ ہندو لوگ
مسلمانوں پر نہایت سختی کرتے ہیں اور قرآن شریف تک کو جلا دیتے اور اس کی
کمال بے ادبی کرتے ہیں لہذا لوگوں کو بعد ثبوت بادشاہ کے حکم سے قتل کیا
گیا۔ بہت سی عورتوں کو ہندوؤں کے قبضہ سے نکالا اور ان کے نکاح
مسلمانوں سے کئے گئے۔ چار سو ہندو اپنی بیویوں کی خاطر مسلمان ہو گئے۔ سات
مسجدیں ہنود کے تصرف سے نکالیں۔ تین بت خانے مسمار کر کے وہاں مسجدیں
بنائی گئیں۔ غرض سخت گیروں کا سختی سے انتظام کیا۔

بادشاہ کا دوسرا سفر کشمیر

شاہجہان ۲۵ شوال ۱۰۴۹ھ / ۱۶۳۸ء کو پھر براستہ پونچھ کشمیر روانہ
ہوا۔ اسی دوران میں سلطان مراد والئے روم کا سفیر اس کے
دربار میں آیا اور چونکہ بادشاہ کشمیر میں تھا اس لئے سفیر بھی کشمیر ہی آگیا۔ بادشاہ
سفیر روم کو کشمیر کی خوب سیر کرائی۔ نہم ذی الحجہ کو بادشاہ نے تالاب ڈل کی
سیر کی۔ جہاں تک گوش اور چشم کام دیتے تھے مصلے نغمہ ہائے رنج پرور
اور نظارہ گل در یاسمین دکھائی دیتے تھے۔ رات کو نواب علی مردان خان نے
ڈل کے کناروں پر اس شان سے روشنی کرائی کہ کشمیر ایک بقعۂ نور نظر آتا تھا۔
سفیر روم اور دیگر ممالک کے سفیروں کو بھی اس سیر کے لئے مدعو کیا گیا۔ بادشاہ
سنگ سفید کی بہار دیکھنے کے لئے گیا جو کشمیر سے دو تین منزل کے فاصلہ پر ہے
اس کی راہ بڑی ناہموار اور دشوار گزار تھی۔ وہاں بادہ عجیب بارش ہوتی رہتی ہے
بادشاہ ضروری ساز و سامان کے ساتھ وہاں آیا۔ ہوا ایسی ٹھنڈی تھی اور بارش
اس زور سے تھی کہ سوار اور گھوڑے لرزتے اور کانپتے تھے۔ تین چار دن تک
بارش موسلادھار رہی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آسمان اور پہاڑ پھٹ گئے ہیں۔ اور
ان کے اندر جس قدر پانی ہے وہ اب ختم ہونے والا ہے۔ بارش اور کیچڑ کی
شدت سے راہیں ناپید ہو گئیں۔ بادشاہ سخت تکلیف اٹھا کر واپس روانہ ہوا۔
چار کوس کی منزل چھ پہر میں طے کی گئی اور اس پر بھی اکثر گھوڑے اور سوار ضائع
ہو گئے۔ اس سال [illegible] سے زیادہ سیلاب تھا۔ کشمیر اور اس کے
مضافات میں سے آٹھ ہزار چار سو [illegible] اس طوفان کی نذر ہو گئے۔ خریف

زراعت کا نام ونشان تک نہ رہا بیشمار عمارتیں گر گئیں۔ چھ دنوں تک پانی
بند رہے۔ غلوں کے انبار جو جمع تھے وہ ضائع ہو گئے۔ غرض قحط عظیم پیدا ہو گیا
بادشاہ اس قحط سے خوف زدہ ہو کر واپس آ گیا۔ اہل کشمیر میں سے جو لوگ ضعیف
اور مسکین تھے یا اس سیلاب سے تباہ ہو گئے تھے ان کی ایک عظیم تعداد
بقول بعض تیس ہزار شاہجہان آباد دہلی میں فریاد لیکر آئی۔ بادشاہ نے ایک
لاکھ روپیہ ان کی امداد کے لئے عطا کیا۔ اور ان کے لئے پختہ اور خام لنگر خانوں
کے اجرا کا حکم دیا اور دو سو روپیہ لنگر کا روزانہ خرچ مقرر کیا اور تیس ہزار روپیہ خاص
کشمیر میں مستحقین کے لئے ارسال کیا۔ ان میں سے اکثر لوگ دہلی میں رہ کر دہلی
ہی کے ہو گئے اور بعض واپس اپنے وطن کو چلے گئے۔

ظفر خان پہلی مرتبہ [illegible]ھ میں سات سال چار ماہ کی نظامت کے بعد
حسب الحکم صاحبقران ثانی دارالسلطنت میں واپس بلوا لیا گیا۔

شاہزادہ مراد بخش صوبہ کشمیر ایک سال [illegible] سے [illegible]

ظفر خان کی جگہ [illegible] میں شاہجہان کا چھوٹا بیٹا مراد بخش صوبیدار ہو کر کشمیر آیا۔ بادشاہ کا بیٹا۔ شاہی محلوں کا پرورش یافتہ اسے انتظام ملک سے کیا کام۔ اکثر سیر و سیاحت اور تماشائی بہار و گلزار میں مصروف رہتا۔ شاہ آباد کے ملکوں کی لڑکی اس کے عقد نکاح میں تھی جب ناظم بنا تو اس نے اپنے رشتہ داروں اور ان کے لواحقوں کو بہت اقتدار دے دیا جنہوں نے موقعہ غنیمت جانکر رعایا برایا کو لوٹنا اور ستانا شروع کر دیا۔ رفتہ رفتہ اس کی شکایات بادشاہ کے پاس پہنچی جس نے اسے واپس بلا کر [illegible] میں علیمردان خان کو صوبہ کشمیر بنا دیا۔

علی مردان خان صوبہ کشمیر ایک سال [illegible] سے [illegible]

یہ شخص پہلے شاہ عباس صفوی کی طرف سے حاکم قندھار تھا نا مہربانی سے کوہستان قندھار سے لے ایک پرانا دفینہ طلا جس کو لیکر یہ ہندوستان بھاگ آیا اور شاہجہان کی ملازمت میں داخل ہو گیا۔ عادل۔ متحمل۔ بردبار۔ دانا۔ آزمودہ کار اور فضول خرچ حاکم تھا۔ ایک سال تک حکومت کشمیر پر ممتاز رہ کر تبدیل ہو گیا۔

ظفر خان صوبہ کشمیر بار ثانی [illegible] سے [illegible]

بادشاہ کا تیسرا سفر کشمیر [illegible] میں

ظفر خان دوسری مرتبہ نظامت کشمیر پر سرفراز ہوا اس کے عہد میں بادشاہ تیسری
مرتبہ لاہور سے رخصت کشمیر کی طرف روانہ ہوا۔ غرہ جمادی الثانی ۱۰۵۰ھ کو کشمیر
میں پہنچا۔ سال جلوس کا نوروز ہم جشن منایا۔ شاعروں نے طولانی قصائد پڑھے
بادشاہ نے زر و جواہرات اور خلعت فاخرہ سے سرفراز کیا۔ رعایا کو بہت سی جاگیریں
دیں۔ ایک کشمیری الاصل شاعر غالباً ملا ندیم نے بھی ایک قصیدہ پڑھا جس
کا مطلع اول یہ ہے ؎

چیست آنکس بستن و آئین فرمود شاہ — شاہ کیخسرو سریر و خسرو خاقان کلاہ

یہ قصیدہ نہایت پر مغز اور نہایت لاجواب ہے۔ اس میں صرف تعریف
ہی تعریف نہیں ہے بلکہ رعایا کے دکھڑوں کا ذکر بھی ہے۔ چند شعر اس میں
سے لکھے جاتے ہیں ؎

سرورا دانش پژوہا داورا دین پرورا — اہل کشمیر اند در دیوان عدالت دادخواہ
راند الضیافت کہ جمع را پریشان دل کرد — آنکہ ہست احسان او بر رو ثواب او گواہ
عدلت آگاہ است کایں انبوہ را برہم کرد — آنکہ لقمہ را گشادہ در کرم را بستہ راہ
آن ستم کیشے کہ کاہی را عوض بگرفتہ کوہ — آن جفا جوئے کہ کوہے را بدل نادادہ کاہ
عجز ایں قوم از ستم خامہ بر خواند خسرو — حال ایں جمع از شکنج نامہ دریابد نگاہ
روئے شان ہمچو زر او سیم است از زرد رنگ — قدشان ہمچون کمان او فارغ است از تیر آہ
دیدہ ایں بیدلان چوں چشم لطف و سفید — بخت ایں بیچارگان چوں روز ظلم او سیاہ
آں یکے در بند محنت ہمچوں یونس بحوت — دیں دگر در کنج غم افتادہ چوں یوسف بچاہ
آں یکے در خاک و خون غلطیدہ چون از زخم صید — ویں دگر در پیچ و تاب افتادہ چوں از شعلہ کاہ
در چمن ناروکہ بالا رو نہد شاخ درخت — از زمین مشکل کہ بیروں سر کشد برگ گیاہ
دست بردی شد چنان بر پاکہ نرگس ہم بباغ — می کند بر سیم و زر دیدہ ز بیم دزد نگاہ
زعفران گو نشد خنداں ساز داند وہناک ما — آمد از زعفران در گریہ جمع بے گناہ
زیر دست آزار بیٹے ظاہر کرد در کشمیر شد — تے پیشیا پورو بلخ آں شد ز دستر و فراہ
جنبش ازیں مسجد بنائے شد بجائے بتکدہ — ایں زماں قیمت خانہ بر پا شد بجائے خانقاہ
عدل را فرما کہ ایں قوم از بلا گردد خلاص — داد را بر گو کہ ایں جمع از الم یابد پناہ

غرض اوائل شعبان میں بادشاہ کشمیر سے روانہ ہوا اور برف و باران کی تکلیفیں اٹھاتا ہوا وسط ماہ رمضان میں لاہور پہنچ گیا۔

ظفر خان نے اپنی تصنیف سے ایک مثنوی ہفت منزل بادشاہ کی نذر کی جس میں کشمیر کے باغات و عمارات اور وجود کشمیر کی صفت و ثنا لکھی۔ بادشاہ اس کے مطالعہ سے نہایت محظوظ ہوا۔

۱۰۵۵ھ میں کشمیر میں ایک عجیب واقعہ ہوا یعنی موضع بارہ دو واقعہ پرگنہ آڈون میں آسمان سے جبکہ مطلع بالکل صاف تھا۔ برف کی ایک مستطیل چادر گری جس کا طول سترہ گز عرض تین گز تھا اور ضخامت ڈیڑھ گز تھی جس کی صداقت سترہ علیم کے ان اشعار سے بھی ہوتی ہے ؎

در سال ہزار و پنجاہ و پنج اے یار | در گوشہ کشمیر بہنگام بہار
ہفتاد گز عرض طول ہمی گز عرضش | تختے برفے افتاد بہ تشکیل مسطر

شاہجہان نے اس سیاحت میں چشمہ ویرناگ کی مرمت کا حکم دیا اور چشمہ کے سامنے ایک آبشار بنوائی جس کے ایک پتھر پر یہ تاریخ آج تک کندہ ہے ؎

بحکم شاہجہان بادشاہ دہر | [illegible] آبشار چو
این جوے کہ دادہ است ز جوے بہشت یاد | زین آبشار یافتہ کشمیر آبرو
تاریخ جوے گفت بگو شمس سروش غیب | از چشمہ بہشت برون آمدہ است جو
چشمہ بہشت ۱۰۴۳ھ ۱۹ جلوسی | ۱۰۵۴ھ

تربیت خان صوبہ کشمیر
سال ۱۰۵۶ھ سے ۱۰۵۸ھ

۱۰۵۶ھ میں تربیت خان نظامت کشمیر پر زینت افروز ہوا۔ اتفاقاً اسی سال کثرت باران کے باعث قحط عظیم پڑا جس سے ہزاروں بے خانمان فاقہ کشی کر کے مر گئے۔ سینکڑوں نقل مکان پر مجبور ہوئے۔ اس موقعہ پر شاہجہان نے بڑی دریا دلی اور ہمدردی سے قحط زدگان کی امداد کی۔ سیالکوٹ۔ لاہور۔ گجرات اور اطراف پنجاب سے بہت غلہ کشمیر بھیجا اور بیگمات شاہی اور دیگر امرائے دولت نے بہت سا چندہ و خیرات جمع کر کے قحط زدوں کی امداد پر صرف کیا۔ تربیت خان بھی قحط کے دور کے لئے سخت کوشش کرتا رہا۔ اگرچہ وہ خلق خدا کا بڑا خیر خواہ اور

خیر اندیش تھا لیکن قحط کی بدنظمی نے اسے بادشاہ کی نظروں سے گرا دیا اور دو سال کے بعد ۱۰۵۳ھ کو معزول ہو کر واپس طلب کیا گیا +

حسن بیگ خان صوبیدار کشمیر ڈیڑھ سال ۱۰۵۳ھ سے ۱۰۵۴ھ

۱۰۵۳ھ میں حسن بیگ خان نے نظامت کشمیر سنبھالی اس نے قحط دور کرنے میں سعی جمیلہ کیں۔ قحط زدوں کی امداد کے لئے اس نے شہر سرینگر میں ایک باغ بھی تعمیر کرایا جس میں بہت سے مزدور کام کرتے رہے اور گرانی کی سختیوں سے بچے رہے

شاہجہان کا چوتھا سفر کشمیر

برسات کے نہ ہونے سے دہلی کی ہوا شدت سے بگڑی۔ بادشاہ نے سفر کشمیر کے لئے لاہور کا عزم کیا۔ چنانچہ غرہ ربیع الثانی ۱۰۵۵ھ کو لاہور کے شالامار باغ کے باغ فیض بخش میں جشن نوروز منایا۔ ۲۹ جمادی الثانی کو لاہور سے کوچ کیا۔ پنجاب میں قحط کے لحاظ سے یہ سال نہایت منحوس تھا۔ ایک عالم کے ہاتھ بارش کے لئے آسمان کی طرف اٹھے رہتے تھے۔ لوگ جانوروں اور مردوں کو کھاتے اور اولاد کو بیچ بیچ کر پیٹ پالتے تھے۔ آخر مینہ برسا بھی تو اس قدر کہ رہا سہا بھی ڈوب گیا جو کچھ بویا گیا تھا وہ سب بارش کی نذر ہو گیا۔ بارش کے تھمنے پر بادشاہ کشمیر روانہ ہو گیا۔ اور نواب سعد اللہ خان کو رعایا کی استمالت کے لئے چند دنوں تک لاہور میں رکھا بادشاہ آخر جمادی الآخری میں سرینگر پہنچا۔

اہل حرم کے ہمراہ مزین کشتیوں میں زربفت کے پردے لاجوردی اور منقش ستون اور قبہ ہائے طلا و مرصع لگا کے سوار ہوتا اور ڈل کی سیر کیا کرتا [illegible] عام لوگوں کو زر و انعام سے مالا مال کرتا +

بادشاہ کی بیٹی جہان آرا بیگم نے شہر میں ایک مسجد ملا شاہ بدخشی کی عبادت کے لئے چالیس ہزار روپیہ کی لاگت سے تعمیر کرائی تھی اور اس کے اطراف کے کمرے اور حجرے بیس ہزار روپیہ میں بنوائے تھے ملا شاہ اس مسجد میں ذکر یاد الہی کیا کرتے تھے۔ بادشاہ نے خود مسجد میں آکر ان سے ملاقات کی اور کچھ دیر تک شاہ صاحب سے کلمات نصیحت آمیز سنتے رہے +

امساک باراں کے لحاظ سے کشمیر کا حال بھی پنجاب سے کم نہ تھا۔ وہاں بھی

بارش نہ ہونے سے پھلدار درخت بہت کم پھلے بلکہ اکثر خشک ہو گئے۔ اس لئے بادشاہ کو اس مرتبہ سیر کشمیر سے کچھ حظ حاصل نہ ہوا چنانچہ قیصر یا یار کو لاہور اور شاہجہان آباد کے باغات دباصفا مکانات چھوڑ کر حظ نفس کے لئے اس مسافت بعیدہ کو برداشت کرنا اور خلق خدا کی ایذا رسانی پر راضی ہونا خدا پرستی کے طریقہ سے دور اور ایک فعل عبث ہے الغرض دو مہینے کے بعد بجانب لاہور روانہ ہو گئے۔ نواب سعد اللہ خان بادشاہ کے کشمیر پہنچنے کے چند دنوں بعد آگیا تھا کشمیر میں بھی چونکہ پنجاب جیسی ہی مصیبت نازل تھی۔ اس لئے بادشاہ کے حکم سے نواب سعد اللہ خان وزیر اعظم کشمیر کے مالی اور ملکی مشکلات اور قحط کا انتظام کرنے کے لئے کشمیر میں رہ گیا۔

علی مردان خان صوبہ کشمیر بار ثانی
از سال [illegible] ھ سے [illegible] ھ

[illegible] ھ میں پھر علی مردان خان کا ستارہ اقبال روشن ہوا اور وہ لاہور اور کشمیر دونوں صوبوں کا ناظم مقرر ہو گیا۔ اپنے عہد میں امورات ملکی بڑی قابلیت اور دانشمندی سے سرانجام دیتا رہا۔ عیش و عشرت میں بھی ہمو تا سرشار رہتا چونکہ اس کے پاس نادرون کا خزانہ تھا خرچ بھی بیدریغ کرتا تھا پرگنہ بور میں بمقام تل مل اس نے علی آباد کے نام سے ایک وسیع باغ تعمیر کرایا جس میں ایسی ایسی عالیشان عمارتیں کھڑی کیں۔ جن میں سے ہر ایک عجوبہ روزگار متصور ہوتی تھی اسی طرح محلہ نوشہرہ میں بھی ایک وسیع اور دلکش باغ اور محل خاص تعمیر کرایا ان کے علاوہ شاہجہان کے حکم سے اس نے کشمیر سے راجوری تک تمام منزلوں پر سرائیں اور راستے میں باولیاں اور چشمے بنوائے جن کے آثار اب تک دکھائی دیتے ہیں۔ سرائے مخصند بیرم گلہ سوختہ، پوشیانہ، شاجہ مرگ اور ہیرہ پور کی عالیشان سرائیں جو آج تک علی مردان اور شاہجہان کی یادگار چلی آتی ہیں بنوا کر راہ روان کے لئے بہت سی تکالیف دور کر دیں ان کے علاوہ ہیرہ پور کے راستے کو بھی سنگ تراشوں سے درست کرا کے آمد و رفت کے لئے صاف کر دیا خصوصاً مقام لال غلام کو عبور کرنے میں بڑی دقت

لہ ہیرہ پور سے پنجاب کی طرف قریب ۵ میل کے فاصلہ پر یہ مقام واقع ہے جس کو [illegible] اپنی سیاحت میں بچشم خود دیکھا ہے پہاڑ کے دامن میں اتنا عمیق ہے کہ انسان نیچے [illegible]

کا سامنا ہوتا تھا اُن کو بالکل صاف کردیا۔

ایک مرتبہ گرانی غلہ کے موقعہ پر عوام نے خواجہ ملا مرکے بھکانے سے پنڈت مہادیو پیشکار نظامت کا گھر بار لوٹ لیا اور غارت گری کے کوٹھے جلا دیئے جب بادشاہ کے سمع مبارک میں یہ واقعہ پہنچا تو اس نے چند روز سے بہ بگرکر کو بلوا کر ملا یوسف کا قو جو صوبہ کشمیر کا صدر تھا بدیں الفاظ دریافت کیا کہ امر راہ آمدی و در مقدمہ مہادیو کدام کس در خبر تو ملتزم است۔ ملا نے اس خیال سے کہ فریقین کو نقصان نہ پہنچے۔ تمہید اٹھائی اور عرض کیا کہ از راہ پوچھ آمدم رہیں مقدمہ از مردم عوام وا زمہادیو کسے را تصور نیست لیکن۔۔۔ اس طرز گفتگو اور لفظ لیکن پر بادشاہ سخت برآشفتہ خاطر ہوا اور جھنجھلا کر بولا ما ہر دو فریق را گناہ نمار دپس گناہ از من است کہ شغل تصرف لایعقل را بہ سپہم راست است کہ از راہ پوچھ آمدی۔ ملا یوسف اس عتاب شاہی کے خوف سے بیمار ہو کر چند دنوں میں راہیئے عدم ہوگیا۔

علی مردان خان عموماً زمستان میں لاہور اور تابستان میں کشمیر میں قیام رکھتا۔ اس کی آمد و رفت بڑی دھوم دھام سے ہوتی اور لاکھوں روپیہ خرچ کر دیتا۔ اس مرتبہ علی مردان خان سات سال تک نظامت کشمیر پر ممتاز رہا اور سنہ ھ میں نیکنامی کے ساتھ تبدیل ہوگیا۔

لشکر خان صوبہ کشمیر ۷ سال ۱۰۶۲ھ سے ۱۰۶۹ھ	علی مردان خان کے بعد لشکر خان حاکم کشمیر مقرر ہوا یہ ناظم بھی بڑا رنگین مزاج تھا۔ ہمیشہ عیش و عشرت اور سیر و شکار

بھایا جاتا ہے جس سے بوا اور صحیح اندازہ لگا سکتا ہے کہ کس قدر گہرا یہ مقام ہے۔ اس مقام پر مشکل پکی پختہ اینٹوں کی ایسی مضبوط سڑک بنی ہوئی ہے جو آج تک مرمت کی محتاج نہیں۔ عجیب قابل دید اور حیرت انگیز مقام ہے۔ اس کے نزدیک آبادی سوائے بیر چوبدار پاستبانہ کہیں نہیں۔ غالباً دو برس سے زیادہ گذرا ہوگا اس کی نسبت مشہور ہے کہ یہ سڑک کتنی مرتبہ تیار کی گئی لیکن ہر دفعہ بکتی رہتی اور ٹوٹ کر جاتی تھی آخر نجومیوں کی ہدایت کے مطابق بنیاد میں لعل رکھ کر اس پر عمارت بنائی گئی دوسرے سال جب بادشاہ آیا تو اس نے دریافت کیا کہ وہ لعل کس مقام پر ہے ایک غلام نے اس کا نشان دیا تو بادشاہ نے اس خیال سے کہ وہ لعل نکال نہ لے قتل کر کے وہیں گاڑ دیا جس سے وہ مقام بھی لال غلام کے نام سے مشہور ہوگیا۔

میں مصروف رہتا۔ باوجود اس کے رعیت پروری اور امورات سلطنت کے انتظام
کے بارے میں باحسن وجوہ کوشاں رہتا۔ اس کے زمانہ میں ابتدائی خلل اس حد کو
پہنچی کہ خود ارشاد لی ایک پیچ کر ملتی۔ ملک آسودہ حال اور رعایا فارغ البال ہو گئی۔ اس
نے جھیل ڈل کے شمالی کنارے پر حدود پہاک میں ایک وسیع باغ بنا کر
عالی شان عمارتوں سے مزین کیا جو عوام کی سیر و تفریح کا مرجع تھا۔ اس کے
عہد میں ایک دفعہ شدت سرما کے باعث دریائے بہت کا پانی ایسا یخ بستہ
ہو گیا کہ لوگ خشکی کی طرح سطح آب یخ بستہ پر چلتے۔ اسی اثنا میں ۱۰۶۸ھ
میں اورنگ زیب نے شاہجہان کو قلعہ اکبر آباد میں محبوس کر کے حکومت خود
سنبھال لی جس سے لشکر خان کی صوبیداری بھی مخدوش ہو گئی تاہم ایک سال
تک بدستور تھا سنت کشمیر کا کام سرانجام دیتا رہا۔ آخر جب اورنگ زیب بھائیوں
کی خانہ جنگیوں سے فارغ ہو گیا تو اس نے اپنا سکہ جمانے کے لئے لشکر خان کو
واپس بلا لیا۔ اور اس کی جگہ اعتقاد خان کو صوبہ کشمیر بنا دیا ۔

محی الدین اورنگ زیب عالمگیر

ایام حکومت ۴۹ سال ۱۰۶۸ھ لغایت ۱۱۱۸ھ مطابق ۱۶۵۸ء لغایت ۱۷۰۷ء

ہندوستان کے چار جلیل القدر اور اولوالعزم بادشاہوں میں سے چوتھا بادشاہ
اورنگ زیب ہے جو شاہجہان کا تیسرا بیٹا تھا۔ بچپن میں ہی اس کی طبیعت میں جاہ پسندی
اور عالی دماغی کے آثار پائے جاتے تھے۔ جب بڑے ہو کر چند در چند وجوہات
سے اس نے ۱۰۶۸ھ میں باپ کو تخت سے اتار کر قلعہ اکبر آباد آگرہ میں قید کر دیا۔ اور
سلطنت خود سنبھال لی۔ اس کے بھائی دارا شکوہ و سلیمان شاہزادہ مراد بخش وغیرہ بڑے
بھائی کی حق تلفی سے بیزار ہو کر اورنگ زیب کی مخالفت پر آمادہ ہو گئے اور اس
سے لڑنے لگے۔ لیکن اس نے سب کو مغلوب کر کے قتل کر دیا۔ اور ۱۰۶۹ھ میں
بے کھٹکے دادِ حکومت دینے لگا۔ یہ بادشاہ اوّل درجہ کا پولیٹکل۔ زبردست اور
جابر آدمی تھا۔ دل کا بھید کسی کو نہ دیتا تھا اور اکثر مشیران عالی بھی اس کے ارادوں

اور کارروائیوں سے بالکل بے خبر رہتے تھے یہی وجہ ہے کہ بعض معاملات جو اس
نے امورات سیاسی وقتی منظر رکھکر ذاتی رائے سے سرانجام دیئے تھے اصلیت معلوم
نہ ہونے کے باعث تعصب اور کینہ وری میں شمار کئے جاتے ہیں ۔

جہانگیر اور شاہجہان کے زمانہ میں دو نامی سلطنت کے باہمی تنازع نے ملک
میں ابتری پھیلادی تھی ۔ اور امرائے دربار نے پارٹیاں بناکر اسی روش اختیار کر
لی تھی جس کی نظیر تاریخ کشمیر میں چکوں کے دور حکومت میں بخوبی ملتی ہے شاہزادوں
کی خانہ جنگیوں نے امرائے دولت کو جادہ اعتدال سے منحرف کرکے فتنہ و فساد
پر آمادہ کر دیا تھا ۔ ہندو راجے اور مہاراجے جن کی اصلاح کے لئے اکبر نے بڑی حکمت
عملی سے کارروائی کی تھی اس کی وفات کے بعد فوراً سرکشیاں کرنے لگے ۔ تاہم
اکبر کی نظم و نسق اور جہانگیر اور شاہجہان کے بے لوث طرز حکومت نے بادشاہ
اورنگزیب کی لڑائیوں کے آغاز تک انہیں سر نہ اٹھانے دیا لیکن ان
خانہ جنگیوں نے ان کا حوصلہ بڑھا دیا اور وہ لوگ بھی فتنہ و فساد کے لئے تیار
ہو گئے ۔ ایسے ملک کی اصلاح کی خاطر عالمگیر جیسے دوربین بادشاہ کے لئے
ضروری تھا کہ شور و شر برپا ہونے سے پہلے ہی وہ ایسے وسائل اختیار کرتا جو ریاست
قائم رکھنے کے لئے ضروری ہوں اس میں شک نہیں کہ اس نے اپنی کارروائیوں
کو مذہبی رنگ دیکر غیر مذاہب کو اس سے کشیدہ خاطر کر دیا تھا لیکن اگر تعصب
چھوڑ کر اس کی ہر ایک کارروائی کی ماہیت پر غور و خوض کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ
نادر الوجود بادشاہ ان اتہامات سے جو اس کے سر منڈھے جاتے ہیں بالکل بری ہے
اس نے غیر مذاہب پر ایسے ایسے احسان کئے اور ان کے افراد کو ایسے ایسے
مناصب جلیلہ بخشے جو کسی دوسری قوم کی تاریخ میں نہیں ملتے ۔ ہندوستان کے
علاوہ تاریخ کشمیر میں رشی پیر پنڈت[1] کا تذکرہ ہمارے سامنے ہے اگرچہ عوام کا اجتماع
اور ان کا اظہار خلوص اس بات کا مقتضی تھا کہ مشار الیہ کے حق میں جس قدر سختی ممکن تھی
برتی جاتی ۔ لیکن حکم طلبی صادر کرنے کے بعد جب اسے اصلیت معلوم ہوئی ۔
تو اس نے پہلے حکم کے بعد فوراً ہی دوسرا حکم اس مضمون کا بھجوا دیا کہ پہلے لوگ

[1] رشی پیر پنڈت کا قصہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ وہ صاحب کشف و کرامات اور خوارق

لے رشی پیر پنڈت بادشاہ کہتے ہیں۔ اب اسے بادشاہ ہر دو جہان کہا کریں۔ یہ
خطاب اس قسم کا ہے کہ مسلمان پیغمبر خدا کے سوا دوسرے کسی سے منسوب نہیں
کر سکتے۔ اور پھر عالمگیر جیسے متقی اور پرہیزگار بادشاہ کا یہ خطاب غیر مذہب والوں کو
دینا اس کی بے ریائی اور بے تعصبی کی کم دلیل نہیں۔ باپ یا بھائیوں سے جو
سختیاں اس نے کیں ان کی اصلیت اکثر سوانح عمریوں سے منکشف ہوتی ہے۔
اس میں شک نہیں کہ اورنگ زیب اول درجہ کا عابد زاہد اور پکا مسلمان تھا اور امورات
خلاف شرع کا دشمن تھا مگر یہ امر اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ ضرور متعصب تھا تاریخ نویسوں
نے ایسا ظاہر کرنا کئی ایک پہلو لئے ہوئے ہے جن کا انکشاف اس موقع
پر ایک لمبی بحث کی تمہید قائم کرتا ہے جس کا تاریخ کشمیر سے کوئی تعلق
نہیں ہے۔

باپ کو قید کرنے کے بعد اورنگ زیب ایک سال سے زیادہ عرصہ تک
لڑائی جھگڑوں میں مصروف رہا۔ اور حکومت ملک کا سلسلہ شاہجہانی انتظام کے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱۶ - عادت تھا اور لوگ خصوصاً ہندو ایسے اوتار اور مہاتما سمجھتے تھے چونکہ
ہندو مسلمانوں میں اس کی عزت تھی اس لئے رفتہ رفتہ یہ شخص بادشاہ کے نام سے مشہور
ہو گیا۔ اور لوگ اس کی طرف ایسے متوجہ ہوئے کہ ناظم صوبہ تردد کرتا رہا آخر یہ [illegible]
اس کی عزت و حرمت کھٹکنے لگی جس سے ناظم صوبہ کو اس کی روز افزوں ترقی اور [illegible]
پر اشتباہ ہوا۔ اور اس نے بادشاہ کو لکھ بھیجا جس نے اسے اپنے پاس بلایا اس اثنا میں
بعض درباریوں نے جو دربار عالمگیری میں موجود تھے ناظم صوبہ کی غلط فہمی پر استدلال کر کے
اسے یقین دلا دیا کہ رشی پیر ایک متبرک آدمی ہے اور اسے ملک گیری کی ہوس بالکل نہیں
چنانچہ بادشاہ نے اس کے ساتھ ہی دوسرا حکم جاری کر کے اسے بادشاہ ہر دو جہان کا
خطاب دے دیا۔ ہندوؤں کا قول ہے کہ جب پروانہ طلبی رشی پیر پنڈت کے
پاس پہونچا تو وہ خاموش ہو رہا۔ رات کو بزور کرامت عالمگیر کے پاس پہنچا۔ اور اس کو
کہا کہ فقیروں کی دل آزاری اچھی نہیں بادشاہ نے خوف کھا کر دوسرا پروانہ
جاری کر دیا۔ واللہ اعلم بالصواب ۱۲۔

پراختی چلتا رہا۔ ان سے فراغت حاصل کرکے اُس نے ماہ رمضان ۱۰۶۹ھ مطابق ۱۶۵۹ء میں اپنا جلوس شاہی مرتب کیا۔

اور پھر اندرونی معاملات ملکی و ملتی کے سنبھالنے کی طرف متوجہ ہوا۔ اس وقت تک شاہجہان کے زمانہ کا صوبہ لشکر خان ہی نظامت کشمیر پر مامور رہا۔ اب اورنگزیب نے اپنا سکہ جمانے کے لئے اُسے واپس بلالیا اور اُس کی جگہ اعتماد خان کو صوبہ کشمیر بنا کر بھیجا۔ عالمگیر اندرونی جھگڑوں جھمیلوں میں بہت مبتلا رہا۔ اس لئے صرف ۱۰۷۶ھ/ء کو ایک ہی مرتبہ کشمیر میں رونق افروز خط ہوا۔

آخر میں دم تک اورنگ زیب تمام مملکت خوش اسلوبی سے سرانجام دیتا رہا۔ ضعف پیری کے باعث عرصہ سے اس کی طبیعت ناساز ہو رہی تھی اسی زمانہ میں اسے شاہجہانی دور دورہ کا خیال آیا اور اپنی موت بھی یاد آئی بیٹوں کی حالت دیکھ کر اس کے دل میں سخت وہم پیدا ہوگیا اور اس نے وصیت لکھی ممالک محروسہ کے تین حصے کرکے اس نے محمد معظم خلف اکبر کو بادشاہ ہندوستان اعظم شاہ کو حاکم دکن اور محمد کام بخش کو حاکم بیجاپور مقرر کیا اور ہدایت کی کہ تینوں بھائی باتفاق یکدیگر عیش و کامرانی سے حکومت کریں اور فتنہ و فساد سے اجتناب رکھیں چنانچہ محمد معظم شاہ تو پہلے ہی سے کابل میں حکمرانی کر رہا تھا اس نے اعظم شاہ اور محمد کام بخش کو بھی دکن اور بیجاپور بھیج کر دارالسلطنت کو فتنہ و فساد سے خالی کر دیا۔ آخر ۱۸۔ فروری ۱۷۰۷ء مطابق ۲۸۔ ذیقعد ۱۱۱۸ھ میں عالمگیر جہان فانی سے عالم جاودانی کو رخصت ہوگیا اس کی تاریخ تولد، تاریخ جلوس اور تاریخ وفات میں عجب مناسبت پائی جاتی ہے۔

تاریخ تولد ...... آفتاب عالمتاب ... تاریخ تاجپوشی .... آفتاب عالمتاب

تاریخ وفات ... آہ شد آفتاب زیر زمین ... تاریخ دیگر .... زحل انجمنت

اعظم شاہ راستہ ہی میں تھا کہ اسے باپ کے انتقال کی خبر ملی۔ وہیں سے لوٹ آیا اور تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر تخت نشین ہوگیا۔ جب محمد معظم شاہ کو خبر ملی تو وہ بھی بسرعت تمام آگرہ کی طرف روانہ ہوا۔ اور اول محرم ۱۱۱۹ھ کو دارالسلطنت لاہور میں وارد ہو کر جلوس تاجپوشی منعقد کرکے اس نے بھائی کو لکھ بھیجا کہ دکن بطور جاگیر

ملک سہے چاہیئے کہ باپ کی وصیت پر عمل کر کے ملک مقبوضہ پر قناعت کریں کیونکہ باہمی جنگ و جدل سے بہر حال صلح بہتر ہے لیکن اعظم شاہ نے اس کا جواب دیا کہ دو بادشاہ در اقلیمے نگنجند اور فوج آراستہ کر کے لڑائی پر مستعد ہو گیا۔ ۱۸۔ ماہ ربیع الاول ۱۱۱۹ھ کو نواح آگرہ آباد میں سخت ہنگامہ کارزار برپا ہوا جس میں اعظم شاہ مارا گیا۔ اور محمد معظم شاہ کوس ظفر مندی بجاتا دار الخلافہ آگرہ میں داخل ہو گیا۔

صوبیدار جو عالمگیر کے زمانہ میں حکومت کشمیر پر مامور ہے

(۱) اعتماد خان۔ ۳۔ سال ۱۶۵۹ء سے ۱۶۶۲ء مطابق ۱۰۶۹ھ سے ۱۰۷۲ھ
(۲) ابراہیم خان۔ ۱۔ سال ۱ ماہ ۱۶۶۲ء سے ۱۶۶۳ء // ۱۰۷۲ھ // ۱۰۷۳ھ
(۳) اسلام خان ۱۔ // ۱۶۶۳ء // ۱۶۶۴ء // ۱۰۷۳ھ // ۱۰۷۵ھ
(۴) سیف خان ۳۔ // ۱۶۶۴ء // ۱۶۶۷ء // ۱۰۷۵ھ // ۱۰۷۷ھ
(۵) مبارز خان ۱۔ // ۱ ماہ ۱۶۶۷ء // ۱۶۶۸ء // ۱۰۷۸ھ // ۱۰۷۹ھ
(۶) سیف خان بار ثانی ۳ سال ۱۶۶۸ء // ۱۶۷۱ء // ۱۰۷۹ھ // ۱۰۸۲ھ
(۷) افتخار خان ... ۴ سال ۱۶۷۱ء // ۱۶۷۵ء // ۱۰۸۲ھ // ۱۰۸۶ھ
(۸) قوام الدین ... ۳۔ // ۱۶۷۵ء // ۱۶۷۸ء // ۱۰۸۶ھ // ۱۰۸۹ھ
(۹) ابراہیم خان ۔ ۸۔ // ۱۶۷۸ء // ۱۶۸۶ء // ۱۰۸۹ھ // ۱۰۹۷ھ
(۱۰) حفظ اللہ خان ۔ ۴ // ۱۶۸۶ء // ۱۶۹۰ء // ۱۰۹۷ھ // ۱۱۰۲ھ
(۱۱) مظفر خان ۔ ۲ // ۱۶۹۰ء // ۱۶۹۲ء // ۱۱۰۲ھ // ۱۱۰۴ھ
(۱۲) ابو نصر خان ۔ ۶ // ۱۶۹۲ء // ۱۶۹۸ء // ۱۱۰۴ھ // ۱۱۱۰ھ
(۱۳) فاضل خان ۳ سال ۳ ماہ ۱۶۹۸ء // ۱۷۰۱ء // ۱۱۱۰ھ // ۱۱۱۳ھ
(۱۴) ابراہیم خان ۔ ۵ // ۱۷۰۱ء // ۱۷۰۶ء // ۱۱۱۳ھ // ۱۱۱۸ھ
(۱۵) نوازش خان ۱ // ۱۷۰۶ء // ۱۷۰۷ء // ۱۱۱۸ھ // ۱۱۱۹ھ

اعتماد خان ۔ صوبہ کشمیر ۳ سال ۱۶۵۹ء ۱۶۶۲ء ۱۰۶۹ھ ۱۰۷۲ھ	۱۶۵۹ء میں اورنگ زیب نے لشکر خان ناظم سابق کو واپس بلا لیا اور اس کی جگہ اعتماد خان کو حاکم کشمیر بنایا۔ اعتماد خان

رعایا پرور حاکم تھا۔ وہ اہل ملک کی بہبودی و بہتری کے لئے ہمیشہ کوشش کرتا رہا۔

اس نے تنہا پیش قاضی روحی راستی آئی کی عدالتوں کو موقوف کر دیا۔ مدعی مدعا علیہ دونوں کی موجودگی میں مقدمہ کی سماعت ہوتی۔ دونوں کو پیروی کے مساوی حقوق تھے اور دونوں کی حاضری میں مقدمات فیصلہ ہوتے۔ اس کا دربار ہر وقت کھلا رہتا تھا اور دربان و حاجب مجاز نہ تھے کہ کسی کے مزاحم ہوں۔ طبیعت بھی کافی رکھتا تھا بلکہ اچھا مولوی تھا۔ خصوصاً علم فقہ میں تو اسے کافی دسترس تھی۔ اور علماء و فضلاء سے بھی بڑی تعظیم و تکریم سے پیش آتا تھا۔ ارادت خان کے باغ کے متصل جانب شرق اس نے ایک دلکش اور وسیع باغ تعمیر کرایا۔ آخر تین سال کے بعد منصب صوبیداری سے سبکدوش ہو کر [illegible] میں عالمگیر کی مصاحبت پر ممتاز ہوا۔

ابراہیم خان صوبہ کشمیر
ایک سال [illegible] سے [illegible]

سنہ [illegible] میں علی مردان خان سابق صوبیدار کشمیر کا بیٹا ابراہیم خان رایت نظامت بلند کر کے خطہ کشمیر میں رونق افروز ہوا۔ یہ شخص شیعہ مذہب کا معتقد تھا اس لئے اس کے ہم قوموں کو اس کے عہد میں بڑی تقویت حاصل ہوئی۔ چنانچہ انہوں نے اس کے گھمنڈ پر سید جلال الدین کی خانقاہ اور مسجد حمام واقعہ محلہ آرہ دشت پر زبردستی قبضہ کر لیا۔ مسلمانان اہل سنت نے ان کے جبر و تشدد کے خلاف اس کی عدالت میں مقدمہ دائر کیا۔ لیکن ابراہیم خان نے نہ صرف انصاف ہی کو بالائے طاق رکھ دیا بلکہ وہ عمارات متنازعہ بھی ان کے حوالہ کر دیں۔ آخر سنیوں نے عالمگیر کے دربار میں استغاثہ دائر کیا۔ اس نے قاضی ابوالقاسم کو تحقیقات کا حکم دیا جس نے کافی شہادت کے ثبوت پر مکانات متنازعہ اہل سنت کو دلوا دیئے۔ بادشاہ کو جب ابراہیم خان کی متعصبانہ کارروائی کی اطلاع ہوئی تو اس نے اسے معزول کر کے اس کی جگہ اسلام خان کو تعینات کیا جس سے عوام کا جوش و خروش فرو ہو گیا۔

اسلام خان صوبہ کشمیر
ایک سال [illegible] سے [illegible]

اسلام خان اول درجے کا زاہد اور متقی آدمی تھا۔ اصلی نام اس کا ضیاء الدین تھا۔ زہد و اتقا اور پرہیزگاری کے باعث اسلام خان کے لقب سے مشہور ہو گیا۔ علماء و فضلاء کی تعظیم و تکریم سادات کرام کی عزت و حرمت بدرجہ غایت کرتا تھا۔ کشمیر آ کر اس نے اسلام کی ترویج و تشہیر

میں سمی جبلکیں۔ میدان عیدگاہ میں جس عالی مسجد کو سلطان علی شاہ نے تعمیر کیا تھا۔
اور انقلاب زمانہ اور حکاموں کی عدم توجہی سے خستہ حال ہو رہی تھی۔ اس نے
اسے از سر نو بکمال زینت و رفعت تعمیر کرایا۔ اس کے صحن میں درختان توت کے
جھنڈ کے جھنڈ زمین کو ناہموار کر رہے تھے۔ اس نے سب توت کٹوا ڈالے
اور زمین صاف اور ہموار کر کے اس میں چنار کے درخت نصب کرا دیئے۔
جو آج تک اس کی یادگار میں موجود چلے آتے ہیں۔ علاوہ اس کے عوام کی سیر و
تفریح اور کھیل کود کے لئے میدان عیدگاہ میں ایک مدوّن گاڑ دیا جو مرجع خلائق
بن گیا۔

اسلام خان شاعر بھی تھا اور عموماً شعر گوئی میں مستغرق رہتا تھا۔ یہ رباعی اس کی
جوشش طبع کا نتیجہ ہے ؎

سینے تو شاختم تا بر درانگیخون میزند — سر دم چشم ز گر بہ شوطہ درخون میزند
دیدنے پیاکن کے صحرا کامشب درکشش — لشکرزہ اندل من خیمہ بیرون میزند

اورنگ زیب کا سفر کشمیر

بادشاہ میر کشمیر کے لئے ۲۵ رمضان المبارک [illegible]ھ کو
معہ اسلام خان صوبیدار کشمیر قلعہ لاہور سے روانہ ہوا۔ اہل
حرم کی کئی پالکیاں۔ ہاتھی گھوڑے فوج لشکر۔ غرض ایک عظیم شان و شوکت سے
ماہ ذیقعد میں وارد سری نگر ہوا۔ اس سفر میں کئی جانور اور آدمی پہاڑوں کے نشیب و فراز
کی نذر ہو کر غاروں کے منہ میں گرتے رہے۔ ایک فیل کوہ پیکر بھی لغزش کھا کر گرا
اور پہاڑ کے ڈھلوان سے قلابازیاں کھاتا ہوا اپنی لپیٹ میں بہت سے
لشکریوں اور کئی کنیزوں کو لیکر چاہ عدم میں جا گرا۔ کشمیر اور اس کے پُر خطر راہ کی نسبت
قدسی کا ایک مشہور شعر ہے ؎

کشمیر اعتقاد درست است — کہ ایمان براہش سخت سست است

بادشاہ کی طرف سے کشمیر میں راجہ رگھا نندہ منصب دیوانی کے عہدہ پر
قابض تھا اس کے روزنامچہ حیات کو جو قدرت کی ایک بہترین کتاب تھی۔
دست اجل نے چاک کر دیا۔ بادشاہ نے اپنے قابل اہلکار کی موت کا افسوس
کیا۔ بادشاہ نے عہد کشمیر میں سنائی عیدگی پاسٹ کوڈل کے دونوں کناروں پر

روشنی کا عظیم سامان کیا گیا۔ چند دنوں کے بعد چشمہ ویرناگ کی سیر کو گیا۔ جہاں جہانگیر اور شاہجہاں کی عمارتوں اور چشموں کے دلفریب نظارے ملاحظہ کئے۔ موضع پانپور میں جا کر زعفران زار کو دیکھا۔ بادشاہ کو کشمیر کی آمد و رفت میں اس قدر تکلیف پہنچی کہ اس نے آئندہ کشمیر آنا ترک کر دیا۔ بلکہ کہہ بھی دیا کہ بدوں ضروری امور ملکی کے سرزمین کشمیر میں صرف سیر و شکار کے لئے بادشاہوں کا آنا راحت و آسائش کے خلاف ہے۔ آخر تین ماہ کے قیام کے بعد صفر کو لاہور پہنچ گیا۔ اسلام خان بھی بادشاہ کے ہمرکاب لاہور گیا۔ اور ایسا گیا کہ پھر واپس نہ آیا۔ اس نے اپنی ایک سالہ حکومت ہی میں رعایا ئے کشمیر کو اپنی عدل گستری کے ذریعہ اپنا گرویدہ کر لیا تھا۔

سیف خان صوبہ کشمیر بار اول
سہ سالہ [illegible] سے [illegible]

سیف خان شاہجہان کے زمانے کے صوبیدار کشمیر تربیت خان کا بیٹا تھا۔ اس نے [illegible] میں نظامت کشمیر کا چارج لیا۔ مگر افسوس ہے کہ اس کی طبیعت بھی نام کی مناسبت سے بنائی گئی تھی۔ مذہبی متعصب اور شخصی پاسداری سے پاک صاحب رعب۔ جابر بلحاظ انصاف پسند اور اول درجے کا منتظم تھا۔ پیمائش اراضیات و رقبہ جات وغیرہ پہلے پہل اسی نے سرینگر میں جاری کی۔ ایک مرتبہ خواجہ محمد صادق نقشبندی نے حساب کی تفاوت پر کسی پنڈت کو ایسا زدوکوب کیا کہ وہ مجروح ہو گیا۔ سیف خان نے برآشفتہ ہو کر خواجہ صاحب کو اسی کے مکان پر برج دارالی کے نیچے اس قدر تازیانے لگوائے کہ وہ اپنی جگہ بیہوش ہو گیا۔ اندر داخل کرنے گئے تو بیچارے نے راستے ہی میں سسک سسک کر جان دے دی۔ اس واقعہ سے سیف خان کی بے لوثی کا سکہ عوام کے دلوں پر ایسا جما کہ بڑے بڑے متعصب وار اور رو سے ملک بھی اس کی بے تعصب معدلت شعاری سے کانپ اٹھے۔ اس کی ہیبت اور رعب سے لوگ بید کی طرح تھر تھر کانپتے تھے کسی کو مجال نہ تھی کہ اس کے سامنے آنکھ اٹھا کر بھی دیکھ سکے۔

اس کے بعد میں مرزبان ردلاخ و تبت نے سرکشی اختیار کر لی۔ بادشاہ نے سیف خان کو لکھا بھیجا کہ ایک تنبیہ اور تہدید کا رقعہ اپنی معرفت مرزبان تبت

کو پیغام بھیجو کہ وہ گمراہی کو چھوڑ کر شہنشاہ ہند کی متابعت اختیار کرے۔ اور
سکہ و خطبہ بادشاہ کے نام کا اپنے ملک میں جاری کرے۔ اور مسلمانوں کے
لئے وہاں ایک مسجد بنوائے اگر ان باتوں سے وہ انکار کرے تو اس کو اور
اس کے ملک کو پامال کرے۔ سیف خان نے محمد شفیع ایک معتمد کے ہاتھ
شاہی فرمان مرزبان تبت کو روانہ کیا۔ مرزبان کئی دنوں تک کشمکش و پیچ میں رہا
آخر سوائے اطاعت کے کوئی چارہ نظر نہ آیا۔ جمعہ کے دن اہل شہر کو جمع کر کے
بادشاہ کے نام کا خطبہ پڑھایا اور خطیب کے سر پر سے سونے چاندی کے
پھول نچھاور کئے۔ خلعت فاخرہ دیا۔ عالمگیر کے نام کا سکہ مسکوک کرایا۔ مسجد
کی تیاری کا حکم دیا۔ اور اس کے ثبوت میں مسجد کا نقشہ اور عالمگیری سکہ
کی دو ہزار اشرفیاں اور نو ہزار روپیہ بادشاہ کے پاس روانہ کیا۔

ایک دن شیخ عبد الرشید چکی آستانہ چرار شریف کی زیارت کے لئے جا رہے
تھے۔ راستہ میں حیدر ملک چاڈورہ کے بیٹے حسین ملک سے دوچار ہو گئے
اثنائے گفتگو میں سخت کلامی درمیان آئی۔ حسین ملک نے صحابہ کرام کے نام
سب و شتم کہنا شروع کر دیا۔ جس سے سخت تنازعہ برپا ہو گیا۔ اور مار کٹائی کی
نوبت آ پہنچی۔ شیخ صاحب نے سرینگر واپس آ کر ناظم کے پاس مرافعہ کیا۔ جس نے
بعد تحقیقات بسیار اس خیال سے کہ کوئی فساد نہ برپا ہو [illegible] عالمگیر کے پاس بھجوا دیا
جس نے فریقین کو طلب کیا اور بعد تحقیقات کے بموجب فتویٰ قاضی ملک کے قتل کی
حسین ملک کو قتل کرا دیا۔ اہل تشیع نے اس دردانگیز واقعہ کو پُردرد الفاظ میں ایک مرثیہ
منظوم کیا جس کا ایک شعر بطور نمونہ یہاں بھی درج کیا جاتا ہے

شد از ظلم و سب داد قوم یزید — حسین ابن حیدر رضا بادا شہید

سیف خان نے شمالی کنارے پر باغ سیف آباد تعمیر کیا۔ اور اس کی سیرابی
کے لئے نالہ سندھ واقع [illegible] سے نہر کھدوانی شروع کی لیکن جب یہ نہر باغ کے
نزدیک پہنچی تو اس کی تبدیلی کا حکم آ پہنچا۔ آخر باغ ادھورا ہی چھوڑ کر ۱۰۷۹ھ میں واپس
ہو گیا۔

مبارز خان صوبہ کشمیر ایک سال ایک ماہ ۱۰۷۹ھ سے ۱۰۸۰ھ	۱۰۸۰ھ میں مبارز خان

نظامت کشمیر پر جانشین ہو کر عدالت گستری اور نصفت شعاری سے حکومت شروع کی یہ خود بیدار قوم کا سید تھا اور خود تو بڑا صالح اور نیک اطوار تھا اور باوجود اس منصب جلیلہ کے نقش مہنگر یا پیادہ جا مع مسجد جاتا اور غربا اور مساکین کے لئے دستر خوان کھلا رکھتا لیکن توم اور نیک جو اس کی مصاحب اور مشیر خاص لوگوں کو سخت سامنے لگ یاس قوم کے افراد نے صوفیوں کی پردہ دری اور عفت شعار بیبیوں کی عصمت دری کے علاوہ ناحق لوگوں کا خون بہانے لگے جس سے نیک سیرت مبارز خان کی عزت و حرمت میں بھی فرق آنے لگا۔

اس کی حکومت کے دوسرے سال [illegible] میں عبداللہ خاں والئے کاشغر اپنے لڑکے نوازش خان کی مخالفت سے تارک السلطنت ہو کر بارادہ حرمین الشریفین کے لئے عازم کعبہ ہوا عالمگیر نے از راہ مہمان نوازی محمد صادق بخشی اور بعض دیگر امراء کو اس کی خاطر تواضع پر مامور کیا۔ کشمیر پہنچنے پر مبارز خان نے اس کی ضیافت میں پچاس ہزار روپیہ خرچ کیا جس کے علاوہ بیشمار تحفہ و تحائف از قسم ظروف طلا و نقرہ اور دیگر عجائبات کشمیر بھی اس کے پیش کئے اور روانگی کے وقت خود بھی اس کے ساتھ ہی عالمگیر کی خدمت میں روانہ ہو گیا صرف ایک سال ایک ماہ نظامت ملک پر مامور رہا۔

سیف خان صوبہ کشمیر بار ثانی
۲ سال [illegible] سے [illegible]

[illegible] میں دوسری مرتبہ سیف خان نظامت کشمیر پر ممتاز ہو کر آیا اور اپنے تکمیل طلب باغ میں بمقام و تہ مار اقامت پذیر ہوا اب کے اس نے قاضی عبدالرحیم کو مدار المہام جزو کل بنایا لیکن ملا محمد رضا کے بیٹے قاضی ابوالقاسم کو سابقہ کدورت کے باعث ملک سے نکالا اور وہ اپنے مہربان مبارز خان سابق صوبہ کشمیر کی حمایت میں چلا گیا جس کی رفاقت نے اسے ملک سے اخراج کرایا تھا۔

دوسری ماہ ستمبر سال ۱۶۶۹ء مطابق ماہ صفر [illegible] میں قریب غروب آفتاب کے ونچل آیا اور شام سے صبح تک زمین یکساں حرکت میں رہی لیکن چنداں نقصان نہیں ہوا۔

اس مرتبہ سیف خان نے آبادی ملک کی طرف گہری توجہ مبذول کی

بہت سے دالان آباد کئے۔ [illegible]ھ میں دہلی مینا کدل تعمیر کیا جس کی تاریخ یہ ہے

زمن سال بنا کش خضر بہ شفقت — صراط المستقیم اہل دین گفت

اس کی کوششوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ رعایا بھی آبادی مزروعات اور ترقی ملک کی کوششوں میں مصروف ہوگئی۔ چودھری مہیش شنکر نے جو ایک منصب دار ہوتا تھا۔ موضع ایشہ براری متصل سرینگر میں باسٹھ طبقوں کا ایک وسیع اور دلکش باغ بنایا جس میں جا بجا فوارے اور آبشار تعمیر کرا کے اس نے اسے باغ رضوان بنا دیا۔ اس باغ کی سیر سے آمد و رفت کے لئے اس نے سلطان سکندر کی قائم کی ہوئی بنیاد پر سر آب طیار کرائی جو اس کے مکان واقع محلہ نائید یار سے شروع ہو کر ڈل کے بیچوں بیچ الٹا کوس یعنے چار میل لمبی موضع ایشہ براری تک چلی گئی ہے جو اس وقت فراخ سڑک کا کام دے رہی ہے۔ اس سڑک پر بارہ پل ہیں جو ڈل کے دونوں جانب دونوں حصوں کا پانی ملاتے ہیں۔ ان میں سے ایک پر یہ شعر کندہ ہے۔

ہست تاریخ این خجستہ اساس — باشد پل مہیش شنکر داس۔

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سیف خان کے عہد میں شروع ہو کر یہ سڑک کئی سال میں طیار ہوئی۔ ناظم صوبہ چودھری کا باغ دیکھنے کے بعد اکثر کہا کرتا تھا۔

"چودھری مہیش باغ نکرد۔ در دل سیف خان داغ کرد"

اس کے آخری عہد میں حضرت خواجہ عبدالاحد سرہندی جو ولی اکمل تھے۔ بتقریب سیاحت رونق افروز خطہ ہوئے۔ ناظم بڑی ارادت مندی اور خلوص سے اُن کی خدمت گزاری میں سرگرم رہا اور اپنے مکان کے ساتھ ہی آتش خانہ دارا شکوہ میں سکونت کے لئے جگہ دی جس سے اسے بھی فیوضات باطنی سے بہرہ ور ہونے کا موقع مل گیا۔ حضرت خواجہ تین ماہ کے قیام کے بعد خود تو واپس تشریف لے گئے لیکن سیف خان کے دل کو انہوں نے ایسا پکڑا کہ تمام شیخیاں اور چالاکیاں اور شان و شوکت ایک دم دور ہو گئیں۔ یہانتک کہ ۱۰۷۸ھ میں منصب نظامت سے مستعفی ہو کر گوشہ نشین ہو گیا۔

افتخار خان صوبہ کشمیر ہوا۔ سال ۱۰۷۸ھ سے ۱۰۸۶ھ	افتخار خان نے مسند نظامت پر

قدم رکھا کر حویلی شاہزادہ محمد سلیم میں سکونت اختیار کی اور عدل و انصاف اور رعایا پروری سے حکمرانی کرنے لگا۔ اس کی چار سالہ صوبیداری امن و امان سے دنوں کی طرح گذر گئی کہ معلوم بھی نہ ہو سکی۔ اس کی واپسی کے نزدیک ہی مشہور حادثہ آتشزدگی کا وڈارہ جس میں بارہ ہزار گھر اور مسجد جامع بھی جل گئے تھے واقعہ ہوا۔

قوام الدین خان صوبہ کشمیر ۳ سال [illegible]

۱۰۷۵ھ میں صوبیداری کشمیر قوام الدین کے نام منتقل ہوئی اس نے بھی شاہزادہ سلیم کی حویلی میں قیام کیا۔ قوام الدین شاہزادگان ایران کے احفاد سے تھا اور بڑا صاحب علم و متانت تمام اوصاف حسنہ سے متصف تھا۔ مجرموں کی شناخت اور تنبیہ کے لئے اس نے کلاہ تختہ ایجاد کی جو پرانی انگلینڈ کے فلنگ کیپ کی طرح اثبات جرم کے موقعہ پر ملزم کے سر پر پہنائی جاتی تھی۔

اس کے عہد میں خواجہ محمد شریف اور خواجہ محمد صابر جو سادات دہ بیدی کے جد امجد اور مخدوم اعظم دہ بیدی کی نسل سے تھے وارد خطہ ہو کر مستقل طور پر یہیں سکونت پذیر ہو گئے۔

افتخار خان کی نظامت کے اختتام پر آتشزدگی کا وڈارہ جس میں جامع مسجد تاسہ جل گئے۔ قوام الدین نے نئے سرے سے تعمیر کرایا بیشتر خصوصاً جامع مسجد سرینگر کی تعمیر پانچویں مرتبہ اسی کے عہد میں تکمیل کو پہنچی۔

تین سال تک عدل و انصاف سے حکومت پذیر رہ کر ۱۰۷۸ھ میں قوام الدین واپس چلا گیا۔

ابراہیم خان صوبہ کشمیر ثانی ۵ سال [illegible]

۱۰۸۹ھ میں پھر ابراہیم خان منصب صوبیداری کی عنان دوسری مرتبہ ہاتھ میں لیکر وارد کشمیر ہوا۔ اب کے ماسبق حکومت کی بدنامی رفع کرنے کی کوشش میں اس نے خلق خدا کو بہت آسائش و آرام پہنچایا اور ملک کا انتظام بطریق احسن کیا۔

اورنگزیب کی فرمانروائی میں ابراہیم خان کی صوبیداری متواتر جو اثبات سے مملو ہے۔ پہلے پانچ سال تو امن و امان سے گذر گئے۔ لیکن [illegible]ھ کے آغاز سے پنج دکھن کا گذر ہوا۔ نہ مادہ از سر نو تازہ ہو گیا۔ اس کی ابتدا ایک ملا کابل کی

متواتر وقت الکم بارش باران سے ہوئی۔ جس سے طغیانی آب اس زور شور سے
واقع ہوئی کہ تمام ملک پانی ہی پانی ہوگیا۔ مکانوں کے مکان بنیاد سے اکھڑ گئے
اکثر چوبی مکان بہتے بہاتے مثل حباب پانی پر تیرنے لگے۔ ان میں سے بعض
مکانوں میں تو اہل خانہ بدستور بیٹھے ہوئے روتے پیٹتے چلے جاتے تھے۔
دریا کے تمام پُل بھی بہ گئے۔ زراعت اور مال مویشی بھی دریا برد ہوگئے۔
طوفان بیحد۔ اس طوفان کی تاریخ ہے۔ جو مقامات طوفان سے بچ رہے ان
کی خیر [illegible] کو حضرت سے بھونچال نمودار ہوگئے جو عرصہ تک زمین پانی کی طرح
متحرک رہی۔ اس سے بھی سینکڑوں جانیں تلف ہوگئیں۔ ہزاروں مکانات گر کر
خاک میں مل گئے۔ جب ان سے کسی قدر نجات ملی۔ تو اسی سال کوہستان
کاشغر سے نکل کر قوم قلماق ملک تبت پر حملہ آور ہوئی۔ حاکم تبت مغلوب ہوگیا
اور اس نے بادشاہ سے امداد مانگی۔ سرکشوں کی سرکوبی کے لئے عالمگیر نے
افواج کابل و کشمیر مامور کیں و ابراہیم خان کے بیٹے فدائی خان کو سالار فوج بناکر
خوانین کابل کے ساتھ تبت بھجوایا۔ دو ایک معمولی لڑائیوں کے بعد قلماق پسپا
ہوگئے اور فدائی خان بیشمار مال غنیمت اور یرغمال کے ساتھ فتح و نصرت کا ڈنکا بجاتا
ہوا مراجعت پذیر ہوا۔

اس کے بعد [illegible] میں ایک ایسا ہنگامہ برپا ہوا جس نے ابراہیم خان
کی ساری خدمات اس کی ذراسی لغزش سے خاک میں ملادیں۔ بلکہ نظامت
سے بھی معزول کر کے مغضوب شاہی بنا دیا۔ وہ یہ ہے کہ محلہ حسن آباد[1] کے شیعوں
میں سے عبد الشکور نے صادق نام ایک سُنی کو مار پیٹ کی۔ اس موقعہ پر بہت
سے شیعہ اور سنی جمع ہوگئے۔ اور اس جھگڑے نے شخصی فکر رنجی کی حدود
سے نکل کر قومی عناد کی صورت اختیار کرلی۔ گلی گلی کوچہ کوچہ سے جماعت در جماعت نوجوانوں
نے لاٹھی اٹھالی اور فریقین دھڑا دھڑ پٹنے لگے۔ ناظم بھی مدافعہ پر پہنچا اور شیعوں
کی حمایت اور پاسداری پر مستعد ہوگیا۔ اور عبد الشکور وغیرہ کا بیان قلمبند کراتے

[1] حسن آباد اگرچہ سرینگر سے کچھ فاصلہ پر ہے لیکن اسی کا محلہ شمار ہوتا ہے اور اس میں
شیعہ لوگ رہتے ہیں۔

مکان پر لے گیا جس سے قاضی محمد یوسف کے دل میں آتش غیرت بھڑک اٹھی
یہ نائرہ فساد آناً فاناً تمام سرینگر میں مشتعل ہو گئی اور تمام مسلمان لاٹھیاں اور ہتھیار
لیکر اور مشتعل کھڑے ہو گئے ابراہیم خان کے مقابلہ میں تو کچھ نہ کر سکتے تھے
اور عبد الشکور بھی اس کے مکان میں پناہ گزین تھا اس لئے انہوں نے
موجد فساد کو چھوڑ کر حسن آباد کا رخ کیا اور تمام محلہ کو آگ لگا دی یہ خبر سنکر
فدائی خان جوش جوانی اور خروش جہانبانی سے سرشار نظامت کی فوج آراستہ
کرکے شیعوں کی امداد کے لئے حسن آباد پہنچا ادھر سے تمام اہالیان شہر اور
افواج کابل کے خوانین - مرید خان - الف خان اور مرزا مقیم وغیرہ اپنی اپنی
فوجیں لیکر شیعوں کی امداد کے لئے پڑے - خواجہ محمد یوسف دہ بیدی - خواجہ
محمد صابر - مرزا سلیم اور مرزا حلیم بیگ کاشغری سے شامل ہو کر شیعوں اور
فدائی خان کی جماعت پر جا پڑے اور کشت و خون کا ہنگامہ بپا ہو گیا جانبین
کی بہت سی جانیں تلف ہو گئیں - آخرکار بدمعاش لوٹیرے اور مفسد چاروں
طرف لوٹ مار اور غارت و تاراج مچانے لگے آخر کار ابراہیم خان نے مجبور
ہو کر عبد الشکور وغیرہ کو ان کے حوالہ کر دیا جن کو عوام نے اس کے بیٹوں
سمیت قتل کر دیا - قاضی محمد یوسف لوگوں کی خود سری اور جوش وخروش
سے خائف ہو کر اپنے مکان کو واپس چلا آیا اسی اثنا میں ملا محمد طاہر مفتی
اعظم او ر فضلاء اور لوگوں کو ایسی سرکشی سے باز رکھنے کے لئے وعظ و نصائح
کرنے لگا لیکن اس گفتگو نے الٹا اثر کیا - لوگ مفتی سے بھی منحرف
ہو گئے بلکہ اس کے مکان پر حملہ کر کے اوسے بھی لوٹ لیا اسی اثنا میں
انہوں نے شیعوں کے مقتدا بابا قاسم کو سر راہ پکڑ لیا - اور عتاب شدید
سے مار ڈالا اس پر فدائی خان فوج لیکر عوام کی ہدایت کے لئے دوبارہ محلہ
اور مرزا سلیم کے مکان کے متصل لڑائی شروع ہو گئی جس میں علاوہ کئی غریبوں
کے مرزا سلیم بھی مارا گیا - ادھر قابا بالے جو خواجہ حبیب اللہ نوشہری کے
احفاد سے تھا - ناظم صوبہ کی حویلی کو آگ لگا دی جس پر ابراہیم خان نے
غضبناک ہو کر سرکشوں کی تادیب کے لئے افواج قاہرہ تعینات کی - بقایا

قاضی محمد یوسف۔ خواجہ لالہ گنائی۔ خواجہ حاجی باٹھ سے خواجہ قاسم لنگہ وغیرہ رؤسائے شہر گرفتار ہو گئے۔ اسی اثنا میں جب اورنگ زیب کو اس واقعہ کی خبر ملی تو اس نے ابراہیم خان کی معزولی اور حفظ اللہ خان حاکم لاہور کی تقرری کا فرمان بدیں مضمون بھجوا کر اسے واپس بلا لیا۔

مضمون فرمان

مشہور حضرت سبحان ابراہیم خان بداند۔ جم غفیر از جمع کثیر از مردم کشمیر بحضور استغاثہ نمودہ ایا بہ سریر خلافت مصیر رسانیدند کہ آں مغفور فیما بین اسلام را [illegible] آزار دادہ اکثرے از فرقہ مسلمین بشہادت رسانید۔ حال بحفظ اللہ خان صوبہ مفوض شدہ لازم کہ آں مخذول خود را معزول دانستہ سر خود در قہر الٰہی بسپارد۔ بغیر ازیں چارہ ندارد۔

اس حکم کے صدور پر ابراہیم خان اور فدائی خان کی آنکھیں کھل گئیں اور مسجد میں سپاہیوں کو ساتھ لیکر بغیر قیل و قال دار الخلافہ شاہی کو روانہ ہو گئے۔ جب لاہور پہنچے تو اسیروں کی رہائی کا حکم بھی پہنچ گیا اور وہ واپس آ گئے۔ ابراہیم خان آٹھ سال کی حکومت کے بعد بدستور سابق بدنامی کا ٹیکہ ماتھے پر لگا کر صوبہ کشمیر حفظ اللہ خان کو سونپ گیا۔

حفظ اللہ خان صوبہ کشمیر ۱۰۸۶ھ سے ۱۰۹۱ھ

سنہ ۱۰۸۶ھ میں حفظ اللہ خان نے عنایت حکومت پا کر چھ سال میں لیکر سرکشوں کی گوشمالی کی۔ اور ملک کو فتنہ و فساد سے پاک کر دیا۔ دو سال کے بعد ۱۰۸۸ھ میں اس نے عالمگیر کے فرمان سے ابو الفتح دیوان صوبہ کو قائم مقام چھوڑا اور خود راجوں کی سرکوبی کے لئے لشکر لیکر جموں کو روانہ ہوا۔ لیکن جموں فتح کر کے سیدھا بادشاہ کے پاس چلا گیا۔ اور ابو الفتح بدستور نیابت صوبہ کا کام سرانجام دیتا رہا۔ ایک سال بعد ۱۰۸۹ھ میں اس کو بھی بادشاہ نے بلا لیا اور یہاں ناظم صوبہ کے متوسلین میں سے ایک شخص شیخ ابو المفتح نام نیابت صوبہ کا کام کرنے لگا۔ اس کے زمانہ میں [illegible] لوگوں نے سخت تکلیف اٹھائی۔ آخر اسی سال کے بعد ۱۰۹۰ھ میں حفظ اللہ خان کی صوبہ داری مظفر خان کے نام منتقل ہو گئی۔

مظفر خان صوبہ کشمیر
دو سال [illegible]ھ سے [illegible]ھ

مظفر خان شائستہ خان کا لڑکا تھا۔ ظالم، سفاک اور بدکردار تھا۔ اس نے اپنی بداعمالیوں سے خلق خدا کو سخت بیزار کیا۔ چوتھائی
چور و باعث پہرہ داری کر دیئے۔ چوتھائی تردد داری حاصل نمک وغیرہ پر ظلم
از سر نو بجبر شروع ہو گئے۔ خصوصاً ملت چوتھائی نے ایسا رواج پالیا کہ ایک
مرتبہ کسی نے کلام اللہ کی ملکیت کا دعویٰ اس کی عدالت میں دائر کیا۔ ثبوت کافی
پہنچایا۔ یہ دو فیصلہ کے موقع پر اس نے قرآن مجید سے ساڑھے سات سپارے
بعوض چوتھائی کٹوا لئے۔ ایسے ظالم حاکم کو خدا نے زیادہ عرصہ نہ رہنے دیا اور
۲ سال حکمرانی کرنے پایا تھا کہ اورنگ زیب تک شکایتیں پہنچنے لگیں آخر اس سے
جلد نوبت آئی معزول کر کے واپس بلا لیا۔

ابو النصر خان صوبہ کشمیر
۲ سال [illegible]ھ سے [illegible]ھ

[illegible]ھ میں شائستہ خان کا دوسرا بیٹا ابو النصر خان صوبہ کشمیر ہو کر آیا۔ بھائی سے بڑھ کر ظالم اور سفاک تھا۔ اس نے جور و تعدی سے خلق خدا کو بالکل مجبور و مفلوک کر دیا۔

اس کے عہد کے دو واقعات خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ایک تو یہ کہ رستم نامی
ایک شخص نے صحابہ کرام کی توہین کی۔ سنیوں نے توہین مذہب اور دل آزاری
میں اس پر استغاثہ کیا۔ تحقیقات اور چھان بین ہونے کے بعد قاضی عبد الکریم کے
فتویٰ سے رستم ماخوذ قتل کیا گیا۔ دوسرا واقعہ یہ ہے کہ انہیں دنوں میں ماہ شعبان
کے اندر ایک شخص میر حسین سبزواری کشمیر میں آیا اور اپنے آپ کو صاحب
کشف و کرامت ظاہر کر کے کوہ سلیمان کے دامن میں سکونت پذیر ہوا۔ ضعیف
الاعتقاد کہاں نہیں ہوتے اور بقول شخصے "شیخ چو احمق در جہان باقی است
کس نے ماند" کشمیر میں بھی ضعیف الاعتقادوں کی کمی نہ تھی۔ لوگ جوق جوق جمع ہونے
شروع ہوئے۔ اس کی خدمت اور اس کے احترام میں مبالغہ کرنے لگے۔
ایک دفعہ ماہ رمضان کے دنوں میں ابھی دن کا حصہ باقی تھا کہ آسمان پر سیاہی چھا
گئی اور طوفان باد و باراں نے اندھیری رات کا سماں پیدا کر دیا۔ لوگوں نے
روزہ افطار کر کے نماز مغرب پڑھ لی۔ نماز کے بعد جب اکثر لوگ کھانا
کھا چکے تھے تب ایک سیاہی دور ہوئی اور سورج نکل آیا۔ مرد و زن [illegible] ہاتھ

والوں نے پیر صاحب کو آسمان پر چڑھا دیا اور یہ مشہور کر دیا کہ یہ سب کچھ
سبز داڑھی صاحب ہی کی کرامت کا نتیجہ ہے۔ سبز داڑھی کی شامت اعمال
سے رفتہ رفتہ اس کی مصنوعی اور ہوائی کرامتوں کا چرچا عالمگیر جیسے واقف کار
بادشاہ کے کانوں میں پہنچا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سبز داڑھی صاحب کو بحکم شاہ عالمگیر
ع پا بدستِ دگرے دست بدستِ دگرے کشمیر سے نکلنا پڑا۔

آخر چھ سال کی حکمرانی کے بعد ۱۰۹۹ھ میں ابو نصر خان نظامت کشمیر سے واپس
دارالسلطنت میں بلوا لیا گیا۔

فاضل خان صوبہ کشمیر
سہ سال [illegible]

ابو النصر خان کی جگہ فاضل خان ناظم صوبہ مقرر ہوا۔ اس کا
اصلی نام مرزا برہان تھا اور خان سامان کا بھتیجا تھا۔ مسند
نظامت پر قدم رکھ کر اس نے ملک کی کایا پلٹ دی۔ رعیت پروری اور عدل
و احسان میں شہرہ آفاق ہو گیا۔ بہت سے مظالم جو سابقہ صوبیداروں کے عہد
میں رائج ہو گئے اس نے یک قلم درگذر کر دیئے۔ علاوہ حاصل نمک [illegible]
اور چوتھائی جو ظفر خان صوبیدار کے عہد میں بڑے زور و شور پر تھے اس نے
ان سب کو موقوف کر دیا۔ اس کے علاوہ آفات ارضی و سماوی سے
اگر محاصل ملک کو نقصان پہنچتا۔ تو فاضل خان مظلوم رعایا کو جبرانی مالیہ میں مناسب
رعایت دیتا۔ خیرات۔ میراث۔ وظائف و جاگیرات سے بھی اس نے رعایا کو
بہرہ اندوز کیا اور اکثروں کو بڑے بڑے مناصب اور جاگیرات عطا کر کے [illegible]
[illegible] کے بعد پہلی مرتبہ عوام کو منصب داری صوبہ میں بلا امتیاز [illegible] داخل
کرنے کا دستور جاری کیا۔ مسجد ہشت چنار۔ سرائے ہشت چنار۔ خانقاہ حسن آباد
خانقاہ جوگی لنگر اور مسجد کے متصل مدرسہ اور حمام بنوائے۔ ان کے علاوہ
اور بہت سے مواضعات۔ باغات۔ سرائیں بھی تعمیر کرائیں۔ اور پرانی عمارتوں کی
مرمت اور ترمیم میں انتہا درجہ اہتمام کوشش کرتا رہا۔

[illegible] خواجہ محمد طاہر [illegible]
سے باہمی کدورت چلی آتی تھی۔ اس کے عہد میں ۱۱۰۱ھ مطابق [illegible] عید
مبارک کی صبح کو لوگ نماز عید کے لئے عیدگاہ میں جمع ہو رہے تھے کہ خواجہ محمد

بیگ نے قریب سے عید مبارک کا مصافحہ کرتے ہوئے اس پر پستول داغ دیا جس سے وہ فوراً مر گیا۔ شاہسوار بیگ کے بھائی مومن بیگ نے جھپٹ کر قاتل کو بھی وہیں ڈھیر کر دیا۔

اس کے بعد اسی سال حضرت محمد مصطفیٰ رسول عربی کے گیسوئے راست کا ستہ موئے مبارک خطہ جنت نشان میں ورود سعادت مورود ہوا جس کی تاریخ قلندر بیگ شاعر نے ان الفاظ میں منظوم کی ہے ؎

محتاجاں را بوقت حاجت طلبی
موئے مدد است یا رسول عربی

سیکے تنزل سیکے ہاتف گفت
کشمیر مدینہ شد ز موئے نبی

یہ موئے مبارک خواجہ نور الدین المعروف بہ ایشبری نے قیام بیجا پور کے دنوں میں بڑی کوشش اور خرچ سے حاصل کیا تھا جب اس کا انتقال ہو گیا تو موئے مبارک لاش کے ساتھ کشمیر روانہ کیا گیا۔

میر ابراہیم خود بھی فاضل خان تھا اور علما فضلا کا اعزاز و اکرام بھی بہت کرتا تھا جن کی صحبت کے اثر نے اسے بھی ایک نیک سیرت حاکم اور سچا مسلمان بنا دیا۔ ادائے نماز جمعہ کے لئے عموماً مسجد جامع میں جاتا۔ اور مشائخ وقت کی خدمت اور مقابر اولیا کی زیارت کے لئے بھی بصدق دل حاضر ہوتا۔ آخر سال سہ بین سال تک نظامت کشمیر کو حسن انتظام سے مستفیض کر کے ملتان میں منتقل ہو گیا۔

ابراہیم خان صوبہ کشمیر بار سوم ۵ سال ۱۱۱۰ھ سے ۱۱۱۴ھ تک

۱۱۱۰ھ میں پھر ابراہیم خان کا شیوہ جاگا۔ اور تقصیرات سابقہ کی معافی حاصل کر کے تیسری مرتبہ کشمیر آیا۔ راستے میں مستجی فاضل خان سے ملاقات ہوئی۔ اور دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ رخصت کے موقعہ پر خواجہ علی اکبر فاتح نگار نے جو حاضر مجلس تھا۔ دونوں کی موجودگی میں فی البدیہ کہا ہے ؎

عید رمضان آمد ماہ رمضان رفت
صد شکر کہ این آمد و صد حیف کہ آن رفت

اس مرتبہ خلاف سابق ابراہیم خان تلافی مراقات میں مشغول ہوا۔ شیعہ و سنی دونوں فرقوں کو ایک نظر سے دیکھنے لگا۔ رعایا کی بہبودی اور بہتری کے لئے

سی حیلہ کرکے ایسا ہو ولعیر ہوگیا کہ لوگوں کو تھوڑی سب شکایتیں بھول گئیں۔
ایک دن شاہی مخبروں نے ایک شخص کو اورنگ زیب کا بھائی شاہ شجاع سمجھ کر اس کے روبرو پیش کیا۔ لیکن اس نے دیکھتے ہی اسے رہا کر دیا اکثروں کا خیال ہے کہ ابراہیم خان نے پہچان کر از راہ ترحم عمداً اسے چھوڑ دیا۔
اس کے بعد ۱۰۸۷ھ میں عبداللہ خان والئے کاشغر کا بھتیجا ارسلا خان چچے کی دست تعدی سے بھاگ کر کمک کے لئے کشمیر آیا۔ لیکن ابراہیم خان اور اس کے درمیان کسی وجہ سے سوئی مزاجی پیش آئی اور ناظم نے عالمگیر کے حضور میں کثرت اخراجات۔ قلت محاصل۔ اور تعذر تسلط ملک کی مشکلات کا نقشہ کھینچ کر اس کے ذہن نشین کر دیا کہ اس بارے میں مزید کارروائی کی ضرورت نہیں۔ بادشاہ نے اس کی تجویز پر "مسند آخرین مبارک بندہ الیست" کار بارک دیگر ارسلا خان کو اپنے حضور میں بلا لیا۔ اور کابل کی فوج اس کی امداد کے لئے مقرر کی۔ ارسلا خان کے ورود کشمیر کی تاریخ۔ "خان عالیشان" ہے اس کے بعد جلدی ہی عبدالفتاح گوجر نے پونچھ میں سرکشی اختیار کی لیکن گرفتار ہوگیا۔ آخرہ سال کی نظامت کے بعد [illegible] میں نیکنامی اور شادکامی کے ساتھ تبدیل ہو کر حکومت احمد آباد پر مامور ہوا۔

نوازش خان صوبہ کشمیر
ایک سال چھ ماہ [illegible]

ابراہیم خان کے بعد نظامت کشمیر کا سہرا نوازش خان کے سر بندھا۔ چونکہ اسے کشمیر پہنچنے میں کچھ توقف لاحق ہوا اس لئے اس نے پہلے تو ملا اشرف صدر دیوان کو اپنا نائب بنا کر مختار کار کر لیا۔ اور اس کے بعد خواجہ عبداللہ دہ بیدی کو نیابت کا کام سپرد کیا۔ چند ماہ کے بعد جب اسے فراغت ہوگئی تو خود بھی عازم کشمیر ہوا۔ جب بارہ مولہ پہنچا تو اورنگ زیب کے انتقال کی خبر نے اس کی آئندہ جہانبانی کے سارے کھیل کو درہم برہم کر دیا۔ اسی اثنا میں محمد معظم شاہ ولیعہد اورنگ زیب نے باپ کی وفات سے مطلع ہو کر نوازش خان کو منصب ایالت کشمیر سمیت پشاور بلا بھیجا۔ لیکن اس نے مردم کوہستان کے شور و فساد اور ملک کشمیر کی سرکشی کا عذر پیش کیا اور جواب آنے تک خود سری نگر میں داخل نہیں ہوا بلکہ میدان عیدگاہ میں قیام افگن رہا۔

جب بادشاہ کی طرف سے مستقل صوبیداری کا حکم پہنچ گیا تو اس نے داخل شہر ہو کر عنان حکومت سنبھال لی عرصہ تخمیناً ایک سال تک عدل و انصاف سے حکمرانی کرنے کے بعد ۱۷۰۷ء میں تبدیل ہو گیا۔ اور اس کی جگہ جعفر خان ناظم صوبہ مقرر ہو کر آیا۔

قطب الدین محمد معظم شاہ عالم بہادر

ایام حکومت ۵ سال ۱۹ روز ۱۷۰۷ء نہایت ۱۷۱۲ء مطابق
۱۱۱۹ھ نہایت ۱۱۲۴ھ ہجری

محمد معظم اورنگ زیب کا دوسرا بیٹا ۱۶۴۳ء میں پیدا ہوا۔ اور بڑے بھائی سلطان محمد کے انتقال پر ولیعہد سلطنت مقرر ہوا۔ ایام شاہزادگی میں دکن اور ایران کی جنگوں سے کامیابی فراغت حاصل کرکے اس نے باپ سے سرکشی اختیار کر لی لیکن گرفتار ہو گیا۔ اور سات سال تک قید رہا۔ آخر بادشاہ نے اس کا قصور معاف کر دیا۔ اور کابل۔ پشاور۔ لاہور اور ملتان کا حاکم بنا دیا۔ باپ کی وفات تک بدستور اسی منصب پر ممتاز رہا۔ جب اورنگ زیب کے انتقال کی خبر اسے پشاور میں ملی تو فوراً آگرہ کو روانہ ہو گیا۔ لاہور پہنچ کر جب چھوٹے بھائی اعظم شاہ کی تاجپوشی کی خبر سنی تو اس نے بھی اپنا جشن تاجپوشی لاہور میں منایا۔ اور جیسا کہ اوپر ذکر ہوا۔ اعظم شاہ کو بمقام اکبرآباد لڑائی میں قتل کرکے اول محرم ۱۱۱۹ھ مطابق ۱۷۰۷ء میں دربار شاہی آراستہ کیا۔ اور شاہانہ جلوس مرتب کرکے اعیان مملکت کو انعام و اکرام اور خلاع فاخرہ سے سرافراز کیا۔ اور اپنے آپ کو شاہ عالم بہادر کے نام سے مشہور کیا۔ تاریخ جلوس کے یہ تین شعر قابل ملاحظہ ہیں ؎

قدسیاں تہنیت سال جلوس — بشہ مرشد کامل گفتند
بہر جشن شہنشاہی را — مقبل خلد منازل گفتند
سال تاریخ ہمایون سعید — جشن شاہنشاہ عادل گفتند
۱۱۱۹ھ

تخت نشین ہو کر اس نے مرحوم اعظم شاہ کے بیٹوں اور دیگر لواحقوں کو مایہ عاطفت میں لیکر مورد الطاف خسروانہ کیا اور انہیں بڑے بڑے مناصب دیکر اس سے پہلے وسواس کر دیا۔

اسی سال ۱۱۱۹ھ میں اس نے نوازش خان صوبیدار کشمیر کو واپس بلا لیا اور اس کی جگہ جعفر خان کو ناظم صوبہ مقرر کر کے کشمیر بھیجوایا۔ آخر ۱۹۔ ماہ محرم ۱۱۲۴ھ مطابق ۱۷۱۲ء کو شاہ عالم بہادر بہتر سال کی عمر میں جبکہ بارادہ سیر کشمیر پر عزم تھا، دارلاہور میں راہی عالم جاودانی ہو گیا۔

یہ بادشاہ بہادر، رحمدل اور صاحب جود و سخا اور منبع لطف و احسان تھا۔ لیکن امورات ملکی کی طرف سے کسی قدر لاپرواہ تھا۔ اس نے سلطان معز الدین الملقب جہاندار شاہ، سلطان عظیم الدین المعروف عظیم الشان، سلطان رفیع القدر المعروف رفیع الشان اور سلطان خجستہ اختر الملقب جہان شاہ چار لڑکے چھوڑے جنہوں نے حسب معمول ایک دوسرے سے لڑائی جھگڑے پیدا کر لئے مگر انجام کار ذوالفقار خان میربخشی کی حسن سعی سے سلطنت جہاندار شاہ کے ہاتھ لگی۔

صوبیدار جو شاہ عالم بہادر کے عہد میں حکومت کشمیر پر مامور رہے۔

(۱) جعفر خان	یکسال ۳ ماہ	۱۷۰۷ء	تا	۱۷۰۹ء	مطابق ۱۱۱۹ھ	تا ۱۱۲۰ھ
(۲) ابراہیم خان	...تین ماہ	۱۷۰۹ء	”	۱۷۱۰ء	”	۱۱۲۱ھ
(۳) نوازش خان بار ثانی	یکسال ۲ ماہ	”	”	۱۷۱۱ء	”	۱۱۲۲ھ
(۴) عنایت اللہ خان	یکسال	۱۷۱۱ء	”	۱۷۱۲ء	۱۱۲۳ھ	۱۱۲۴ھ

جعفر خان صوبہ کشمیر یکسال ۳ ماہ [illegible] ۱۱۱۹ھ تا ۱۱۲۰ھ

جب تک جعفر خان خود کشمیر نہ پہنچ چکا، خواجہ عبداللہ دہ بیدی منصب نیابت کا کام سر انجام دیتا رہا۔ کچھ عرصہ کے بعد جب ناظم صوبہ خود پہنچا تو اس نے حکومت کا رنگ ڈھنگ ہی بدل دیا۔ جادۂ اعتدال سے منحرف ہو کر خلق خدا کو جور و ستم سے سخت آزار پہنچانے لگا۔ مدام نشہ شراب سے مخمور ہو کر طرح طرح کے افعال شنیعہ اور کردار قبیحہ کا مرتکب ہوتا۔ لوگ مظالم سے تنگ آ گئے۔ اس کا کچھ بگاڑ نہ سکتے تھے لیکن ناظم کے

بہت سے کشمیروں اور بیچاروں کے گھروں کو آگ لگا کر آمادہ فساد ہو گئے۔ ابھی یہ شعلہ مشتعل نہ ہوا تھا کہ کثرت شراب خوری سے جس کے باعث یہ پہلے بھی اکثر مریض رہتا تھا اس کو ایک سال تین ماہ کی حکومت کے بعد دنیا سے معدوم کر دیا۔ کسی منظوم نے تاریخ وفات حسب ذیل کہی۔ جان جعفر خان بہ جحیم [illegible]

جعفر خان کے ورثاء اس کی لاش کو ہندوستان لے گئے۔ منصب صوبہ داری کچھ دنوں تک خالی رہا لیکن ارکین حکومت نے جلدی ہی نئے صوبہ کے پہنچنے تک قاضی محمد فاروق عرف عارف خان کو انصرام مہام کے لئے مقرر کر لیا۔

اس کے عہد میں ایک عورت نے جہلم سے آکر محکمہ قضا میں خود ایسے جرم کا اقبال کیا جس کی سزا موت تھی۔ اہل عملہ نے اسے اس حرکت سے باز رکھنے کے لئے بڑی کوشش کی لیکن وہ اپنی استدعا پر قائم رہی۔ آخر بہت سی رد و کد کے بعد قاضی نے مجبور ہو کر اسے قتل کرا دیا۔ مشہور قاضی القضات قاضی حیدر الملقب قاضی خان جو دار الخلافہ شاہی میں اواخر حکومت عالمگیر سے ابتک عہدہ قضا سر انجام دے رہا تھا [illegible] میں بمرض اسہال قضا پا گیا۔ اس کی لاش کشمیر لائی گئی۔ اور موضع بچھ پورہ کے باغ میں سپرد خاک کی گئی۔

ابراہیم خان صوبہ کشمیر بار چہارم دو ماہ [illegible] مطابق [illegible]

احمد آباد، کابل اور پشاور کی خدمات نے ایسے ابراہیم خان سے اپنے باپ علیمردان خان کے نام اور رتبہ تک پہنچا دیا تھا اور اب چونکہ اور آخری بار ملک الموت نظامت کشمیر کے بہانے کشمیر لے آیا۔ جس نے تین مہینہ کے قلیل عرصہ میں اسے دار الآخرت میں پہنچا دیا۔

نوازش خان صوبہ کشمیر بار ثانی ایک سال دو ماہ [illegible] مطابق [illegible]

نئے صوبہ کے پہنچنے تک بھی عارف خان بدستور سابق مہام نظامت سرانجام دیتا رہا۔ نوازش خان نے بھی وارد کشمیر ہو کر اسے منصب نیابت پر بحال رکھا۔ بلکہ اس کی دیانت داری اور خدمات حسنہ سے محظوظ ہو کر اس نے بادشاہ سے امانت خان کا خطاب بھی دلوا دیا۔

اس کے عہد میں پہلے تو کثرت باران کے باعث طوفان سیلاب نے
مزروعات اور مکانات کو سخت نقصان پہنچایا۔ اس کے بعد حادثۂ آتشزدگی
نے شہر سرینگر میں حبہ کدل سے محلہ لچھی مر اور اس کے اطراف تک
قریب بیس محلہ یا چالیس ہزار گھر صاف کر دیئے۔ ایک سال پانچ ماہ کی نظامت
کے بعد بادشاہ نے نوازش خان کو واپس بلوا لیا اور اس کی جگہ عنایت اللہ خان
کو جو منصب خان سابق رہ چکا تھا عنایت کی۔

عنایت اللہ خان کاشانی سہ بارہ ایک سال ۹۔ ماہ ۱۱۲۱ھ سے ۱۱۲۳ھ

۱۱۲۱ھ میں عنایت اللہ خان نے بھی اپنی طرف سے عارف خان یعنی امانت خان کو نیابت کا پروانہ بھیجا
اس نے رعیت پروری دادگستری اور نیک نیتی سے اپنے منصب کو نبھایا۔ اور
اپنے آقا کی مطابعت اور فرمانبرداری میں سرگرم رہا۔ اس کی نیابت میں خلیل
بیگ شیعہ صحابہ کرام کو برا کہنے کے جرم میں قاضی محمد اکرم کے فتویٰ سے
قتل کیا گیا۔ پرانے ناظم جعفر خان کے عہد میں مہیش پنڈت منصب پیشکاری
سرانجام دیتے ہوئے کئی ایک ظالمانہ اور ناشائستہ کارروائیوں کا مرتکب ہوا
تھا۔ لوگ ناظم مذکور کے مظالم کا مصدر اسی کو سمجھتے تھے اور اسی کی ایذا رسانی
کے لئے ادھار کھائے بیٹھے تھے۔ اب امانت خان کے وقت جس
موقعہ پا کر یہ لوگ اس پر حملہ آور ہو گئے لیکن پنڈت عجیب چال چلا۔ اس نے
فوراً لڑکوں سمیت خواجہ محمد آفتاب نقشبندی کے ہاتھ پر بیعت اسلام اختیار
کر لی۔ جس سے لوگوں کا کینہ فرو ہو گیا۔ اور اسے بھی نجات ملی۔ اسی سال
۹۔ ماہ کی نیابت کے بعد ۲۲۔ ماہ شوال ۱۱۲۲ھ میں امانت خان دنیائے فانی
سے کوچ کر گیا۔ اور ناظم کشمیر کو دوسرا نائب ڈھونڈھنا پڑا چنانچہ اب کے اس
نے اپنے داماد مشرف خان کو نیابت صوبہ سے مشرف کیا۔ اس نیابت
کے تین مہینے گذرنے پر ۹۔ ماہ محرم ۱۱۲۴ھ کو شاہ عالم بہادر کا انتقال ہو گیا
تاہم اس کے جانشین جہاندار شاہ نے بھی عنایت اللہ خان کو نظامت
کشمیر پر بحال رکھا۔ اس تغیر کے بعد بھی تین مہینہ تک تو مشرف خان ہی بدستور
نیابت کا کام سرانجام دیتا رہا۔ لیکن اس کے بعد ماہ ربیع الاول ۱۱۲۴ھ ہجری میں

عنایت اللہ خان بذات خود دار الخطہ ہو کر مہام نظامت سرانجام دینے لگا۔
اس کی نظامت میں راجہ مظفر خان بمبہ نے مظفرآباد میں شورش برپا کی۔ اور
علاقہ دراوہ اور کرناہ جو مقبوضات کشمیر میں شامل تھے اپنے قبضہ اقتدار میں
لے آیا۔ عنایت اللہ خان نے اس کی گوشمالی کے لئے فوج کشی کی۔ اسی
اثنا میں ۹ ماہ کی حکومت کے بعد جہاندار شاہ کے ہاتھ سے حکومت جاتی رہی
اور فرخ سیر بادشاہ بنگیا جس نے تخت نشین ہوتے ہی ۱۱۲۵ھ میں عنایت
اللہ خان کو نظامت کشمیر سے معزول کر کے واپس بلوا لیا۔

عنایت اللہ خان اصل باشندہ کشمیر کا تھا۔ میر شکر اللہ خان کا بیٹا اور قاضی
موسیٰ شہید کے اعتقادمند تھا۔ اس کی ماں مریم بی بی بادشاہ اورنگ زیب
عالمگیر کی تشریف آوری کے موقعہ پر یعنی والدہ جان بی بی دختر ملا شریف جہرمان
کی وساطت سے زیب النساء بیگم عالمگیر کی تعلیم و تدریس کے لئے داخل
حرم سرائے سلطانی ہوئی۔ اسی کی بدولت عنایت اللہ خان عالمگیر کے دربار
میں پہنچا اور رفتہ رفتہ ذاتی حسن لیاقت سے ترقی کرتے کرتے منصب صوبیداری
کو پہنچ گیا۔

محمد معز الدین جہاندار شاہ

ایام حکومت ۹ ماہ ۱۱۲۴ھ مطابق ۱۷۱۲ء

یہ بادشاہ ۱۰ ماہ رمضان المبارک ۱۰۷۲ھ مطابق ۱۶۶۱ء میں اضلاع دکن
میں پیدا ہوا۔ اور ۱۱۲۴ھ میں ذوالفقار خان کی اعانت سے تخت پر بیٹھا۔ اس نے
اپنے معاون کی صوابدید سے پہلے عظیم الشان کو قتل کیا اور پھر دوسرے
بھائیوں کو بھی یکے بعد دیگرے مار ڈالا۔ ان کے علاوہ اور کئی شاہزادوں کو قتل
کیا اور کئی ایک کو جیل خانہ بھجوایا۔ ذوالفقار خان کو عہدہ وزارت اور آصف الدولہ
کو وکیل کل بنایا۔ عنایت اللہ خان صوبہ کشمیر کے بیٹے ہدایت اللہ خان کو
نائب وزارت کا عہدہ عطا کر کے سعد اللہ خان کا خطاب دیا۔ عنایت اللہ خان

بدستور نظامت کشمیر پر ممتاز رہا۔ اس کے عہد میں ناظم کشمیر نے رحیم مظفر خان
سے بغاوت اختیار کرنے پر مظفر آباد پر فوج کشی کی لیکن ابھی لڑائی شروع
ہونے نہ پائی تھی کہ عظیم الشان کے دوسرے بیٹے فرخ سیر نے جو ان دنوں
حکومت بنگالہ پر مامور تھا بغاوت کا جھنڈا کھڑا کر دیا۔ اور بہت سی فوج لیکر آگرہ
پہنچ گیا۔ جہاندار شاہ نے اپنے بیٹے اعز الدین کو اس کی مدافعت کے
لئے بھیجا لیکن وہ مغلوب ہو گیا۔ اور بادشاہ کو خود بھتیجے کے مقابلہ پر میدان
جنگ میں آنا پڑا۔ لیکن اس کی ساری کوششیں رائیگاں گئیں۔ خان جہان کوکلتاش
لڑائی میں مارا گیا اور جہاندار شاہ بھاگ کر آصف الدولہ کے ہاں پناہ گزین ہو گیا جہاں
اس احسان فراموش نے بجائے پناہ دینے کے جہاندار شاہ کو نظر بند کر لیا۔
فرخ سیر فتح کا ڈنکا بجاتا ہوا شاہجہان آباد میں داخل ہوا۔ اس واقعہ کے ساتھ
ہی عنایت اللہ خان کی نظامت کشمیر کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ اور مہم مظفر آباد بھی
ناتمام رہ گئی۔

معین الدین محمد فرخ سیر

ایام حکومت ۶ سال ۳ ماہ ۱۵ روز ۱۱۲۴ھ لغایت ۱۱۳۱ھ
مطابق ۱۷۱۳ء لغایت ۱۷۱۹ء

فرخ سیر ۱۵ ماہ رجب ۱۰۹۴ھ مطابق ۱۶۸۳ء میں شاہزادہ عظیم الشان
کے مشکوی معلی میں کشمیری حرم کے بطن سے پیدا ہوا۔ فرخ سیر پہلے
دادا شاہ عالم بہادر شاہ کے عہد میں حاکم بنگالہ مقرر ہوا۔ اس کی وفات پر جہاندار شاہ
کے عظیم الشان کو قتل کرنے نے اسے چچا سے منحرف کر دیا۔ خون پدری
نے جوش مارا چنانچہ سادات بارہہ کی معاونت سے فوج لیکر آیا اور چڑھ آیا اور نمایاں
فتح حاصل کر کے شاہجہان آباد آ گیا۔ پہلے تو اس نے جہاندار شاہ اور اس کے
معاون ذوالفقار خان کو قتل کیا۔ پھر حکومت ہند پر متمکن ہو گیا۔ تاریخ جلوس

[illegible]

خواجہ اعظم مورخ تاریخ اعظمی نے تاریخ جلوس اس طرح لکھی ہے ؎

از ان جلّ گفت اعظم کم رموز سلیمان ثانی بعدل و کرم

تخت حکومت پر قدم رکھکر اس نے پہلے تو اپنے خاندان کی صفائی کرلی یعنی کئی بیگناہ شاہزادوں کو ملک عدم میں پہنچا دیا پھر امرا کی طرف متوجہ ہوا اور بلند اختر وغیرہ بہت سے امراء جن کے دماغ میں خیال خیرہ سری سما رہا تھا۔ ملک الموت کے حوالے کردیئے۔

سید عبداللہ اور سید حسین علی جن کی سرپرستی اور معاونت سے فرخ سیر بادشاہ بنا مختار کل بنگئے۔ انہیں کی منشا کے مطابق بادشاہ نے عنایت اللہ خان دیوان کشمیر کو معزولی کا حکم بھجوا دیا اور اس کی جگہ سادات خان بہادر معروف میر تقی جو بادشاہ کا خسر بھی تھا نظامت کشمیر کے لئے منتخب کیا گیا۔

اب کے سید سادات بارھہ نے رفتہ رفتہ یہاں تک عروج پالیا کہ حکومت ہند کے مالک و مختار بنگئے۔ اور بادشاہ سے بھی بدسلوکی کرنے لگے فرخ سیر اپنی کوتہ اندیشی سے خود نادم تھا کہ اس نے انہیں کیوں اس قدر دخل دیدیا تھا لیکن مصلحت وقت کے لحاظ سے مجبوراً خاموش رہتا۔ مگر ان کی بے اعتدالیوں سے رات دن متردد رہتا۔ اسی اثنا میں اس نے اعتقاد خان کو قمقام الدولہ کا خطاب دیکر امورات ملکی اس کے تفویض کردیئے اور محمد مراد خان ازبک کو اپنی پیشگاہ میں رکھ لیا۔ اس بات سے سادات کے سینہ میں آتش کینہ بھڑک اٹھی۔ انہوں نے دکن سے کسی شاہزادے کو جعلی معین الدین بنا لیا اور اس کی معاونت میں بغاوت کا جھنڈا کھڑا کر کے شاہجہان آباد (دہلی) آگئے۔ یہاں انہوں نے قمقام الدولہ سے طرح مصالحت پیدا کرلی اور خفیہ عہد و پیمان کرکے قلعہ میں داخل ہوگئے۔ یہاں پہنچکر سیدوں کا ایمان قائم نہ رہا۔ اور انہوں نے فرخ سیر کو گرفتار کرلیا۔ پہلے تو اس کی آنکھوں میں سلائی پھروادی۔ پھر ایک ماہ کے عذاب شدید کے بعد بعمر ۳۰ سال ۸ ماہ ۱۲ روز ۱۱۳۱ھ میں اسے مار ڈالا۔ اس عبرتناک واقعہ کی تاریخ بہت سے شعرا نے لکھی ہے مگر ذیل کا قطعہ سب سے زیادہ موزون اور مناسب حال ہے ؎

دیدی کہ چہ با شاہ گرامی کردند — صد جور و جفا از رہ خامی کردند
تاریخ شہادت شہنشہ دل گفت — سادات بوے نمک حرامی کردند

فرخ سیر وسیع الاخلاق اور قدردان بادشاہ تھا لیکن جو کچھ کرنا چاہتا تھا وہ نہیں کر سکتا تھا اور جو نہیں کرنا چاہتا تھا وہ کرنا تھا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے ناتجربہ کاری سے عبداللہ خان کو وزارت کا منصب دیکر اپنے آپ کو مصیبت میں ڈال لیا حسین علی اور عبداللہ خان اور ان کے رسوخ سے دیگر سادات بارہ نے وہ عروج حاصل کیا کہ بادشاہ کٹھ پتلی کی طرح ان کے قبضہ میں تھا۔ اس عروج سے نہ صرف بادشاہ کی جان ہی گئی۔ اور نہ صرف سادات بارہ اور یہ دونوں بادشاہ گر بگر خودغرض و بدکردار بھائی تمام عالم میں مطعون ہی ہوگئے بلکہ سلطنت کا شیرازہ بھی روز بروز بکھرتا گیا جو لوگ اہل بصیرت ہیں وہ فرخ سیر کو تمام عیوب سے بری سمجھتے ہیں۔

صوبیدار اور نائب جو فرخ سیر کے عہد میں حکومت کشمیر پر مامور رہے

سادات خان بہادر ۳ سال ۱۱ ماہ ۱۷ روز [illegible] نہایت [illegible] مطابق [illegible] نہایت [illegible]

نائب صوبیدار سادات خان۔

(الف) علی محمد خان ۲ سال [illegible] سے [illegible] مطابق [illegible] سے [illegible]
(ب) اعظم خان ایک سال ۱۱ ماہ [illegible] سے [illegible] سے [illegible] سے [illegible]
(ج) علی محمد خان ایک سال [illegible] سے [illegible] سے [illegible] سے [illegible]
(د) احترام خان ۱۵ روز [illegible] ″ ″ ″ [illegible] ″ ″
(ہ) عنایت اللہ خان ۲ سال ۱۱ ماہ ۱۲ روز [illegible] ″ [illegible] ″ [illegible] ″ [illegible]

نائب صوبیدار عنایت اللہ خان

(الف) میر احمد خان ۲ سال ۱ ماہ ۲ روز [illegible] ″ [illegible] ″ [illegible] ″ [illegible]

باقی نائب صوبیداروں کا حال محمد شاہ کے عہد میں لکھا گیا ہے۔

سادات خان بہادر صوبہ کشمیر

۳ سال ۱۱ ماہ ۱۷ روز [illegible] نہایت [illegible]

سادات خان بہادر نے نظامت کشمیر پر اقتدار حاصل کر کے انتظام صوبہ کے

سے لئے گئے بعد دیگرے چار نائب تعینات کئے اور یہ سال [illegible] روتر کے بعد معزول ہو کر عنایت اللہ خان کے لئے جگہ خالی کر گیا۔

علی محمد خان نائب صوبہ کشمیر
[illegible] سال [illegible]

[illegible] میں سعادت خان بہادر کا پہلا نائب صوبہ مقرر کشمیر ہوا۔ عنایت اللہ خان کشمیر سے نکل کر بیت اللہ شریف کی زیارت کے لئے مکہ معظمہ کو روانہ ہو گیا۔ جہاندار شاہ کی تباہی کے ساتھ ہی کشمیر میں بھی کھلبلی مچ گئی۔ جب عنایت اللہ خان مظفرآباد کو [illegible] چھوڑ کر واپس آگیا تو مظفر خان بمبہ کا حوصلہ بھی بڑھ گیا۔ جس نے کرناہ اور دراوہ سے قدم نکال کر علاقہ کامراج میں بھی دست اندازی شروع کر دی۔ اسی اثنا میں مظفر خان کا انتقال ہو گیا لیکن اس کا بیٹا ہیبت خان بدستور مخالفت پر جما رہا۔ علی محمد نائب صوبہ نے کشمیر پہنچ کر مخالفوں پر فوج کشی کی اور ان کی پوری گوشمالی کی۔ آخر ہیبت خان نے تنگ آکر صلح کر لی جس سے مخالفوں کے تمام اسیر رہا کئے گئے۔ ہیبت خان نے اپنے بیٹے معزالدین کو بطور یرغمال بھجوا دیا۔ اس کے بعد عبدالعظیم خان دیوان صوبہ جو اکثر نائب صوبہ سے بدسلوکی سے پیش آتا تھا، راہ راست پر لایا گیا۔ انہیں دنوں میں عبدالفتاح گرجی کے بیٹے عبدالرزاق نے پھر شورش برپا کی۔ علی محمد خان نے اس کا استیصال کیا۔ گرفتار کر کے سرینگر لے آیا یہاں ناظم صوبہ نے اس سے عہد و پیمان مستحکم کیا۔ اور باج و خراج حسب دستور وصول کر کے اسے حکومت [illegible] پر بدستور بحال کر دیا۔ اسی اثنا میں علی محمد خان کے بیٹوں اور اہلکاروں نے رعایا کشمیر پر دست تطاول دراز کیا۔ اور بہت سی بدعتیں رائج کر دیں۔ جب ان کی شکایت بادشاہ کے پاس پہنچی تو سعادت خان نے دو سال کے بعد اسے واپس بلا لیا اور اس کی جگہ اعظم خان کو نائب صوبہ بنا کر بھجوایا۔

اعظم خان نائب صوبہ کشمیر
ایک سال [illegible]

اس نے کشمیر میں داخل ہو کر علی محمد خان کے مریدوں میں سے بہت سے آدمیوں کو معزول کر دیا۔ اور گیارہ ماہ تک عدل و انصاف سے حکمرانی کرنے کے بعد پھر علی محمد خان کے لئے جگہ چھوڑ کر رخصت ہو گیا۔

علی محمد خان نائب صوبہ بار دوم — ایک سال ۱۱۳۰ھ سے ۱۱۳۱ھ

دوسری مرتبہ ایک سال کے لئے سادات خان کا نائب مقرر ہو کر آیا اور ۱۱۳۱ھ میں معزول ہو کر واپس چلا گیا۔

احترام خان نائب صوبہ — ۱۰ روز ۱۱۳۱ھ مطابق ۱۷۱۹ء

اب ناظم صوبہ نے احترام خان بخشی کو جو اس کا اپنا رشتہ دار تھا۔ نیابت صوبہ پر بھیجا لیکن ابھی کشمیر پہنچا ہی تھا کہ سادات خان خود صوبیداری کشمیر سے برطرف ہو گیا۔ اور اس کی جگہ عنایت اللہ خان ناظم صوبہ مقرر ہوا۔

عنایت اللہ خاں صوبہ کشمیر

۲ سال ۱۱ ماہ ۷ روز ۱۱۲۸ھ سے ۱۱۳۱ھ

عنایت اللہ خان زیارت حرمین سے مراجعت پذیر ہو کر مورد عنایات خسروانہ ہوا اور بادشاہ نے اسے دوبارہ نظامت کشمیر پر سرافراز کر دیا۔ احترام خان خود تو ہمیشہ دار السلطنت ہی میں رہا لیکن انتظام صوبہ کے لئے اس نے میر احمد خان کو اپنا نائب اور قائم مقام بنا کر ۱۷۱۷ء میں کشمیر بھیجا۔ میر احمد خان انتظام امورات سلطنت میں جیسی شہرت رکھتا تھا ویسے ہی اس نے کشمیر میں بھی پہنچ کر رعایا کو عدل و انصاف اور جود و احسان سے متاثر کر دیا اس کی حکومت کے دو سال تین ماہ اور اٹھائیس روز بعد سلطنت ہند میں سادات بارہ کی سینہ زوری سے تغیر عظیم واقع ہوا لیکن میر احمد خان اور اس کا آقا عنایت اللہ خان بدستور حکومت کشمیر پر مامور رہے یہاں تک کہ تمام جھگڑوں جھمیلوں کا فیصلہ ہو کر ۱۷۱۹ء میں محمد شاہ تخت نشین ہوا۔

شمس الدین ابو البرکات رفیع الدرجات

ایام حکومت ۳ ماہ ۱۱ روز ۱۷۱۹ء مطابق ۱۱۳۱ھ

فرخ سیر کا کام تمام کر کے سادات بارہ نے شاہزادہ ابو البرکات کو قید سے نکال کر تخت پر بٹھایا لیکن بدقسمتی سے تھوڑے ہی دنوں میں تپ دق

نے اس نوجوان شاہزادے کو ہمیشہ کے لئے دنیا کے مخمصوں سے نجات دلادی۔

یہ بادشاہ ۲۷ جمادی الآخر ۱۱۳۱ھ کو بمقام دہلی رفیع الشان کے ہاں پیدا ہوا۔ اور ۱۹۔ رجب ۱۱۳۱ھ میں بیس برس ایک ماہ تیرہ روز کی عمر میں دنیا سے کوچ کر گیا۔

اس کے عہد میں نظامت کشمیر عنایت اللہ خان کے نام پر رہی۔ اور میر احمد خان نائب صوبہ بدستور حکمرانی کرتا رہا۔

رفیع الشان ملقب شاہجہان ثانی

ایام حکومت ۳ ماہ ۲۰ روز ۱۱۳۱ھ مطابق [illegible]

یہ شاہزادہ ۵۔ ماہ صفر ۱۱۱۰ھ میں غزنی میں پیدا ہوا اور ۱۲۔ رجب ۱۱۳۱ھ کو سادات کی معاونت سے قلعہ دہلی میں تخت نشین ہوا۔ او حسینی خان قلعدار کی امداد سے عالمگیر کے بیٹے محمد اکبر کا لڑکا سلطان نیکو سیر قلعہ آگرہ میں تخت نشین ہو گیا۔ لیکن سید حسین شاہجہان ثانی کو ساتھ لیکر آگرہ پر حملہ آور ہوا۔ اور خونریزی کے بعد نیکو سیر کو شکست فاش دیکر قلعہ آگرہ پر قبضہ کر لیا۔ نیکو سیر قید ہو گیا۔ موت نے اس بادشاہ کو بھی مہلت نہ دی اور ۳۔ ماہ ۲۷ روز کی جہانبانی کے بعد ۷ ماہ ذیقعد ۱۱۳۱ھ میں بیندرہ برس کی عمر میں باجل طبعی داعی ملک عدم ہوا۔

اس کے عہد میں بھی میر احمد خان بدستور عنایت اللہ خاں کی طرف سے نیابت صوبہ کشمیر کا کام سرانجام دیتا رہا۔

ناصر الدین محمد شاہ غازی

ایام حکومت ۲۹ سال ۸ ماہ ۲۰ روز ۱۱۳۱ھ تا ۱۱۶۱ھ مطابق [illegible]

۱۱۳۱ھ لغایت ۱۱۶۱ھ

بادشاہ ¹ ۲۳ ربیع الاول ۱۱۱۴ھ مطابق ۱۷۰۲ء کو بمقام غزنی جہانشاہ
بن بہادر شاہ کے ہاں پیدا ہوا۔ اور ۱۵ ذیقعد ۱۱۳۱ھ مطابق ۱۷۱۹ء میں بمقام
دہلی سادات بارہ کے انتخاب سے زیب آرائے سریر سلطنت ہوا۔ تاریخ
جلوس ... ظل رب ہے
بادشاہ کا اصل نام روشن اختر تھا۔ اپنی ماں نواب قدسیہ بیگم کے ہاں قید
خانے ہی میں پرورش پائی۔ بادشاہ ہو کر جب اس نے اپنا نام روشن اختر سے
ابوالفتح ناصر الدین محمد شاہ رکھا تو قید خانہ سے نکلنے اور تخت پر بیٹھنے کے متعلق
ایک شخص نے یہ برجستہ تاریخ کہی ہے²

روشن اختر بود اکنون ماہ شد — یوسف از زندان برآمد شاہ شد

جب اس نے تخت حکومت پر قدم رکھا تو اس کی عمر سترہ برس کی تھی۔
اور ملک فتنہ و فساد سے مملو تھا۔ البتہ اس کی ماں نے اچھی طرح اس کے
ذہن نشین کر دیا تھا کہ سادات بارہ خود غرض اور احسان فراموش ہیں۔ چنانچہ در پردہ
پہلے ہی سے وہ ان کی بیخ کنی کے درپے ہو گیا۔ محمد شاہ کے اشارہ سے
نظام الملک فتح جنگ نے دکن میں شورش برپا کر دی۔ اور بہت سے سادات
بارہ جو اس علاقہ کے فرمانروا اور منصب دار تھے مغلوب و مقتول ہو
گئے۔ اس کی ہدایت کے لئے محمد شاہ بڑے جوش و خروش سے سید
حسین علی خان کو ہمراہ لیکر دکن روانہ ہوا۔ راستہ میں محمد امین خان بخشی کے ایما سے
میر حیدر خان نے موقعہ پاکر سید حسین علی کا پیٹ چاک کر دیا۔ سید کے ہمراہیوں نے
میر حیدر خان کو ریزہ ریزہ کر دیا۔ لیکن محمد امین بخشی کی فوج نے باتفاق محمد شاہ
تمام سادات کو مغلوب و منکوب کر کے تباہ و ذلیل کر دیا۔ حسین علی کا بڑا بھائی
نے بھائی کا بدلہ لینا چاہا تو اس نے رفیع الشان کے بیٹے سلطان ابراہیم
کو قید سے نکال کر محمد شاہ کے مقابلہ پر آمادہ کیا۔ لیکن آخر کار گرفتار ہوا۔ سلطان ابراہیم

---

¹ بقول بعض ۱۴ ربیع الاول۔

² اس تاریخ میں ... لیکن تاریخ نہایت برجستہ ...

(الف) [illegible] ۲ سال [illegible]

(ب) [illegible] خان [illegible]

(ج) [illegible] خان ۵ سال ۷ ماہ [illegible]

نائب صوبہ

(الف) ابو البرکات خان [illegible] سال [illegible]

(ب) [illegible] خان ۷ ماہ [illegible]

(ج) ابو البرکات خان ۸ ماہ [illegible]

(د) میر احمد خان ۳ سال ۷ ماہ [illegible]

نائب صوبہ

(الف) [illegible] عنایت اللہ خان [illegible] سال [illegible]

(ب) جلیل الدین خان ۹ ماہ [illegible]

(ج) فخر الدولہ ۹ ماہ [illegible]

(د) [illegible] عنایت اللہ خان ثانی [illegible]

(ہ) امید یار خان ۲ سال [illegible]

(و) ابو المنصور خان [illegible]

عنایت اللہ خان صوبہ کشمیر

محمد شاہ کے عہد میں عنایت اللہ خان بدستور حکومت کشمیر پر مقرر رہا جس کی طرف سے میر احمد خان نائب صوبہ کام کی سرانجام دیتا رہا۔ میر احمد خان شیخ میر کے زمانہ [illegible] میں تین سال سے زیادہ عرصہ تک کشمیر کی نیابت پر مقرر رہ چکا تھا۔ اس کے انتقال کے بعد رفیع الدرجات اور رفیع الشان کی برائے نام چند ماہ حکومت میں بھی وہ برابر اپنے عہدہ پر قائم رہا۔ لیکن محمد شاہ کے زمانہ میں اس سے ایسی دو ناروا باتیں سرزد ہوئیں کہ ایک بلوا [illegible] پیش آگیا جس سے میر احمد خان کی تمام خدمات پر پانی پھر گیا جس کی کیفیت یہ ہے کہ زمانہ [illegible] استقلالی تھی۔ رفیع الدرجات اور رفیع الشان کے [illegible]

میر احمد خان نائب صوبہ [illegible] ماہ [illegible]

(الف) ابوالبرکت خان ۷ سال [illegible] سے [illegible] مطابق [illegible]

(ب) آقا تقی [illegible] ایک [illegible]

(ج) امیر خان [illegible] سال [illegible]

نائب صوبہ

(الف) ابوالبرکات خان ۲ سال [illegible]

(ب) استر خان [illegible] ۲ ماہ [illegible]

(ج) ابوالبرکات خان ۵ سال [illegible]

(د) دل دلیر خان - ۲ سال ۲ ماہ [illegible]

نائب صوبہ

(الف) ابوالبرکت خان ۲ سال [illegible] سے [illegible]

(ب) جلیل الدین خان ۹ ماہ [illegible]

(ج) فخر الدولہ [illegible]

(د) عظیم خان [illegible] عنایت اللہ خان ثانی [illegible] سال [illegible]

(ه) محمد باقر خان [illegible] سال [illegible] سے [illegible]

(و) ابوالمنصور خان [illegible] سال [illegible]

عنایت اللہ خان صوبہ کشمیر

محمد شاہ نے سابق صوبیدار عنایت اللہ خان

مقرر کیا جس کی طرف سے میر احمد خان نائب صوبہ

میر احمد خان نائب صوبہ
۲ ماہ [illegible] مطابق [illegible]

میر احمد خان فرخ سیر کے زمانہ سے کچھ زیادہ مدت تک کشمیر

تھا۔ اس کے انتقال کے بعد رفیع الدرجات

نام چند ماہ حکومت میں بھی وہ برابر اپنے عہدہ

تا نہیں اس نے ابھی دو ماہ ہی بسر کئے تھے کہ

پیش آگیا جس سے میر احمد خان کی تمام خدمات

[illegible] استقلالی بھی رفیع الدرجات

واعزاز واکرام کے ساتھ لائیں خواجہ حبیب اللہ نے کہا کہ پہلے میر شاہو خان بخشی
کے پاس جاکر عذر معذرت کر دیجیو پس استقبال کے لئے جاؤنگا۔ جب
محتوی خان میر بخشی کے گھر پہنچا تو وہ کسی بہانہ سے اٹھکر باہر گیا۔ اور باہر جاکر
اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا کہ چند محلوں سے لوگ جمع کرکے گوشوں میں چھپا دو
آپ پھر اندر آگیا جب محتوی خان رخصت ہونے لگا تو میر بخشی کے
آدمیوں نے محتوی خان کے دو بیٹوں کو جو ظلم رسانی میں ہمیشہ اس کا ساتھ
دیا کرتے تھے نہایت عذاب و عقوبت سے قتل کیا۔ قاتلوں کی جماعت
میں چونکہ شیعہ تھے جو محلہ [illegible] کے رہنے والے تھے اس لئے اہل سنت
کے ایک گروہ نے اُن کے محلہ پر حملہ کر دیا۔ دو روز تک ہنگامہ جاری رہا۔
[illegible] ہزار آدمی جن میں مغل کثرت سے تھے معہ زن و فرزند ہنگامہ جہالت
و کدورت کی نذر ہو گئے۔ پھر یہ گروہ قاضی اور بخشی کے مکانوں پر گیا قاضی
ابو الخیر [illegible] کہیں بھاگ گیا اور بخشی کسی اور کے مکان میں جا چھپا۔
یہ شور و شر جاری تھا کہ سید اظہر خان دیوان مو نابت نے بعض اور منصبداروں
کے اتفاق سے بروز چہار شنبہ ۱۲۔ ماہ ذی قعدہ ۱۱۳۲ھ کو ملا محتوی خان
کو قتل کرکے ملک کو اس کے پنجہ ظلم سے نجات دلائی۔ غرض اس دوران
میں سنیوں نے شیعوں اور اہل التشیع نے اہل سنت کو قتل و غارت کیا
اسی کشمکش میں مومن خان کشمیر میں داخل ہو گیا۔ چونکہ محتوی خان مسند پر بیٹھکر
حکم احکام جاری کرتا تھا۔ اور اپنے آپ کو نائب اسلام بلکہ مدار اسلام سمجھتا تھا۔
اس لئے شیخ الاسلام کا عہدہ بھی اس کے ساتھ منسوب تھا جب مومن خان
نے دیکھا کہ باوجود اس مفسد کے مر جانے کے ہنوز فتنہ و فساد جاری ہے
اور اس کے حامیوں کی ایک کثیر جماعت موجود ہے تو اس نے مصلحت
وقت سمجھکر اس کے بیٹے ملا شرف الدین کو اس کا جانشین کر دیا۔ مگر یہ
ذات شریف "اگر پدر نتواند پسر تمام کند" کے مصداق نکلے۔ شرف الدین
نے بھی ہندوؤں کی دل آزاری میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ ان مسلمانوں سے
بھی گن گن کر بدلے لئے جو اس کے باپ اور اس کی جماعت کے خلاف

اور دشمن موجود ہے جیسے پیشتر سے قول ٹوٹا ہوا ہے۔ میر احمد نے بڑی خفت
و ذلت محتوی خان سے شکایت خاص کی۔ محتوی خان جوش و تکبر سے مع اہل
اہل ہنود کے محلے میں گیا اور کوئی گھر ایسا نہ چھوڑا جسے لوٹا یا جلایا نہ ہو مجلس رائے
میر احمد کے مکان میں چھپا ہوا تھا۔ اس کو وہاں سے ذلت کے ساتھ نکالا
اور کئی بے گناہوں کے ناک کان کاٹ ڈالے اور وہ باتیں کیں جو اسلام
اور اخلاق اور قانون کے رو سے کسی مذہب اور کسی شخص کے ساتھ جائز نہیں
ہیں۔ دوسرے دن میر احمد خان کو ہندوؤں کی حمایت اور مجلس رائے کی
پناہ دہی کے الزام میں نیابت سے معزول کر کے خود کو کشمیر کا حاکم قرار دیا
اور خطاب اپنا دیندار خان رکھا۔ پانچ مہینے تک یہ سنگدل ملکی معاملات سرانجام
دیتا رہا۔ میر احمد خان کو گوشہ نشین کیا۔ اس زمانہ میں تار اور ڈاک انگریزی کی
سہولتیں تو موجود نہ تھیں۔ دو تین مہینے کے بعد بادشاہ کو دہلی میں اس فتنہ و فساد کی
خبر پہنچی۔ اس نے حکم دیا کہ مومن خان نجم ثانی کو عنایت اللہ خان کا نائب بنا کر
کشمیر بھیجا جائے۔ اور ہندوؤں کی دلجوئی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا جائے
مالی امداد کے مرہم اور حسن سلوک کی دوا سے ان کے زخموں اور ان کی
بیماریوں کا اندمال کیا جائے اور اس شقی القلب کو سخت سزا دی جائے۔ اور
جب تک مومن خان وہاں نہ پہنچے عبداللہ خان دہ بیدی نیابت
کا کام کرے۔

عبداللہ خان دہ بیدی نائب صوبہ
۵ ماہ [illegible]

محتوی خان کا فساد عبداللہ خان دہ بیدی کی کوششوں سے بھی فرو نہ ہو سکا بلکہ اس کے
عہد میں محتوی خان نے محال صرف خاص پر بھی اپنا قبضہ جمالیا اور باغی
حد سے بڑھ کر لوٹ مار کرنے لگے۔

مومن خان نائب صوبہ ۱۰ ماہ ۲ روز
مطابق ۱۱۳۲ھ

اواخر شوال میں جب مومن خان کشمیر کے قریب پہنچا تو محتوی خان اپنے افعال سے
شرمندہ ہو کر خواجہ عبداللہ شیخ کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ آپ ایک
جماعت رؤسا و امراء شہر کی لیکر مومن خان کے استقبال کو جائیں اور اس

کو اعزاز و اکرام کے ساتھ لائیں۔ خواجہ عبد اللہ نے کہا کہ پہلے میر شاہور خان بخشی
کے پاس جا کر عذر معذرت کرو پھر میں استقبال کے لئے جاؤنگا۔ جب
محتوی خان میر بخشی کے گھر پہنچا تو وہ کسی بہانہ سے اٹھکر باہر گیا۔ اور باہر جا کر
اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا کہ چند محلوں سے لوگ جمع کر کے گوشوں میں چھپا دو
آپ پھر اندر آگیا جب محتوی خان رخصت ہونے لگا تو میر بخشی کے
آدمیوں نے محتوی خان کے دو بیٹوں کو جو ظلم رسانی میں ہمیشہ اس کا ساتھ
دیا کرتے تھے نہایت عذاب و عقوبت سے قتل کیا۔ قاتلوں کی جماعت
چونکہ شیعہ تھے جو محلہ جڈیبل کے رہنے والے تھے اس لئے اہل سنت
کے ایک گروہ نے ان کے محلہ پر حملہ کر دیا۔ دو روز تک ہنگامہ جاری رہا۔
تین ہزار آدمی جن میں [illegible] کثرت سے تھے معہ زن و فرزند ہنگامہ جہالت
و [illegible] کی نذر ہو گئے۔ پھر یہ گروہ قاضی اور بخشی کے مکانوں پر گیا۔ قاضی
[illegible] الیاس کہیں بھاگ گیا اور بخشی کسی اور کے مکان میں جا چھپا۔
یہ شورش جاری تھی کہ سید اظہر خان دیوان [illegible] نے بعض اور متصدیوں
[illegible] اتفاق سے بروز چہارشنبہ ۱۲ ماہ ذی قعدہ ۱۱۳۲ھ کو ملا محتوی خان
[illegible] کر کے ملک کو اس کے پنجہ ظلم سے نجات دلائی بغرض ان دو [illegible]
[illegible] نے شیعوں اور اہل تشیع نے اہل سنت کو قتل و غارت کیا
[illegible] میں مومن خان کشمیر میں داخل ہو گیا۔ چونکہ محتوی خان مسجد میں بیٹھکر
احکام جاری کرتا تھا۔ اور اپنے آپ کو پابند اسلام بلکہ مدار اسلام سمجھتا تھا۔
[illegible] لئے شیخ الاسلام کا عہدہ بھی اس کے ساتھ منسوب تھا۔ جب مومن خان
نے دیکھا کہ باوجود اس مفسد کے مرجانے کے ہنوز فتنہ و فساد جاری ہے
اس کے حامیوں کی ایک کثیر جماعت موجود ہے تو اس نے مصلحت
سمجھکر اس کے بیٹے ملا شرف الدین کو اس کا جانشین کر دیا۔ مگر یہ
شریف "اگر پدر نتواند پسر تمام کند" کے مصداق نکلے۔ شرف الدین
بھی ہندوؤں کی دل آزاری میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ ان مسلمانوں سے
[illegible] بدلے لئے جو اس کے باپ اور اس کی جماعت کے خلاف

تھے۔ جہد کو شیخ الاسلامی کی آڑ میں اس نے شہزادوں دلوں کو صدمے پہنچاتے اور کئی گھر تباہ کئے۔ [illegible] عوام پر ظلم برداشت نہ کر سکے شورش نے یہاں تک غلبہ اختیار کیا کہ عنایت اللہ خان صوبیدار اور اس کے نائب مومن خان دونوں کو اپنے اپنے عہدوں سے استعفا دینا پڑا۔

محتوی خان اور اس کے بیٹے ملا شرف الدین نے کشمیر میں جو طوفان بے تمیزی مچایا۔

اس کا تھوڑا سا خاکہ اس زمانہ کے مشہور شاعر میر احسن اللہ خان عرف بقا [illegible] خان نے اپنے چند شہر آشوب قصیدوں میں کھینچا ہے تو دو شعر نمونتاً درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

یا رب از قرب قیامت عمر ما کوتاہ شد ۔ یا خیال از بیم آفت میرود انجام چیست

دیگر

ہر کہ بہر ان نیز صحبت او داغ دل است ۔ لالہ داغ است کہ در صحبت ناقرمان آمد

عبد الصمد خان سیف الدولہ

سال ۵ ماہ [illegible] سے [illegible]

عبد الصمد خان نے نظامت کشمیر [illegible] حاصل کر کے عنایت اللہ خان [illegible] کو [illegible] میں نائب صوبہ بنا کر تا ہم انتظام بنایا لیکن اس سے انتظام [illegible] نہ ہو سکا اور پانچ ماہ کے بعد [illegible] کو عبد الصمد خان لشکر جرار ساتھ لے کر براہ لاہور محرم [illegible] میں وارد خطہ ہوا۔ تاریخ [illegible]

یہاں آکر اس نے حکمت عملیوں سے دام میں ملا شرف الدین کو گرفتار کر کے قتل کر دیا اسی طرح اس کے معتقدوں کو طرح طرح کے عذاب دے کے شدید سے راہ راست پر لے آیا اس نے ایک دن میں [illegible] خواجہ پارل ایک قریب پچاس معتقدوں کو سولی پر چڑھایا جس سے تمام باغی اپنی اپنی جگہ دبک گئے اور ان کی تمام سازشیں اور منصوبے ایک دم خاک میں مل گئے [illegible] محتوی خان نے چند دوں اور [illegible] کے ساتھ [illegible] پیش ہو سکے۔ اچھا [illegible] کی سخت [illegible] کر دی تھی۔

علاوہ ازیں پنڈتوں اور ہندوؤں کے بچوں کو تعلیم حاصل کرنے کی بھی ممانعت ہو چکی
تھی۔ جو صرف ڈیڑھ سال سے غریب ہندو جنبی کی حالت میں ایسے ایسے کئی مظالم
کا نشانہ ہو رہے تھے۔ عبد الصمد خان نے ان رکاوٹوں کو دور کر کے مظلوموں
کے لئے آرام و آسائش کے دروازے کھول دیئے۔ چھ ماہ کے اندر
اندر تمام قباحتوں کی بیخکنی کر کے اس نے نیابت ابو البرکات خان اور عارف خان
کے تفویض کر دی اور خود لاہور لوٹ گیا۔

ابو البرکات خان و عارف خان نائب صوبہ
۶ ماہ ۱۱۳۳ھ سے ۱۱۳۴ھ

شیخ سعدی فرما گئے ہیں۔ دو بادشاہ در اقلیمے نگنجند۔ اس ضرب المثل کو مدنظر رکھنے کے
باوجود عبد الصمد نے یہ کمال غلطی کی کہ کشمیر میں بجائے ایک کے دو نائب
بھیجے جن کے درمیان تھوڑے ہی دنوں کے بعد آتش حسد و کینہ بھڑک اٹھی
دونوں کی باہمی مخاصمت سے انتظام صوبہ میں فرق آنے لگا جس کی شکایت
ناظم صوبہ کے پاس پہنچی۔ اس نے دونوں کو معزول کر دیا اور ان کی بجائے
نجیب خان کو عنان نیابت سونپ دی۔ اس دو عملی کے زمانہ میں گرانی
غلہ شروع ہو گئی +

نجیب خان نائب صوبہ
ایک سال ۱۱۳۴ھ سے ۱۱۳۵ھ

۱۱۳۴ھ میں چارج لیکر نجیب خان نے عدل و انصاف
سے حکمرانی شروع کی اور ایک سال تک انتظام
کرتا رہا۔ اس کے بعد عبد الصمد خان کی نظامت اختتام کو پہنچی اور بادشاہ نے
اسے برطرف کر کے اعظم خان بہادر کو صوبہ کشمیر بنایا۔

(۷۶) اعظم خان بہادر صوبہ کشمیر

ایک سال ۱۱۳۵ھ سے ۱۱۳۶ھ

اعظم خان بہادر نے منصب صوبہ داری کا پروانہ حاصل کر کے پہلے
عبد اللہ خان دہ بیدی کو اپنا نائب مقرر کیا لیکن قریباً اڑھائی ماہ کے بعد
۱۱۳۵ھ کے آغاز میں بذات خود رونق افروز کشمیر ہوا۔ اور امورات ملکی خود سرانجام
دینے لگا۔ ناظم کے بعض کوتاہ اندیش رفقاء داروں کی بے اعتدالیوں اور
بدکرداریوں سے متصدیان دولت منحرف ہو گئے۔ اور انہوں نے

اعیانِ ملک سے اتفاق کرکے شورش برپا کردی لیکن اعظم خان بہادر نے جلد ہی حکمتِ عملی سے انہیں رام کرلیا۔

نائب ابوالبرکات خان کی نیابت سے قریب ڈیڑھ سال پہلے جو گرانی شروع تھی اعظم خان کے عہد میں اس نے ایسی خوفناک صورت اختیار کرلی کہ قحط کا عالم عجیب ہو گیا غلہ ندارد فاقہ کشی سے تڑپ تڑپ کر مر گئے۔ آٹھ روپے کا ایک خروار شالی بکنے لگی یہی حال دوسری اجناس کا بھی تھا غلہ کا فقدان ہو گیا تھا قریب اڑھائی سال تک شہر سے زور و شور سے قحط اور وبا کی تباہی کرکے عنایت اللہ خان کے عہد میں ۱۱۲۵ھ میں یہ قحط فرو ہوا تاریخ قحط عظیم ہے۔ الحاصل اعظم خان قریب ایک سال تک نظامت کشمیر پر مامور رہ کر ۱۱۲۵ھ کو معزول ہو گیا۔

(۴) عنایت اللہ خان صوبہ کشمیر بار سوئم

ایک سال ۱۱۲۵ھ سے ۱۱۲۶ھ

۱۱۲۵ھ میں تیسری مرتبہ عنایت اللہ خان فردوس ملک داری سے سرفراز ہوا اس نے میر ... کو نیابت صوبہ پر مقرر کیا اس کی جانکاہ کوششوں سے اخلاقی حالت درست ہو گیا یہ اپنی قابلیت اور دانشمندی سے فرائضِ منصبی ادا کرتا رہا جس کے اثنا میں ۱۱۲۶ھ میں عنایت اللہ خان کا انتقال ہو گیا اور محمد شاہ نے عقیدت خان بہادر کو صوبہ کشمیر مقرر کیا۔

(۵) عقیدت خان بہادر صوبہ کشمیر

۲ سال ۱۱۲۶ھ سے ۱۱۲۸ھ

۱۱۲۶ھ میں عقیدت خان بہادر نے صوبیداری پائی لیکن اس نے ابوالبرکات کو اپنا نائب مقرر کیا لیکن اس سے کام نہ چل سکا اور دو سال کے بعد بدانتظامی کی شکایت بادشاہ کے پاس پہنچی اس نے نائب کے ساتھ ہی ناظم صوبہ کو بھی معزول کر دیا اور صوبیداری احترام خان کو دیدی۔

(۶) احترام خان صوبہ کشمیر

ایک سال ۱۱۲۸ھ سے ۱۱۲۹ھ

احترام خان نے کشمیر داخل ہو کر تقریباً چھ ماہ تک بڑے عدل و انصاف سے حکومت کی۔ لیکن اس کے بعد اس کی طبیعت یکلخت بدل گئی۔ وہ جادۂ اعتدال سے منحرف ہو کر جور و بیداد کرنے لگا اور طرح طرح کے انداز و قصبہ کا مرتکب ہوا ابوالبرکات خان جو ابھی تک کشمیر ہی میں موجود تھا اس کے سد راہ ہوا لیکن ناظم صوبہ نے آستہ منصب پیشکاری چھینا

کر کے اپنا خیر خواہ بنا لیا۔ اور کچھ عرصہ کے بعد کسی بہانہ سے گرفتار کر کے
بادشاہ کے پاس بھجوا دیا۔ اور خود بے خوف ہو کر خلق خدا کو لوٹنے لگا
کہیں تو فریب بازی اور حیلہ سازی سے مصادرہ اور جرمانہ اخذ کر لیتا
اور کہیں زبردستی لوٹ مار مچا دیتا۔ نقد و جنس جو ہاتھ لگتا چھین لیتا اور [illegible] کر جاتا
مظلومان کشمیر نے کئی مرتبہ محمد شاہ کے پاس عرضیاں بھجوائیں۔ لیکن
روشن الدولہ ظفر خان بخشی سوم جو بادشاہ کے مقربین رہتا تھا۔ ناظم صوبہ
کا سرپرست تھا۔ لوگوں کی چیخ پکار اور صوبہ کشمیر کے ظلم و ستم سے بادشاہ
کو خبر تک نہ ہونے دی۔ یہاں تک کہ تنگ آ کر رعایا باغی ہو گئی۔ دو ماہ
تک سخت شور و شر برپا رہا۔ لڑائی دنگا اور خونریزی جاری رہی۔ اسی اثنا
میں محمد شاہ کے وزیر اعظم نے ظفر خان بخشی کو جامع مسجد میں عوام
کے روبرو جوتے لگائے اور سخت بے عزت کیا جس سے بخشی
صاحب کو خیال ہوا کہ یہ مظلوم رعایائے کشمیر کی آہ کا اثر ہے جس کی وجہ
سے ایسا رسوا کیا گیا ہے۔ اب اس نے تمام شکایتیں بادشاہ کے
روبرو پیش کیں۔ اور ناظم صوبہ کے نام عزل نامہ لکھوا لیا۔ ادھر رعایا نے
کشمیر نے کشتیوں پر کشتی دیکر آغر خان کو بارہمولہ پہنچا دیا تھا۔ ۱۳ ماہ
رمضان ۱۱۴۲ھ کو ڈیپی شاہی پروانہ پہنچا جس کے پڑھتے ہی چپ چاپ
ہندوستان کو روانہ ہو گیا۔

خواجہ اعظم صاحب مؤرخ تاریخ اعظمی اسی زمانہ میں ہوئے ہیں۔ علاوہ علم
و فضیلت کے آپ صوفیائے کرام میں بھی شمار ہوتے ہیں اور یہی وجہ
ہے کہ ان کی تاریخ اس پایۂ قبولیت کو پہنچی ہے کہ اس کے مقابلہ میں سب
تاریخیں ہیچ ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ جو واقعات ان کی کتاب میں درج ہیں۔
وہ اختراع اور مضمون سازی سے بہت کچھ بچے ہوئے ہیں۔ وہ لکھتے
ہیں کہ جب پہلے پہل وارد خطہ ہوا تو اکثر اوقات ملاقات کے لئے خواجہ
صاحب کی خدمت میں بھی حاضر ہوتا رہتا تھا۔ اور بارہا حسن عقیدت اور اخلاص
مندی کے اظہار میں یہ شعر پڑھتا تھا اور اسی کے مطابق دو سال بعد سے نیابت

سکا ہولین کہا ست

الٰہی چو بر تخم آگہی | چو نیست بخیالست خیرہ بین

آمز خان کو شعر گوئی کا بھی شوق تھا۔ غزل ذیل اسی کی طبع زاد ہے ست

چشم ابروئے نگار قسم | بہ خم تیغ آبدار قسم
خط او آیت ہدایت شد | بہ مصحف غبار قسم
کار شمشیر میکند ابرو | بہ علی ذوالفقار قسم
دیدہ کو غیر ترا نہ بیند | یک قسم صد قسم ہزار قسم

(۷) امیر خان صوبہ کشمیر

۵ سال ۴ ماہ [illegible] سے [illegible]

آمز خان کی معزولی کے بعد [illegible] میں امیر خان ناظم کشمیر مقرر ہوا اس نے اپنی طرف سے ابوالبرکات خان کو نیابت بخشی۔

ابوالبرکات خان نائب صوبہ بار سوم
۲ سال [illegible] سے [illegible]

ابوالبرکات خان نے نیابت کشمیر پر ممتاز ہوکر کشمیر پہنچنے تک جلیل الدین خان کو اپنا قائم مقام رکھا۔ چند ماہ کے [illegible] میں خود بھی یہاں آگیا اور دو سال تک حکومت ملک پر قناعت کرکے [illegible] میں احترام خان کے لئے جگہ خالی کر گیا۔

احترام خان نائب صوبہ
۹ ماہ [illegible] سے [illegible]

اس کے عہد میں گرانی غلہ کی سخت شدت ہوئی۔ اور لوگ اس کے پاس فریادی آئے کہ غلہ تو بکثرت موجود ہے لیکن غلہ داروں نے گراں فروشی کی نیت سے عمداً چھپا رکھا ہے۔ احترام خان نے ناعاقبت اندیشی سے حکم دیا کہ اگر ایسا ہے تو غلہ جہاں دیکھو زبردستی لے جاؤ۔ اب کیا تھا لوگوں نے غلہ داروں پر لوٹ مچا دی اور کئی غلہ داروں کے گھروں کو آگ لگا دی۔ فضیلت خان داروغہ عدالت اور محمد اشرف خان مفتی کو جنہوں نے گرانی غلہ کی اصلاح کرنے میں [illegible] کی تھی مفسدوں نے گرفتار کر لیا۔ اور مسجد جامع میں لیجا کر ان دونوں کو قتل کر دیا۔ ابوالبرکات خان کو احترام خان کی کوتہ اندیشی پر سخت افسوس ہوا۔ اسی اثناء میں جمعہ کے دن احترام خان اس سے نماز کے لئے مسجد

جامع گیا لیکن ابوالبرکات خان خانقاہ معلےٰ کی نماز میں شامل ہوا اور عجب تر نائب کے ہمراہ نہ گیا۔ اس بات پر احترام خان کا شک اور بھی بڑھ گیا اور وہ مسجد ہی سے بھاری جمعیت کے ساتھ ملکر ابوالبرکات خان پر حملہ آور ہو گیا۔ دونوں گتھم گتھا ہو گئے۔ تلواریں کھچ گئیں۔ خلاف توقع اہالیان شہر ابوالبرکات خان کی امداد پر مستعد ہو گئے۔ اور احترام خان کو جان بچانی بھی مشکل ہو گئی۔ وہ ہندوستان کی طرف بھاگ گیا۔ جب امیر خان ناظم صوبہ کو اطلاع ہوئی۔ تو اس نے احترام خان کو چھ ماہ کی نیابت کے بعد معزول کر کے ابوالبرکات خان کو مستقل قائم مقام بنا دیا۔

ابوالبرکات خان نائب صوبہ بار چہارم
۵ سال [illegible] سے [illegible]

چوتھی مرتبہ [illegible] میں ابوالبرکات خان نائب صوبہ بنا۔ اسی سال راجہ جمعیت خان والئ مظفرآباد نے بغاوت کا جھنڈا کھڑا کیا۔ اور علاقہ کامراج میں داخل ہو کر اس نے تاخت و تاراج شروع کر دی۔ نائب صوبہ شاہی فوج لیکر سرکشوں کی سرکوبی کے لئے موضع گنل پہنچا۔ رات کو غنیم گھات سے نکلا اور شاہی فوج پر حملہ آور ہو گیا کشت و خون اور جدال و قتال کا ہنگامہ شروع ہو گیا۔ شاہ آباد کے نامدار ملک کا بیٹا مختار ملک اور اور بہت سے کشمیری سردار مارے گئے۔ جس سے نظامت کی فوج میں ابتری پھیل گئی لیکن ابوالبرکات خان بڑی جوانمردی اور عالی ہمتی سے پاؤں جمائے رہا۔ آخر کئی لڑائیوں اور بہت سی خونریزی کے بعد نوبت صلح پر پہنچی اور نائب صوبہ ناکام ہو کر مراجعت پذیر ہوا۔

اسی روز جبکہ مقام گنل کشمیریوں پر قیامت برپا ہو رہی تھی۔ پہر روز گذرے خانقاہ معلےٰ کا سقف بالائی آگ سے بھڑک اٹھا۔ اور دوا ڈھائی گھنٹے کے اندر تمام خانقاہ جلکر زمین سے لگ گئی۔ دوسرے سال [illegible] میں ابوالبرکات نے اسے از سرِ نو تعمیر کر دیا۔ ۔ ۔ ۔ تاریخ گفتہ البرکات [illegible]

اس کے بعد دو سال امن و امان سے گذر گئے۔ آخر امیر خان کی نظامت موقوف ہو گئی +

(۲) دل دلیر خان صوبہ کشمیر

دو سال ماہ [illegible] سے [illegible]

دل دلیر خان پانی پت کا باشندہ اور شاہجہان کے رشتہ داروں میں سے تھا۔ اس نے [illegible] میں نظامت کشمیر حاصل کر کے ابوالبرکات خان کو بدستور اپنا نائب اور قائم مقام رکھا۔ خود بھی اس نے کئی مرتبہ کشمیر آنے کا ارادہ کیا لیکن لاہور سے آگے نہ بڑھ سکا۔

ابوالبرکات خان نائب صوبہ بار دوم
دو سال [illegible] سے [illegible]

دل دلیر خان کی نظامت شروع ہوتے ہی بارش اس شدت سے شروع ہو گئی کہ ساٹھ روز تک ایک تار جاری رہی جس کے طوفان سے ایک تلاطم پیدا ہو گیا۔ ہزاروں مکان بہہ گئے بیشمار ذی روحات تلف ہو گئے۔ اور ایک مہینہ تک مکانوں کے صحن اور میدانوں میں پانی جمع رہا۔ اسی سال دوسری ذیقعد کو شدید زلزلہ آیا اور کئی مکان گر گئے ہزاروں جانیں تلف ہو گئیں۔ یہ شور قیامت تین ماہ تک برپا رہا۔ ہر روز رات دن میں کئی مرتبہ زلزلے آتے رہے لیکن پہلے جھٹکوں جیسے شدید نہ تھے۔ زلزلہ کی تاریخ اس فقرہ سے نکلتی ہے۔ ابتلی المومنون و زلزلوا زلزالا شدیدا [illegible] ہجری

دوسرے سال [illegible] میں ہیبت خان والئے مظفر آباد نے پھر شورش برپا کی۔ نائب صوبہ نے میر جعفر گنائی کو بیشمار فوج دیکر اس کی مدافعت کے لئے مامور کیا جس نے تھوڑے ہی عرصہ میں اپنی حسن تدبیر سے تمام قوم بمبہ کو مطیع و منقاد کر لیا لیکن جب واپس سری نگر پہنچا تو ابوالبرکات خان نے اس کی خدمات کی چنداں داد نہ دی جس سے میر جعفر کے دل میں کدورت پیدا ہو گئی اور اس نے در پردہ قوم بمبہ کو ورغلا کر پھر فتنہ و فساد پر آمادہ کر دیا۔ ابوالبرکات خان نے دوبارہ میر جعفر گنائی ہی کو اس مہم کے سر کرنے کے لئے مقرر کیا اور بہت سے منصب دار ساتھ دیکر اسے براہ بارہ مولہ روانہ کر دیا۔ میر گنائی جب بارہ مولہ پہنچا تو اس نے اپنے ہمراہیوں سے مشورہ کر کے واپسی کی ٹھہرائی۔ اور وہیں سے لوٹ آیا۔ اہالیان شہر کو اپنے

[illegible] شامل کرکے نائب کی بیکسی کے درپئے ہوگیا۔
آخر ماہ رجب ۱۱۵۸ھ میں شہر کے پل کاٹ دیئے اور بغاوت کا جھنڈا
بلند کرکے لوٹ مار مچانے لگا۔ ابوالبرکات خان بھی لڑائی کو نکلا اور اس
نے اطراف شہر میں آگ لگا دی جس سے قریب تیس ہزار گھر جل گئے
مہینے تک یہ جنگ و جدل بڑے جوش و خروش سے جاری رہا۔ اس
دوران میں بہت سی آتش زدگیاں ہوتی رہیں۔ جن سے نصف سے زیادہ شہر [illegible]
گیا۔ آخر کار میر جعفر کنٹھ نے ابوالبرکات خان کے عم زادہ امانت خان
سے رابطہ اتحاد مستحکم کرلیا۔ اور پونچھ کے چوہدری عبدالرزاق سے کمک لیکر
نائب صوبہ پر حملہ آور ہوگیا۔ ۱۳ محرم ۱۱۵۹ھ کو خونریز لڑائی ہوئی جس میں ابوالبرکات خان [illegible]
[illegible] ہوکر لاہور بھاگ گیا۔ عوام نے اس کا گھربار لوٹ کر حوالہ آتش کردیا۔ اس
کی متاع جو کہیں ملا غارت کرکے لے گئے۔ اس حادثہ پر دلدار خان
[illegible] یادگار خان کے بھائی جلیل الدین خان کو نیابت صوبہ پر سرفراز کیا۔

جلیل الدین خان نائب صوبہ [illegible] ۱۱۵۹ھ سے ۱۱۶۰ھ

اس کے عہد میں بھی میر جعفر کنٹھ اور اس کے
ہمراہی فساد سے باز نہ آئے اور اسی غلط داری
[illegible] سے لوگوں کو لوٹنے لگے۔ اس کے علاوہ بابا حب الاسلام نے
[illegible] قاسم خان کی نسل سے تھا شیوہ اسلاف کو چھوڑ کر ہرزہ گردی پر کمر
لی۔ اس نے علاقہ ادھمپور کے ایک صاحب حیثیت ہندو ارجن مل [illegible]
سے شادی کی تھی۔ اتفاقاً [illegible] مر گیا۔ اور اس کی تمام جائداد کا مالک بابا
اسلام ہوگیا۔ ان دنوں ہی میں دو شخص [illegible] نے اس میں [illegible] اور [illegible]
پیدا کردی۔ اسی اثنا میں خیالی منصوبوں کی تکمیل کے لیے میر جعفر کنٹھ
[illegible] موافقت [illegible] کیا۔ لیکن جب اس [illegible] بابا [illegible]
[illegible] کی [illegible] تو [illegible] اس کا کام تمام کردیا۔ الغرض میر جعفر وغیرہ
[illegible] کی کوششیں [illegible] اور تمام ملک میں بدامنی اور بے چینی
[illegible] کے فرو کرنے میں نائب صوبہ قاصر رہا اور اس نے تمام [illegible]
محمد شاہ کی خدمت میں لکھ بھیجا اور خود مستعفی ہوگیا۔ اتفاقاً انہی دنوں

دلیر خان بھی مر گیا اور نظامت کشمیر فخر الدولہ کے تفویض ہوئی۔

(۹) فخر الدولہ صوبہ کشمیر

۹ ماہ ۔ [illegible] سے [illegible]

یہ ناظم روشن الدولہ کا بھائی تھا۔ اس نے نظامت کشمیر پر اختیار حاصل کر کے قاضی خان کو اپنا نائب بنایا۔ مگر تھوڑے ہی عرصہ کے بعد اخیر سال [illegible] میں خود ہی وارد خطہ ہو گیا۔ کچھ عرصہ تک فتنہ پردازوں اور مفسدوں کا قلع قمع کر کے نظم و نسق ملک میں مصروف رہا لیکن بعد میں لوگوں کو غلہ داری اور بغاوت کے بہانہ سے سخت تکلیف پہنچانے لگا۔ چنانچہ محمد فاروق خان کو غلہ داری کی تہمت لگا کر عوام کے ہاتھ سے مروا ڈالا۔ اسی طرح جلیل الدین خان اور قاضی خان وغیرہ کئی ایک آدمیوں سے مصادرہ لے کر انہیں زندان میں بھجوا دیا۔ اس کے بعد میر جعفر جو سرحد کامراج میں بدستور شور و فساد کر رہا تھا مورد عتاب ہوا۔ ناظم نے فوج کشی کر کے اس کی کمر ہمت توڑ دی۔ یہاں تک کہ وہ بھاگ کر علاقہ کہوامہ میں جہاں اس کی موروثی زراعت اور زمینداری تھی چلا گیا۔ فخر الدولہ بھی ۹ ماہ کے بعد نظامت کے بوجھ سے سبکدوش ہو گیا۔

(۱۰) عنایت اللہ خان ثانی صوبہ کشمیر

۲ سال ۵ ماہ [illegible] سے [illegible]

یہ شخص [illegible] عنایت اللہ خان ناظم کشمیر کا بیٹا تھا اصلی نام اس کا عطیہ اللہ خان تھا۔ باپ کی وفات پر بادشاہ نے عنایت اللہ خان کا خطاب دیکر باپ کے منصب اور جاگیر پر سرفراز کر دیا۔ [illegible] میں فخر الدولہ کے بعد نظامت کشمیر پر متعین ہوا۔ اس نے عصام الدین خان کو نائب بنا کر کشمیر بھجوایا۔ لیکن فخر الدولہ نے جو ابھی تک کشمیر ہی میں تھا اسے جعلی صوبہ سمجھ کر سازش کے الزام میں ماخوذ کر کے

ذیب دیگر قبضہ کر لیا۔ اور اُس سے بہت سا روپیہ بطور جرمانہ وصول کر کے
قاضی خان کو قائم مقام چھوڑ کر خود دہلی چلا گیا۔ اس کے بعد عصام الدین خان
نے قاضی خان کو پس پا کر کے حکومت خود سنبھال لی۔ اس کے بعد
جلد ہی ایک سال ۱۱۵۱ھ میں ہندوستان پر حملہ آور ہوا جب لاہور
پہنچا تو فخر الدولہ نے اس کے وزیروں اور مشیروں سے رابطہ
اخلاص بہم پہنچا کر نادر شاہ سے اپنے نام پر نظامت کشمیر کا حکم
حاصل کر لیا اور پہاڑی اقوام کی ایک بڑی جماعت فراہم کر کے ماہ محرم
۱۱۵۲ھ میں کشمیر آ گیا۔ اور نادر شاہ کے نام کا سکہ و خطبہ جاری کرنے
لگا لیکن عوام نے ایرانی بادشاہ کی سلطنت تسلیم کرنے میں ناخوشی
ظاہر کی۔ اور شور و شر برپا ہو گیا۔ چالیس روز تک یہ فتنہ قائم رہا۔ اسی
اثنا میں پانی پت کی لڑائی کے بعد جب محمد شاہ کی نادر شاہ
سے صلح ہو گئی۔ اور صوبہ کشمیر بدستور شاہان مغلیہ کے دست تصرف
میں رہا۔ اور یہاں کی نظامت بھی مثل سابق عنایت اللہ خان ثانی
کے نام پر رہی تو اہالیان کشمیر نے اتفاق کر کے فخر الدولہ کو شہر سے
نکال دیا لیکن وہ کینہ جو بمقام ہفت چنار جا مقیم ہوا۔ اس نے موقعہ
پا کر اطراف شہر میں آگ لگا دی اور تاخت و تاراج کر کے بہت
سے آدمیوں کو مار ڈالا۔ دو مہینہ تک یہ حالت رہی۔ آخر عوام
کی مخالفت سے فخر الدولہ تنگ آ گیا۔ اور میدان چھوڑ کر بھاگ گیا۔
اس کے بعد ابوالبرکات خان نے عنایت اللہ خان ثانی سے
منصب نیابت حاصل کر کے کشمیر کی راہ لی۔ تین مہینہ بعد جب
نادر شاہ کی آویزش سے فراغت ہو گئی تو عنایت اللہ خان خود بھی
ذیقعد ۱۱۵۲ھ میں وارد خطہ ہوا اور باتفاق ابوالبرکات خان پانچ مہینہ
تک انتظام ملک داری میں مصروف رہا۔ حتی الامکان نصفت شعاری
اور معدلت گستری سے بے جا پروری کرتا رہا۔ متمردوں اور سرکشوں
کا بھی اس نے قلع قمع کر دیا۔ مشائخ وقت کی خدمت اور علماء و فضلاء

کی قدردانی سے تھوڑی سی حکومت میں عوام کی نگاہ میں اس نے کافی
عزت حاصل کرلی۔ آخر الامر ابوالبرکات نے مفسدوں کے اغوا سے
سے عنایت اللہ خان سے روگردانی اختیار کرلی۔ ایک دن نماز جمعہ کے
بعد مسجد جامع کے باہر فریقین میں لڑائی شروع ہوگئی۔ اس موقعہ پر ابوالبرکات خان
کے دیرینہ رسوخ اور شہرت نے عنایت اللہ خان کو مغلوب و منکوب
کردیا۔ دوسرے دن پھر بمقام عیدگاہ فریقین میں مقابلہ ہوا۔ اس مرتبہ بھی ناظم صوبہ
منہزم ہوکر شہر میں جا چھپا۔ اس کا لڑکا خلعت خان سوپور کی طرف بھاگ
گیا۔ اور ابوالبرکات خود مختار حکومت کرنے لگا۔ اثنائی ماہ کے بعد
خلعت خان نے ہیبت خان بمبہ کے بیٹے سے کمک لیکر کشمیر پر
چڑھائی کردی۔ سلخ ماہ شعبان ۱۱۳۳ھ میں بمقام بارہ زرت ابوالبرکات خان
اور خلعت خان میں سخت لڑائی ہوئی جس میں اول الذکر کو شکست ہوئی اور
وہ میدان سے بھاگ گیا۔ عنایت اللہ خان محل اختفا سے باہر نکلا۔
اور بیٹے کی معاونت سے مسند حکومت پر بیٹھ گیا۔ ابوالبرکات خان پونچھ
جا پہنچا اور عبدالرزاق چودھری کے لڑکوں محمد زمان اور محمد دلی کی امداد لیکر
کشمیر پر چڑھ آیا۔ عنایت اللہ خان خواب غفلت ہی میں اونگھ رہا تھا کہ مخالف
راستہ نادر کے راستے حدود سری نگر میں داخل ہوگئے۔ اب خلعت اللہ خان
بھی فوج لیکر ہفت چنار کے نزدیک جا پہنچا۔ اور غنیم سے دو بدو ہوا۔ لیکن
لڑائی شروع بھی نہ ہونے پائی تھی کہ خلعت خان کی فوج مخالف سے
جاملی۔ اور اس بیچارے کو مایوس بھاگنا پڑا۔ ۹۔ ماہ شوال ۱۱۳۳ھ کو ابوالبرکات خان
شہر منصور سری نگر داخل ہوگیا۔ عنایت اللہ خان مقابلہ کو نکلا آدھی رات
تک لڑتا رہا۔ لیکن تمام ملک کے مقابلہ میں اس کی کچھ پیش نہ چل سکی اور آخر اسے
بھی بیٹے کی طرح روپوشی اختیار کرنا پڑا۔ خانپور کے راستے سوپور پہنچا اور
وہاں سے خلعت خان کو ساتھ لیکر راجہ محمود خان بمبہ کے پاس چلا گیا۔
یہاں سے مدد اس کی فوج کے ہمراہ کشمیر آگیا۔ اور علاقہ کامراج میں لوٹ مار
مچانے لگا۔ دو تین ماہ تک یہ فتنہ و فساد قائم رہا۔ آخر ماہ صفر ۱۱۳۴ھ میں

پونچھ والوں کی خواہش سے مرزا نگر آگیا۔ محمد ولی اور محمد زمان دونوں اس کے
استقبال کے لئے گئے اور بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ اسے شہر میں لے
آئے۔ اسی رات کے وقت محمد ولی کے اشارے سے دیارام نے
اس کو قتل کر کے تمام جھگڑوں کا فیصلہ کر دیا۔

(۱۱) اسعد یار خان صوبہ کشمیر

۴- سال ۱۱۴۷ھ لغایت ۱۱۵۰ھ

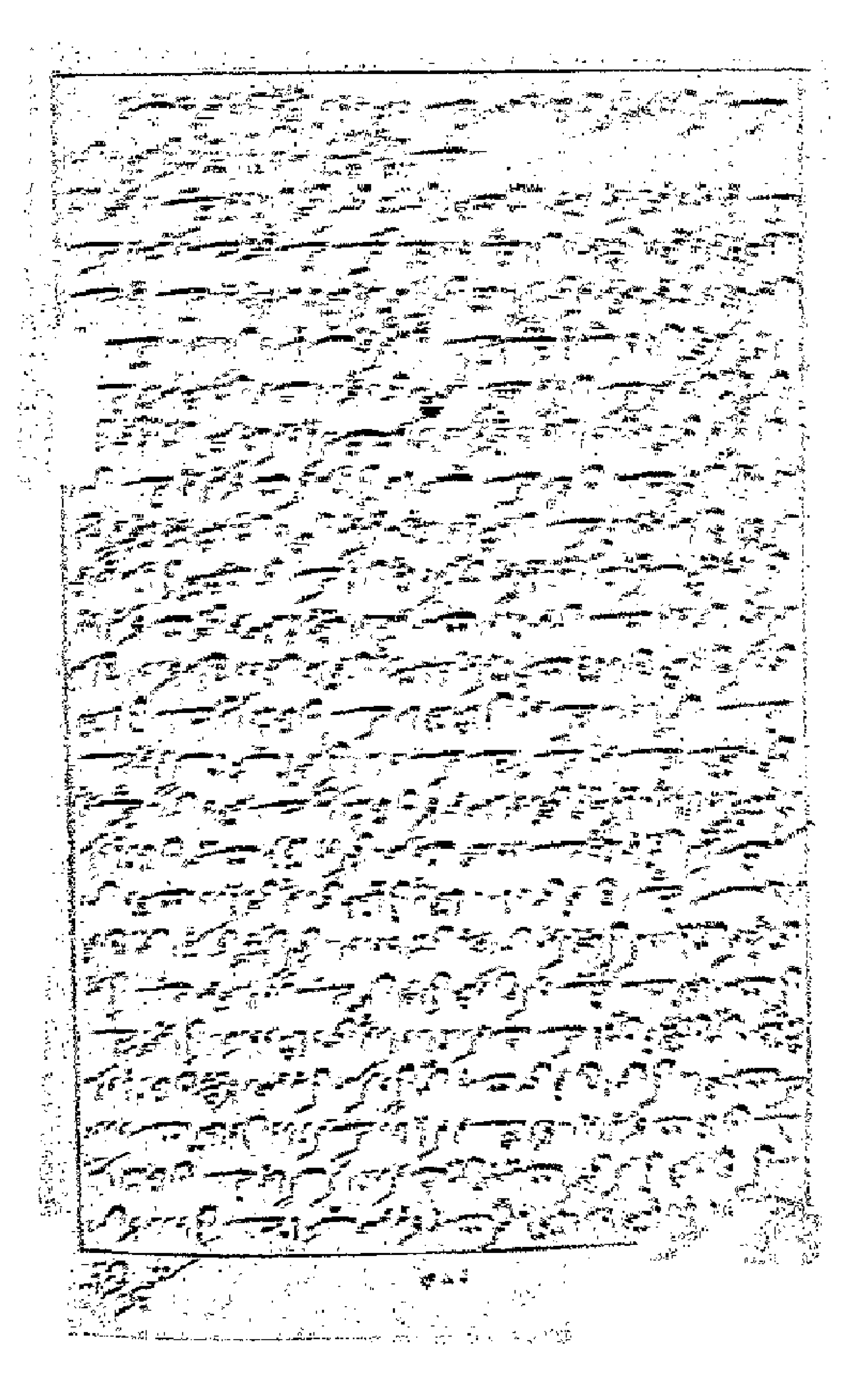
عنایت اللہ خان کے انتقال کے بعد دو تین ماہ تک ابوالبرکات خان
آزادانہ حکومت کرتا رہا۔ اسی اثناء میں محمد شاہ کی طرف سے اسعد یار خان
صوبہ کشمیر مقرر ہوا۔ اس نے بھی ابوالبرکات خان کا زور و شور دیکھ کر
اس کی تبدیلی کا حوصلہ نہ کیا اور حسب دستور اپنی قائم مقامی کا پروانہ بھجوا دیا
پونچھ والے جن کی معاونت سے ابوالبرکات خان کو یہ منصب حاصل
ہوا تھا اب حد اعتدال سے باہر ہو گئے۔ نائب ناظم کو اپنا آوردہ خیال
کر کے دست تعدی دراز کرنے لگے۔ ابوالبرکات بھی ان کی زیادتیوں
سے راضی نہ تھا لیکن ان سے اس کی کچھ پیش نہ چل سکتی تھی تاہم
اس نے حکمت عملی سے ان لوگوں کو شہر سے نکال دیا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد
پھر یہ لوگ استمداد کلی حاصل کر کے داخل شہر ہو گئے۔ لیکن ابوالبرکات خان
نے شہر والوں کی معاونت سے انہیں پھر شہر بدر کر دیا۔ لیکن انہوں
نے بیرون شہر ہی استقامت پا کر لڑائی شروع کر دی آخر الامر بروز جمعہ
ماہ شوال ۱۱۵۰ھ کو بوقت آخر شب یہ لوگ غلبہ حاصل کر کے ابوالبرکات
کے مکان میں آگھسے۔ اتفاقاً اس وقت ابوالبرکات خان خانقاہ معلی
کی زیارت اور مورچہ بندی کے ملاحظہ کے لئے گھر سے نکلا ہوا تھا انہوں
نے مایوس ہو کر لوٹ مچا دی۔ اہل خانہ بمشکل جان سلامت لے کر
نکلے۔ اسی اثناء میں جب ابوالبرکات خان کو اطلاع ہوئی تو وہ بھی اپنے
ہمراہی جمع کر کے آگیا اور دروازہ روک کر کھڑا ہو گیا کہ دشمن باہر نکلنے نہ پائیں
ابوالبرکات کا تصفیہ اچھا تھا تین روز کے بعد محمد ولی محمد زمان اور دیارام

تینوں مفسد اس کے دام تزویر میں اسیر ہو کر گرفتار ہو گئے۔ ۲۵ ماہ شوال
سنہ ۱۱۵۵ھ کو اس نے انہیں قتل کر دیا۔ تین روز تک اہل پنجہ پر قتل عام جاری
رہا۔ جو کوئی ملتا کوتوالی میں لیجا کر پھانسی دیا جاتا۔ اسی طرح قریب پانچ سو آدمی
قتل کئے گئے جس سے ابوالبرکات کی معاونت کا حق ادا [illegible]
کے قتل کا قصاص بطریق احسن پورا ہو گیا۔ تاریخ ہوئی ہے

خردسال [illegible] ہمہ کو جران   گفتا سزائے [illegible]

اس کارروائی کے صلہ میں ابوالبرکات خان کو محمد شاہ کے حضور سے بہادری
کا خطاب ملا۔

اس کے بعد کچھ عرصہ تک امن و امان سے بخوف و خطر حکومت
کرتا رہا۔ سنہ ۱۱۵۶ھ میں دُم دار ستارہ نمودار ہوا جو [illegible] عقائد کے رو سے
آفات ناگہانی کا پیش خیمہ متصور ہوتا ہے۔ اس کے بعد جلدی ہی مفروضہ
علامات بھی ظاہر ہونے لگیں۔ پہلے تو ابوالبرکات خان نائب صوبہ کسی
شدید مرض میں مبتلا ہو گیا۔ پھر شکر اللہ بیگ کے پوتے میر اللہ بیگ نے
جو ابوالبرکات کے خاص پروردوں سے تھا [illegible] کا مزاج [illegible] تھا
حق نمک فراموش کر کے علم بغاوت بلند کر دیا۔ ابوالبرکات خان اپنی [illegible]
میں مبتلا تھا۔ اس کا تدارک نہ کر سکا جس سے اس کو بڑی تقویت ہو گئی
یہاں تک کہ وہ کورنگ [illegible] آباد اور پونچھ کے لوگوں کو بھی اپنے ساتھ
شامل کر کے کشمیر کے شہر [illegible] میں آ گھسا اور [illegible] لوگوں کا
مال و اسباب اور ننگ و ناموس برباد کرتے ہوئے ولی نعمت سے
لڑنے کو سری نگر آ پہنچا۔ یہاں اس نے اہل تشیع سے موافقت پیدا کر لی
اور انہیں اہل سنت کے مظالم یاد دلا کر فتنہ و فساد پر آمادہ کر دیا۔ اب
شیعوں پر طرح طرح کے ظلم و ستم ہونے لگے۔ ابوالبرکات خان بھی جگہ سے
ہلا۔ میر اللہ بیگ کامراج کی طرف بھاگ گیا۔ ابوالبرکات خان نے اس کا
تعاقب تو نہ کیا لیکن اس کے معاونوں کی گوشمالی کے لئے کم عقلی اور
کوتاہ اندیشی سے [illegible] پر حملہ کر کے اہل تشیع پر [illegible]



ابوالمنصور خان بہادر صفدر جنگ کو نظامت کشمیر پر متعین کر دیا۔ اس مرتبہ ابوالبرکات خان بہادر نے چار سال تک اسد یار خان کی نیابت میں حکومت کشمیر کی۔

ابوالمنصور خان بہادر صفدر جنگ صوبہ کشمیر

۲ سال ۸ ماہ ۲۰ روز ۱۱۶۵ھ لغایت ۱۱۶۸ھ

۱۱۶۵ھ میں صفدر جنگ نے نظامت کشمیر پر اقتدار پا کر اپنی جانب سے جان نثار خان بہادر شیر جنگ کو منصب نیابت پر سرفراز کر کے کشمیر بھیجا۔

جان نثار خان بہادر بہرہ جنگ نائب صوبہ
۸ ماہ ۱۱۶۵ھ سے ۱۱۶۵ھ

اس نے کشمیر پہنچ کر میدان عیدگاہ میں رخت اقامت ڈالا۔ پہلے تو اس نے ابوالبرکات خان کو مخالفوں کی قید سے نکال کر بادشاہ کی خدمت میں بھجوایا اور پھر باغیوں اور سرکشوں کو حکمت عملی سے شہر و دیہات سے اخراج کر کے محبوس کر لیا۔ ان کے سرغنہ میر اللہ خان کو جو نئے ناظم کے آمد کی خبر سن کر کامراج کی طرف بھاگ گیا تھا۔ اس نے باستمالت و مدارا حیلا کر اپنی ملازمت سے مربوط کر کے مشمول عنایات کر دیا۔ لیکن بعد میں فتنہ پردازی اور کینہ وری کی پاداش میں ملاقات کے موقعہ پر غافلانہ قتل کر دیا۔ اور سر اس کا بادشاہ کے پاس بھجوا دیا۔ چھ ماہ کے اندر اندر جان نثار خان نے تمام فتنہ و فساد کو بیخ و بن سے نکال کر ملک کو صاف کر دیا اور خود مراجعت پذیر ہو گیا۔

ابوالبرکات خان دلّی پہنچ کر صرف ایک دو ماہ زندہ رہا۔ اور دو ماہ ذیقعدہ ۱۱۶۵ھ کو دنیا سے کوچ کر گیا۔ ہر چند یہ شخص صاحب فطرت و مروت، مدبر اور منصف مزاج تھا لیکن غرض نفسانی کے موقعہ پر ضوابط ملک داری کا لحاظ بھی نہ رکھتا تھا۔ ملازموں، اہلکاروں اور متعلقوں کی خورد و برد و خیانت اور دست برد کو مشاہدہ بھی کر کے چشم پوشی کر جاتا تھا۔ خصوصاً آخری ایام میں جبکہ اس کا ستارہ عروج برج زوال میں آ گیا۔ تو اس کی ساری عقل جاتی

جیسا کہ شیعوں کی لوٹ میں ظاہر ہوا ہے اس کے دشمنوں سے کہ
بدنی گوشمالی کا تدارک کرتا۔ اس نے ناحق ایک مفتیہ رفرقہ کے دل
پیدا کر کے اپنے آپ کو بے اعتبار بنا لیا۔ جس نے جلد ہی اسے
نکلوا کر حکومت سے علیحدہ کر دیا۔ خوشنویس اعلیٰ درجہ کا تھا۔ املا اور انشا
ندی میں یگانہ مدبر اور شعر گوئی میں بھی بہرہ وافی رکھتا تھا اور شعرا و مشائخ
تعظیم و تکریم بھی بدل و جان کرتا تھا۔ ذیل کے اشعار اسی کے
ستزاد ہیں ۔

صوفی سخن تازہ و رنگین دارم ۔۔۔ مشق خط زیبا و بریں دارم
از طرز کلام من شکر مے ریزد ۔۔۔ فرہاد بیا کہ حرف شیریں دارم

افراسیاب بیگ خان نائب صوبہ
سال ۲ ماہ ۵ و ۲۷ روز سنہ [illegible]

۱۱۷۲ھ میں افراسیاب بیگ خان نا[ئب] صوبہ مقرر ہو کر آیا۔ اس کا دور حکومت
پے در پے حوادثات سے مملو ہے۔ دو سال سے کشمیر میں جو عداوت
رہی تھی اور بغض و عناد اور شور و فساد کا بازار جو گرم تھا اس نے رعایا کو
شیعہ کا بھی محتاج کر دیا۔ اسباب اکثر و زری مال مویشی اور غلہ اور حاصل
سب میر اللہ خان کے پنجۂ تصرف میں آ چکے تھے۔ اس کے علاوہ
شور و شر کے زمانہ میں رعایا بھی کار و بار دنیاوی چھوڑ کر فتنہ پردازی
مفسدہ انگیزی میں مصروف رہی یا تطاول اور تاراج کے بیم و ہراس
مجبور کام کاج سے پہلو تہی کرتی رہی۔ خدا خدا کر کے جان نثار کی
انتظار رہی۔ کچھ عرصہ سے امن اور بے چینی کو دور کر دیا۔
زمیندار کاشتکاری اور زراعت کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس پر ماہ
دن میں متواتر بارشوں نے ان کی ساری محنت برباد کر دی فصل
برباد ہر غلہ داروں نے رکھا رکھا یا غلہ دبا رکھا اور سخت گرانی شروع
ہوئی۔ روز بروز اس کی شدت بڑھنے لگی اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ
روپیہ کو دو سیر غلہ بھی ہاتھ نہ آتا۔ فاقہ کشی سے لوگ اس قدر مرنے
لگے کہ ان کی لاشیں سنبھالنی مشکل ہو گئیں لیکن قوت دستیاب ہی نہ ہوتا۔

تھا س میں لپیٹ کر مردے دفن کرتے یا دریا میں ڈال دیتے۔ جس سے
پانی متعفن ہو گیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد اتنی ہمت بھی کسی کو نہ رہی۔ مردے جہاں کے
تہاں پڑے رہتے۔ کتے بلیاں۔ کوے گدھ وغیرہ جانور گوشت کھا کر دفن
کرنے والوں کے فرائض ادا کر دیتے۔ ماں باپ بچوں کو ناشتہ بنا کر شدت
گرسنگی رفع کرتے۔ ہزاروں بچے لڑکے لڑکیاں روزمرہ فروخت ہوتے
اور دو دو تین تین ٹکہ سے زیادہ مول نہ پاتے۔ اس آتش قہر الٰہی میں
قریب ایک تہائی آبادی طعمۂ اجل ہو گئی۔ دوسری تہائی جلاوطن ہو گئی۔ اور
تیسرا حصہ سخت مصائب جھیلکر پیچھے بچ رہا۔ سات ماہ کال یہی زور و شور رہا۔
آخر نئے فصل نے خدا کی عنایت کے دروازے کھول دیئے۔ انہیں دنوں
میں خواجہ علاؤالدین نقشبندی المعروف خواجہ مرزا اور حاجی عتیق اللہ قادری
ملارٹی نے عوام کے شور و واویلا پر شورش برپا کر دی۔ اور غلہ داروں پر تاخت
و تاراج بپا کر ان کا مال و متاع اور گھر بار ویران کر دیا۔ افراسیاب بیگ نے
ان کی ہدایت کے لئے فوج بھیجی جس نے محلہ زینہ کدل میں جہاں
مفسدوں کا ہجوم تھا ان پر تلوار چلانی شروع کی۔ ہزاروں مکان جلا دیئے۔
حاجی عتیق اللہ اور اس کے سارے ہمراہی بھاگ گئے اور روپوش ہو گیا۔
دوسرے دن نائب ناظم نے مصالحت کا سلسلہ چھیڑا اور خواجہ
علاؤالدین نقشبندی اور بعض دیگر سرآوردہ اصحاب کو دربار میں بلایا
اسی اثنا میں حاجی عتیق اللہ بھی گرفتار ہو گیا۔ افراسیاب بیگ نے خواجہ صاحب
کو سیاست قائم رکھنے کے لئے اس کے ہمراہیوں سمیت بادشاہ کے
پاس بھجوا دیا۔ اور ساتھ ہی میر بہاؤالدین قادری اور خواجہ ہاشم دہ بیدی
کو بھی جن کا اس ہنگامہ سے کوئی تعلق نہ تھا گرفتار کر کے دہلی بھجوا دیا۔ حاجی
عتیق اللہ کو جو نائب ناظم سے درشتی اور سخت کلامی کے ساتھ پیش آیا
تھا قتل کرا دیا۔

انہیں دنوں میں مرحوم ابوالبرکات خان کا داماد میر محمد کو جو اپنے نانا
مقتتم بیگ کے ہاں موضع سیر پرگنہ کماورہ پارہ پناہ گزین تھا۔

جب اہالیان کشمیر نے احمد شاہ ابدالی کی تخت نشینی کا حال سنا تو
ان کے لئے فتنہ پردازی کا دوسرا اثر بنک نکل آیا۔ انہوں نے احمد شاہ
ابدالی درانی کو لکھ بھیجا کہ آپ کشمیر کے لئے کوئی اپنا ناظم مقرر کر کے بھیجو ہم
ہم لوگ بغیر لڑائی جھگڑے کے ناظم حال کو اس کے حوالہ کر دیں گے۔ اتفاقاً
یہ رقعہ افراسیاب بیگ کے ہاتھ لگ گیا اس نے مصلحت وقت کے
لحاظ سے اور کوئی کارروائی تو نہ کی۔ مگر اس تحریر کو امرائے کشمیر کے
روبرو ڈال دیا اس وقت تو سب خاموش ہو گئے۔ لیکن انہیں نائب
ناظم کی بیگانگی کا خیال پیدا ہو گیا اور اب وہ اندر ہی اندر پہلے سے بھی
زیادہ اس کی مخالفت پر مستعد ہو گئے۔ اسی قیل و قال کے درمیان ۱۱۶۲ھ
میں عصمت اللہ خان ہمراہی محمد شاہ خان پسر دوم محتوی خان مرحوم
پشاور سے تین چار ہزار سوار ساتھ لیکر براہ توسہ میدان وارد خطہ ہوا۔
افراسیاب بیگ میر مقیم اور خواجہ ظہیر دیدہ مری منصب داروں کو ہمراہ
لیکر غنیم کے مقابلہ کو نکلا۔ کریو وجیرہ اور ڈہر پر فریقین میں لڑائی شروع
ہو گئی۔ اگرچہ باشندگان کشمیر خصوصاً سرداران دولت اکثر عصمت اللہ خان
کے مددگار اور معاون تھے لیکن قضا و قدر نے کسی کی کچھ پیش نہ
چلنے دی۔ افراسیاب بیگ ہر چند فتحیاب ہو گیا تاہم اعیان
سری نگر نے عصمت اللہ خان کی دلجوئی کی اور اسے مزید کوشش پر
آمادہ کر دیا اور وہ ہزیمت سے لوٹ کر سری نگر کی طرف بڑھا۔ موضع شالہ
ٹینگ سے دریائے بہت پایاب کر کے موضع اچھار کے باغ
میں آپہنچا۔ افراسیاب بیگ کو جب اطلاع ہوئی تو وہ بھی فوج لیکر
خواجہ موسیٰ کے باغ میں آ گیا اور پھر از اول تا آخر سے محاربہ و مقاتلہ
شروع کر دیا۔ لیکن اب کے افراسیاب بیگ کو پیٹھ دکھانی پڑی اور
عصمت اللہ خان کوس ظفر بجاتا سری نگر میں داخل ہو گیا۔ حبیب محلہ
نوشہرہ میں تو کسی شکست خوردہ سپاہی نے جو دیوار کی آڑ بنا کر باغ میں
چھپا ہوا تھا۔ سوراخ دیوار سے عصمت اللہ خان کا نشانہ کر کے ایک

ہی گولی سے اس کا کام تمام کر دیا۔ خواجہ جلال اپنے مقتول رفیق کا سر کاٹ کر بارہ مولہ کو نکل گیا لیکن افراسیاب بیگ نے اُسے گرفتار کر کے قتل کروا دیا۔ باقی فوج میں کچھ تو جانیں لیکر بھاگ نکلی اور کچھ افراسیاب کی تیغ جرأت کی نذر ہوگئی۔ محمد خان جو جنگ چیرہ اوڈر سے بھاگ کر اور حبہ کدل کو آگ لگا کر اپنے مکان میں آ بیٹھا تھا عصمت اللہ خان کے قتل ہونے پر خواجہ ظہیر کے ہاں پناہ گزین ہوا۔ پھر وہاں سے بھاگ کر ہندوستان کو نکل گیا۔ عصمت اللہ خان کی لاش مقتل ہی میں سورہ کے راستے پر مدفون ہوئی اور افراسیاب بیگ کو خدا نے ایسی حالت میں اپنی قدرت کاملہ کا تماشہ دکھا کر مظفر و منصور سری نگر میں پہنچا دیا۔ اس واقعہ کی تاریخ جان محمد بیگ سامی نے اس طرح قلمبند کی ہے ؎

تاریخ چنین واقعہ میکرد بیان　　　　بالتفییر بلیغ ایں ابجد خوان

از خطۂ کشمیر شد ہ فوج پٹھان　　　　اسپ و زر و نقد و رخت ماند و ران ۱۱۶۱ھ

اس کے بعد جلد ہی ۲۷ ماہ ربیع الثانی ۱۱۶۱ھ میں محمد شاہ کا انتقال ہوگیا۔ اور اس کا بیٹا احمد شاہ گدی نشین ہوا جس سے محمد شاہ کے وقت کی نظامت کشمیر بھی ختم ہوگئی۔

محمد ابوالنصر مجاہد الدین احمد شاہ

ایام حکومت ۶ برس ۳ ماہ ۳ روز ۱۷۴۸ء تا بیت ۱۷۵۴ء

مطابق ۱۱۶۱ھ تا بیت ۱۱۶۷ھ ہجری

محمد ابو نصر مجاہد الدین ۲۷ ربیع الثانی ۱۱۳۵ھ کو سہ شنبہ کے دن بمقام دہلی پیدا ہوا۔ اور دو شنبہ ۲ جمادی الثانی ۱۱۶۱ھ کو پانی پت میں تخت نشین ہوا۔ شجاع اور بہادر تھا۔ ایام شاہزادگی میں اس نے بمقام سرہند خونریز لڑائی کے بعد احمد شاہ ابدالی پر نمایاں فتح حاصل کی۔ اور یہ آخری فتح تھی جو شاہان مغلیہ میں سے اس بادشاہ کو نصیب ہوئی ہے

اپنے وزیر سے شکر رنجی ہوئی جس کے باعث دربار شاہی میں مدام [illegible]

اس کی تخت نشینی کے چھٹے سال [illegible] میں آغلبان صوبہ کشمیر کے عہد میں ابوالبرکات خان کے بیٹے ابوالقاسم نے میر مقیم کنٹھ نائب صوبہ سے جنگ و جدل شروع کر دی اور اسے منہزم کر کے حکومت ملک پر خود قابض ہو گیا۔ اسی اثناء میں میر مقیم کنٹھ اور خواجہ ظہیر نے احمد شاہ ابدالی کو تسخیر کشمیر پر آمادہ کیا جس نے [illegible] مطابق [illegible] میں عبداللہ خان ایشک آقاسی کو کشمیر بھیج کر صوبہ مذکور کو بھی اپنے مقبوضات میں شامل کر لیا جس سے حکومت ملک شاہان چغتائی کے ہاتھ سے نکل کر افغانوں کے ہاتھ آ گئی۔

صوبیدار جو احمد شاہ کے عہد میں حکومت کشمیر پر مامور رہے

(۱) ابوالمنصور خان بہادر صفدر جنگ ۵ سال ۱۰ روز [illegible] تا [illegible] مطابق [illegible] سے [illegible] ہجری

نائب صوبہ

(الف) قراسیاب بیگ خان ۴ سال ۸ ماہ ۱۰ روز [illegible] تا [illegible] مطابق [illegible] سے [illegible] ہجری

(ب) احمد علی خان ۲ ماہ [illegible] سے [illegible] مطابق [illegible]

(ج) ملک حسن ایرانی ۲ ماہ " " [illegible] " " " سے [illegible] ہجری

(د) آلہ قلی خان ۵ ماہ [illegible] مطابق [illegible]

نائب صوبہ

(الف) میر مقیم کنٹھ [illegible] مطابق [illegible]

ابوالمنصور خان بہادر صفدر جنگ صوبہ کشمیر

۵ سال ۱۰ روز [illegible] سے [illegible]

محمد شاہ کے انتقال پر احمد شاہ نے بھی صفدر جنگ ہی کو [illegible]

کا پروانہ عطا کیا جس سے افرا

سیاب ناظم رہا۔

نواب اسیاب بیگ نائب صوبہ

۳ سال ۹ ماہ ۱۰ روز ۱۱۴۲ ھ سے ۱۱۴۶ ھ

افراسیاب بیگ نے اپنے عہد میں متواتر حادثات کا مقابلہ کرنے کے بعد فراغت کلی حاصل کر چکا تھا۔ اب مہام ملکی کے اندرونی معاملات کے انتظام کی طرف متوجہ ہوا۔ سردار جہان خان ناظم پشاور عصمت اللہ خان کے قتل کے بعد ہمیشہ اسی فکر میں رہتا تھا کہ کسی نہ کسی طرح افراسیاب سے انتقام لے۔ دوبارہ فوج کشی کرنے کی جرأت تو نہ کر سکا۔ لیکن اس نے طالب علی خان کو درپردہ ہموار کر کے اس کے قتل پر آمادہ کر دیا۔ اس بدکیش نے باوجود اس کے کہ افراسیاب سے قریبی رشتہ بھی رکھتا تھا۔ اسے زہر دے کر مار ڈالا۔ حضرت بل کے متصل دفن کیا گیا۔ لوح مزار پر یہ رباعی کندہ ہے

نواب بہادر فلک قدر   زیں دار فنا چو رو ئے بر تافت
جبریل زغیب گفت بہر   زیر قدم رسول جا یافت

احمد علی خان نائب صوبہ

۲ ماہ ۱۱۴۶ ھ مطابق ۱۷۳۳ء

احمد علی خان افراسیاب کا بیٹا کشمیری حرم کے بطن سے تھا۔ باپ کے انتقال پر ابوالمنصور خان صفدر جنگ نے نیابت صوبہ اسی کے سپرد کر دی چونکہ یہ کم سن تھا اس لئے اس کا گارڈین اور معاون ملک حسن ایرانی مقرر ہوا۔ ملک حسن ابوالمنصور کے معتمدوں میں سے تھا۔ اس لئے اسے احمد علی خان کی ماتحتی گوارا نہ ہوئی۔ اندر ہی اندر جلنے لگا۔ ایک دن باپ کی فاتحہ خوانی کے لئے احمد علی حضرت بل جا رہا تھا کہ ملک حسن نے آقا باقر اور حسن علی ایلچی کی معاونت سے آثار مبارک کے دروازے پر اسے گرفتار کر لیا اور ملاحوں کے ہاتھ سے قتل کروا ڈالا۔ لاش سر بگر لاکر مٹی کے نیچے چھپا

دی۔

اپنے مدبر سے شکر بھیجی۔ مسرور کچھ یعنی احمد علی خان کا کام تمام کر کے ملک حسین نیابت خود سنبھال بیٹھا۔ لیکن ہنگامہ بپا رہتا۔
اس کی سخت تنبیہی اپنی نیت کا بدل گیا اور دو ماہ کے اندر ہی اندر خواجہ ظہیر دیدہ مری کی ترغیب سے معزول کیا گیا۔ خواجہ ظہیر جو افراسیاب کے عہد میں صاحب کار اور مدار المہام کے رتبہ پر ممتاز تھا میدان خالی پا کر نیابت پر خود قابض ہو گیا۔ لیکن اعیان ملک نے اس کی حکومت کو ناپسند کیا۔ اور احمد شاہ چغتائی کے پاس نئے صوبیدار کی تقرری کے لئے درخواست بھیجی۔ جہاں سے آلاقلی خان صوبیداری کے لئے منتخب ہوا۔

(۲) الداقلی خان صوبہ کشمیر

۵ ماہ [illegible]

آلاقلی خان نے نظامت کشمیر پر اقتدار حاصل کر کے میر مقیم کنٹ کو نائب اور قائم مقام بنایا۔ خواجہ ظہیر اپنی جلاوت طبع سے خود بخود مدار المہام بن گیا۔ اور امورات ملکی باتفاق انجام دینے لگا۔ میر مقیم رفاہیت خلق اور آسودگی رعایا کے لئے ہمیشہ ساعی رہا۔ لیکن اس نے جنگی اخراجات کی زیادتی محسوس کر کے بہت سے سپاہیوں کو معزول کر دیا اور باقیوں کی تنخواہیں بھی کم کر دیں جس سے فوج بے دل ہو گئی۔ قریباً پانچ ماہ کے بعد ابوالبرکات خان کے بیٹے ابوالقاسم نے جو آوارہ و پریشان محلہ تلاش پورہ میں بیٹھا تھا۔ بعض منصب داروں کے اغوا سے معزول شدہ سپاہیوں کو جمع کر لیا۔ اور کافی جمعیت بہم پہنچا کر یا سے تنہے شورش ہوا۔ اپنے بھائی ذرالدین خان کو اس نے ڈوگل کے راستے پر مامور کیا اور خود نالہ مار کے راستے سے لشکر دیدہ مرزا میر کے مکان پر حملہ آور ہو گیا اس کے گھر بار کو آگ لگا کر مال و اسباب

لیا۔ دوران حملہ میں یہ شعر اس کی ورد زبان تھا۔

جدا ازیں دست من و دامان کوہ بیستون
وارث فرہادم و دارم ارث دعوئے خون

میر مقیم تاب مقاومت نہ دیکھ کر علاقہ کھوہامہ کی طرف بھاگ گیا
خواجہ ظہیر بھی روپوش ہوگیا۔ اور ابوالقاسم مسند حکومت پر جا بیٹھا
اس کے بعد میر مقیم کنٹ نے توم بمبہ کے آدمی فراہم کر کے علم تقابل
کھڑا کیا لیکن ابوالقاسم حکمت عملی سے مصالحت کر کے اسے
شہر میں لے آیا۔ اس واقعہ کے ساتھ ہی صوبہ کشمیر شاہان دہلی کے
قبضہ اقتدار سے نکل گیا۔ اور ابوالقاسم نے خود سر حکومت
کی بنیاد ڈال دی۔ اسی اثنا میں جب احمد شاہ ابدالی
بقصد تسخیر ہندوستان لاہور مقیم تھا۔ تو میر مقیم
کنٹ اور خواجہ ظہیر دیدہ مری نے بوجہ خصومت و عداوت
اسے تسخیر کشمیر پر آمادہ کیا۔ چنانچہ اس نے سنہ ۱۷۵۲ء
مطابق سنہ ۱۱۶۵ھ کو عبداللہ خان ایشک آقاصی کو پندرہ ہزار
جریدہ سپاہ ساتھ دے کر کشمیر بھیجا۔ ایشک آقاصی جب
راجوری پہنچا۔ تو ابوالقاسم خان نے سید محمد عابد کو بطور وکیل
اس کے پاس بھیجا۔ اور ایک لاکھ روپیہ نذرانہ تعلیمیہ دی
پیش کش کرنے کا اقرار کیا۔ ایشک آقاصی وہیں ٹھہر گیا اور
نذرانہ مذکور کے پہنچنے کا انتظار دو ماہ کامل کرتا رہا۔ اسی
اثنا میں ابوالقاسم نے خواجہ ظہیر کو قید خانہ سے
نکال کر سازش کے الزام میں قتل کر دیا۔ اور اس کی لاش کو بھی مدفون
نہ کرنے دیا۔ تاریخ وفات۔ ظہیر گل ۱۱۶۵ھ
ایشک آقاصی بعد انتظار بسیار متوجہ دیار
کشمیر ہوا۔ سنہ ۱۷۵۳ء میں قصبہ شوپیان میں وارد ہو کر خیام
زن ہوا۔ بمقام کنٹ نعمت محاربہ جنگ و جدل شروع

ہو گیا۔ پندرہ روز تک آتش کارزار مشتعل رہی۔ آخر الامر
ابوالقاسم کا سپہ سالار گل خان خیبری عبداللہ خان ایشک
اقاصی سے مل گیا اور قاسم بے حوصلہ ہو کر میدان سے
بھاگ نکلا۔ لیکن گرفتار ہو گیا۔ ایشک اقاصی مراجعت
کے وقت اُسے اپنے ہمراہ کابل لے گیا۔ جہاں
اپنی حسن لیاقت اور قابلیت کے باعث وہ بادشاہ
کا مقبول نظر ہو گیا کچھ عرصہ بعد وہاں سے ہندوستان
آگیا۔ جہاں اس کا انتقال ہو گیا۔ اس نے صرف تین ماہ
حکومت کشمیر کی۔ اور اسی عرصہ میں سلطنت ملک ایک خاندان
سے نکال کر دوسرے خاندان کو دے گیا۔ ابوالقاسم خان
بڑا عالی ہمت اور صاحب حوصلہ تھا۔ اور اگر بعض لیے احمد شاہ
ابدالی کو حملہ کشمیر پر آمادہ نہ کرتے۔ تو تاریخ کشمیر کے اگلے صفحوں
میں دوسرا ہی نقشہ دکھائی دیتا۔ اسے شعر و سخن کا بھی
شوق تھا۔ صافی تخلص تھا۔ یہ رباعی اسی کی طبعزاد
ہے سہ

بر دور عارضت خط ریحان نوشتہ اند
یا بوستان بگرد گلستان نوشتہ اند
خوش خط بیچ من کہ اوصاف زلف تو
جملہ تو فتنہ لیک پریشان نوشتہ اند

اورنگ پنجم

دور حکومت شاہان افاغنہ

از ابتداے سنہ ۱۱۶۷ھ لغایت سنہ ۱۲۱۹ھ مطابق سنہ ۱۷۵۳ء لغایت سنہ ۱۲۳۴ ہجری

چہ پرسیدم از شہر آں گلشن ز باغباں
افغاں کشید و گفت کہ افغان خراب کرد

اس خاندان کے بانی احمد شاہ ابدالی کی زندگی کے حالات بھی کارخانہ قدرت الٰہی کی پیچیدگیوں کا اعلیٰ ترین عقدہ ہیں۔ اس سے بھی بڑھ کر حیرت انگیز سماں اس کے آقا نادر شاہ کی زندگی کا ہے جس کی سرپرستی نے احمد شاہ کو شاہان افاغنہ کی حکومت کا بانی بنایا چونکہ قصہ اس اورنگ سے ایسا قریبی تعلق نہیں اس لئے اس کے ابتدائی حالات سے اغماض کر کے صرف وہی حالات قلمبند کئے جاتے ہیں جنکی اس اورنگ میں ضرورت ہے۔ احمد شاہ ابدالی محمد آفاق خاں بن عبد اللہ خاں بن حیات سلطان کا بیٹا قوم سدوزئی المشہور ابدالی تھا۔ اس کے جد امجد پہلے ملتان واقعہ پنجاب میں سکونت پذیر تھے۔ ان کے دادا عبد اللہ خاں نے معہ اپنی قوم کے سنہ ۱۱۲۹ھ میں ملتان سے ہجرت اختیار کر کے علاقہ ہرات میں بود و باش اختیار کر لی۔ وہاں بھی اس قوم کے قریب ساٹھ گھر پہلے سے آباد تھے۔ عبد اللہ خاں ذاتی شجاعت اور دلیری کے باعث ساری قوم کا سرگروہ اور سرغنہ بن گیا اور اس نے ایسا عروج حاصل کر لیا کہ اپنے علاقہ کا خود مختار حاکم شمار ہونے لگا۔ کئی مرتبہ اس نے حاکمان ہرات کے برخلاف بغاوت کر کے شجاعت اور جلادت کے جوہر دکھائے کچھ عرصہ تک مخالفوں کے ہاتھ میں قید بھی رہا اور آخر کار زمان خاں والئے ہرات کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اس کے بیٹے نے بحیثیت مجموعی امن و امان کی زندگی بسر کی جب نادر شاہ فتح خراسان کے بعد ہرات پہنچا تو اس کا پوتا احمد خاں ابدالی شاہی ملازمت میں داخل ہو گیا۔ ذاتی جوہر اور حسن اوضاع و اطوار سے اس نے نادر شاہ کو اپنی طرف متوجہ کر لیا اور رفتہ رفتہ اس کے خواصوں اور مقربوں میں داخل ہو گیا۔ اور ہر وقت بادشاہ کا

ہمرکاب رہنے لگا۔ نادر شاہ کو اس کی چال ڈھال ایسی پسند خاطر ہوئی کہ وہ بارہا کہا
کرتا تھا کہ "من در ایران و توران و ہندوستان ہیچ کسے مثل احمد خان نیک خصلت ندیدم"
ایک دن اس کے متعلق نادر شاہ نے پیشین گوئی کی اور اسے مخاطب کر کے کہا۔
"اے احمد خان این سخن یاد داری کہ بعد از من مالک این سلطنت تو باشی در آن
وقت حقوق نعمت من یاد داری و فرزندان مرا در کنف حمایت خود نگہداری"
چنانچہ ایسا ہی ہوا کیونکہ جب نادر شاہ مارا گیا تو اس کے لڑکوں میں سلطنت کے
قابل کوئی بھی نہ تھا۔ اور احمد خاں نے میدان خالی پا کر زینۂ تخت حکومت پر قبضہ کر لیا
اور احمد خاں سے احمد شاہ بن گیا۔ نادر شاہ کی تمام فتوحات قبضہ اقتدار میں لے آیا
ہندوستان پر بھی اس نے کئی حملے کئے اور وہ عروج پایا کہ اولوالعزم شہنشاہوں
میں شمار ہونے لگا۔ ۱۷۵۲ء مطابق ۱۱۶۶ ہجری میں میر مقیم کنٹھ اور خواجہ
ظہیر دیدہ مری کی ترغیب سے جس کا مفصل ذکر پہلے ہو چکا ہے اس نے عبداللہ خاں
ایشک آقاسی کے ذریعہ کشمیر کو بھی فتح کر کے تمام ویرانہ انتظام کو درہم برہم کر دیا۔
قریب چھیاسٹھ سال تک کشمیر میں افاغنہ حکومت رہی۔ اس عرصہ میں خطۂ کشمیر
طرح طرح کے مظالم کا تختۂ مشق بنا رہا۔ جس قدر صوبیدار کشمیر میں آئے تقریباً سب
کے سب یہاں کی آب و ہوا سے متاثر ہو کر خود مختار بنتے گئے۔ آج ایک صوبیدار
مقرر ہوا کل وہ باغی ہو گیا اس کی سرکوبی کے لئے دوسرا سردار آرہا ہے۔ جب
اس نے کچھ دن کاٹے تو وہ بھی سرکش ہو گیا اب اس کے رام کرنے کی تجویزیں
ہو رہی ہیں۔ جب تک کابل میں امن قائم رہا درانی بادشاہ آئے دن تازہ تازہ
مہمیں بھیج کر کشمیر کو دبا کرتے رہے آخر جب وہاں بھی خانہ جنگیاں شروع
ہو گئیں اور محمود شاہ نے زمان شاہ کو گرفتار کر کے فتنہ و فساد کی بنیاد قائم کر دی۔
تو ان لوگوں کو اپنی پڑ گئی اور کشمیر کی حالت بگڑنے لگی ایسی حالت میں سلطنت
کا استحکام کیسے ممکن تھا۔ کابل کی وہ حالت تھی ادھر وزیر فتح محمد خاں نے یہاں کی
ابتریوں کو دور کرنے کے لئے ۱۲۲۹ ہجری میں مہاراجہ رنجیت سنگھ والئ
پنجاب سے امداد لے کر کشمیر پر فوج کشی کر دی۔ اس کارروائی نے انتظام
کشمیر کو بالکل بدل دیا۔ درحقیقت اسی امداد نے کشمیر کو مسلمانوں کے ہاتھ سے

ہمیشہ کے لئے نکال دیا کیونکہ وزیر صاحب نے اس کے عوض مہاراجہ موصوف کو ۲ لاکھ روپیہ سالانہ خراج دینے کا وعدہ کیا تھا اور جب دوسرے سال سردار محمد عظیم خاں نے باہمی کشمکش کے باعث خراج دینا بند کر دیا تو والئے پنجاب کو بھی موقع مل گیا۔ فوراً فوج لے کر چڑھ آیا۔ اس سال تو ناکام ہی رہا لیکن سنہ ۱۲۳۴ھ ۱۸۱۹ء میں پنڈت بیربل کی ترغیب سے اس نے پھر لشکر کشی کی۔ سپہ سالار مصر دیوان چند نے داخل کشمیر ہو کر ملک کو تہ و بالا کر دیا اور حکومت ملک مسلمانوں کے ہاتھ سے چھین کر سکھوں کے ہاتھ میں دے دی۔

شجرۂ نسب

احمد شاہ ابدالی

تیمور شاہ — سلیمان شاہ — سکندر شاہ — پرویز

ہمایوں — محمود شاہ — زمان شاہ — عباس شاہ — شجاع الملک — شاہ پور — فیروز شاہ

شہزادہ کامران — شاہ شجاع الملک

احمد شاہ ابدالی

ایام حکومت ۱۹ سال ۵ ماہ ۷ روز سنہ ۱۷۴۷ء لغایت سنہ ۱۷۷۲ء

مطابق سنہ ۱۱۶۰ھ لغایت سنہ ۱۱۸۶ھ ہجری

۲ جمادی الثانی سنہ ۱۱۶۰ھ مطابق سنہ ۱۷۴۷ء میں نادر شاہ کے قتل کے بعد احمد خاں عنان حکومت ہاتھ میں لے کر احمد شاہ ابدالی کے نام سے مشہور ہوا۔ سلطنت مغلیہ کی کمزوری اور افغانوں کی فتوحات کا حال سن کر بعض امرائے کشمیر نے احمد شاہ سے ساز باز کرنا شروع کیا۔ ابدالی کے پاس اپنے آدمی بھیجے اور شاہوں کی کمزوری کی وجہ سے جو فتنہ و فساد اٹھنے والا تھا۔ اس کی طرف اس کو توجہ دلائی۔ پہلے پہل سنہ ۱۷۵۲ء میں محمد شاہ خاں کشمیری سردار جہان خاں بامیزئی ناظم پشاور کے سپہ سالار عصمت اللہ خاں کو مدد لایا۔ اس کے بعد ابوالقاسم خاں

کی زیادتیوں سے تنگ آکر میر مقیم کنٹ اور خواجہ ظہیر دیدہ مری نے خط وکتابت کر کے احمد شاہ کو دوبارہ فوج کشی کرنے پر آمادہ کر دیا۔ چنانچہ اس نے لاہور سے عبد اللہ خان ایشک آقاسی کو کشمیر بھیجا جس نے ابو القاسم کو گرفتار کر کے ۱۱۷۶ھ میں کشمیر میں حکومت افاغنہ کی بنیاد ڈالی۔ مگر زبردست اہل کشمیر کے دلوں میں ترکوں اور افغانوں کے جور و تعدی کا جو وہم و ہراس بیٹھا دیا تھا مغلوں کی سبک رفتار حکومت نے اسے بالکل دور کر دیا تھا۔ اس لئے انہوں نے پٹھانوں کو بھی مغل ہی خیال کر کے دعوت کشمیر دی لیکن ایشک آقاسی نے وارد کشمیر ہو کر زوال پیش کے مظالم از سر نو تازہ کر دیئے اور انہیں یاد دلا دیا کہ مغلوں کی حکومت ان کے حق میں کیسی مفید تھی مگر تدبر عاقبت سے وہ کر پچھتانے گر وقتا آیہ سابقہ خلق خدا کو طرح طرح کے عذاب شدید پہنچا کر انہیں کفران نعمت کا مزا چکھانے لگا۔ جلیل القدر گروہ کے کئی شخصوں سے چندہ واگزار ڈالا۔ قاضی خان سے ایک لاکھ روپیہ مصادرہ لیا۔ اس پر بھی اس کے بیٹے کو ایسا عذاب دیا کہ بیچارہ تنگ آکر دریا میں ڈوب کر مر گیا۔ پیرا سنے شاہی خزانہ اور دفاتر اور مال و اسباب تو فاتح عبد اللہ کے منہ شیر آور ہی تھے اس نے تمام رعایا پر لوٹ مار مچا دی۔ جور و ستم ظلم و دغا انتقام و تاراج مخصہ مصادرہ جرمانہ اور نذرانہ غرض جس طرح ممکن ہوا اس نے غریب رعایا کو لوٹنے میں کوئی فرق نہ رکھا۔ تمام ملک میں شور و واویلا برپا ہو گیا۔ ملا احمد اس واقعہ کو ان درد انگیز الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

شد سے نغمہ کوچہ قمریاد — حرف افغان چو در میان افتاد
شور افغان چو بشنوم بے تحیل — یادم آید ز صور اسرافیل
بس کہ پر شور کار افغان است — شور محشر دیار افغان است
این زمان خاصہ گوشۂ کشمیر — شد ز افغان چو نے پر از نفیر
خواست حق کین جہان سازد تنگ — چو دل نے شود ز افغان تنگ
داشت دوران ز تصرف جفتہ — سے سر و راز تصرف چفت
کرد بر وے مسلط افغان را — باغ جمشید داد دیوان را
بود این گل زمین سلیمان باغ — شد ز دیوان کنون سراسر داغ

قریب دو ہزار افغان نشانہ سپاہی کے بمقام بارہ مولہ لوٹ لئے گئے۔ سکھ جیون
فوج لے کر ان کے تعاقب میں دوڑا۔ اور خونریز لڑائی کے بعد ملک حسن عظیم خان
اور میرہ خان مقتول ہوئے اور خواجہ کیچک مغلوب ہو کر ملک سے بدر کیا گیا۔
سکھ جیون مل مظفر و منصور واپس آگیا اور اب اس نے حکم دیا کہ شاہ عالم
بادشاہ دہلی کے نام کا خطبہ پڑھا جائے۔

خواجہ کیچک نے قیام کشمیر کے دنوں میں اپنے دادا کی مرمت کرا کے
مقبرہ طیار کر دیا اور اس کے متصل ایک مسجد بھی بنوائی منجملہ دیگر اشعار کے
عظمت اللہ خان کی لوح مزار پر یہ شعر بھی کندہ کرایا ؎

کشمیر را ندیدہ نفس ہم نکرد راست — خود را ازین جہان بجہان دگر کشید

خواجہ کیچک کی واپسی پر احمد شاہ ابدالی نے مہر عبداللہ خان ایشک اقاصی کو
تیس ہزار سپاہ کے ساتھ جیون مل کی گوشمالی کے لئے روانہ کیا۔ ایشک اقاصی
کا حوصلہ پہلی چڑھائی سے بڑھا ہوا تھا اس نے تاڑ دیکھا تو عین موسم سرما میں براہ
پونچھ کشمیر پر حملہ کر دیا۔ سکھ جیون بھی فوج آراستہ کر کے مقابلہ کے لئے بمقام
حیدر آباد پہنچا۔ لڑائی شروع ہو گئی۔ اسی اثناء میں بارش برف بھی کمال شدت
کرنے لگی جس سے افغان سخت لاچار ہو گئے۔ سکھ جیون مل نے بہرا خان کوکہ
کی معاونت سے غنیم کی فوج کو درہم برہم کر دیا۔ ایشک اقاصی بھاگ گیا کئی پٹھان
گرفتار ہو گئے۔ سکھ جیون مل نے اسیروں کو کاغذی ٹوپیاں پہنا کر سری نگر بھجوا دیا۔
اس کامیابی کی خبر اس نے بادشاہ دہلی کی خدمت میں بھجوائی جس نے سکھ جیون
کو راجہ کا خطاب عطا کیا۔ اور ایک ہاتھی اور جھالر دار پالکی بطور خلعت بھی بھجوائی۔
ابوالحسن کو خان کا خطاب دیا۔ اس پالکی کی توصیف میں ملا محمد توفیق نے یہ رباعی
موزون کر کے راجہ سکھ جیون مل سے شایاں انعام حاصل کیا ؎

این پالکی طاق کہ مطبوع نکو است — چشمیست کہ از بس طرازش ابرو است
جنبش پلک دیدہ و مژگان جہالر — چون مردمک دیدہ سوار او در اوست

اس کے بعد راجہ سکھ جیون مل نے کوہستان کشمیر کے محافظوں کو جو عرصہ سے انہیں
اطراف کے باشندے تھے معزول کر دیا۔ اور ان کی جگہ قریب تیس ہزار سپاہی

تعینات کرکے ان کی سب ایمانیوں کی طرف سے مطمئن ہوگیا۔ اسی طرح قریب
تیس منصب داروں کو جن سے اُسے اندیشہ تھا بلا تقصیر گرفتار کرلیا اور ان کا
مال و اسباب بھی ضبط کرلیا۔

سنہ ۱۸۳۵ء (۱۲۵۱ھ) میں قحط کے آثار نمودار ہوئے جس سے ملک میں سخت شور
اٹھا لیکن خواجہ ابوالحسن خاں نے سرکاری حوالات غلہ کے دروازے کھولدئیے
اور تمام رعایا کے گھروں میں حسب حیثیت کئی کئی دنوں کا آذوقہ ڈال دیا۔ انہیں
دنوں میں ٹڈی نے بھی کشمیر پر دھاوا کردیا۔ چونکہ فصل کا موسم نہ تھا زراعت کو
کوئی نقصان نہ پہنچا۔ لیکن اس نے بقول "ملخ بوستان خورد و مردم ملخ"
قحط زدوں کے لئے خوراک مہیا کردی۔ دوسرے سال سنہ ۱۸۳۶ء میں اوائل
موسم بہار میں ابوالحسن خاں نے تخمیناً دو لاکھ خروار شالی جو سال گذشتہ کی تقسیم
سے بچ رہی تھی ایک لاکھ خروار شالیان سری نگر میں تقسیم کردی اور باقی ایک لاکھ
خروار مفصلات میں زمینداروں کو بطور تقاوی بھجوا دی۔ دوسرے سال بھی
فصل اچھا نہ ہوا اور زمیندار لوگ زر تقاوی ادا نہ کرسکے۔ تو خواجہ ابوالحسن خاں
نے سال آئندہ پر معطل کردیا۔ اسی طرح یہ بقایا بیاسی سال تک زمینداروں کے
نام واجب الادا رہا۔ آخر سنہ ۱۸۴۳ء میں کرنیل میاں سنگھ نے مہاراجہ رنجیت سنگھ
کے عہد میں بباعث قحط بالکل معاف کردیا۔

ایک دن رات کے وقت جب کہ راجہ سکھ جیون علمائے اسلام سے صحیح
بخاری کے متعلق مباحثہ کر رہا تھا شاہی اصطبل میں آگ لگ گئی۔ پاس ہی بارودخانہ
تھا آگ کی چنگاریاں اُڑ کر بارود میں جا گریں جس سے سارا بارودخانہ بھڑک اٹھا
متصلہ مکانات ریزہ ریزہ ہوکر اُڑ گئے اور اس زور کا دھماکا ہوا کہ تمام شہر ہل گیا
مکانوں کے دروازے ٹوٹ گئے بہت سی ہانڈیاں تلف ہوگئیں اور گرد و نواح
کے اکثر لوگ بیہوش اور زخمی ہوگئے۔

دو ڈھائی سال تک راجہ سکھ جیون ابوالحسن خاں کی صواب دید سے امورات
ملکی کو بخوبی سر انجام دیتا رہا۔ لیکن فتنہ پرداز لوگوں کو یہ اس کا کام پسند نہ آیا۔ سنہ [illegible]
میں [illegible] کشت کرنے جو کابل سے واپس آگیا تھا یا وہ کوئی اور [illegible] باہمی کدورت پیدا

کردی۔ تاہم خواجہ ابوالحسن خاں منافق کی کوشش کرنے لگا چنانچہ رفع کلفت کے
لئے اس نے اپنے باغ میں راجہ سکھ جیون کے لئے ضیافت تیار کی لیکن جب
راجہ مکان دعوت کو روانہ ہوا تو میر مقیم نے اسے سمجھایا کہ ابوالحسن خاں نے ضیافت
کے کمرے کے نیچے بارود بچھا رکھا ہے۔ بیٹھتے ہی اس میں آگ لگا کر سب کو
ہلاک کر دیگا۔ یہ سنکر راجہ سخت برافروختہ ہوا۔ راستے سے واپس لوٹ آیا اور ابوالحسن
کو قید کر کے اس کے ماتحتوں سے اس نے ایک لاکھ روپیہ بطور جرمانہ وصول
کر لیا۔ اس کے بعد میر مقیم وزارت پر فائز ہوا۔ لیکن ایک ہی سال کے بعد اسے
ابوالحسن کی قید پر سرفراز کر کے محبوس کو پھر اپنے عہدہ پر متمکن کر دیا۔

دوسرے سال جب سکھوں نے پنجاب میں شورش برپا کی اور پنجاب کے
بہت سے علاقے افغانوں کے ہاتھ سے نکل گئے تو سکھ جیون کو بھی ملک گیری کا
شوق دامنگیر ہوا چنانچہ قریب چالیس ہزار سپاہی آراستہ کر کے اس نے سیالکوٹ
بھمبر اور راکھنور وغیرہ پر چڑھائی کر دی۔ حاکم سیالکوٹ محصور ہوا۔ لیکن راجہ جموں
کی مخالفت نے اسے کامیاب نہ ہونے دیا۔ آخر بے شمار اخراجات کے بعد سکھ جیون
کو بے نیل مرام واپس آنا پڑا۔ اس کے پیچھے قوم بمبہ نے بغاوت اختیار کر کے
علاقہ کامراج میں لوٹ مچا دی۔ ابوالحسن خاں اُنکی مدافعت کے لئے بارہ مولہ گیا
لیکن راجہ کی ہزیمت کی خبر سنکر واپس آ گیا۔ سکھ جیون نے کشمیر پہنچکر بعض اہلکاروں
کو ابوالحسن سمیت غفلت کے جرم میں قید کر کے اپنی شکست کا غبار نکال لیا اور
میر مقیم کو قید سے آزاد کر کے ابوالحسن کی جگہ مقرر کیا۔ لیکن پھر کچھ دن بعد راجہ صاحب
کی عنایت سے میر مقیم اور ابوالحسن نے اپنی جگہوں کا تبادلہ کر لیا۔ انہیں دنوں
میں میر فاں کھکہ نے شورش برپا کی اور سکھ جیون اس کی سرزنش کے لئے بارہ مولہ
گیا۔ پیچھے ابوالحسن نے بغاوت اختیار کر لی۔ شہر کے پل توڑ کر تمام کشتیاں اپنی
طرف کھینچ لیں اور مطمئن ہو کر بیٹھ رہا۔ کچھ دن بعد جب راجہ واپس آیا تو اس نے
میر مقیم کو آزاد کر کے عزت و حرمت کی کرسی پر بٹھا دیا۔ دوسرے دن راجہ کے
دس ہزار جرار سپاہی بر فور شنا دریا عبور کر کے ابوالحسن خاں سے نبرد آزما
ہوئے۔ وہ اور اس کے سارے ہمراہی منتشر ہو گئے۔ راجہ کے آدمیوں نے ابوالحسن خاں

داخل ہوکر اس کی آنکھیں حجام کے نشتر سے نکلوائیں۔ مگر حضرت سید نور الدین خان نے راجہ سکھ جیون کو بادشاہ کے پاس بھجوا دیا لیکن اس نے بھی اس کے حال پر کوئی التفات نہ کی بلکہ اس کو انہی کے [illegible] کر چھپوا دیا۔

راجہ سکھ جیون بڑا شجاع اور دلاور تھا جب اس کی آنکھیں نکلوائی گئیں تو اس پر افسوس سے آنت تک نہ کی۔ پنڈت مہانند [illegible] سے پہلے اول وہ [illegible] تعصب [illegible] نیک طینت اور [illegible] تھا۔ مسلمان علماء و فضلا کی قدر و منزلت کرتا تھا۔ جمعہ کے دن مسجد جامع میں بذات خود موجود رہتا تھا اہل اور [illegible] پیش حاصل کرنے کی غرض سے جاتا۔ ان عید اور نوروز کے جشن بڑی دھوم دھام سے مناتا تھا۔ اسے شعر و سخن کا بھی بڑا شوق تھا۔ نور الدین [illegible] کے [illegible] ہونے سے پہلے اس نے ایک غزل منظوم کی تھی جو اس موقعہ پر [illegible] ثابت ہوئی ہے

چشم از رخ جہاں پوشیدہ بہ | [illegible] نادیدہ بہ
[illegible] | عاقبت [illegible]
[illegible] | [illegible]
[illegible] | [illegible]
[illegible] | [illegible]

حالت نابینائی میں یہ شعر رباعی ورد زبان رہتی تھی ہے

ہر چند گفتم نفس دنی را | [illegible]
[illegible] | [illegible]

جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے راجہ سکھ جیون کی ابتدائی حکومت کشمیر کے لئے نعمت غیر مترقبہ تھی۔ مگر پنڈت مہانند ور اس کو تعصب مذہبی کی طرف مائل کر دیتا تھا۔ کچھ شک نہیں کہ اس کی حکومت کئی مسلمان صوبیداروں اور بادشاہوں سے بدرجہا بہتر تھی۔ وہ نہایت علم دوست حاکم تھا۔ علاوہ [illegible] سلطان زین العابدین [illegible] کی طرح اپنے عہد اور گذشتہ زمانوں کی ایک مکمل تاریخ لکھوانے کا [illegible] تھا۔ چنانچہ اس نے مندرجہ ذیل سات شعرا کو تاریخ

کلیات منظوم کے تیار کرنے کے لئے جن شعراء مشاہیر سے دیئے۔ محمد علی خاں متین۔ عبدالوہاب شائق۔ ملا ساطع۔ محمد جان بیگ سامی۔ ملا محمد توفیق۔ رحمت اللہ نوید۔ حسن۔ راجہ سکھ جیون چونکہ خود شاعر تھا۔ اس لئے شعرا کی قدر دانی بھی کرتا تھا بلکہ ہر ہفتہ ایک شنبہ کے دن مشاعرہ بھی ہوا کرتا تھا جس میں راجہ اکثر مرتبہ خود بھی شامل ہوتا۔ تاریخ کشمیر کے سات حصے کر کے مندرجہ بالا اساتذہ منتخب الدہر شعرا کو تقسیم کر دیئے گئے۔ اور ہر ایک بیت کے لئے ایک ایک روپیہ انعام کا وعدہ کیا گیا شائق نے ساٹھ ہزار۔ ملا توفیق نے دو ہزار۔ سامی نے ایک ہزار بیت ابھی تیار کیا تھا کہ راجہ سکھ جیون کا آفتاب اقبال برج زوال میں آ گیا۔ اور یہ بے نظیر تاریخ نامکمل رہ گئی۔

محمد جان بیگ سامی نے راجہ سکھ جیون کی شان میں کئی قصیدے بھی لکھے اور چونکہ مشاعرہ سرکاری میں اعتبار کلی رکھتا تھا اس لئے پنڈت مہانند کی خاطر بھی قصیدے منظوم کئے۔ اور اس کی تعریف میں بھی اس نے اکثر قصیدے کہے۔ ایک نظم کے چند شعر درج ذیل ہیں جن میں [illegible] کے الفاظ [illegible] خوبی سے بنایا ہے

کارپرداز قوم مہانند است | آنکہ ہمت از [illegible]
مے شمالی ہمنام او نخواہ | نقد و جنس و برات ہا کرما
[illegible] در بابت جستار [illegible] | [illegible] آل آگر از مقدر ما
رزق ہر چند [illegible] | شیر از عقل [illegible]

راجہ سکھ جیون نے ۱۱۶۷ھ سے ۱۱۷۵ھ تک آٹھ سال ایک ماہ اور [illegible] دن بڑی شان و شوکت اور خودسری سے حکومت کشمیر کا ڈنکا بجایا۔ اس کے انجام کی نسبت کسی نے یہ تاریخ لکھی ہے ؎

سکھ جیون شد تباہ و پامال و گنج | در ہزار و یکصد و ہفتاد و پنج

نورالدین خاں بامیزئی راجہ کا کام تمام کر کے سرکشوں اور خیرہ سروں کی سرکوبی کی طرف متوجہ ہوا اور تین ماہ کے اندر اندر تمام انتظام درست کر کے واپس آ گیا۔ راجہ سکھ جیون کی احمد شاہ ابدالی کے امیروں سے [illegible] اگرچہ اس نے منصب صاحبکاری پر سرفراز ہو کر خودسری اختیار کی تھی مگر [illegible] بادشاہ دہلی کے

بیٹے عیدگاہ آ رہے تھے کہ راستہ میں چڈری بل کے شیعوں سے جھگڑا پیدا ہوگیا۔ انہوں نے خواجہ صاحب موصوف کی نسبت بے ادبانہ گفتگو کی جس سے عوام کے دلوں میں سخت اشتعال پیدا ہوگیا اور انہوں نے چڈری بل کو آگ لگا کر شیعوں پر لوٹ مچادی۔ بلند خان نے اس ہنگامہ کو فرو کر کے تحقیقات شروع کی جس میں شیعوں کی زیادتی پائی گئی اور صوبیدار نے بعضوں کے ناک اور کان کٹوا دیئے اور بعضوں کو جرمانہ کی سزا دی۔ ۱۱۵۶ھ میں کثرت سے بارش ہونے کے باعث دریا نے بہت اور تمام کھیتوں اور چشموں کا پانی دودھ کے رنگ [illegible] منجمد ہوگیا۔ اسی سال نظامت کشمیر کی میعاد پوری ہونے سے معزول ہو کر بلند خان واپس آگیا۔ جب جموں پہنچا تو پیک اجل نے پیشوائی کر کے اسے عدم آباد میں پہنچا دیا۔

(۵۵) نور الدین خان بامیزئی صوبہ کشمیر
ایک سال ۱۱ ماہ ۱۱۵۷ھ سے ۱۱۵۹ھ

اس مرتبہ ۱۱۵۷ھ میں نور الدین خان بامیزئی صوبہ کشمیر بنکر وارد خطہ ہوا۔ اس نے قاضی خان کو عہدہ قضاۃ سے سرفراز کیا۔ اور میر مقیم کنٹ اور کیلاس دھر کو علی الترتیب منصب دیوانی الہامی اور صاحبکاری بخشا۔ یہ دونوں کچھ عرصہ تک تو باتفاق کام کرتے رہے لیکن بعد میں حاسدوں نے کان بھر کر میر مقیم کنٹ کو کیلاس کی مخالفت پر آمادہ کر دیا۔ چنانچہ وہ ناظم صوبہ کو سمجھا بجھا کر باقیہ سرکاری کی وصولی میں وقت کرنے لگا۔ پہلے سال میں دو مرتبہ قسط وصول ہوتی تھی میر مقیم نے روزانہ مقرر کر دی جس سے کیلاس بہت تنگ آگیا۔ اس لئے اس نے حکیم میر قاسم گو پرگنہ کھویہامہ کو پستول دے کر میر مقیم کے قتل پر متعین کیا جس نے ایک دن رات کو موقع پا کر میر مقیم کو خواب استراحت میں جا دبوچا اور کان میں گولی لگا کر اس کا کام تمام کر دیا۔ لیکن جلدی اور گھبراہٹ میں پستول وہیں چھوڑ گیا۔ دوسرے دن تفتیش میں طمانچہ پر کیلاس کا نام کھدا ہوا پایا گیا۔ تاہم نور الدین خان نے اس امر کی چنداں پرداخت نہ کی اور مقتول کے رشتہ داروں کو تسلی دے کر ٹھنڈا کر دیا۔ لیکن جب اس کا لڑکا میر نقیب اللہ کنٹ پونچھ سے واپس آیا تو اس نے ناظم کے پاس استغاثہ کیا لیکن نور الدین نے اسے بھی ٹال دیا جس سے میر نقیب اللہ ناراض ہو کر امداد کے لئے راجہ رستم خان کے پاس پونچھ چلا گیا۔ لیکن ابھی اس کی مراد بر نہ آئی تھی کہ وہ ابو الفتح محمود خان [illegible] مظفر آباد کے پاس آ پہنچا

اور وہیں بیٹھ کر موقعہ کا انتظار کرنے لگی۔

اسی اثنا میں جب احمد شاہ ابدالی لاہور پہنچا تو نورالدین خاں اپنے بھائی بخرو خان اور گوہر بیگ کو نائب مقام چھوڑ کر خود بادشاہ کی خدمت میں روانہ ہو گیا۔ اس کے پیچھے سکھ جیون خان خٹک جو ناظم صوبہ کے خاص معتمدوں میں سے پرگنہ بیرو کا سربراوردہ جاگیردار تھا اور جس نے ناظم کی سرپرستی میں اقتدار حاصل کر کے موضع چل برس واقع پرگنہ مذکور میں ایک مضبوط قلعہ بھی بنا رکھا تھا حق نمک فراموش کر کے باغی ہو گیا۔ اور بخرو خان کو حکومت سے برطرف کر کے ۱۷۵۵ء ۱۱۶۹ھ میں نظامت کشمیر کا مالک خود بن گیا۔ اور کوئی اس کی مخالفت کی جرأت نہ کر سکا۔ سمجھتا تھا کہ یہ حکومت چند روزہ ہی ہے دل کھول کر رعایا کو لوٹنے لگا۔ خصوصاً تعصب مذہبی کے باعث اس نے فرقہ ہنود کو سخت ایذا پہنچائی۔ انہیں دنوں میں حافظ عبداللہ جو در اصل شیعہ مذہب کا پیرو تھا اپنے آپ کو سنی ظاہر کر کے وعظ اور دیگر ذرائع سے صحابہ کرام کی توہین کرنے لگا مگر جلدی ہی پکڑا گیا۔ عالموں و فاضلوں نے اسے خواجہ کمال الدین نقشبندی کے پیش کیا جس نے ملزم کو بعد تحقیقات رقص وغیرہ کی تعذیب بائیس مشاہدین قلمبند کرنے کے بعد خانقاہ نقشبندیہ کے ایوان مبارک میں اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ اسی سال بلائے قحط بھی نمودار ہوئی جس سے تمام رعایا چلا اٹھی قریب چھ ماہ تک یہی دار وگیر اور مصیبت و آفت کا زمانہ رہا جب بادشاہ کو خبر ہوئی تو اس نے نورالدین خاں کو معزول کر کے خرم خاں کو اس کی جگہ کشمیر روانہ کیا۔

خرم خاں صوبہ کشمیر گیارہ ماہ ۱۹ روز ۱۷۵۶ء ۱۱۶۹ھ سے ۱۷۵۷ء ۱۱۷۱ھ

سنہ ۱۷۵۶ء ۱۱۶۹ھ میں خرم خاں خلعت صوبیداری زیب تن کر کے لشکر جرار کے ساتھ روانہ کشمیر ہوا جب بارہمولہ پہنچا تو سکھ جیون خان گھبرا گیا اور دہشت زدہ ہو کر سری نگر خالی کر کے اپنے قلعہ میں جا چھپا چنانچہ نیا ناظم بلا مزاحمت داخل شہر ہو گیا۔ اس نے کیلاس دھر کو دیوان مقرر کیا جو بڑا جنگی تھا جس سے فرقہ ہنود کے دلوں سے سکھ جیون خان کے مظالم کا وسوسہ دور ہو گیا اور وہ عیش و آرام سے زندگی بسر کرنے لگے۔ خرم خاں کم ہمت۔ کاہل الوجود اور رحم دل طبیعت کا آدمی تھا چنانچہ امور نظامت کے سرانجام دینے میں پوری توجہ نہ دے سکا۔ دشمنوں کو تقویت حاصل کرنے کا موقع مل گیا۔ کچھ ہم عہد لوگ سنہ ۱۷۵۷ء میں سیر قرار اللہ

مظفرآباد سے محمود خان مہمند کی امداد لے کر سوپور آ گیا۔ لعل خاں بھی اپنی کمین گاہ سے
نکل کر اس سے آ ملا اور دونوں باتفاق لڑائی کے لئے تیار ہو گئے۔ اُدھر سے
خرم خاں اور کیلاش دھر جیسے کہ تیرت سے سوپور کی جانب روانہ ہوئے۔ انہوں
نے امیر خاں جوانشیر کو راہ بارہمولہ کی حفاظت پر متعین کیا۔ یہ دیکھ کر میر فقیر اللہ
اپنے ہمراہیوں محمود خان اور لعل خاں سمیت کھوہامہ کی راہ سے ٹامہ آ گیا۔ ان
کے تعاقب میں خرم خاں نے بھی پٹن سے اُدھر کا راستہ لیا۔ لیکن راستے میں کسی
[illegible] ہو گئے کپڑے دھو [illegible] ڈالے ہوئے تھے جن کے پاس سے
بھیڑ بکریاں گذر رہی تھیں۔ ناظم صوبہ نے ان دونوں باتوں کو بدشگونی پر محمول
کیا اور وہیں سے سرہی لشکر کو لوٹا دیا اور بے حوصلہ ہو کر دوسرے دن رامو چلا
گیا۔ مخالفوں نے تین روز تک آگے بڑھنے کی جرأت نہ کی۔ آخر جب انہیں معلوم
ہو گیا کہ سرہی لشکر خائف ہو چکا تو ہوشیار ہو کر آ داخل ہوئے اور تاخت و تاراج کرنے
لگے۔ اس کے دوسرے دن دو لوگ خرم خاں [illegible] رامو سے پیچھے [illegible]
کیا [illegible] کے بعد خرم خاں [illegible] ہو کر شوپیاں چلا گیا۔ اسی دوران میں لعل خاں
کی نا اتفاقی ہو گئی اور وہ اپنے رفیق کا ساتھ چھوڑ کر اپنے قلعہ میں چلا گیا۔ اُدھر
امیر خاں جوانشیر بھی بارہمولہ کی حفاظت سے ہاتھ اٹھا کر پونچھ کے راستے
شوپیاں آ گیا جہاں سے ناظم صوبہ اور کیلاش دھر کے ہمراہ جموں کے راستے احمد شاہ
ابدالی کی خدمت میں چلا گیا۔ خرم خاں نے قریب ایک سال تک کشمیر میں حکمرانی
کی۔

میر فقیر اللہ کنٹھ ناظم صوبہ کشمیر [illegible]
[illegible] مطابق [illegible]

سنہ ۱۱۷۶ھ میں میر فقیر اللہ کنٹھ نے حکومت
صوبہ پر قبضہ اقتدار حاصل کر کے احمد شاہ
ابدالی کی مطابعت کا اعلان کیا۔ اس کے بعد اس نے اپنے رفیق لعل خاں کو شکر
حاضر ہونے کے لئے لکھا۔ لیکن وہ نہ آیا اس لئے اس نے [illegible] کنٹھ کو فوج دے کر
اس کو گرفتار کرنے کے لئے بھیجا۔ [illegible] لعل خاں معمولی لڑائی کے بعد قلعہ کو آگ
لگا کر [illegible] بھاگ گیا جہاں سے سیدھا بادشاہ کی خدمت میں روانہ ہو گیا۔ اس
کے بعد میر صاحب نے دوسرے مخالفوں کی طرف توجہ کی اور [illegible] پکڑ کر [illegible]

قوم بمبہ کی سازش سے اب کا قصاص لینے کی خاطر اس نے لشکر [illegible]
دستدی شروع کی بہت سے ہندوؤں کو قتل کر دیا ہندوؤں سے مسلمان [illegible]
تمام شہر میں شور و واویلا تھا اور [illegible] سے بے پردہ ہو [illegible]
روپوش ہو گئے۔

کچھ عرصہ تک میر فقیر اللہ احمد شاہ ابدالی کے وکیل کو [illegible] خراج ادا کرتا رہا۔
لیکن رفتہ رفتہ اس نے اس کے مقابلے میں خود سری کی [illegible]
[illegible] کی اور [illegible] میں [illegible] کرنے لگا [illegible]
اسی کو [illegible] حالت [illegible] کی [illegible]
اس کی [illegible] ایک دن اپنے [illegible] گھوڑے سے [illegible]
[illegible] کو [illegible] کیا اور اس نے بادشاہ کی خدمت میں
[illegible] اور ناظم کشمیر [illegible] میر فقیر اللہ [illegible]
کشمیر کی [illegible] بادشاہ کو [illegible] کیا۔ اس اثنا میں [illegible] ناظم کی
[illegible] بادشاہ [illegible] ہو گیا اور
[illegible] نور الدین خان بامیزئی کو [illegible] کی [illegible] پر متعین کر کے کشمیر روانہ
کیا۔ [illegible] میر فقیر اللہ [illegible]
[illegible] حکومت اس کی [illegible] لیکن اس
[illegible] نور الدین خان نے [illegible]
[illegible] آگے روانہ کیا [illegible]
[illegible] کو گرفتار کر کے صبح کے وقت قتل کر دیا اور [illegible]
آگے بڑھ آیا۔ ادھر نور الدین خان بھی [illegible] کے موضع [illegible] پہنچ گیا [illegible]
[illegible] کے مقابلہ کو نکلا لیکن شکست کھا کر [illegible] بھاگ گیا۔
نور الدین خان بھی [illegible] دار الامارت [illegible] آیا۔ [illegible]
[illegible] قوم بمبہ کا لشکر لیکر [illegible] لیکن [illegible]
[illegible] کی طرف بھاگ گیا۔ قوم
[illegible] اور [illegible] ایک [illegible] کو [illegible] تاراج کر کے اپنے علاقہ کو [illegible]

جنگی۔ نورالدین خاں ایک ماہ تک میدان عیدگاہ میں خیمہ زن رہا لیکن میر فقیر اللہ نے شاہ کی اطاعت قبول کی اور نہ اس کے قابو چڑھا بلکہ موقع پا کر کشتی کے راستے کامراج کی طرف نکل گیا۔ اور کوہستان کرناہ میں جا پہنچا جہاں شہراب نے جان سے کر [illegible] اس کے سارے منصوبوں کو خاک میں ملا دیا۔

نورالدین خاں بامیزی صوبہ کشمیر بار دوئم
۲ سال ۱ ماہ [illegible] سے [illegible]

دوسری مرتبہ میر فقیر اللہ خاں کو شکست دے کر کے نورالدین خاں نے خلعت صوبیداری پہنا۔ اور لعل محمد خاں کے صلاح و مشورہ سے امورات ملکی و مالی کو سرانجام دینے لگا۔ شریروں اور مفسدوں کی گوشمالی کر کے اس نے ملک میں امن و امان قائم کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد محمد خاں خزانچی نظامت کشمیر کا پروانہ لے کر مظفرآباد پہنچا۔ لیکن نورالدین خاں نے جادۂ اعتدال سے منحرف ہو کر اس کا مقابلہ کیا۔ اور خزانچی صاحب کو بے نیل مرام واپس لوٹنا پڑا۔ اس کے بعد کیلاس در جو خورم خاں کے ہمراہ کابل گیا ہوا تھا۔ امرائے دولت کی استمداد سے بادشاہ کی خدمت میں پہنچا اور تسخیر کشمیر کا بیڑا اٹھا کر پھر دگی خورم خاں روانہ ہو گیا۔ جب یہ دونوں پشاور پہنچے تو ناظم صوبہ لعل محمد خاں کو قائم مقام چھوڑ کر بہ اعجلت ملک سے نکل گیا۔ اور فریقین کی جد و جہد کا تماشہ دیکھنے لگے۔ اسے جلد ہی کابل میں استقامت پذیر ہو گیا۔ پیچھے لعل محمد خاں نے فوج آراستہ کرنی شروع کی۔ اور مصارف جنگ کے لئے تاجروں اور منصب داروں کو تاخت و تاراج کرنے لگا۔ جس سے اعیان ملک رنجیدہ خاطر ہو گئے۔ اسی اثنا میں جب خورم خاں مظفرآباد پہنچ گیا۔ تو لعل محمد خاں بھی مع فوج و سپاہ بارہ مولہ کو روانہ ہو گیا اور بیرسلین کنٹ اور اس کے بھائیوں کو بلا تدبیر کر کے ساتھ لے گیا۔ خود بارہ مولہ ٹھہرا لیکن اپنے بھائی سیف اللہ خاں کو خورم خاں کے مقابلہ کے لئے کوہستان بھیجا۔ مگر وہ شکست کھا کر واپس آ گیا۔ جب لعل محمد خاں نے سیف الدین کی غلط بازی اور غنیم کے مقابلہ پر اپنی طاقت کو بھی کمزور دیکھا۔ تو بغیر کسی مزید جد و جہد کے اپنے قلعہ میں گیا۔ خورم خاں میدان خالی پا کر سیدھے مہتہ سری نگر آ گیا۔ اور مسند حکومت پر متمکن ہو کر جدید نظامت کا بانی مبانی ہوا۔

خرم خان صوبہ کشمیر بار دوم
۴ ماہ سنہ ۱۱۷۷ھ سے سنہ ۱۱۷۷ھ

نظامت پر قبضہ حاصل کر کے اس نے میر حسن کنٹھ
کو قید سے رہا کر دیا اور اسے رئیس الملک و
پیش کار بنا دیا۔ امیر خان جوانشیر کو جو شاہی فوج کا سردار تھا اس نے لعل محمد خان کی
سرکوبی کے لئے بھجوایا لیکن وہ ناکام واپس آگیا کیونکہ لعل محمد خان کو آئے دن
پنجاب سے تازہ بتازہ کمک پہنچتی رہتی تھی اور اس کا قلعہ بھی تقریباً ناقابل تسخیر تھا۔
امیر خان کی مسلسل پسپائی پر وہ گاہ بگاہ قلعہ سے باہر نکلتا اور دیہات پرگنہ بیرو اور ناگل
میں غارت گری کر کے گاؤں کو آگ لگا دیتا اور پھر قلعہ میں جا بیٹھتا تھا۔ خرم خان
زشت رائے اور پست ہمتی سے لعل محمد خان کی بیخ کنی اور استحکام سلطنت کا
تدارک نہ کر سکا۔ امیر خان جوانشیر نے اس کی شکایت بادشاہ کے پاس بھیج دی جہاں
سے امیر خان جوانشیر ہی کے نام صوبیداری کا فرمان نکلا اور خرم خان چھ ماہ کی حکومت
کے بعد براہ جموں واپس چلا گیا۔ انہیں دنوں میں نور الدین خان جو ابھی تک جموں
میں مقیم تھا خرم خان کے وہاں پہنچنے سے ایک دن پہلے دنیائے فانی سے کوچ
کر گیا۔

امیر خان جوانشیر صوبہ کشمیر ایک سال
۱۰ ماہ سنہ ۱۱۷۷ھ سے سنہ ۱۱۷۸ھ

سنہ ۱۱۷۷ھ میں امیر خان جوانشیر مسند نظامت
پر متمکن ہوا۔ اس نے میر فاضل کنٹھ کو
مدار المہام جزو کل بنایا اور تمام امورات ملکی و مالی اسی کے تفویض کر دیئے۔ خود ہر وقت
محفل عیش و عشرت میں شرب شراب اور سمع نغمہ و سرود میں مشغول و مصروف رہتا۔
فاضل کنٹھ کو موقع مل گیا اور اس نے سب مقیم کے قصاص میں کیلاس در کو سر بازار
گرفتار کر کے عذاب شدید سے مار ڈالا اور فرقہ ہنود پر طرح طرح کے جور و ستم کر کے
بیچاروں کو ذلیل و خوار کر دیا۔

لعل محمد خان نے قلعہ سے نکل کر قصبہ ناگام میں بغاوت اختیار کی۔ میر فاضل کنٹھ
اس کی سرکوبی کے لئے خود گیا لیکن وہ میدان چھوڑ کر بدستور قلعہ میں متحصن ہو گیا۔ چند
روز بعد میٹ اللہ خان نے سری نگر پر شبخون مارا اور راجہ سکھ جیون کے محلات کو جو محلہ
نالہ مار میں واقع تھے آگ لگا دی۔ اسی اثناء میں امیر خان کو معلوم ہوا کہ شاہی لشکر کے
بعض امیری سردار اور سپاہی لعل محمد خان سے ملے ہوئے ہیں۔ اس لئے اس نے [illegible]

نے غضب ناک ہوکر قریب تین سو آدمیوں کو نذر میدان کیا۔ اس کے بعد جلد ہی
لعل محمد خاں بھی کسی مرض شدید میں مبتلا ہوکر مر گیا اور قلعہ کے باہر مدفون ہوا
اہل و عیال اس کے بھاگ کر پونچھ چلے گئے۔ امیر خاں اس کی لاش سری نگر لے آیا
جہاں دوبارہ جنازہ پڑھ کر خانقاہ معلی کے صحن میں لب دریا دفن کرایا گیا۔ مرحوم کی
شجاعت اور جلادت کی بہت تحسین و آفرین کی۔

ان جھگڑوں سے فارغ ہوکر ناظم صوبہ نے پھر عیش و عشرت کا بازار گرم کر دیا
اسی عیاشی کے طفیل اس نے جھیل ڈل کے درمیان [illegible] گز لمبا اور [illegible] گز چوڑا ایک
مصنوعی جزیرہ تعمیر کرایا جو سونہ لنک کے نام سے مشہور آج تک امیر خاں کی رنگینی
طبع کا نشان دیتا ہے۔ اس جزیرہ پر اس نے ہفت منزل کاشانہ بنوایا جس کے
سقف پر بذریعہ دولاب آبشار اور فوارے جاری کرائے۔ عموماً اسی میں تفریح
طبع کے سامان مہیا کرتا تھا۔ اور بعض اوقات کاروبار مملکت بھی اسی جگہ سرانجام دیتا
تھا۔ انہیں دنوں میں نندپور کے ملاحوں کی ایک لڑکی سے جو رعنائی اور دلربائی میں
ثانی نہ رکھتی تھی اس نے نکاح کر لیا اور اس کی خاطر وہیں سونہ لنک پر ایک عالیشان
محل تعمیر کرایا۔ اس کے بعد اس نے باغ امیرآباد بنوایا۔ اور مغلیہ بادشاہوں کے
نشیمن اور باغات سے پتھر وغیرہ مصالحہ اکھیڑ کر اپنے باغ میں لگوایا۔ ناظم کی اس کارروائی
سے اس کے رشتہ دار عزیز ملاحوں کو بھی موقع مل گیا اور انہوں نے تمام پرانی
عمارتیں اور باغ ویران کر دیئے۔ اور پتھر اور دیگر اسباب لوٹ کر لے گئے۔ باغ
امیرآباد کی تکمیل پر اس نے سری نگر میں قلعہ شیرگڑھی طیار کیا جس سے دوسری طرف
یعنی جانب جنوب دریا کے بہت پر امیرا کدل کا پل بھی اسی نے بنوایا۔ شیرگڑھی
کے موقع پر پہلے ایک پرانا باغ تھا جو قوم ڈار کی موروثی ملکیت میں تھا اور انہیں کے
نام سے ڈارہ باغ مشہور تھا۔

بعض اوقات ناظم صوبہ باغ امیرآباد سے ادھر کبھی باغ میں آجاتا اور یہیں عدالت
کرتا۔ کچھ عرصہ بعد اس نے خود اسی باغ میں ایک عالی شان دیوان خانہ بھی بنوا لیا۔ اتفاقاً

ف کچھ عرصہ بعد امیر خاں جوانشیر کے مخالفوں نے اسکی تمام عمارتوں کو منہدم کر کے جزیرہ سونہ لنک
پر جیل خانہ طیار کر دیا جہاں دو ایک قیدی محبوس کئے جاتے تھے ۔۱۲

اسی سال ۱۱۸۶ھ میں طغیانی آب سے تمام پل اور بیسیوں مزید عمارات دریا برد ہو گئے اور امیر خاں کا دیوان خانہ بھی تباہ ہو گیا۔ طغیانی کے بعد اس نے نواڑہ باغ کی تعمیر شروع کرائی اور سیلاب کے بچاؤ کے لئے سنگین فصیل بنا کر اس نے اسے قلعہ بنا دیا۔ فصیل کے اندر کئی عالیشان عمارتیں بھی بنوائیں اور نواڑہ باغ کا نام تبدیل کر کے اسے شیر گڑھی کے نام سے موسوم کیا جو آج تک اسی نام سے مشہور چلا آتا ہے۔ آخر ۱۱۸۶ھ میں احمد شاہ ابدالی کے انتقال کے بعد امیر خاں جوانشیر کی نظامت حالت تنزل میں آگئی۔

تیمور شاہ درانی ابدالی

ایام حکومت ۲۱ سال ایک ۱۷۷۳ء لغایت ۱۷۹۳ء مطابق

۱۱۸۷ھ لغایت ۱۲۰۷ ہجری

احمد شاہ ابدالی کے ہاں چار بیٹے تیمور شاہ، سلیمان شاہ، سکندر شاہ اور پرویز شاہ پیدا ہوئے منجملہ ان کے تین چھوٹے لڑکوں کو اس نے اپنی حین حیات میں قید کر رکھا تھا اور چونکہ بڑے بیٹے کو ہرات کی صوبیداری پر تعینات کیا ہوا تھا۔ وزارت پر وزیر شاہ ولی خان نے بادشاہ کے دوسرے بیٹے سلیمان شاہ کو جو اس کا داماد بھی تھا قید سے نکال کر مسند نشین کر دیا۔ جب تیمور شاہ نے باپ کے انتقال اور بھائی کی تخت نشینی کی خبر سنی تو وہ بسرعت تمام لشکر جرار کے ساتھ عازم قندھار ہوا۔ شاہ ولی خان اپنے بیٹوں کے ساتھ اس کے استقبال کو آیا لیکن تیمور شاہ نے قاضی فیض اللہ خان کی مصلحت سے اتکو خان درانی کو شاہ ولی خان کے قتل پر مقرر کیا جس نے راستہ ہی میں وزیر کو مع اس کے دو بیٹوں اور ایک بھانجے کے قتل کر دیا۔ تیمور شاہ کھلے دروازے داخل قندھار ہو کر مسند نشین ہو گیا اسی دن باغیوں کا قلع قمع کر کے اپنے نام کا سکہ و خطبہ جاری کر دیا۔ سکہ

چرخ می آرد طلا و نقرہ از خورشید و ماہ تا زند بر چہرہ نقش سکہ تیمور شاہ

سجع نگین — علم شد از عنایات الٰہی بعالم دولت تیمور شاہی

اس بادشاہ نے اپنا دار الامارت بجائے قندہار کے کابل مقرر کیا۔ موسم گرما میں کابل میں اور سردیوں میں پشاور رہا کرتا تھا۔ امیر خان جوانشیر کو اس نے دلیر جنگ کا خطاب عطا کیا اور نظامت کشمیر بھی بدستور اسی کے نام رکھی۔

تیمور شاہ کے عہد حکومت میں اہل کشمیر پر طوفان بے تمیزی ہی برپا رہا خصوصاً اس کے صوبیداروں کریم داد خان اور آزاد خان نے تو ظلم و تعدی کو وہ عروج دیا کہ اس کی مثال نہیں ملتی تاہم اس کی حکومت میں سلطنت افاغنہ کا پورا سکہ جاری رہا اور ۲۰ سال ایک ماہ کی جہانبانی کے بعد ۱۷۹۳ء میں بمقام پشاور مرض الموت میں مبتلا ہو کر کابل کو روانہ ہو گیا جہاں ۷ ماہ شوال ۱۲۰۷ھ مطابق ۱۷۹۳ء کو دنیائے فانی سے رحلت کر گیا
تاریخ ہوئی ست محمد شاہ فتح تیمور بادشاہ ۱۲۰۷ھ

تیمور شاہ نے سات بیٹے چھوڑے۔ ان میں سب سے بڑا ہمایوں تھا جو اول درجہ کا عیاش تھا باپ نے اسے حکومت قندھار پر سرفراز کر رکھا تھا۔ دوسرا بیٹا محمود ہرات کا حاکم تھا۔ تیسرا زمان شاہ کابل میں حکمرانی کرتا رہا اور باقی چاروں بیٹے عباس شاہ، شجاع الملک، شاہ پور اور فیروز شاہ سب کے سب کابل ہی میں موجود تھے مگر انہیں حکومت ملک سے کوئی تعلق نہ تھا۔

صوبیدار جو تیمور شاہ کے عہد میں حکومت کشمیر پر مامور رہے

(۱) امیر خان جوانشیر دلیر جنگ — ۳ سال ایک ماہ — ۱۷۷۲ء سے ۱۷۷۶ء مطابق ۱۱۸۶ھ سے ۱۱۹۰ھ
(۲) حاجی کریم داد خان — ۲ سال ۱۰ ماہ — ۱۷۷۶ء سے ۱۷۸۳ء — ۱۱۹۰ھ سے ۱۱۹۷ھ
(۳) آزاد خان — ۲ سال ۳ ماہ — ۱۷۸۳ء سے ۱۷۸۵ء — ۱۱۹۷ھ سے ۱۱۹۹ھ
(۴) مدد خان اسحاق زئی و سیف اللہ خان — ۱۰ ماہ — ۱۷۸۵ء سے ۱۷۸۶ء — ۱۱۹۹ھ سے ۱۲۰۰ھ
(۵) میر داد خان — ۲ سال — ۱۷۸۶ء سے ۱۷۸۸ء — ۱۲۰۰ھ سے ۱۲۰۲ھ
(۶) ملا غفار خان — ۳ ماہ — ۱۷۸۸ء — ۱۲۰۲ھ
(۷) جمعہ خان الکوزئی — ۴ سال ۵ ماہ — ۱۷۸۸ء سے ۱۷۹۲ء — ۱۲۰۲ھ سے ۱۲۰۶ھ
(۸) میر ہزار خان — ۳ ماہ — ۱۷۹۲ء سے ۱۷۹۳ء — ۱۲۰۶ھ

تیمور شاہ کے عہد حکومت	امیر خان جوانشیر دلیر جنگ صوبہ کشمیر ۳ سال ایک ماہ ۱۷۷۲ء / ۱۱۸۶ھ سے ۱۷۷۶ء / ۱۱۹۰ھ

میں چند ماہ تک توجہ اکشیر خطاب کی خوشی میں بادشاہ کی مطابعت میں گرم جوشی
بھی ظاہر کرتا رہا لیکن اس کے بعد کشمیر کے خوشگوار باغات اور جھیل ڈل کی تازہ
ہوا نے اس کے دماغ میں بھی بو سے خود سری ڈال دی اور شاہ کابل کی فرمانبرداری
کا طوق گردن سے نکال کر خود مختار فرمانروائی کرنے لگا۔ مذہب تشیع کا پیرو تھا
سرکشی اختیار کر کے اپنے دین کی ترویج میں مصروف ہوا۔ اور مسلمانان اہل سنت
کو سخت ایذا میں پہنچانے لگا واقعہ ماہ شعبان ۱۱۹۰ھ میں اس نے حافظ عبداللہ
کے قصاص میں خواجہ کمال الدین نقشبندی کو انور ملک بلہ جو کے ہاتھ سے نقب زنی
کروا کے مروا ڈالا۔ اسی طرح خواجہ فتح اللہ کلکٹر عالی ملک شاہ وری اور ابوالبرکات
کے بیٹے نورالدین خاں کو بھی توہین مذہب تشیع کے جرم میں خفیہ طور پر قتل کرا دیا۔ امام
امیر آباد میں اس نے زر کثیر سے شہدائے کربلا کی ماتمداری کے لئے ایک
سیاہ خیمہ نصب کر رکھا تھا۔ شیخ الاسلام قاضی خاں اور دیگر مفتیان سری نگر کو
جمع کر کے اس نے اذان میں کلمہ علی ولی اللہ شامل کرنے کے لئے مجبور کیا وہ
لوگ از خوف جان سے اس وقت خاموش ہو رہے لیکن خود بخود اس کے دل پر
کوئی غیبی رعب چھا گیا اور وہ اس حکم کے اجراء سے باز آ گیا۔ رفتہ رفتہ امیر خاں
کی زیادتیوں کی خبر تیمور شاہی دربار میں بھی پہنچ گئی اس نے علی اکبر خاں کو تھوڑی
سی فوج کے ساتھ انتظام صوبہ پر مامور کر کے بھیجا جب وہ حدود مظفر آباد میں
پہنچا تو ناظم صوبہ کے مددگار قوم بمبہ نے مزاحمت کی اور اسے آگے نہ بڑھنے دیا۔ وہ
بیچارہ وہیں سے کابل کو لوٹ گیا۔ اس واقعہ پر امیر خاں کا حوصلہ اور بھی بڑھ گیا اور
اس نے بمقام سوپور محمود خاں بمبہ سے ملاقات کر کے اس کا شکریہ ادا کیا ساتھ ہی
دل خاں کھکہ اور امیر خاں کھکہ کی لڑکیاں اپنے عقد میں لایا جس سے اس قوم کے ساتھ
بھی رابطۂ اتحاد قائم ہو گیا۔ اس کے بعد ناظم صوبہ نے میرزا کاظم کو تبت سے معزول
کر دیا۔ تبت کے راستے میں تین مستحکم قلعے بنائے۔ اور بعض معتمدان گنڈہ سنگھ
کو سازش کے الزام میں قتل کر دیا۔ علی اکبر خاں کی مراجعت پر تیمور شاہ نے حاجی کریمداد خاں
کو لشکر جرار دے کر امیر خاں جوانشیر کی گوشمالی کے لئے روانہ کیا۔ لیکن اس سے
کریمداد خاں کے بھائی زمان خاں کو بیشمار تحفہ و تحائف دے کر بادشاہ کی خدمت میں

بھجوا دیا اور امرائے دربار اعلیٰ کے ساتھ بذریعہ خط وکتابت جوڑ توڑ کرکے حاجی کریمداد خاں
کی واپسی کا فیصلہ کرلیا۔ چنانچہ وہ براہ پکھلی واپس چلا گیا۔ باوجود اس کے ناظم صاحب
نے شیوۂ جور وتعدی کو ہاتھ سے نہ دیا۔ یہاں تک کہ تمام رعایا برخلاف ہوگئی۔ اس
وقت اس نے کوشش کی کہ کسی طرح عوام کو راہ راست پر لائے۔ چنانچہ اس نے
اپنے معتمدوں کو اس ہنگامہ کے فرو کرنے کے لئے متعین کیا۔ لیکن لوگ اس کی
نسبت اس کے کارکنوں سے جو زیادہ تر بد دیانت پیشہ تھے اور [illegible] تھے ناظم
سے بھی زیادہ جلے بیٹھے تھے۔ غرض اس کی تمام کوششیں رائیگاں گئیں۔ تاہم اس
کے بروقت بیدار ہو جانے سے اتنا ضرور ہوا کہ بغاوت رک گئی۔ لیکن [illegible]
اور ملا حمید وغیرہ چند اکابران کشمیر تنگ آکر بادشاہ کی خدمت میں چلے گئے
اور دوبارہ حاجی کریمداد خاں کو اس کی تادیب کے لئے ہمراہ لائے۔ علی اکبر خاں
کی طرح محمود خاں بھی کریمداد خاں کے سدراہ ہوا۔ لیکن اس کا ہجوم دستہ مقابلہ میں
اس کی کچھ پیش نہ چل سکی اور وہ باوجود نقصان کثیر معہ فوج وسپاہ [illegible] کو
بارہ مولہ پہنچ گیا۔ اب کے امیر خاں کا کوئی داؤ نہ چلا اور آمادہ پیکار ہوگیا۔ اس نے
تارتلی خاں افشار کو بڑی تعداد فوج کے ساتھ مقیم کے مقابلہ کے لئے بارہ مولہ بھیجا
جس نے وہاں پہنچ کر مقام گورین بولی قیام کیا۔ اور کریمداد کی پیش قدمی کا انتظار کرنے
لگا۔ یہ تو اپنے کیمپ ہی میں بیٹھا رہا۔ اور حاجی کریمداد معہ فوج [illegible] کے پاس
سے چالیس ہزار سواروں کے ساتھ دریا سے جہلم عبور کر کے قصبہ پٹن میں آپہنچا
تارتلی خاں بھی اس کے پیچھے پٹن آگیا۔ لیکن خلاف توقع عہد وپیمان کر کے شاہی
فوج سے مل گیا۔ اسی طرح میرزا فضل کنت بھی کھو کامہ سے لوٹ کر کریمداد خاں
سے جا ملا۔ یہ حالت دیکھ کر امیر خاں پامردی کا مقولہ عمل میں لایا اور شاہ آباد کی
طرف بھاگ گیا۔ وہاں کے زمینداروں نے عمداً اسے راہ سے گمراہ کرکے
ایسے سنگلاخ اور دشوار گذار درہ کوہستان میں ڈال دیا جہاں سے بخیر وعافیت
نکلنا مشکل بلکہ محال ہوگیا۔ اسی اثنا میں کریمداد خاں کے سوار معروف خاں اور
علی اکبر خاں شاہ آباد کے زمینداروں کی وساطت سے [illegible] وہاں پہنچے اور
اسے گرفتار کر کے آقا کے پاس لے گئے۔ جس نے ہاتھ پاؤں باندھ کر [illegible]

کی حسرت میں اسے کابل بھجوا دیا۔ کچھ عرصہ تک قید رہا آخر بادشاہ نے اس کا قصور معاف کر کے اسے آزاد کر دیا۔ اس مرتبہ امیر خاں نے ۳ سال ایک ماہ حکمرانی کی۔

حاجی کریم داد خاں صوبہ کشمیر ۱۰ سال ۱۰ ماہ ۱۷۷۶ء سے ۱۷۸۳ء
۱۱۹۰ھ سے ۱۱۹۷ھ

حاجی کریم داد خاں نے امیر خاں کی گرفتاری کے بعد نظامت کشمیر پر قبضہ حاصل کر کے میر فاضل کنٹ کو مختار مالیہ اور مستقل امورات ملکیہ بنایا لیکن جلد ہی چند ماہ کے بعد محرم ۱۱۹۲ھ کو تحصیل مالیہ میں تساہل کرنے کے باعث اسے قتل کرا دیا جس کے بعد اس نے قاضی عبدالرحیم کے بھائی فرخ کو عہدہ قضا بخشا اور دلارام قلی کو منصب صاحب کاری عطا کیا۔ اسی سال اس نے اپنے بیٹے مرتضیٰ خاں کو کابل سے بلا بھیجا۔ ۱۰ ماہ شعبان ۱۱۹۵ھ کو وہ سری نگر پہنچ گیا اس کا استقبال بڑی دھوم دھام سے کیا گیا اور سلامی کی توپیں اتنی چلائی گئیں کہ ان کے متواتر آوازت سے نظامت کے دیوان خانہ کلاں کے دو طاق گر گئے جن سے اکثر لوگ زخمی ہو گئے بعض لوگ ایسے مجروح ہوئے کہ کچھ دنوں تک سسک سسک کر اس استقبال کی توپوں کی نذر ہو گئے۔

کچھ عرصہ بعد ۱۱۹۶ھ بعد حاجی کریم داد خاں نے مرتضیٰ خاں کو تسخیر اسکردو پر مامور کیا جس نے بڑی جد و جہد کے بعد راجہ مراد خاں حاکم اسکردو کو مغلوب کر لیا اور باج و خراج اور پیر غال لے کر مظفر و منصور مراجعت پذیر ہوا۔ ناظم صوبہ نے تحفتاً امیر تیمور شاہ کی خدمت میں بھجوایا جس نے اس کے صلہ میں اسے شجاع الملک کا خطاب عطا کیا۔ اسی سال راجہ رنجیت دیو والئے جموں نے تیس ہزار سپاہ کے ساتھ بانہال کے راستے کشمیر پر چڑھائی کی لیکن شکست کھا کر واپس ہو گیا۔ تاہم والئے جموں کی اس کارروائی سے ناظم صوبہ کو اتنا معلوم ہو گیا کہ اقوام کنٹ ککہ و بمبہ کی سازش سے راجہ مذکور نے کشمیر پر فوج کشی کرنے کی جرأت کی چنانچہ اس نے پہلے تو قوم کنٹ کو سیدھا کیا۔ پھر اقوام ککہ و بمبہ کے تدارک کے در پے ہوا۔ ۱۱۹۸ھ میں محمود خاں بمبہ کی سرزنش کے لئے جس نے شادی پور میں کشمیر کریم داد خاں کے ساتھ ۲ برس سے مزاحمت کی تھی تار قلی خاں کو سات ہزار آدمی

کے ساتھ مظفرآباد بھجوا دیا۔ جب وہ [illegible] پہنچا تو فتح خان راجہ [illegible] نے صحیح
راستہ سے گمراہ کر کے ایک ایسے تنگ درہ میں پہنچا دیا کہ یہ بالکل بے بس
ہو گیا۔ اسی اثناء میں فتح خان نے حملہ آور ہو کر فوج کشمیر کا تمام مال و اسباب
اور اسلحہ وغیرہ چھین لئے اور اسے بے دست و پا کر کے ناظم کشمیر کے پاس
واپس بھجوا دیا۔ ناظم علی خان کی حماقت سے کریم داد خان اس قدر [illegible] ہوا کہ [illegible]
کو جوش غضب میں اس کو قتل کرا دیا۔

حاجی صاحب نے ان جھگڑوں اور جھمیلوں سے فراغت کلی حاصل کر کے
چوری جفا اور ظلم و ستم کا بازار ایسا گرم کیا کہ تمام رعایا الامان الامان کر اٹھی۔ مال و دولت
غارت کرنے کے علاوہ اس نے اطفال و اناث کے ننگ و ناموس کو چاک کرنے کا
بیڑا اٹھایا۔ بالخصوص [illegible] تمام اقوام اس کے مظالم سے نالاں تھیں۔ کئی قسم کے
ٹیکس بھی اس نے رعایا پر لگا دیئے جو [illegible] سے پہلے نہیں تھے۔ ان میں سے
ایک ٹیکس زر نذرانہ تھا جو منصب داروں اور جاگیرداروں سے وصول کیا جاتا تھا
اکثر حالتوں میں یہ ٹیکس آمدنی سے بھی دو گنا چوگنا ہوتا تھا۔ اس نے منصب داروں
اور جاگیرداروں کو نان شبینہ کا بھی محتاج کر دیا۔ چنانچہ کئی [illegible] مال و اسباب
فروخت کرنے [illegible]۔ دوسرا ٹیکس زر اشخاص کے نام سے مشہور تھا
[illegible] تاجروں اور دیگر متمول اصحاب [illegible] سے [illegible] لیا جاتا تھا۔
اور تیسرا [illegible] ٹیکس [illegible] داروں سے وصول کیا جاتا تھا جس سے
شہر و [illegible] تھا [illegible] ہو گئے [illegible] سے [illegible] اور [illegible] کے
باغوں کے [illegible] مقابلہ کے وقت سے پہلے آ گئے تھے کاٹ کر ان کی لکڑیاں
بازاروں میں فروخت کیں اور [illegible] ان کے چھوٹے چھوٹے
باتوں پر گاؤں کے مقدموں اور [illegible] سے [illegible] جرمانہ اور
مصادرہ [illegible] وصول کر لیتا۔ ان رقموں کی وصولی پر اس نے [illegible] کو مقرر کیا
تھا جو [illegible] اور [illegible] آدمی تھا
[illegible] تھا جو [illegible]
[illegible] حاجی صاحب [illegible] اس کے نائب [illegible]

اور ان کے قتل کا اتہام کا بیران ہندو پر لگایا چنانچہ انہیں گرفتار کرکے سخت ایذا
پہنچائی گئی یہاں تک کہ انہوں نے بہ کراہ دل کے عوض پچاس ہزار روپیہ لاش
سعادو رو دیا منظور کر لیا۔ اس رقم کا نام زر دود قصر رکھا گیا۔ اسی طرح پوشیدہ دروں
اور حرفت گروں پر بھی اس نے کئی طرح کی بدعتیں پیدا کر دیں مولا رام تلی
کے مشورہ اور رہنمائی سے نسال باقوں پر پہلے پہل داغ شال کا ٹیکس لگایا گیا
اور باج گذاروں سے اقساط خراج و باج روپیہ وصول ہونا مشکل ہو گیا حیثیت
تنخواہیں آئی انہیں تنخواہ دل وقتا مارچ کے دنوں میں سنہ ۱۲۰۵ھ میں سخت بھونچال
آیا جس سے ہزاروں مکان گر کر ویران ہو گئے زلزلہ چھ ماہ تک بڑی شدت سے
رہا لیکن حرکت سال بھر محسوس ہوتی رہی۔ دوسرے سال سنہ ۱۲۰۶ھ میں شدت
سرما کے باعث دریائے بہت اور جھیلیں یخ بستہ ہو گئیں جس سے رعایا کی مصیبت
اور بھی زیادہ ہو گئی۔

جب اپنے ملک کو ویران کر چکا تو اسے راجہ محمود خاں والئے مظفر آباد کی
سرکوبی کا خیال آیا سنہ ۱۲۰۸ھ میں عازم مظفر آباد ہوا۔ بارہ مولہ پہنچ کر اس نے بمقام
کوہستان ہو کر قیام کیا جہاں سے اس نے شیر خاں کھکہ کو حکمت عملی سے گرفتار
کر کے سری نگر بھجوا دیا اور راجہ کے لڑکے بہادر خاں کو پابہ زنجیر کر کے مظفر آباد
اپنے ساتھ لے گیا۔ محمود خاں گھبرا کر بھاگ گیا۔ لیکن اس کے متعلقوں اور ہمراہیوں
میں سے بہت سے آدمی گرفتار ہو گئے۔ واپسی پر جب گھاٹی پہنچا تو بہادر خاں کھکہ
غسل کے بہانے دریا کے ہٹ پر گیا جہاں سے پانی پھیر اگر میر وادی سے تاچ
پار ہو گیا۔ دوسرے دن پچاس ساٹھ بہادر آدمی لے کر کریم داد خاں کے لشکر پر
آپڑا۔ اور بہت سے آدمیوں کو قتل کر کے صحیح و سلامت واپس چلا گیا۔ اسی جدوجہد
میں کریم داد خاں کی فوج کا ایک افسر دیوان جسونت سنگھ نام بھی مارا گیا۔ شجاع الملک
حاجی کریم داد خاں حسرت ساتھ سوار ساتھ لے کر گوہس بولی آ گیا اور دوسرے دن
کوچ کر کے سری نگر چلا گیا جہاں اس نے اسی دن میر دتاں کھکہ کو محسن شیر گڑھی
میں قتل کر دیا اور لاش اس کی بیت عصر کے شہر میں مدفون ہوئی۔ باقی قیدیوں
کے لئے حکم دیا کہ ہر روزانہ دس دس آدمی جہلم ڈل میں غرق کئے جاویں۔

اپنے عہد حکومت میں اس نے فرقہ تشیع کی زجر و توبیخ کو فرض منصبی سمجھا۔
اور انہیں ایسا ذلیل و خوار کر دیا کہ وہ عرصہ دراز تک سر اٹھانے کے قابل نہ رہے
خواجہ کمال الدین شہید کے قاتل کو بعذاب شدید قتل کر کے سر اسکا خانقاہ نقشبندیہ
کے دروازے پر آویزاں کر دیا۔ ان مظالم کے علاوہ باغ امیر آباد کو خواہ مخواہ
خدا واسطے کی عداوت میں ویران کر دیا۔

سنہ ۱۷۹۲ء میں تیمور شاہ کے بھائی سکندر شاہ نے علاقہ کامراج میں داخل
ہو کر شورش برپا کی۔ ناظم صوبہ نے اس کی مدافعت کے لئے اپنے بیٹے آزاد خاں
کو مامور کیا۔ سکندر شاہ لڑائی سے بھاگ گیا اور آزاد خاں مظفر و منصور واپس آیا
ان دنوں کریم داد خاں مرض صعب میں مبتلا تھا۔ اس نے وصیت کی کہ وہ اسکے
مرنے کی خبر کابل نہ بھیجے۔ آخر ۱۲ ماہ صفر سنہ ۱۱۹۷ھ کو انتقال کر گیا۔ امرائے
دولت نے آزاد خاں کے پہنچنے تک اس واقعہ کو پوشیدہ رکھا۔ جب وہ پہنچا
تو اس نے باپ کی لاش خانقاہ معلی کے احاطہ میں مدفون کرائی۔ تاریخ وفات

ظالم گور — دیگر — ظالم بمرگ

کریم داد خاں نے ۹ سال ۱۰ ماہ کی حکمرانی کے عرصہ میں جامع مسجد اور علی مسجد
کی مرمت کے سوا اور کوئی نیک کام نہیں کیا۔ اس کے علاوہ میدان مائیسومہ
سے اس نے توت کے تمام درخت کٹوا دیئے اور ان کی جگہ سفیدار درختوں کی
صفیں لگا دیں اور گھوڑ دوڑ کے لئے میدان بالکل سطح ہموار کر دیا۔ آخر صوبہ کشمیر
کی قسمت کا فیصلہ آزاد خاں کے سپرد کر کے اسے اپنے نقش قدم پر چلنے کا سبق
دے گیا۔ آخیر عمر میں اسے اولیاء کرام کی مقابر کی زیارت کا شوق پیدا ہو گیا اور
پھر کچھ راستی پر آنے لگا تھا لیکن موت نے اسے مہلت نہ دی کہ کوئی نیک کام
کرتا۔

آزاد خاں صوبہ کشمیر ۳ سال سہ ماہ سنہ ۱۷۸۳ء سے سنہ ۱۷۸۵ء

آزاد خاں نے رایت حکمرانی بلند کر کے ملا رام قلی کو منصب مدار المہامی عطا کیا۔ اور تیمور شاہ کی
مطابعت کا اعلان کر کے حکومت کرنے لگا۔ ساتھ ہی اس نے امرائے کابل کی
وساطت سے بادشاہ سے نظامت کشمیر کا فرمان بھی حاصل کر لیا۔

آزاد خاں کے حالات لکھتے ہوئے قلم کا سینہ شق ہوتا ہے۔ سیاہ و تند
بیباک جور و بیداد میں باپ سے بھی بڑھ کر نکلا۔ خود تو معمولی لباس
پہنتا تھا لیکن اس کے غلام اور چوبدار [illegible] پوشش اور زرین کمربند
زیب تن کئے ہوئے شعلہ جوالہ نظر آتے تھے۔ سیر و شکار کے لئے بڑی دھوم دھام
اور تزک و احتشام سے نکلتا۔ اور شیر و پلنگ سے عہدہ برآ ہونے کو ہر وقت آمادہ رہتا
اور بادشاہ کو بھی خاطر میں نہ لاتا تھا۔

پہلے سال ہی اس نے کشتواڑ پر چڑھائی کر دی وہاں کے راجہ کو گرفتار کر کے
کشمیر لے آیا لیکن یہاں خلاع فاخرہ سے سرفراز کر کے اس نے اسے پھر حکومت
کشتواڑ پر بحال کر دیا۔ اس کے بعد اس نے عنان عزیمت پونچھ کی جانب معطوف
کی۔ راجہ رستم خاں والئے پونچھ خوف کے مارے بھاگ گیا۔ آزاد خاں ایک ہفتہ
تک لوٹ مار مچا کر اور گوبند پنڈت کو قتل کر کے واپس آ گیا۔ دوسرے سال اس
نے پھر چڑھائی کی لیکن اس مرتبہ رستم خاں نے بہت زر نذرانہ پیش کر کے صلح کر لی
اسی طرح اس نے راجہ راجوری کو بھی مطیع کر کے مشمول عنایات کیا۔ اس کے
بعد آزاد خاں نے کچھ دنوں کشمیر میں قیام کر کے میدان [illegible] میں نہر جاری
کرنے کی کوشش شروع کی۔ پہلے نالہ ڈول سے نہر نکالی گئی لیکن اس کا پانی
میدان مذکور میں نہ پہنچ سکا۔ پھر شہر واری کے پیچھے دریا سے بہت سے نہر نکالی گئی
لیکن پھر بھی کامیابی نہ ہو سکی اور مجبوراً اس طرف سے اسے خاموشی ہی اختیار
کرنی پڑی۔ کچھ دنوں کے بعد سلطان [illegible] سے انحراف کرنے کے ارادہ سے اور علاقہ
پہاڑ کے راجوں پر یورش کرنے کے لئے اس نے تمام پرگنہ جات کشمیر کے زمینداروں
کو بار برداری کے لئے بیگار پکڑ لیا جس سے شور محشر بپا ہو گیا۔ آزاد خاں جب
مظفر آباد کے حدود میں پہنچا تو تمام پہاڑی راجے خوف سے ادھر ادھر ہو گئے اور
آزاد خاں بعض [illegible] آدمیوں کو گرفتار کر کے واپس آ گیا۔

جب چاروں طرف سے کامیابی اور سرفرازی نے منہ دکھایا تو ناظم صوبہ
کو دماغ آسمان پر اڑنے لگا۔ اس نے بادشاہ سے بھی سرگردانی اختیار کر لی۔ اپنے
بھائی محمد خان کو جو تیمور شاہ کی خبر لگانے کا کام کرتا تھا قید کر دیا۔ اسی طرح [illegible]

اور عسکر خاں کو ملک سے خارج کر دیا۔ اور شیر علی خاں اور خواجہ محمد گنائی کو قتل کر دیا
لیکن اپنے خیر خواہ امیروں، وزیروں، سرداروں اور سپاہیوں کی حوصلہ
افزائی کے لئے اس نے تمام خزانے جو دونوں حکام اس کے باپ نے فراہم کر
رکھے تھے بطور انعام و اکرام تقسیم کر دئے۔ معاملات روپیہ کے نام پر سکہ
و خطبہ جاری کر کے اس نے اپنے آپ کو نادر شاہ ثانی کے نام سے مشہور کیا۔ اس
بغاوت کی اطلاع جب تیمور شاہ کو پہنچی تو اس نے میرزا احمد علی المخاطب کفایت خاں
کو ناظم کشمیر کی حیثیت سے بطور سفیر کشمیر بھیجا۔ اس شیر دل سے لے کر آزاد خاں
کو حکمت عملیوں کے ساتھ خوش کر کے بہت سا خراج ہی سے رام کر لیا اور نقد لاکھ روپیہ
نقد و جنس بطور خراج شاہی وصول کر کے کابل کو لوٹ گیا۔ ابھی راستہ ہی میں
تھا کہ تیمور شاہ نے بلند یا نہی سے آزاد کے بھائی مرتضیٰ خاں اور زمان خاں کو
تیس ہزار سواروں کے ساتھ بھائی کی سرکوبی پر مامور کر کے کشمیر بھیج دیا۔ آزاد خاں
بھی غرہ ماہ شوال ۱۱۹۷ھ میں عین اس وقت جب کہ غنیم دریائے کشن گنگا کے
دوسرے کنارے پر خیمہ زن تھا مظفر آباد پہنچ گیا۔ چند سپاہی ساتھ لے کر شاہی
فوج دیکھنے کے لئے دریا کے کنارے پر جا کھڑا ہوا۔ دوسری طرف سے کسی
نے آواز دی کہ اے سید ابدال کا ننگ۔ آزاد خاں نے جواب دیا کہ پدر شاہ آزاد است
اور چند روزوں کے بعد پھر کر کے واپس آ گیا۔ دوسرے دن بعد ہنگامہ کارزار برپا ہوا اور
طرفین بڑی جرأت کر کے ہاتھ مارنے لگے۔ پہلے دن کی لڑائی میں آزاد خاں کی فوج میں بھگدڑ
پھیل گیا۔ لیکن اسی وقت لڑائی بند ہو گئی اور فریقین اپنے اپنے کیمپ کو لوٹ
آئے۔ دوسرے دن آزاد خاں نے استقامت کر کے پھر لڑائی کو نکالا۔ لیکن اس
دن بھی اس کی فوج کے سردار علی محمد بلہاشی اور ملا اعظم مارے گئے اور قریب
دو ہزار سپاہی بھی دریا میں ڈوب گئے جس سے گھبرا کر آزاد خاں بھاگنے لگا
لیکن اس کے چچیرے بھائی پہلوان خاں نے اس کے منہ پر ایک طمانچہ رسید کر کے
اسے کھڑا کر دیا اور خود اپنے سپاہیوں کو حوصلہ افزائی کر کے یکبارگی غنیم پر
ٹوٹ پڑا جس سے شاہی لشکر میں ابتری پھیل گئی۔ آزاد خاں جمعان خاں
کو گرفتار کر کے مظفر و منصور سپاہ و مال کو لوٹ آیا۔ مرتضیٰ خاں شہزادہ

علاقہ کھوئیہامہ میں چلا آیا۔ اور نئے سرے سے چڑھائی کی تیاری کرنے لگا۔ آزاد خاں
ابھی بارہ مولہ ہی میں تھا کہ وہ بمقام پیر مندو دریا عبور کر کے موضع کھوئیہامہ میں پہنچ گیا
اتفاقاً انہیں دنوں میں قحط عظیم اٹھا یہاں تک کہ روپیہ کو سیر غلہ بھی ہاتھ نہ آتا ساتھ
ہی تمام ملک میں وبا و ہیضہ بھی پھیل گئی جس سے قریب بیس ہزار آدمی مر گئے
خصوصاً علما و فضلا کو اس وبائے بے پناہ نے نابود کیا۔ البتہ علاقہ کھوئیہامہ اور پرگنہ
بھاگ اس وبائے ناگہانی سے بچ رہے۔ لڑائی کے باعث درآمد نمک مسدود ہو گئی
جس سے نمک بھی نایاب ہو گیا اور چاندی کے بھاؤ بکنے لگا۔ ایک تو یہ بلائیں تباہی
تھیں دوسرے غنیم کشمیر کے غلبہ پا جانے سے تنہا ہی لشکر کے سامان حرب اور
رسد وغیرہ پہنچنے کے وسائل اور راستے مسدود ہو گئے جس سے مرتضیٰ خاں سخت
پریشان ہو گیا تاہم جس جانفشانی سے لڑتا رہا آخر بہت سی جدوجہد وجنگ وجدل
کے بعد کچھ تو فاقہ کشی اور وبا سے تباہ ہو گیا اور کچھ آزاد کے ہاتھ سے ویران ہو کر
ذلیل وخوار ہوا۔ اسی اثنا میں نور جنگ قلی خاں، قاضی محمد میر علوم خاں وغیرہ چند سپاہی
افسر بھی گرفتار ہو گئے جس سے مرتضیٰ خاں کا رہا سہا حوصلہ بھی جاتا رہا اور بھاگ کے
پونچھ کے راستے پشاور چلا گیا۔ آزاد خاں دوبارہ فتح ونصرت کے گیت گاتا ہوا سری نگر
آ گیا۔ یہاں آ کر پہلے تو اس نے اپنے نائب مدار المہام دیوان سنگھ کلاں کو بمقام بیت
چنار قتل کیا۔ اور پھر شیخ عبد الغنی اور آیت اللہ بانڈے کو بھی اسی جگہ عدم آباد کو پہنچا دیا
اس کے بعد آزاد خاں نے بمقتضائے مصلحت فیض اللہ خاں کو بادشاہ کابل کی
خدمت میں بھیجا اور بشفاعت کلام اللہ سابقہ تقصیرات کی معافی مانگی لیکن تیمور شاہ
نے منظور نہ کیا تاہم کچھ عرصہ بعد بادشاہ نے کفایت خاں کو نور جنگ قلی خاں وغیرہ
محبوسوں کی رہائی کے لئے آزاد خاں کے پاس بھیجا۔ آزاد خاں بڑی تعظیم وتکریم
سے اس کے ساتھ پیش آیا۔ لیکن نور جنگ قلی خاں اور اس کے بیٹے دونوں کو میدان
مایسومہ میں اس کے روبرو قتل کر دیا۔ اس کے بعد ملا نور محمد کو حسن بیگ خدمت کے
ہاتھ سے نور باغ میں غرق آب کرا دیا۔ انہیں دنوں میں راجہ محمود خاں بہ عنوان تعزیت
کے لئے سری نگر آیا اور ناظم نے معانقت کر کے اپنے خلاع فاخرہ سے ممتاز کیا لیکن
وہ بیچارہ دو تین دن بعد بقضائے ربانی سے انتقال کر گیا۔ اس کے ہمراہی [illegible]

سے گئے۔

رعایا سے بڑھ کر منصب دار اور ارکین دولت بھی آزاد خاں کے جور و ستم سے
بید کی طرح کانپتے تھے اور اندر ہی اندر اس کی بیخ کنی کے درپے تھے۔ منجملہ ان
کے پہلوان خاں اور ملوک خاں نے عظمت خاں قاآچی محافظ شبستان کو ورغلا کر ظالم
کے قتل پر آمادہ کر دیا جس نے ایک دن رات کے وقت موقعہ پا کر آزاد خاں پر پستول
کا فیر کیا۔ گولی ران پر لگی اور وہ کمال اضطراب اور انقلاب کی حالت میں قلعہ شیر گڑھی
کی فصیل کے ایک دریچے سے دریا میں کود پڑا اور کشتی میں بیٹھ کر دلاور ملی کے ہاں
چلا گیا۔ عظمت خاں پہلوان کو ساتھ لے کر وہیں جا پہنچا اور کشتی پر جہاں محافظ اور
پناہ گزین دونوں بیٹھے تھے انہوں نے گولہ باری شروع کر دی۔ لیکن آزاد خاں
کو کوئی آسیب نہ پہنچا۔ البتہ دلاور ملی خفیف سا مجروح ہو گیا۔ اب آزاد نے
فراغت پا کر فوج آراستہ کی اور سرکشوں کی سرکوبی کے لئے میدان مایسومہ
میں آ گیا۔ پہلوان خاں اور ملوک خاں بھی اپنی اپنی جماعت کے ساتھ مقابلہ پر آئے
اور لڑائی شروع ہو گئی۔ پہلوان خاں اور ملوک خاں تنگ آ کر قلعہ شیر گڑھی میں متحصن
ہو گئے۔ آزاد خاں بھی محاصرہ سے تنگ آ کر اونتی پورہ چلا گیا جس سے پہلوان خاں
کا حوصلہ بڑھ گیا اور وہ قلعہ سے نکل کر اس کے تعاقب میں دوڑا۔ پھر لڑائی شروع
ہو گئی۔ عین خونریزی کے موقعہ پر عظمت قاآچی خنجر نکال کر آزاد خاں پر حملہ آور ہوا
لیکن جونہی اس کے چہرہ پر اس کی نظر پڑی خوف طاری ہو گیا اور کانپنے لگا۔ اسی
وقت میدان چھوڑ کر نکل گیا۔ پہلوان خاں بھی منہزم ہو کر سری نگر بھاگ آیا۔ آزاد خاں
بھی ان کے تعاقب پہنچا اور قلعہ کا محاصرہ کر کے بیٹھ گیا۔ سات دن رات
جانبین میں گولہ باری ہوتی رہی۔ آخر محصورین تنگ آ کر رات کے وقت قلعہ چھوڑ کر
بھاگ گئے۔ آزاد خاں نے [illegible] ان کا تعاقب کیا۔ اور سب کو گرفتار
کر کے لے آیا۔ پہلوان خاں، ملوک خاں اور ان کے متعلق قریباً بیس آدمیوں کو
قتل کر دیا۔ اور عظمت قاآچی کو زندہ ہی آگ میں ڈال دیا۔ اسی سال سری نگر محلہ
چھتہ بل پورہ میں حادثہ آتش زدگی واقع ہوا جس سے بہت سے گھر جل کر خاک سیاہ
ہو گئے۔ دوسرے سال ۱۱۸۹ھ کو سخت بھونچال آیا جس سے بہت سے مکان گر گئے

اور سینکڑوں آدمی دب کر مر گئے۔ تین چار ماہ تک تھوڑے تھوڑے وقت کے بعد
خفیف سے زلزلے آتے رہے۔

نور جنگ تلی خان کے قتل کے بعد تیمور شاہ نے سیف الدولہ مدد خان اسحاق زئی
کو پچاس ہزار جدید سپاہی دے کر آزاد کو جلد تنبیہ میں لانے پر مامور کیا۔ اس
نے اپنی فوج کے دو حصے کئے۔ ایک حصہ بارہ مولہ کے راستے بھیجا اور دوسرا
حصہ قریب تیس ہزار سپاہی خود اپنے ہمراہ لے کر براہ کرناہ موضع چوپا گل علاقہ
کامراج میں داخل ہوا۔ آزاد خان بارہ مولہ کی فوج سے ہم نبرد ہونے کے لئے
بمقام دمنہ بیٹھا تھا کہ مدد خان سیف الدین خان کنٹ کی رہبری سے کوہ نامہ اور
لار کے راستے ۲۹ ماہ صفر سنہ ۱۱۹۵ھ کو سری نگر آکر بمقام ہفت چنار مقیم ہو گیا۔
عبد العزیز خان نائب صوبہ کو اس نے شیر گڑھی سے نکال کر قتل کر دیا۔ جب
آزاد خان نے سنا تو اس نے اہل و عیال پونچھ بھجوا دیئے۔ اور خود موضع ولنہ
سے کوچ کر کے خوشی پورہ میں آ پہنچا۔ اس کا ایک سردار اسلام خان سیف الدولہ
سے مل گیا۔ جب آزاد خان نے اس کے دو بیٹے اور ایک لڑکی دریا میں غرق کر دی
اور اسکی بیوی کا دامن عصمت اپنے سپاہیوں سے پاک کرایا۔ مدد خان بھی کوچ
کر کے خوشی پورہ آ گیا۔ اور مخالف سے معرکہ جدال و قتال شروع کر کے خون
کی ندیاں بہانے لگا۔ دار و گیر کے موقعہ پر آزاد خان نے با آواز بلند پکار کر کہا کہ
اگر کوئی شخص مدد خان کا سر کاٹ کر میرے سامنے لائیگا تو ایک لاکھ روپیہ انعام
پائے گا اور اگر کوئی شخص اسے زندہ پکڑ لائے تو اسے دو لاکھ روپیہ دونگا۔ مدد خان
کی لائن میں بہادر سنگھ نام ایک بہادر اس امر خطیر کے انصرام پر آمادہ ہو گیا۔ اور
گھوڑا دوڑا کر مدد خان کے سر پر جا پہنچا۔ لیکن اس جوانشیر نے گھوڑے سے اٹھا کر
بہادر سنگھ کو اپنے آگے بٹھا لیا۔ چاہتا تھا کہ زندہ ہی آزاد خان کے حوالہ کر آئے
لیکن اس کے سپاہیوں نے ایک ہی وار سے اسکا کام تمام کر دیا۔ اتفاقاً آزاد خان
کے کئی سردار بھی مدد خان سے جا ملے اور وہ بیچارہ برگشتگی [illegible] سے لاچار ہو کر
میدان سے نکل گیا۔ مدد خان کوچ کر کے سری نگر قلعہ نائدگر (?) میں داخل ہو گیا۔ کچھ
دن کے بعد آزاد خان نے پھر کمر ہمت باندھی اور مدد خان کی فوج پر شبخون مارا

لیکن اس کے ایام برگشتہ تھے اس کی ایک ہی پیش نہ گئی اور بھاگ گیا۔ راستے میں شاہی سپاہیوں نے اُسے روکا لیکن وہ شاہ ولی خاں کا حجام رجب بن مہدی ہنگ کو چکمہ دیکر طرف نکل گیا کچھ عرصہ تک راجوری وغیرہ کی اطراف میں آوارہ گرد رہکر پھر لوہچھ آگیا اور اس فکر میں ہوا کہ وہاں کے راجہ رستم خاں کو گرفتار کر کے اس کی جگہ بیٹھ جائے۔ لیکن راجہ مذکور نے اس کے خیالات سے آگاہی پاکر اُسے محصور کر لیا۔ اتفاقاً اسی دن عبداللہ خاں کا سپہ سالار اسلام خاں بھی وہاں پہنچ گیا اور اس نے آزاد کا محاصرہ کر لیا یہانتک کہ آخر کار محصور نے تنگ آکر خودکشی کر لی۔ اسلام خاں نے اس کا سر کاٹ کر عبداللہ خاں کے پاس بھجوا دیا جس نے اُسے تیمور شاہ کے پاس روانہ کر دیا۔ بادشاہ نے ایسے بہادر کے مرنے پر سخت افسوس ظاہر کیا تاہم اس کی ماں سے اس نے دولاکھ روپیہ بطور مصادرہ وصول کر لیا۔

اس نے دو سال اور چار ماہ کی حکمرانی میں ایک ہی نیک کام کیا اور وہ یہ تھا کہ شاہ یعقوب اللہ صاحب کی خانقاہ واقعہ صفاکدل جو جل گئی تھی از سر نو تعمیر کرا دی۔

یوں تو تمام عہد افاغنۂ کشمیر کے لئے ایک تازیانہ عبرت تھا لیکن ان باپ بیٹوں کا زمانہ تو اہل کشمیر میں قہر الٰہی سے کم نہ تھا۔ غضب خدا کا رعایا فاقوں سے تباہ حال ہو رہی ہے۔ اور یہ باپ بیٹا اپنے اپنے عہد میں نئے نئے محصولات سے اُن کا اور بھی کچومر نکال رہے ہیں۔ انتہا یہ ہے کہ لوگ اپنے اپنے پھل دار درختوں کو اس خوف سے کہ ظالم اور جابر حاکم میوہ دار درختوں پر تاثر کرنے جائیں گے ٹہنے نوچنے کے پیوند لگا دیتے ہیں جس سے پھلوں کی شکل ہی بدل جاتی ہے اور ذائقہ بھی خراب ہو جاتا ہے تاکہ تلخی اور کھٹائی کی وجہ سے یہ میوہ حاکموں کو مرغوب نہ ہو سکے۔ ان دونوں کے عہد میں غریب رعایا کو بیگار کے ظلم سے بھی تباہ کیا گیا ہے۔

سیف الدولہ عبداللہ خاں اچکزئی صوبیدار کشمیر ۱۱۸۵ھ تا ۱۱۹۰ھ (۱۷۷۱ء تا ۱۷۷۶ء)

۱۱۸۵ھ میں جب عبداللہ خاں نے صوبہ کشمیر پر قدم رکھا تو اس نے دیکھا کہ ملک کی ہوا بگڑی ہوئی ہے۔ لوگ افغانوں کی شکل دیکھتے ہی [illegible] ظلم کا نمونہ ہے۔ اس لئے اس نے تجسس کیا کہ حاکم [illegible]

اور نہایت نفرت وحقارت کی نظر سے دیکھتی ہے۔ چنانچہ اس نے ملائمت
سے کام لینا چاہا لیکن معلوم ہوا کہ بعض لفنگے اور لوگ اپنی خود غرضیوں اور
جاہ طلبیوں کے لئے شر وشور پیدا کرتے تھے اور حکام کو خود ظلم وستم پر آمادہ کرتے
ہیں۔ آخر اس نے نامی گرامی سرکشوں اور خیرہ سروں کو شکنجہ عتاب میں کھینچا جس
سے ایک شور برپا ہوگیا۔ اور لوگ مددخاں کو کریم دادخاں اور آزاد خاں کے
مظالم کا تتمہ سمجھنے لگے چنانچہ تاریخ ہوئی ہے

در تواریخ یک ہزار و دو صد — ظلم آزاد وا رسید مدد

آخر جب مفسدوں کے استیصال کے بعد امن وامان کی صورت نظر
آگئی تو اس نے رعیت پروری اور دادگری کا شیوہ اختیار کر لیا۔ عالموں فاضلوں
کی تعظیم وتکریم کرنے لگا۔ ہر جمعہ کی رات کو علمائے دین کو پرتکلف ضیافت دیتا چنانچہ
ان کی صحبت سے اس کے اعتقادی خیالات بالکل بدل دیئے اور اس نے کریم دادخاں
اور آزاد خاں کا ناقابل برداشت جزیہ بھی موقوف کرنے کا ارادہ کر لیا لیکن
انہیں دنوں میں ملا غفار خاں میر سامان وصول مالیہ کے لئے وارد خطہ ہوا اور
اس نے ہندوؤں سے اس جزیہ کے بارے میں رضا نامہ عام لکھوا لیا جس سے
مددخاں کی کوشش ضائع گئی۔ دس ماہ کے بعد میر دادخاں فرمان صوبیداری
حاصل کر کے وارد خطہ ہوا۔ مددخاں اس وقت علاقہ رچھنہ میں قیام پذیر تھا وہیں
سے نئے صوبیدار کی ملاقات کے بعد بحید تیمور شاہ کے حضور میں چلا گیا۔

میر دادخاں صوبہ کشمیر ۲ سال
۱۲۰۶ھ ... ۱۷۹۱ء

جب میر دادخاں خلعت نظامت سے سرافراز ہوا
تو ملا غفار خاں منصب نیابت کا مالک تھا۔
دونوں بالاتفاق حکومت کرنے لگے۔ انہوں نے ملا حبیب اللہ قاضی اور ملا [illegible]
کو صدر عدالت بنایا اور پنڈت دلارام قلی کو عہدہ افسر دیوانی عطا کیا۔ موخر الذکر
جو آزاد خاں کے عہد میں ہوتے خود سری سے دماغ معطر کر چکا تھا ایسے انتظام پر
کیسے قناعت کر سکتا تھا۔ ناظم اور نائب کے درمیان منافقت کر کے اس نے نفاق
ڈال دیا جس سے معاملات ملکی کے انصرام میں جھگڑے اٹھنے شروع ہو گئے
دلارام قلی کی قدر بڑھ گئی۔ فریقین اس کی معاونت کے خواستگار تھے۔ تمام وقائع

سرکاری میں اس نے ہندو اور پنڈت بھرتی کر لئے مسلمانوں کی حق تلفی ہونے
لگی۔ ادھر میر داد اور ملا غفار کا اتفاق خصومت کے درجے سے نکل کر مخاصمت
کے رتبہ کو پہنچا جس کی اطلاع بادشاہ کو بھی ہوئی اور اس نے قشقان خواں درانی کو
تحقیقات اور تصفیہ کے لئے بھجوایا لیکن وہ بغیر فیصلہ کے مداخل نقد ہی لیکر واپس
ہو گیا۔ جس سے متخاصمین کو اپنے اپنے منصوبوں کی تکمیل کا موقعہ مل گیا۔ اور انہوں
نے علانیہ دشمنی شروع کر دی۔ جب سنہ ۱۲۰۱ھ میں بادشاہ نے مرتضیٰ خاں کو خلعت
فاخرہ سے سرفراز کر کے اس جھگڑے کے تصفیہ کے لئے کشمیر بھجوایا۔ یہاں پہنچ کر
اس نے اعلان کر دیا کہ ناظم یا نائب میں سے جو کوئی مالیہ سرکاری کا ذمہ وار بنے
حکومت ملک پر منتقل کیا جائے گا۔ ملا غفار خاں نے ذمہ واری کی تحریر دینے
سے انکار کیا اور کابل کو روانہ ہو گیا۔ نظامت میر داد خاں کے سپرد ہوئی۔ اس
نے تحصیل مالیہ کی بنیاد بے طرح طرح کے مظالم جاری کر دیئے جس سے گرانی
غلہ شروع ہو گئی اور پانچ روپیہ خروار شالی بکنے لگی۔

واعظ شہر حافظ کمال جو محلہ مارشہ میں رہتا تھا حاجی کریم داد خاں کے عہد میں
رفض گوئی کی پاداش میں وعظ خوانی سے معزول کیا گیا تھا لیکن اپنے مکان
پر وہ اکثر وعظ خوانی کرتا اور لوگوں کو زیارت مقابر اولیاء و نذر و نیاز فقرا سے
منع کرتا رہتا تھا۔ جب اس نے اپنے راستے میں کوئی مزید رکاوٹ نہ پائی تو حضرت
رکھتہ صحابہ کرام اور اولیائے عظام کو بُرے الفاظ سے یاد کرنے لگا۔ جس سے
بعض راسخ الاعتقاد مسلمانوں کے دلوں میں مذہبی جوش بھڑک اٹھا اور
انہوں نے اس کے برخلاف قاضی حبیب اللہ کے پاس استغاثہ دائر کیا۔ جس
نے ثبوت پر پہلے تو گدھے پر سوار کر کے اسے تمام شہر میں پھرایا اور پھر بمقام
ہفت چنار قتل کر دیا۔ اس کے بعد دیوان دلارام قلی نے جو [illegible] شیعیان خاص
میں داخل ہو گیا تھا۔ مسلمانوں کو عمداً ستانا شروع کیا۔ اس لئے بعض علماء
دین جمعہ کے دن مسجد جامع اور خانقاہ معلی کے دروازے مقفل کر کے دیوان مذکور
پر حملہ آور ہو گئے۔ لاٹھی پتھر سے اُسے مجروح کر دیا۔ عین وقت پر ناظم صوبہ کو
اطلاع ہو گئی اور اس نے فوراً آدمی بھیج کر مسجد اور خانقاہ کے دروازے کھلوا دیئے

اور مفسدوں کو تسلی آمیز وعدہ وعید دے کر واپس لے آیا۔ انہیں دنوں میں میر جعفر نے بھی کامراج میں شورش اٹھائی لیکن میرداد خاں کے آدمی اسے گرفتار کر لائے۔ آخر دو سال کی حکمرانی کے بعد سنہ ۱۱۸۹ھ میں میرداد خاں مرض الموت میں مبتلا ہو گیا اور ۵ ماہ رجب سنہ ۱۱۹۰ھ کو جان بحق تسلیم کر کے سید منصور کے احاطہ میں مدفون ہوا۔

ملا غفار خاں صوبہ کشمیر ماہ سنہ ۱۷۷۶ء مطابق سنہ ۱۱۹۰ھ

میرداد خاں کے انتقال پر نئے صوبیدار کے پہنچنے تک مرحوم کا ایک رشتہ دار اسماعیل خاں مہام ملکی سر انجام دیتا رہا۔ کچھ دن بعد ملا غفار خاں خلعت صوبیداری زیب تن کر کے سنہ ۱۷۷۶ء میں وارد خطہ ہو گیا۔ اس نے میر جعفر کشتواڑی کو قید سے رہا کر کے حکومت شروع کی لیکن جلدی ہی چار ماہ بعد واپس ہو گیا۔

سردار جمعہ خاں الکوزئی صوبہ کشمیر سال ۵ ماہ سنہ ۱۷۷۶ء سے سنہ ۱۷۷۸ء عیسوی

۲۷ ماہ ذیقعد سنہ ۱۱۹۰ ہجری کو سردار جمعہ خاں نے مسند صوبیداری پر جلوس کیا اور عدل و انصاف میں مشغول ہوا۔ کچھ دن کے بعد اس نے اپنے بیٹوں عبداللہ خاں اور محبت خاں کو بھی کشمیر بلا لیا۔ منجملہ ان کے عبداللہ خاں قاضی لک مقرر ہوا۔ اس نے نور محمد انیس اور عدالت کا اجارہ بشیر خاں کو دے دیا لیکن ملا قوام الدین نے اس ٹھیکہ دار کو معزول کرا کے بالکل بے دخل کر دیا۔ سردار جمعہ خاں کی حکومت شروع ہونے کے پہلے سال ہی کثرت بارش سے طوفان سیلاب برپا ہوا جس سے مضافات کی تباہی کے علاوہ سری نگر میں بھی بہت نقصان ہوا۔ سد قاضی زادہ ٹوٹ گئی اور محلہ خانیار اور رعناواری میں بہت سے مکان گر کر ویران ہو گئے۔

ایک سال کے بعد ملا فاضل درانی ناظم کشمیر کی طلبی کے لئے پشاور سے مامور ہوا۔ جمعہ خاں نے اپنی جگہ محبت خاں کو بادشاہ کی خدمت میں بھیجا۔ یہ جو اپنی حسن لیاقت سے کچھ عرصہ کے بعد خلعت اور انعام حاصل کر کے واپس آ گیا۔ اس کے بعد جب تیمور شاہ خود پشاور پہنچا تو اس نے عبدالرحیم خاں کو تنقیح حساب کے لئے روانہ کشمیر کیا۔ یہاں سے میر جعفر اور دولا رام کو ساتھ لے کر ناظم صوبہ گذشتہ محاسبہ کے لئے خود عبدالرحیم خاں کے ہمراہ گیا اور محبت خاں کو قائم مقام چھوڑ گیا۔ انہیں دنوں

حکومت کرنے لگا۔ چار ماہ بعد تیمور شاہ بادشاہ کی وفات کی خبر کشمیر پہنچی جس سے میر داد خان کی نظامت کا بھی خاتمہ ہو گیا۔

زمان شاہ درانی

ایام حکومت ۷ سال ۱۰ ماہ سنہ ۱۷۹۳ء لغایت سنہ ۱۸۰۲ء مطابق
سنہ ۱۲۰۷ھ لغایت سنہ ۱۲۱۶ ہجری

تیمور شاہ کی وفات پر امرائے دولت مثل قاضی فیض اللہ خان وزیر حاجی عبد الغفار خان خسر یحییٰ اور پائندہ خان بارکزئی نے خبر وفات مصلحتاً مخفی رکھی تمام دیگر امرائے دولت اور سرداران کابل کو سر دیوان حاضر کر کے اندرون سے دروازے بند کر دیئے اور بادشاہ کی وفات کا اظہار کیا۔ تقریباً سب نے متفق الرائے ہو کر مرحوم کے تیسرے بیٹے شاہ زمان کو تخت نشینی کے لئے منتخب کیا اگرچہ بعض سرکردوں اور شاہزادگان نے عباس شاہ کو ترجیح دی لیکن اس وقت مخالفوں کا غلبہ دیکھ کر خاموش ہو رہے۔ اسی قیل و قال کے درمیان چار ساعت کے بعد بغیر کسی آخری فیصلہ کے دربار برخواست ہو گیا۔ اور اعیان مملکت نے بے خبری کے عالم میں شاہ عباس کے دروازہ پر حفاظتی پہرہ مقرر کر دیئے دوسرے دن وزیر وفادار خان نے سب کو متفق کر کے زمان شاہ کو تخت پر بٹھا دیا۔ تاریخ جلوس۔

دو نقش چو در نوا و چہ جا نگاہ نشست — خورشید برآمد ز افق ماہ نشست
از گردش مہر و ماہ تیمور ز تخت — برخواست نواب زمان شاہ نشست

۱۲۰۷ (نواب زمان شاہ) — (تیمور) — (ز تخت)

زمان شاہ نے وفادار خان کو امیر الملک، رحمت اللہ خان کو معتمد الدولہ اور شیر محمد خان کو مختار الدولہ کے خطابات عطا کئے۔ اور وفادار خان کی لڑکی اپنے عقد نکاح میں لا کر حکومت و عشرت کے مزے لینے لگا۔

سکہ — طراز یافت بحکم خدائے بیچون جہان — رواج سکۂ دولت بنام شاہ زمان

کی طرف گیا۔ اثنائے دورہ میں ناصر علی خاں۔ ابراہیم خاں۔ صفدر علی خاں اور
سربلند خاں راجگان کوہستان دچھن کو کہا ور خلعت فاخرہ اور عنایات شاہانہ
سے سرافراز ہوئے۔ کامراج سے پھرتا ہوا پرگنہ لار آگیا جہاں اس نے جشن
عید منایا اور نالہ سندھ کے کناروں پر چراغاں کا تماشا دیکھا۔ ماہ ربیع الاول
۱۲۰۸ھ میں زمان شاہ نے اسی کے نام فرمان صوبیداری بھجوایا۔ جب زمان شاہ
پشاور آیا تو اس نے کاظم خاں پیش خدمت کے ہاتھ خراج سلطانی بھجوانے
کے لئے میر ہزار خاں کو لکھا۔ لیکن اس نے ناعاقبت اندیشی سے شاہی حکم کی
تعمیل نہ کی بلکہ جادہ اطاعت سے قدم باہر رکھ کر خود مختار بن بیٹھا۔ اور لوگوں
پر طرح طرح کے جور و ستم کرنے لگا خصوصاً ہندوؤں اور شیعوں پر تو اس نے
قیامت ہی برپا کر دی۔ ہزاروں بے گناہ پنڈتوں کو قتل کرا دیا۔ سینکڑوں
کو بوریوں میں بند کر کے جھیل ڈل میں ڈال دیا۔ مولا رام ٹکو کو تو پہلے ہی واقعہ
۱۲ ماہ شوال ۱۲۰۸ھ کو بمقام خانیار قتل کرا دیا تھا۔ باقیوں پر ایسی ایسی سختیاں
جاری کر دیں کہ میر قیصر اللہ بھی مات ہو گیا۔ تمام ہندوؤں پر نذر جزیہ لگایا۔ دفتر دیوانی
موقوف کر دیا اور حساب مالیہ بھی کہا سے میں درج کرنے کا حکم دیا۔ ہندوؤں
کو فارسی پڑھانے کی سخت ممانعت کر دی۔ اس پر زمان شاہ نے میر ہزار خاں کو [illegible]
کے سمجھانے کے لئے کشمیر بھجوایا لیکن یہ سعادت مند بیٹا باپ کی بھی کب
سنتا تھا بلکہ برخلاف اس کے اس نے اسے بھی قید کر دیا۔ اب زمان شاہ نے
احمد خاں [illegible] باشی اور رحمت اللہ خاں پسر جمعہ خاں الکوزئی کو [illegible] فوج
کے ساتھ اس بداندیش کی تادیب کے لئے بھجوایا۔ میر ہزار خاں نے بعض اکابران
فرقہ ہنود کو جو اس کی قید میں تھے زندان سے آزاد کرنے کے ساتھ ہی دریا میں
غرق کر کے قید ہستی سے بھی آزاد کر دیا اور خود بمقام بارہمولہ صفوف محاربہ آراستہ
کر کے لڑنے کو تیار ہو گیا۔ تقریباً تین ماہ سے زیادہ عرصہ تک لڑائی شروع رہی
آخر الامر میر ہزار کے سردار جنگو خاں۔ قلم خاں۔ میاں خاں اور غلام علی خاں عین
لڑائی کے موقعہ پر شیرچی باشی سے جا ملے۔ ہزار خاں میدان سے فرار ہو کر خانقاہ علی
میں جا چھپا لیکن گرفتار ہو گیا۔

رحمت اللہ خاں الکوزئی صوبہ کشمیر — ۴ ماہ سنہ ۱۶۹۴ء مطابق سنہ ۱۱۰۶ ہجری

ہزار خاں کی گرفتاری کے بعد صوبہ میں ۱۰ ماہ رمضان ۱۱۰۶ھ کو داخل سری نگر ہوئے

رحمت اللہ خاں الکوزئی نظامت پر متمکن ہوا۔ اور ساتھ ہی احمد خاں شیخ بخشی باشی اسکی نظروں میں کھٹکنے لگا۔ جھگڑے قضیے پیدا ہو گئے۔ ایک ماہ کے اندر ہی بادشاہ نے دونوں کو واپس بلا لیا۔ اور روانہ دخط ہونے سے چار ماہ بعد رحمت اللہ خاں بیمار [illegible] تھا احمد خاں خواجہ عیسیٰ اور پنڈت نند رام ٹیکو کو ساتھ لے کر روانہ حضور ہو گیا۔ جہاں پہنچ کر خواجہ عیسیٰ تو واپس چلا آیا۔ لیکن نند رام ٹیکو رفتہ رفتہ اپنی ذاتی حسن لیاقت سے امیر الملک وزیر و نادار خاں کے ہاں عہدہ دیوانی پر مقرر ہو گیا۔

کفایت خاں صوبہ کشمیر ایک سال ۱۶۹۵ء ۱۱۰۷ھ

ان کی واپسی پر زمان شاہ نے ۱۶۹۴ء میں کفایت خاں کو نظامت کشمیر کی خلعت سے سرفراز کیا۔ اس نے کشمیر پہنچ کر میرزا بدر الدین اور میرزا رضا کو دار المہام۔ ملا مسعود کو قاضی اور ملا عبد اللہ کو مفتی بنایا اور عدل و انصاف سے حکومت کرنے لگا۔ یہ شخص نیک اندیش اور سخاوت شعار رہتا۔ تین ماہ تک انتظام مملکت حسن و خوبی سے سر انجام دے کر زمان شاہ کے مطالبہ پر میرزا بدر الدین کو قائم مقام چھوڑ کر کابل چلا گیا۔ انہیں دنوں میں آقا رحیم نام ایک ملک التجار جو [illegible] محمد تقی خواجہ عیسیٰ و بوالی کو بتقریب [illegible] مکان پر لے گیا۔ آتے ہی حمام میں اس نے بٹھا کر دروازے بند کر دیئے اور نیچے آگ جلا دی جس سے حمام سخت گرم ہو گیا۔ قریب تھا کہ خواجہ عیسیٰ کا کام تمام ہو جائے کہ اتفاقاً کسی راہرو نے اس کی چیخ پکار سنی جس نے بعض اور لوگوں کی امداد سے اسے حمام سے باہر نکال عید گاہ کے میدان میں پہنچا دیا۔ عوام نے آتے حمام کر کے آقا رحیم کے گھر بار کو آگ لگا دی۔ اسی اثنا میں اہل تشیع خواجہ عیسیٰ کے مکان پر ٹوٹ پڑے۔ ادھر اہل سنت نے بھی شیعوں پر حملہ کر دیا۔ خواجہ عیسیٰ کو خود بین غلام شیر گڑھی لے گئے اور عوام میں سخت ہنگامہ برپا ہو گیا۔ بہت سی خونریزی اور لوٹا پالی کے بعد اہل تشیع بھاگ گئے اور خواجہ عیسیٰ کا مکان بچ گیا۔ پانچ چھ ماہ کے بعد کفایت خاں بادشاہ سے [illegible] حاصل کر کے پھر دوبارہ کشمیر میں آ گیا۔ انہیں دنوں میں قوم [illegible] [illegible] اور تجارت گرمی چہانے لگی کفایت خاں

نے اُن کی تادیب کے لئے محمد صالح میرزا عبد الرحیم اور میرزا ابو الحسن کو مقرر کیا لیکن خان جہان نے ناصر علی خاں اور معتقد علی خان نے سوپور جا کر میرزا جمال الدین سے جنگ شروع کر دی خان جہان جا بجا پاس ہوئے مارا گیا اور باقی سرکشوں نے میرزا رضا کی وساطت سے صلح کر لی۔

کفایت خاں نے بھی ایک سال تک کشمیر میں حکمرانی کی۔ امورات ملکی کے انصرام میں ہمیشہ کام و دل مشغول رہا۔ رعایا اس سے عام طور پر خوش رہی محلہ خانیار میں ایک مسجد باغ اس کی یادگار ہے۔

ارسلا خان صوبہ کشمیر ایک سال
۱۲۰۹ھ سے ۱۲۱۰ھ تک [illegible]

۱۲۰۹ھ میں امیر خاں کا بیٹا ارسلا خاں صوبیدار کشمیر مقرر ہوا اس نے اپنی طرف سے محمد خاں جوانشیر کو نائب اور میرزا کاظم کو صاحبکار اور تحصیلدار بنا کر روانہ کشمیر کیا۔ ماہ شوال ۱۲۱۰ھ کو محمد خاں سرینگر پہنچا۔ کفایت خاں سابق صوبیدار شیرگڑھی خالی کر کے اپنے باغ واقع محلہ خانیار میں چلا گیا۔

محمد خاں جوانشیر نے سریر حکومت پر اقتدار حاصل کر کے مکمل طور سے کفایت خاں کو ناروا پیسے بلایا۔ اور قید کر دیا چند روز بعد شاہی ایلچی کے ہمراہ کابل بھیج دیا۔ محمد خاں نے ابھی دم بھی نہ لیا تھا کہ خان بلوچ۔ خداداد خان اور میاں خان نے اتفاق کر کے شیرگڑھی کا محاصرہ کر لیا۔ نائب ناظم نے قوم جوانشیر کی ایک جمعیت کے ساتھ قلعہ کے دروازے بند کر لئے اور بالائے حصار سے گولہ باری کرنے لگا لیکن میاں خاں اور محسن خاں نے جرأت کی اور سیڑھی لگا کر قلعے پر چڑھ گئے محمد خاں کو وہاں سے گرفتار کر لیا لیکن پھر باہمی سازش کر کے بلوچ خان محسن خاں اور میاں خاں تینوں بالاتفاق حکومت کرنے لگے باہمی ابتری کی حالت میں تقریباً ایک سال گذر گیا بادشاہ کو خبر پہنچی تو اس نے شیر محمد خان مختار الدولہ کو عبداللہ خان کے ساتھ آتش فساد کے بجھانے کو بھیجا۔ انہوں نے کامیابی کے ساتھ باغیوں اور سرکشوں کا قلع قمع کر کے ملک کو فتنہ و فساد سے پاک کر دیا۔ آخر بر بعد شیر محمد خاں عبداللہ خاں کو حاکم کشمیر بنا کر محمد خاں اور میاں خاں وغیرہ کو اپنے ہمراہ کابل لے گیا۔

عبداللہ خان الکوزئی	عبداللہ خاں الکوزئی صوبہ کشمیر دس سال [illegible]

نے سنہ ۱۱۹۶ھ میں حکومت کشمیر پر متسلط ہو کر اپنے بھائی رحمت اللہ خاں کو قائم
مقام بنایا۔ اور خود مختار الدولہ کے ہمراہ روانہ کابل ہو گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد جب واپس
آیا تو اُس نے پنڈت سہج رام کو پیشکاری عطا کیا۔ اور ربط و ضبط ملک میں
مصروف ہوا۔ ایک سال کے بعد بموجب طلبی اپنے دوسرے بھائی گلستان خاں
کو نائب اور میرزا رضا کو اس کا مشیر اور صلاح کار بنا کر خود روانہ کابل ہو گیا۔ اس
کی روانگی کے بعد صفدر علی خاں اور شیر بلند خاں بمبہ نے اطراف کامراج میں لوٹ
مار مچا دی۔ گلستان خاں ان کے مقابلہ کو نکلا۔ اس کے چند نامور سردار مثل باران خاں
اور مومن خاں وغیرہ مارے گئے۔ قوم بمبہ کا مشہور سردار علی خاں بھی قتل ہو گیا
اور اسی طرح کئی آدمی گرفتار ہو گئے۔ ناظم صوبہ بھی سنہ ۱۲۰۱ھ کو مرخص ہو کر کشمیر پہنچ گیا
اور انتظام ملک کے درپے ہوا۔ آہستہ آہستہ اس نے تمام سرکردہ سرغنوں کو امورات
مملکت سے بیدخل کر کے سری نگر سے نکال دیا۔ اپنے بعض اقربا کو کاربرداری اور
دستبرداری پر مامور کیا۔ ہندی اور کوہستانی اقوام کو مناصب جلیلہ عطا کئے
قریب تیس ہزار پیادہ و سوار قوم بمبہ سے بھرتی کر کے جنگی طاقت کو بھی بڑھا لیا۔
اس کے بعد اس نے مضافات کشمیر پر چڑھائی کی۔ سادر، پونچھ، راجوری، مظفر آباد
وچھنہ وکہاوسہ کو قبضہ اقتدار میں لا کر ہر ایک کو باج گذار بنایا۔ راجہ کرم اللہ والئے
راجوری کو گرفتار کر کے کشمیر لے آیا اور یہاں سے بڑی عزت وحشمت اور شان و
شوکت سے اُسے رخصت کیا۔

بہادر خاں والئے پونچھ کو بھی گرفتار کیا۔ لیکن جلد ہی اُسے رہا کر دیا۔ جب
دوسری مرتبہ اس نے بغاوت کی تو پھر اُسے قید کر کے لے آیا اور کچھ عرصہ کے
بعد اُسے زہر دلوا کر مار ڈالا۔ اس کی جگہ وزیر روح اللہ کو حاکم پونچھ بنایا۔ فتح خاں بمبہ
کو مظفر آباد تک تمام علاقہ پہاڑ جاگیر میں دے دیا۔ اسکی بیٹی اپنے عقد نکاح میں
لایا جس سے فتح خاں کی بھی عزت افزائی ہو گئی۔ اور ناظم صوبہ بھی قوم بمبہ کی طرف
سے مطمئن خاطر ہو گیا۔ اسی سال شاہباز خاں بلوچ کی صبیہ بھی معہ قلیل بے شمار
اسباب وجہیز داخل حرم ہوئی۔

عبداللہ خاں رفاہ عام کے لئے ہمیشہ کوشش کرتا رہا۔ اس نے عدل و انصاف

اور جود و الطاف کے دروازے چھوٹوں بڑوں کے لئے مساوی کھول رکھے
تھے۔ جابجا اس کی حکومت کی تشکر گزاری تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شالی باستہ سار ذیاں پہنچا
کہ ایک روپیہ یا بارہ آنے تو ترخ ہو رہے بکنے لگی یہ لوگ فارغ البال اور مرفہ الحال ہو گئے
اسی اثناء میں پنڈت ٹکو میر الملک وزیر وفادار خاں کی توجہ سے ترقی کرتے
کرتے رتبۂ دیوانی تک پہنچ گیا اور بادشاہ کے خاصوں میں شمار ہونے لگا تھا اور
بات سے اس کا بھائی بیربل داس جو کشمیر میں بڑی شان و شوکت سے ایام زندگی بسر
کر رہا تھا۔ بہت تند ہو گیا شاہی باج و خراج اسی کی معرفت بھجوانا شروع ہوا
سنہ ۱۲۱۵ھ میں بیربل داس کو ناظم صوبہ سے کدورت ہو گئی۔ چنانچہ دیوان نند رام
کی تحریک سے بادشاہ نے عبد اللہ خاں کو عالیس کا بھتیجا عبد اللہ خاں اپنے بھائی
عطا محمد خاں کو اپنا قائم مقام بنا کر خود روانہ کابل ہو گیا۔ ابھی راستے ہی میں تھا کہ اس
کے دوسرے بھائی وکیل خاں نے وزیر وفادار خاں کی معرفت جو اس کا ہم زلف
تھا بادشاہ سے حکومت صوبہ کا فرمان حاصل کر لیا۔ جب عبد اللہ خاں کابل پہنچا تو
وزیر نے حساب کی کمی بیشی کے بہانے متہم کر کے بالاحصار میں قید کر دیا۔ اور
ملا احمد کو عطا محمد خاں کی گرفتاری اور وکیل خاں کی مسند نشینی کے لئے بہت سی فوج
کے ساتھ کشمیر روانہ کیا۔ عبد اللہ خاں نے بھی اپنے معتمدوں کے ذریعہ عطا محمد خاں
کو کہلا بھیجا کہ غنیم کو ملک میں داخل نہ ہونے دے۔ ملا احمد دریائے کشن گنگا پر پہنچا
تو عطا محمد خاں نے ناظم وکیل خاں کو جو کشمیر میں رونق افروز تھا قتل کر کے افواج قاہرہ
کے ساتھ بارہ مولہ پہنچ گیا جہاں سے اس نے ملا احمد کی مدافعت کے لئے بہت سی
فوج مظفر آباد و بھوالی دریائے کشن گنگا کے کنارے فریقین نے معرکہ کارزار
گرم کر دیا۔ آخر کار الغرض عطا محمد خاں نے حکمت عملی سے اپنا لشکر پیچھے ہٹا لیا۔
اور گھاٹی میں آ کر انتظار کرنے لگا۔ ملا احمد فتح و نصرت کا نقارہ بجاتا ہوا اور آگے بڑھ
کر آیا جب درہ بولیاسہ کے درمیان پہنچا تو فتح محمد خاں بیسویں گرفتار کر کے
عطا محمد خاں کے پاس بھجوا دیا۔ اس کی فوج مغلوب و منکوب ہو کر منتشر ہو گئی جس
سے بہت سا مال غنیمت فتح محمد خاں کے ہاتھ لگا۔ عطا محمد خاں نے بیربل داس کو
قید کر لیا اور مطمئن ہو کر بیٹھ رہا۔

ماہ محرم ۱۲۱۷ھ میں عاشورہ کے موقع پر بعض اہل تشیع نے اصحاب کبار کے نام علانیہ برا کہنا شروع کر دیا جس سے عوام اور خوانین کابل کے سنیوں میں آتش عصبیت بھڑک اٹھی۔ انہوں نے سری نگر کے بعض اوباشوں اور بدمعاشوں کو ورغلا کر شیعوں پر غارت برپا کر دی۔ مال و دولت لوٹ لیا اور ان کے گھروں کو آگ لگا دی۔ اس کے بعد جلد ہی علی مسجد واقع عیدگاہ کو آگ لگی اور مسجد مذکور بالکل شہید ہو گئی۔ بعد میں گل محمد خاں کے اہتمام سے دوبارہ تعمیر ہوئی۔ انہیں دنوں میں زمان شاہ کا ستارہ اقبال زوال میں آگیا اور وہ کشمیر کو اسی ابتری کی حالت میں چھوڑ کر بھائی کے ہاتھ میں گرفتار ہو گیا۔

محمود شاہ درانی و شجاع الملک

ایام حکومت ۲ سال ۲ ماہ سنہ ۱۸۰۲ع لغایت سنہ ۱۲۱۹ھ مطابق سنہ ۱۲۱۶ھ

وفات سنہ ۱۲۳۴ھ ہجری

زمان شاہ کی علیحدگی کے ساتھ ہی احمد شاہی خاندان کی حکومت کا زوال شروع ہو کر فتنہ و فساد کا بازار گرم ہو گیا جس نے ان کی سلطنت کا سلسلہ ہی منقطع کر دیا۔ زمان کی آنکھیں نکال کر ۱۲۱۶ھ کو محمود شاہ تخت کابل پر جلوہ افروز ہوا لیکن تھوڑے ہی عرصہ کے بعد جب کہ سرکشوں کی سرکوبی کے لئے شاہزادہ کامران کے پاس قندھار گیا تو اس نے مختار الدولہ کے بھتیجے یحییٰ خاں اور رحمت اللہ خاں کے خزائن و دفائن سب ضبط کر لیے جس سے مختار الدولہ آشفتہ خاطر ہو گیا چنانچہ اس نے بعض امرائے دولت سے اتفاق کر کے ۱۲۱۸ھ میں تیمور شاہ کے پانچویں بیٹے شجاع الملک کو تخت سلطنت پر بٹھا دیا۔ محمود شاہ معمولی لڑائی کے بعد گرفتار ہو گیا اور شجاع الملک نے اپنے نام کا سکہ و خطبہ جاری کر دیا ہے

سکہ زد از حکم حق بر سیم و زر ۔ شاہ شجاع الملک شاہ دیں پرور

اس کے بعد بھی لڑائی جھگڑے بدستور قائم رہے یہاں تک کہ ۱۲۲۳ھ میں لڑائی کے موقع پر مختار الدولہ شجاع الملک کے ہاتھ سے مارا گیا جس سے اس کی حکومت

کا قریباً خاتمہ ہو گیا اور اسی سال وہ بمقام پشاور عظیم خاں سے شکست کھا کر
مہاراجہ رنجیت سنگھ والئے پنجاب کے پاس چلا گیا محمود شاہ بمدد وزیر فتح محمد کی
معاونت سے بے کھٹکے افغانستان و خراسان کا بادشاہ بن گیا۔

اس زمانہ ابتری میں جب کہ بادشاہوں کو ہر وقت تاج و تخت کے چھن جانے
کا خیال دامنگیر رہتا تھا۔ انتظام ملک کی طرف کس طرح متوجہ ہو سکتے تھے کشمیر میں بھی
ان خانہ جنگیوں سے بڑا بھاری اثر پڑا یہ تھا کہ ۱۸۰۳ء سے جو صوبیدار یا حاکم صوبہ
کشمیر پر حکمران رہے درحقیقت محمود شاہ یا اس کے جانشینوں کے محکوم نہ تھے البتہ
ان کا قوم افاغنہ سے ہونا انہیں اس فہرست میں داخل کرتا ہے ورنہ اگر غور سے
دیکھا جائے تو وہ سب کے سب خود مختار رہتے تھے یہاں تک کہ آخر کار ۱۸۱۹ء میں مہاراجہ
رنجیت سنگھ نے کشمیر پر قبضہ کر کے نئی طرز حکومت کا سلسلہ ڈالا۔

صوبیدار جو محمود شاہ و شجاع الملک کے عہد میں حکومت کشمیر پر مامور رہے

(۱) عبداللہ خاں الکوزئی ۵ سال ۱۸۰۳ء سے ۱۸۰۸ء مطابق ۱۲۱۸ھ سے ۱۲۲۳ھ
(۲) عطا محمد خاں ۷ سال ۱۸۰۶ء سے ۱۸۱۳ء ۱۲۲۱ھ سے ۱۲۲۸ھ
(۳) محمد عظیم خاں ۶ سال ۱۸۱۳ء سے ۱۸۱۹ء ۱۲۲۸ھ سے ۱۲۳۴ھ
(۴) جبار خاں ۴ ماہ ۱۸۱۹ء ۱۲۳۴ھ

عبداللہ خاں الکوزئی صوبہ کشمیر
۵ سال ۱۸۰۳ء سے ۱۸۰۸ء

جب محمود شاہ نے بغاوت کر کے فتح محمد خاں
کی امداد سے قندھار اور کابل فتح کر لیا تو زمان شاہ
جو ان دنوں لاہور میں مقیم تھا عازم کابل ہوا۔ لاہور کی صوبیداری اس نے خواجہ
کابل کو دینی چاہی لیکن زمانہ کی ابتری کو مد نظر رکھ کر کسی نے منظور نہ کیا مجبوراً
مہر سنگھ اور صاحب سنگھ کو بالاشتراک نظامت تفویض کر کے بسرعت تمام
پشاور پہنچا اور محمود شاہ کی مخالفت پر چلا مگر گیا اسی قندھار کے راستہ میں عبداللہ خاں
الکوزئی کو بھی معزول کیا۔ اور عوض اس کے نثار خاں داؤد زئی کو بالاستقلال نامزد کیا انعام
و اکرام کا لالچ دے کر قلعہ سے نکل بھاگا اور کشمیر آ گیا یہاں سے اس نے ایک لاکھ روپیہ
نقد و جنس زر و مال کو دیا اور شجاع کی حسرت سے آپ متخلص کر دیا ...

شاہان کابل کی سلطنت سے سر پھیر کر خود مختار بادشاہ بن بیٹھا۔ محمود شاہ اپنے معاملات
میں سرگرداں تھا کشمیر کی طرف متوجہ نہ ہو سکا جس سے عبداللہ خاں کو اور بھی تقویت
ہو گئی ۱۲۲۲ھ میں جب شجاع الملک نے محمود شاہ کا تخت چھین لیا تو والئے
کشمیر اُن کے اندرونی رشتہ داریوں سے مطمئن ہو گیا۔ اسی سال کشمیر میں سخت زلزلہ
آیا جس سے بہت سے مکان گر گئے ہزاروں آدمی نیچے دب کر مر گئے۔ عورتوں
کے حمل وضع ہو گئے۔ کئی مقاموں پر زمین پھٹ گئی اور خانقاہ معلی کا کلس بھی گر گیا
دوسرے سال ۱۲۲۳ھ میں کثرت باراں سے سیلاب آیا۔ اور بہت زراعت کا
بہت نقصان ہوا لیکن سری نگر کو چنداں آسیب نہ پہنچا۔ ۱۲۲۴ھ میں شدت
برودت کے باعث جھیلیں چشمے دریا اور پانی منجمد ہو گئے لوگ بوجھ اٹھا کر منجمد
بستہ پانی پر چلتے پھرتے کوئی دو ماہ تک یہی حالت رہی۔ اسی سال سے گرما شروع
ہوتے ہی جب شجاع الملک قندہار سے پشاور آیا تو اس نے شیر محمد خاں مختار الدولہ
کو عبداللہ خاں کی سرزنش اور گرفتاری کے لئے کشمیر بھیجا جس نے مظفر آباد پہنچکر
ابراہیم خاں کی معرفت اسے پیغام بھیجا کہ اگر وہ حلقہ اطاعت گردن میں ڈال کر شاہی
باج و خراج ادا کرے تو بلا مزاحمت نظامت خطہ پر مامور رہے ورنہ ذلیل و خوار
ہوگا۔ عبداللہ خاں ایسی دھمکیوں کو کب خاطر میں لاتا تھا شوکت و رعونت سے
دربار اور مقابلہ پر آمادہ ہو گیا۔ بے شمار فوج غنیم کی مدافعت کے لئے ہمراہ لیکر
موضع سیر میں جا بیٹھا۔ مختار الدولہ پہلے تو معاملہ کا خاموش رہا آخر ابراہیم خاں علاقہ
بہادر کو اپنے ساتھ متفق کر کے اس سے لڑائی شروع کر دی۔ عبداللہ خاں کی فوج
منہزم ہو کر واپس بھاگی اور مختار الدولہ دریائے کشن گنگا عبور کر کے [illegible]
مذکور کو موضع لاد میں آگیا۔ وزیر روح اللہ کی صواب دید سے عبداللہ خاں بھی
موضع سیر سے اٹھا اور دریا کے بہت پر پل طیار کر کے مع فوج و اہر گار میں غنیم کی
فوج سے ہم نبرد ہو گیا۔ فریقین نے شجاعت و مردانگی کی خوب داد دی۔ آخر کار
عبداللہ خاں مغرور ہو کر قلعہ ہیروہ میں جا چھپا بہت سے ہزیمت خوردہ سپاہی
پل عبور کرتے ہوئے دریا میں گر کر غرق ہو گئے۔ ماہ ذوالحجہ ۱۲۲۴ھ کو مختار الدولہ
مظفر و منصور سری نگر میں داخل ہوا۔ عبداللہ خاں کی سرکوبی کے لئے اس نے

اپنے بیٹے عطا محمد خاں کو مقرر کیا جس نے قلعہ شیرگڑھ کا محاصرہ کر لیا۔ تین ماہ تک محاصرہ جاری رہا اور بہت سی شکست و خول واقع ہوا آخر کار ۵ ماہ ربیع الاول ۱۲۲۱ھ کو شیر جنگ نے عبداللہ خاں کا کام تمام کر کے تمام جھگڑوں کا فیصلہ کر دیا۔ تاریخ شکست ۱۲۲۱ھ کہتے ہیں کہ مختارالدولہ نے حکیم جواد سے سازش کر کے اسے مسموم کر دیا تھا مرحوم کے اہل و عیال نے کچھ عرصہ تک عطا محمد خاں کے انتظار میں جو قلعہ میں تھا قلعہ کا دروازہ بند رکھا بالآخر عبداللہ خاں کی والدہ نعش لے کر مختارالدولہ کے پاس آگئی چند روز تک سید منصور کے خطیرہ میں لاش امانت رکھی گئی اور پھر ماہ رجب میں کشمیر کے حاکم ولی محمد خاں اور شیر بابا کے ہمراہ کابل بھجوا دی گئی۔

عبداللہ خاں الکوزئی عالی ہمت۔ بہادر۔ رعایا پرور۔ منصف مزاج اور اول درجے کا منتظم تھا اس نے ابتدا سے مرنے تک دس سال دس ماہ تک کشمیر میں حکومت کی رعایا کی بہبودی اور آسائش کا خیال اسے ہر وقت دامنگیر رہا۔ جس سے ملک خوشحال اور فارغ البال ہوگیا۔ البتہ ۱۲۱۹ھ میں جبکہ وہ تخت پر تھا حکیم جواد نے جو شیعہ مذہب کا معتقد تھا تعصب مذہبی سے ناظم کو بدنام کرنے کے لئے اسے روزمرہ دو شیعہ لڑکیوں سے مباشرت کرنے کی صلاح دی۔ اس طریق سے بعض بدنہاد اور بدچلن قوم کی ننگ و ناموس کے دشمن ہو کر شریفوں اور عالی خاندانوں کو دھمکیاں دے دے کر رشوت بطور لی شروع کی۔ افسوس کہ یہ افسوسناک حالت دو سال تک جاری رہی۔

عطا محمد خاں صوبہ کشمیر دو سال ۱۸۰۶ء سے ۱۸۱۳ء ۱۲۲۱ھ سے ۱۲۲۸ھ

عبداللہ خاں کے انتقال کے بعد کشمیر محمد خاں ... باقی ماندہ انتظام صوبہ کے لئے کشمیر میں رہا جس نے ... عبداللہ کے لڑکے عطا محمد خاں کو حکومت کشمیر پر نامزد کر کے خود روانہ کابل ہو گیا۔ عطا محمد خاں کی تاریخ جلوس "اقبال رحمانی" ۱۲۲۱ھ ہے۔

پنڈت سہج رام کو اس نے عہدہ دیوانی عطا کیا۔ اور خود عیش و عشرت اور تعمیر عمارات و باغات و بوستان میں مصروف ہوا ہمیشہ آبادی رعایا اور ترقی مزروعات میں مصروف رہتا اس کی نیک نیتی اور خوش انتظامی سے تھوڑی مدت میں ہی دو چند ہو گیا۔ اہل ملک خلقت آسودہ اور خوش و خرم رہی اس کے عہد میں بہت لوگوں کی تعلیم کی طرف توجہ

وظیفے تھے لیکن سردار نے ان سے ایک پیسہ کا مواخذہ نہ کیا اور تمام کے تمام انہیں
خوش قسمتوں کے پاس رہنے دیئے۔ علماء فضلا اور مشائخ و فقرا کی قدر و منزلت کرتا
تھا۔ حکومت کی رعونت اور پوشاک کے تکلف سے بالکل پاک ہمیشہ سادہ لباس
میں رہتا تھا اور مقدمات عدالت بذات خود فیصلہ کرتا تھا اور اثنائے تفتیش میں
موقع پر پہنچتا اور فریقین کے روبرو فیصلہ دیتا۔ اکثر اوقات ورثہ اپنے ہاتھ سے ورثا
میں تقسیم کرتا اور مدعیوں سے صرف ایک روپیہ اپنے مشتلی کو دلواتا تھا۔
سنہ ۱۲۲۳ھ میں عطا محمد خاں کا باپ مختار الدولہ لڑائی میں مارا گیا۔ شجاع الملک
اعظم خاں کے ہاتھ سے شکست کھا کر بھاگ نکلا اور مہاراجہ رنجیت سنگھ والئے
پنجاب کے ہاں پناہ گزین ہوگیا۔ یہ دیکھ کر ناظم کشمیر نے علانیہ بغاوت کا جھنڈا کھڑا
کر دیا۔ اس لئے سنہ ۱۲۲۴ھ میں اکبر خاں بامیزئی اور میر افضل خاں بہت سی
سپاہ کے ساتھ عازم کشمیر ہوئے۔ عطا محمد خاں بھی خروج آراستہ کرکے
بارہمولہ میں قیام کیا جب حملہ آور بمقام شادی پورہ وارد ہوئے تو لڑائی شروع ہوگئی
جس میں شاہی فوج مغلوب و منکوب ہوکر لوٹ گئی۔ اور عطا محمد خاں فتح و نصرت
کے ساتھ متوجہ دارالخلافہ ہوا۔ جہاندیدہ سپاہی تھا اس کامیابی سے بھی عطا محمد خاں
کو پوری دلجمعی نہ ہوئی۔ اس لئے وہ آئندہ حملوں کے مدافعہ کے فکر میں ہوا۔ سامان
حرب و ضرب مثل توپ بندوق بارود وغیرہ و اسلحہ کا اس نے ایک بھاری ذخیرہ
فراہم کر لیا۔ قصبہ سوپور و بارہمولہ میں مورچہ بندی کے لئے سنگین برج بنوائے
پل بارہمولہ مرمت کر دیا اور سنہ ۱۲۲۶ھ میں کوہ ماران واقع سری نگر پر ایک بلند مضبوط
اور مستحکم قلعہ تیار کیا۔ تمام قلعوں اور مورچوں میں بہت سا سامان جنگ بھی جمع
کر دیا۔ یہاں تک کہ آئندہ حملوں کے روکنے کے لئے تدبیر کے تمام ضروری لوازمات
سرانجام ہوئے کہ شمشیر سے بے کھٹکا ہو بیٹھا۔ اکرم خاں بامیزئی جیسے دلاور کی ناکامی
کے بعد سلطنت کابل کی ابتری سے دلاوران کابل میں سے کسی کو جرأت نہ ہو سکی
کہ تسخیر کشمیر کا ذمہ اٹھائے جس سے عطا محمد خاں کو بھی لڑائی کی طیاریوں کے لئے
کافی مہلت مل گئی۔ آخر کار جب محمود شاہ والئے کابل کے فرمان سے وزیر فتح خاں
کابل قندھار میں انتظام کر چکا تو غرہ ماہ شعبان ۱۲۲۷ھ کو عازم کشمیر ہوا۔ ادھر

جب عطا محمد خاں نے سنا کہ شجاع الملک مہاراجہ رنجیت سنگھ کے زیر سایہ
موضع تلنبہ میں قیام پذیر ہے تو اس نے دیوان نند رام اور اپنے بھائی جہانداد خاں
کو اس کی خدمت میں بھیجا جنہوں نے وزیر جہانداد خاں اور عبدالکریم خاں کی
وساطت سے شجاع الملک کے ہاں باریابی حاصل کی اور سمجھا بجھا کر غرہ ماہ شوال
۱۲۲۷ھ کو اسے حسن خاں اور عطا محمد اللہ خاں کشمیر لے آئے۔ ناظم نے بتقاضائے
مصلحت شجاع الملک کو قلعہ ماران میں قید کر دیا اور وزیر جہانداد خاں اور عبدالکریم
کو دو تین ہزار سپاہی دے کر قلعہ اٹک کی محافظت کے لئے بھجوا دیا۔ اسی
اثنا میں جب وزیر فتح محمد خاں دریائے اٹک کے کنارے پہنچا تو عطا محمد خاں
کے حسن انتظام اور استحکام سلطنت سے خوف زدہ ہو کر وہیں ٹھہر گیا اور
مہاراجہ رنجیت سنگھ والئے پنجاب سے کمک کے لئے خواستگار ہوا۔ مہاراجہ
موصوف نے آٹھ لاکھ روپیہ سالانہ خراج مقرر کر کے دیوان محکم چند کو جمعیت دس
ہزار سوار و پیادہ وزیر کی معاونت پر مامور کیا۔ ۱۸۱۲ء / ۱۲۲۷ھ میں وزیر دریائے
اٹک عبور کر کے سکھوں سے آملا۔ پھر دونوں لشکر متفق ہو کر ۱۲۲۸ھ کو پیر پنجال کے
راستے کشمیر کو بڑھے۔ عطا محمد خاں بھی موضع بلپورہ میں آ بیٹھا۔ اس نے غنیم
کی مدافعت کے لئے بے شمار فوج کوہ پیر پنجال پر استادہ کر دی۔ لڑائی شروع
ہوئی۔ کشمیری فوج کے دو تین ہزار سردار اور کئی آدمی فتح محمد خاں کے
پاس چلے گئے تاہم باقی فوج بڑی شجاعت اور دلاوری سے لڑتی رہی جانبین
کے بہت سے آدمی مارے گئے۔ آخر کار کشمیری منہزم ہو کر بھاگ نکلے۔ جب
عطا محمد خاں نے اس ہزیمت کا حال سنا تو بلپورہ سے سری نگر واپس آ گیا
اب اس نے شجاع الملک کو قلعہ سے نکالا اور اسے ساتھ لے کر خود مقابلہ کو نکلا
اسی اثنا میں وزیر موضع راولپورہ پہنچ گیا تھا۔ شجاع الملک اور عطا محمد خاں اس کے
عقب میں آ ٹھہرے اور صف آرائی کرنے لگے۔ لڑائی کے موقع پر عطا محمد خاں
نے اس خیال سے کہ مبادا شجاع الملک بھی غنیم سے مل جائے اس کے گھوڑے
کے تسمے بہت تنگ کر کے زین میں گانٹھ دیا۔ ایسی حالت میں بیچارہ شجاع الملک
کیا کر سکتا تھا۔ عطا محمد خاں کی فوج ایک ایک کر کے وزیر سے آملی یہ حالت دیکھ کر

عطا محمد خاں اور شجاع الملک میدان سے بھاگ نکلے۔ عطا محمد تو شیر گڑھی میں محصور
ہو گیا۔ اور شجاع الملک بدستور سابق قلعہ ماران میں بھیجا گیا۔ ناظم کا بھائی نظام [illegible]
قلعہ ماران کی محافظت پر مقرر ہوا۔ انہیں دنوں میں [illegible] نکلا جس کو شیر گڑھی
عقائد کے رو سے عطا محمد خاں نے اپنے لئے بنایا تھا کا پیش خیمہ تصور کیا۔ وزیر فتح خان
بھی راولپور سے کوچ کر کے بمقام چھتر پل [illegible] نکل آیا۔ پانچ چھ دن کے بعد
عطا محمد خاں نے بمقتضائے مصلحت شجاع الملک کو بھی شیر گڑھی میں بلا لیا۔ دونوں
نے متفق ہو کر دیوان محکم چند کے ساتھ سازش کر لی۔ محکم چند نے محاصرہ سے
ہاتھ اٹھا لیا۔ دونوں محصورین دیوان موصوف کے پاس چلے گئے۔ اس کارروائی
سے وزیر فتح محمد خاں سخت جھلایا۔ چاہتا تھا کہ محکم چند کا کام تمام کر دے لیکن اس
کے پشت پناہ سکھ [illegible] کے خوف سے [illegible] کر دم بخود ہو گیا۔ دوسرے دن
محکم چند کی حمایت سے عطا محمد خاں وزیر کے قیام گاہ میں چلا آیا۔ ملاقات پر کچھ
جعلی جواہرات وزیر کے پیش کئے۔ اصلی جواہرات اور سونا چاندی تمام مال
و اسباب لے کر اہل و عیال [illegible] روانہ ہو گیا۔ راستے میں ایک لاکھ روپیہ
واسطے پنجاب سے ہی چھوڑ کر سنہ ۱۲۱۳ ہجری میں قلعہ اٹک کا قبضہ اسے دے گیا۔ چنانچہ
وزیر بھی آٹھ لاکھ روپیہ کی ہنڈوی لے کر محکم چند بھی رخصت ہو گیا اور شجاع الملک کو
اپنے ساتھ لاہور لے آیا۔

محمد عظیم خاں صوبہ کشمیر ۷ سال
[illegible]

اس کے بعد وزیر فتح محمد خاں دو مہینے تک کشمیر کے بندوبست میں مصروف رہا۔ اور پھر دیوان
اتم رام کو ساتھ لے کر کابل چلا گیا۔ نظامت کشمیر اپنے بھائی محمد عظیم خاں کے سپرد
کر گیا۔ راستے میں اس نے قلعہ اٹک کی بابت [illegible] سے جنگ
سے لڑائی چھیڑ دی لیکن شکست کھا کر کابل کو بھاگ گیا۔ کشمیر میں محمد عظیم خاں نے
سنہ ۱۲۱۳ [illegible] مسند کا مالک ہو کر پنڈت سہج رام [illegible]
دیوانی پر ممتاز رکھا۔ ساتھ ہی [illegible] کو [illegible] کا [illegible]
[illegible] تمام [illegible] کے [illegible] محمد عظیم خاں نے [illegible]
[illegible] پنجاب [illegible] کر دیا جس سے [illegible]

رنجیت سنگھ کے دل میں آتش کینہ بر افروختہ ہوئی اور اس نے ۱۸۱۹ء / ۱۲۳۴ھ میں
دل سنگھ کو بہمراہی نامور جرنیلوں اور لشکر کے ساتھ برائے سرکوبی کشمیر بھیجا۔ اور
خود بھمبر سے اقامت گزین ہو کر فتح کشمیر کی تہنیت کا انتظار کرنے لگا۔ محمد عظیم خاں
بھی لوائے مقابلہ بلند کر کے موضع سید آباد میں آگیا۔ سکھوں کی فوج محافظان درہ
کی شکست پا کر موضع سدو میں آ پہنچی تھی۔ اتفاقاً اسی دن بارش باران کمال شدت
سے شروع ہو گئی۔ برودت اس درجہ بڑھ گئی کہ گرم ملک کے رہنے والے
الامان الامان پکار اٹھے۔ بیچارے تمازت آفتاب کے جھلسے ہوئے ٹھنڈے لباس
پہن کر تشریف لائے تھے۔ سردی کے مارے اکڑ گئے۔ بارود تر ہو گیا۔ سنگ چقماق نے
آگ دینے سے انکار کر دیا اور کشمیری بہادر شیر ببر بن کر تہ و بالا کرنے لگے۔ مصیبت زدہ
سکھوں نے مورچے چھوڑ کر سدو کے دامن میں پناہ لی اور محمد عظیم خاں نے
بابا خاں کو دو تین ہزار جرار سوار دے کر دشمن پر حملہ آور ہونے کے لئے بھیجا۔ جس
نے صمصام خون آشام نیام سے نکال کر خالصہ پر قیامت برپا کر دی۔ شام سے
پہلے پہلے قریب تین ہزار سکھ لقمہ اجل ہو گئے۔ باقی ماندگان سب گاہ سے
بھاگ کر پہاڑ پر چڑھ گئے۔ دوسری ماہ شعبان ۱۲۳۴ھ کو خبر ملی کہ سکھوں کی
تازہ دم فوج توسہ میدان کی راہ سے موضع راجپار کی طرف بڑھی چلی آرہی ہے۔
محمد عظیم خاں نے فوراً عبد اللہ خاں اچکزئی کو مع محمد خاں سلطان محمد خاں اور
فیض اللہ خاں کو بمعاونت روح اللہ خاں راجپار کے راستے تعین کیا اور خود
دوسرے دن کریوہ سدو پر حملہ آور ہوا۔ سکھ شدت برودت سے مفلوج و مسکوت
ہو کر درختوں اور چٹانوں کی اوٹ میں سسک رہے تھے کہ غنیم نے انہیں بیدار
کر دیا۔ چار و ناچار آگے بڑھے اور صبح سے شام تک سارا دن بڑی جوانمردی
اور شجاعت سے مقابلہ پر ڈٹے رہے۔ فریقین کے بہت سے سردار اور افسر
مارے گئے۔ بابا خاں بھی بضرب گولی مارا گیا باوجود اس کے تمام کو فیصلہ کے
بغیر جانبین اپنے اپنے کیمپوں کو لوٹ آئے۔ اسی دن عبد اللہ خاں وغیرہ نے
توسہ میدان میں ہنگامہ خونریزی برپا کر دیا دونوں میدانوں میں کئی روز تک
طرفین کے بہادر لڑتے مرتے اور کٹتے رہے۔ اسی اثناء میں [illegible] خاں نے

مہاراجہ رنجیت سنگھ کو سنایا کہ افغانوں نے سدھن ساری فوج قتل کر ڈالی
ہے یہاں تک کہ خبر دینے والا بھی کوئی نہیں بچا۔ یہ سنکر رنجیت سنگھ بے حوصلہ
ہو گیا اور فوراً کوچ کر کے راجوری کی طرف چلا گیا۔ عبداللہ خاں نے کوٹلی تک
تعاقب کیا اس ہزیمت سے بہت سا مال غنیمت پٹھانوں کے ہاتھ آیا منجملہ اس کے
خاص رنجیت سنگھ کی سواری کا ایک مشکی گھوڑا بھی محمد عظیم خاں کے سامنے پیش
ہوا جسکی آنکھوں سے فراق آقا کے باعث آنسو ٹپک رہے تھے۔ جب سکھوں
نے رنجیت سنگھ کے بھاگنے کی خبر سنی تو پہلے تو توسہ میدان والی فوج نے
رو کے فرار اختیار کیا اور پھر سدو والی سپاہ نے بھی حصار سے ہاتھ اٹھا لیا اور
واقعہ ۱۱ ماہ شعبان کو لاہور کو لوٹ گئی محمد عظیم خاں مظفر و منصور سری نگر آ گیا۔

رنجیت سنگھ کی ناکام واپسی اور محمد عظیم خان کی فتح یابی پنڈتان کشمیر کے
لئے آفت و مصیبت کا پیش خیمہ بنی جسکی کیفیت یہ ہے کہ اس فتح سے عظیم خاں
کی جرأت و ہمت بڑھ گئی۔ جو رفتہ رفتہ غرور و تکبر تک پہنچ گئی۔ اور جس نے
رعایائے کشمیر کو درد مصیبت میں ڈال دیا۔ رعایائے کشمیر میں سے پنڈتان کشمیر
کی تباہی خصوصیت سے قابل ذکر ہے۔ سردار محمد عظیم خاں کو کئی قرائن اور بعض
کامل تحقیقات سے معلوم ہوا کہ رنجیت سنگھ کو پنجاب سے کشمیر میں لانے کا باعث
فرقہ ہنود ہی ہے جو کشمیر میں بجائے اسلامی حکومت کے ہندوانی حکومت کو
پسند کرتا ہے۔ چنانچہ جب تحقیقات سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا تو اس نے
نمک حراموں اور باغیوں کو چن چن کر تلاش کیا۔ اور ان کی سرزنش اور سرکوبی
پر کمر باندھ لی سب سے پہلے دیوان ہیرا داس کو قتل کیا۔ جو اس کے خیال میں
باغیوں کا سرغنہ تھا۔ اس کے علاوہ کئی معززین ہنود کی بے حرمتی و بے عزتی کی
گئی سب سے بڑھ کر یہ ستم ہے کہ ہنودوں پر از سر نو جزیہ لگا دیا۔ جس سے وہ
لوگ کانپ اٹھے جو اسکی استطاعت نہ رکھتے تھے۔

سکھوں کے ساتھ گھن بھی پس گیا یعنی بعض مسلمان بھی محمد عظیم خاں کے غضب
کا شکار ہو گئے۔ جو اپنی ذاتی اغراض کے لئے ہنودوں سے ملے ہوئے تھے بڑے
بڑے منصب داروں کے عہدے چھین لئے گئے۔ اور جاگیر داروں کی جاگیریں ضبط

ہو گئیں۔ آفات ارضی کی یہ شدت و کثرت دیکھ کر بلائے سماوی بھی خانۂ کشمیر
میں آپہنچی۔ چنانچہ قحط اس شدت سے شروع ہوا کہ کیا ہندو اور کیا مسلمان سب
چلا اٹھے۔ ایک خروار شالی سولہ روپے کو بھی بمشکل دستیاب ہوتی تھی۔ جب
زمین و آسمان خلق خدا کی تباہی و بربادی پر آمادہ ہو جائیں تو ان غریبوں کا کہاں
ٹھکانا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ملک ویران ہو گیا اور ہزارہا لوگ نہنگ اجل کا لقمہ ہو کر فاقہ کشی
سے نجات پا گئے۔ دیوان ہیرا اس کے قتل کی تاریخ جبر عظیم اور آغاز قحط کی
تاریخ قحط عظیم ہے۔ ان تاریخوں میں لطیف نکتہ یہ ہے کہ لفظ عظیم محمد عظیم خان کے
نام سے نسبت خاص رکھتی ہے۔

اب بیچارے شجاع الملک کا حال سنئے۔ جب وہ دیوان محکم چند کے ہمراہ لاہور
پہنچا تو رنجیت سنگھ اس سے بڑی مہربانی و سلوک شاہانہ سے پیش آیا لیکن
بعد میں کوہ نور کی شہرت حرص اور دست درازی کی بدولت کوہ نور ہیرے کے واسطے اس
اس کو قید کر دیا اور نہایت تنگ کرنا شروع کیا۔ جب شاہ شجاع سے کوہ نور اور
اس کے ساتھ بہت سے اور جواہرات بھی مہاراجہ رنجیت سنگھ نے چھین لئے
تو وہ بیچارہ اہل و عیال جان بچا کر لدھیانہ بھاگ آیا جہاں سرکار انگریزی کی
حمایت میں آگیا لیکن ملک ستانی کا شوق بدستور قائم تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد کشتواڑ
چلا گیا۔ وہاں سے قلیل سی کمک لے کر کشمیر پر حملہ کر دیا۔ جب موضع کوران پرگنہ دیوسر
میں پہنچا تو محمد عظیم خان کی طرف سے امیر محمد خان مقابلہ کو نکلا۔ بڑی جنگ ہوئی
آخر کار محمد عظیم خان خود بھی کشمیر سے مدافعت شجاع الملک کے لئے روانہ ہوا
شجاع الملک تاب مقاومت نہ لا کر کشتواڑ کو بھاگ گیا۔ اور وہاں سے پھر پھرا کر
لدھیانہ میں سرکار انگریزی کی پناہ میں آگیا۔ باوجود ان شکستوں اور آفتوں کے
دل کی جاہ طلبیوں اور بد اقبالیوں سے بادشاہی کی حرص کم نہ ہوئی تھی۔ چنانچہ کمپنی
لدھیانہ سے کچھ امداد لے کر باہر نکلا۔ اور کابل پر قبضہ کر کے فتح کر لیا۔ دو سال تک حکومت
نہ کرنے پایا تھا کہ زمان شاہ کے لڑکے نے اس کو قتل کر دیا۔

حکومت کے آخری دنوں میں جب محمد اعظم خان کا قصہ ختم ہو گیا تو اس نے
پنڈت بیربل میرزا پنڈت اور سکھ رام کو تحصیل مالیہ کا ذمہ دار مقرر کیا۔ بیربل ان کے

پنڈت بیربل کے نام ایک لاکھ روپیہ باقی رہا۔ سردار نے تنگ طلبی شروع کی بہت سی قیل و
قال کے بعد بیربل نے ناظم کو سر دربار پکار کر کہا کہ حسن خامی فصل از خدا ہے تو مجھ سے کیا کام۔
ایسی بے باکانہ طرز گفتگو سردار کے ناگوار خاطر ہوئی۔ رنجیت سنگھ سے سازش کرنے کی وجہ سے
پہلے ہی اس سے ناراض تھا۔ اگلی پچھلی کدورت جو تشنرع ہوئی اور اس نے ایک جمعیت کثیر
تقاضائی وصولی کے لئے بیربل کے مکان پر تعینات کئے۔ بیربل ٹال مٹول کرتا رہا۔ دو تین دن
کے بعد سردار نے میرزا پنڈت سے پوچھا کہ بیربل شاید بھاگنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اس نے تسلی
دی کہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ بصورت دیگر میں ذمہ وار ہوں۔ محمد عظیم خان مطمئن ہو گیا اور میر
میرزا پنڈت نے بیربل سے جا کر کہا کہ اگر بھاگنے کا ارادہ ہے تو جلدی کرو اور آج کل ہی نکل جاؤ
ورنہ پھر موقعہ ہاتھ نہ آئیگا۔ بیربل خوب ہوشیار ہو گیا۔ بیوی کو تو اس نے واسدیو کاک ہرکارہ کی معرفت
قدوس گوجواری کے مکان پر چھوڑا۔ اور خود اپنی جاگیر میں موضع پانپر گام پرگنہ دیوسر میں چلا گیا
جہاں سے اپنے بیٹے راجہ کاک کو ساتھ لیکر موضع وہنوال میں جو ملکان کھوڑی کی جاگیر میں تھا جا پہنچا
ملکوں نے سابقہ روابط کے لحاظ سے پنڈت موصوف کی بڑی آؤ بھگت کی اور بارش برف کے
زور و شور سے درمیان ملک ذوالفقار اور ملک کامگار نے نور جمال ساکن نندی گنڈہ کی معاونت
و رفاقت سے پہاڑ عبور کر کے اسے جموں پہنچا دیا۔ راجہ گلاب سنگھ والئے جموں نے بھی اسکی
بڑی عزت کی۔ کچھ دن وہاں ٹھیرایا۔ پھر اپنے بھائی راجہ دھیان سنگھ کے نام سفارش دیکر اسے
لاہور بھیج دیا۔ بیربل جب کشمیر سے پار ہو گیا تو محمد عظیم خان کو اسکی فراری اور ملک کامگار اور
ذوالفقار کی امداد دہی کا حال معلوم ہوا۔ سخت برافروختہ ہوا۔ فوج بھیج کر ملکان کھوڑی کے
خانمان ویران کر دیئے۔ ان سے فارغ ہو کر بیربل کے پسماندوں کی تلاش کرنے لگا۔ میرزا پنڈت
سے پوچھا کہ بیربل کہاں گیا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ اگر ہوش و حواس نہیں رکھتا تو گنگا جائیگا ورنہ
رنجیت سنگھ سے فوج لیکر کشمیر آ جائیگا۔ سردار نے پوچھا کہ اب اسکا کیا علاج ہے۔ اس نے کہا کہ تمہیں
میرزا پنڈت اتنی سی بات سے میرزا پنڈت کو تو چھٹی ہو گئی۔ سردار نے واسدیو کاک ہرکارہ باشی
کو پکڑا اور بیربل کی بیوی کا پتہ پوچھنے لگا۔ نو دن میں نو ہزار روپیہ بھی اس سے بطور جرمانہ لیا لیکن
اس نے سراغ نہ بتایا۔ اسی اثنا میں بیربل کے داماد منشی تلوک چند نے بیوی کی معرفت اسکو
ڈھونڈ پایا۔ اور سردار کو آگاہ کر دیا۔ وہ اسی وقت گرفتار کی گئی۔ سپاہی اس کو شیر گڑھی میں لیجا رہے
تھے کہ اثنائے راہ میں اس عصمت شعار نے الماس چاٹ کر خودکشی کر لی۔ واسدیو کاک ہرکارہ کا

پیٹ چاک کیا گیا ۔ جوزنک کی بیوی بچی کو قتل کر کے مسلمان گئی اور لڑکے کسی پٹھان کے حوالے کر کے عالم
نے کابل بھجوا دیا ۔ جہاں وہ چند سال تک آباد رہی ۔ یہ عورت پنڈت مجو کی ماں تھی جس نے
ایک پیسہ کوئی واپس نہ لا سکا ۔ اور وہ طرح حیات سنگھ کی وساطت سے مہاراجہ رنجیت سنگھ کے
دربار میں داخل ہو گیا۔

انہیں دنوں میں خواجہ تیمور شاہ نے جو ہر وقت ایک ہی بس با اختیار رہا تھا عظیم خان کو
چند قوموں کی تنخواہ ہندی اور نقدی نے با جبر کے واجبات ہر طرح ادا کیا کہ وہ انہیں کا بعد ہم سلطنت
سے علیحدہ کر دے اور وعدہ کیا کہ اگر ناظم اسے باقاعدت مدد کرے تو وہ لگان کے علاوہ اسے تین
لاکھ روپیہ بھی وصول کر دیگا ۔ مگر اس نے ان باتوں کو منظور نہ کیا ۔ تاہم تیمور شاہ میرزا پنڈت کو دلی
کدورت رکھنے کے باعث ناراض تھا چنانچہ ایک دن میرزا پنڈت کو مع کر کے اپنے حرم میں چھپا
اور شیر پور آگ لگا دی پنڈت بیرل بھی علم سے رقت ہے اسے آگاہ کر دیا اور وہ قضائے حاجت کے بہانے
اٹھ کر اپنے مکان کو چلا آیا ۔ دوسرے دن بیرل نے خدا بھی صاحب کے مکان پر چوٹ ہیرا دی اور بیس ہزار
لاکھ روپیہ اخذ کر کے عظیم خان کو پہنچا دیا۔

فتح کشمیر کے بعد شیر محمد خان قندھار چلا گیا تھا محمود شاہ چند سال تک اسکے ساتھ بطور
با استقلال تمام حکومت کرتا رہا لیکن آخر میں شاہی خاندان والوں کی باہمی کدورت نے حقیقت
چلمنی پھیلا دی جس کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ محمود شاہ نے اپنے چھوٹے بھائی حاجی فیروز الدین کو حاکم
ہرات مقرر کر رکھا تھا اسکا بیٹا شاہزادہ کامران چاہتا تھا کہ وہاں کی حکومت اسکے ہاتھ میں آ جائے
اسنے باپ کو سمجھایا کہ چچا بھائی کی رعایت اور پاس داری سے اس نے ایک نہ سنی ۔ آخر کار
وزیر فتح محمد خان کو وقت موافقت جوڑا جس نے بادشاہ کو فیروز شاہ کی معزولی پر آمادہ کر لیا چنانچہ
محمود شاہ نے وزیر با تدبیر ہی کو قلعہ ہرات کے خالی کرانے پر مامور کیا جب وزیر پہنچا تو غلات کو تیج
فیروز شاہ بھی مقابلہ کو طیار ہو گیا ۔ اور لڑائی شروع ہو گئی ۔ اور وزیر کی لڑائی کی خبر کی جہلی تھی ۔ ادھر
دوست محمد خان ایک دستہ لے کر شہر میں داخل ہو گیا اور قلعہ کو مغلوب کر کے حرم تک چلا گیا
تمام مال و اسباب اور ملبوس اور زیور پر قابض ہو کر اس نے فیروز شاہ کے حرم خانہ کی بھی بے حرمتی
بے عزتی کر لیا ۔ اس سے شاہزادہ کامران کی بہن کے پاجامے کا ازار بند بھی کھول لیا
جو ہر لاکھ روپیہ سے زیادہ مالیت کا تھا ۔ دوسرے دن فیروز شاہ بھی گرفتار ہو گیا ۔ جب شاہزادہ
کامران کو دوست محمد خان کی زیادتیوں کی اطلاع ہوئی تو نہایت ناراض ہوا چنانچہ جب

- وہاں وزیر فتح محمد خاں فتح ہرات کا منصوبہ اور شہرت دیکھ کر شاہزادہ [illegible] حاضر ہوا تو انہوں نے وزیر کی آنکھیں نکلوا دیں لیکن محمود شاہ کو خبر ہوئی تو اس نے کامران کو سخت لعنت ملامت کی اور فتح محمد خاں کو [illegible] بدستور وزارت پر بحال کر دیا۔ چونکہ عدم بصارت کے باعث مہام ملکی کے انصرام میں دقت واقع ہوتی تھی اس لئے وزیر نے اپنے بھائی محمد عظیم خاں کو کشمیر سے بلوا بھیجا۔ محمد عظیم خاں نے تمام مال و اسباب زیورات و جواہرات نقد و جنس جو ایک کروڑ سے زیادہ مالیت کا تھا معہ حرم خانہ اپنی روانگی سے پہلے [illegible] ہمراہ کابل بھجوا دیا۔ اس کے کچھ دن بعد اپنے بھائی جبار خاں کو حکومت کشمیر سپرد کر کے [illegible] کے بعد ۱۸۱۹ء میں آپ بھی روانہ کابل ہو گیا۔

سردار جبار خاں صوبہ کشمیر [illegible] ۱۸۱۹ء

بھائی کی روانگی پر ۱۸۱۹ء میں جبار خاں نے مسند خلافت پر قدم رکھا۔ یہ شخص [illegible] ممکن تھا کہ اس کے عہد میں تمام [illegible] کشمیر [illegible] زائل ہو جاتے [illegible] ہو جائیں لیکن انقلاب زمانہ نے اس کے ایام حکومت کو وفا نہ کی اور جلد ہی اسے حکومت ملک سے برطرف ہونا پڑا۔

محمد عظیم خاں کے کابل واپس چلے جانے کی اطلاع جب عوام کو ہوئی تو پنڈت بیربل نے [illegible] مہاراجہ رنجیت سنگھ کو کشمیر کی دعوت دی۔ [illegible] کشمیر کی [illegible] اور [illegible] رنجیت سنگھ چکھ چکا تھا [illegible] لشکر کشی کی جرأت نہ کر سکا لیکن بیربل نے [illegible] طرح کے سبز باغ دکھلا کے اور کامیابی کا یقین دلایا اور کہا کہ تمام [illegible] دل و جان سے آپ کے حامی ہیں۔ اور [illegible] ظلم و ستم ہو رہا ہے اس کے لحاظ سے فتح کشمیر کوئی دشوار کام نہیں۔ رنجیت سنگھ آخر کار راضی ہو گیا تاہم اس نے نقصان فوج اور مصارف جنگ کا ذمہ دار بیربل کو بنایا اور اس کے لڑکے راجہ [illegible] کو بطور یرغمال اپنے [illegible] رکھا۔ [illegible] دیوان چند ظفر جنگ بہادر [illegible] گلاب سنگھ والئے جموں [illegible] سردار [illegible] سنگھ نلوہ [illegible] سردار [illegible] اور [illegible] تیس ہزار سے زیادہ پیادہ و سوار بیربل کے ساتھ کشمیر بھجوایا۔ جب [illegible] پہنچا تو کچھ دن آرام کر کے اس نے فوج کے دو حصے کئے ایک حصہ [illegible] کے راستے اور دوسرا [illegible] کی طرف سے [illegible] سردار جبار خاں بھی [illegible] عبداللہ خاں اور عبدالرحمن خاں [illegible] سرداروں کو ہمراہ لے کر [illegible] آ گیا۔ [illegible] خالصہ جب کوہ پیر پنچال کی چوٹی پر پہنچیں تو [illegible] جبار خاں نے پہلے ہی سے راستہ کی حفاظت پر مامور کر رکھا تھا [illegible]

بہت سی خونریزی کے بعد پٹھان ہٹتے ہٹتے شوپیاں کے پاس پہنچ گئے۔ دوسرے دن جبار خاں بھی کمر
ہمت باندھ کر غنیم پر حملہ آور ہو گیا۔ سردار عبدالحسن خاں بھی مارا گیا لیکن پٹھان بدستور بڑے جوش
خروش کے ساتھ بڑھ بڑھ کر ہاتھ مارتے رہے۔ اسی اثنا میں اتفاقاً بہادران خالصہ جنگ بہادر میں
سے کسی نے جبار خاں کے بازو پر زخم کاری لگایا جس سے بیتاب ہو کر وہ سری نگر کو بھاگ گیا
اور ایسا بدحواس ہو گیا کہ سری نگر پہنچتے ہی مال و اسباب اٹھا کر بارہ مولہ کے راستہ کابل کو روانہ ہو گیا
سرداروں کی یہ حالت دیکھ کر تمام پٹھان بھاگ گئے۔ سکھوں نے یہ دیکھ کر تمام ملک کو روندنے لگا
ہم پٹھانوں سے کسی طرح کم نہ تھے لوٹ مار اور غارت و تاراج سے ملک کو تہ و بالا کر دیا۔
غریب الوطن پٹھان ایک ایک کر کے بھاگنے لگے سکھ بہ تعداد دس کے جہاں کہیں پٹھان کا نام سن پایا
گھر کو گھیر لیا اور محلہ کا محلہ اور گاؤں کا گاؤں تباہ کر دیا۔ اسی طرح تمام ملک کو ویران کر کے ۸ ماہ اساڑھ
سنہ ۱۸۷۶ بکرمی مطابق ۱۵ ماہ رمضان سنہ ۱۲۳۴ھ کو فاتح دیوان چند شیرگڑھی میں داخل ہو گیا۔ تاریخ
ہوئی۔ بولو جی واہگورو جی کا خالصہ بولو جی واہگورو جی کی فتح = ۱۸۷۶ بکرمی

جب کوئی بادشاہ یا حاکم وقت نشۂ حکومت سے بے خود ہو کر رعایا کے حالات سے بے خبر اور
بہبودیٔ ملک سے لاپرواہ ہو جاتا ہے یا اپنے فرائض و ذمہ داریوں سے چشم پوشی کر کے
تمام دارومدار نظام ظالم و جابر اہل کاروں کے ہاتھ میں دے دیتا ہے تو اس بدنصیب ملک میں
فتنہ و فساد شروع ہو جاتا ہے اور بے چینی و بدامنی رعایا میں پھیل جاتی ہے۔ یہ ضروری بات
ہے اور قدیم زمانہ سے چلی آئی ہے کہ جب فاتح کسی ملک کو فتح کرتا ہے تو اپنا رعب و دبدبہ
دکھانے کے لئے ابتدا میں بعض ایسی باتیں کرتا ہے جو اخلاقاً جائز نہیں ہوتیں لیکن پولیٹکل
نکتہ خیال سے وہ لازمی ہوتی ہیں مثلاً بڑے بڑے آدمیوں کو زیر اثر کر لینا۔ اس ملک کی
پہلی شاہی یادگاروں کو منہدم کرنا۔ رعایا پر مختلف طریقوں سے اپنا سکہ بٹھانا وغیرہ
وغیرہ۔ یہ زبردستیاں چند دنوں کے لئے محض عارضی ہوتی ہیں لیکن جو بادشاہ ہمیشہ کے لئے
فاتحانہ حیثیت سے ہی مفتوحہ قوم کو ذلیل و حقیر سمجھتا ہے اور اس سے جانوروں کا سا
سلوک کرتا رہے۔ صاف ظاہر ہے کہ اسکی حکومت اسکی زندگی کے بعد پانی کا ایک بلبلہ ہو
جسکو عروج و زوال کی ساتھ ہی ... عاقبت اندیشی اور ہمت نہ تھی
پٹھانوں کا تمام دور حکومت ... جنہوں نے اپنی نفاق اور حرکت سے ... غریب کشمیر
اور اسکی سیدھی سادی رعایا کو تباہ کر دیا۔ اصول ملک داری کی طرف کسی حاکم نے توجہ نہ کی

پیشین گوئی ولی [illegible]
کی نسبت [illegible]
مسلمانوں کے [illegible]
نظر آئے [illegible]
ہندوؤں کو [illegible]
کوئی صورت نظر نہ آئی [illegible]

ان پیشین گوئیوں [illegible] حیرت انگیز [illegible]
ولی صفت کامل کشمیری [illegible]
مردان ہند و کشمیر کو آگاہ کر دیا تھا۔ چنانچہ حضرت شاہ صاحب [illegible]
شمار ہوتی ہیں ہم ان دونوں نظموں [illegible]
کے بعد انگریزوں کے عہد حکومت اور [illegible]
تک کے حالات میں ہے لیکن اس حصہ نظم کا کشمیر کے تاریخی واقعات سے [illegible]
اسلئے وہ نظر انداز کیا جاتا ہے۔ آپ کی یہ دونوں نظمیں بہت مشہور ہیں اور [illegible]
دو وقت سے بخوبی آشنا ہیں۔ پیشتر اسکے کہ آپ کی نظموں کا خلاصہ درج کیا جائے [illegible]
ایک شعر درج کیا جاتا ہے جو خاص اسی واقعہ کے متعلق ہے یعنی اس میں اشارہ ہے [illegible]
سنہ ۱۲۳۴ ہجری میں ملک اور بادشاہ اور مذہب و ملت میں ایک خاص تبدیلی ہو جائیگی
یعنی کشمیر میں مسلمانوں کی حکومت اختتام کو پہنچے گی اور کوئی اور حکومت شروع
ہوگی جس کا دین و مذہب مسلمانوں سے الگ ہوگا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں ؎

در سال غلیرد اگر بیابی بینی ... ملک و ملک و ملت و دین بر گردد

اب دونوں نظموں کا خلاصہ لکھا جاتا ہے

---

[1] آپ کا نام رکن الدین ہی تھا لیکن شاہ نعمت اللہ کے نام سے زیادہ مشہور تھے۔ وطن [illegible] تھا
[illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے تربیت خواجہ بابائے قادری و پیش بابا عثمان و دیگر
بزرگان کشمیر [illegible] رونق افروز خطہ ہوئے۔ چہل [illegible] متصل [illegible] میں قیام فرمایا۔ [illegible]
[illegible] آپ [illegible] آپ [illegible] حضرت محبوب سبحانی سے تھی [illegible] سلسلہ قادریہ [illegible] واسطہ تھا لیکن
[illegible] سے ہی شوق فرماتے تھے ۲ ربیع الاول کو انتقال فرمایا۔ آپ شیخ محمد [illegible] قادری [illegible]

پہلی نظم کا خلاصہ

تا در آید ہم بایران از ستاند ملک ہند — قتل دہلی پس زند و تیغ آں پیدا شود
جملہ زد واحد شہے کو ہست گیتی را پناہ — او بملک ہند آید حکم آں پیدا شود
چون کند قصد سفر آن بادشہ سوئے بقا — رخنہ آید در خانداں درّانیاں پیدا شود
قوم سنگان چیرہ دستی چون کنند بر مسلمین! — تا چہل [illegible] بدعت اندر آں پیدا شود

دوسری نظم کا خلاصہ

سکہ از شور و شر ہر دو در قرنے بینم — حال سلطان خراسان چہ تیرے بینم
بعد از آں سال غلو آید [illegible] — فتنہ منسوب بآفاق تیرے بینم
سوئے کشمیر کشد سنگ دو بارہ لشکر — بار از دل نقش خون جگرے بینم
بار دوم چو کشد از پئے تسخیرش یاد — حسب تقدیر مدد فتح و ظفرے بینم
کفر غالب شود و میرود دین بہ ہم — شرع و اسلام بسے نقش ضررے بینم
زر دہا شد کہ ز خنگ آید و شورے سازد — ہند و پنجاب بسے زیر و زبرے بینم
گر دہی واقف اسرار مرا تا ایں جا — من ندانم لیس ایں ہمہ خبرے بینم

تمام شد تاریخ کشمیر جلد دوم عہد اسلامیہ

جلد سوم

میں حکومت فرمانروایان خالصہ و حکومت موجودہ حکمران خاندان کا ذکر ہوگا۔

سکھوں نے جب پہلی مرتبہ کشمیر پر یورش کی ہے تو شکست کھا کر اور اپنی جان بچا کر پنجاب کو واپس بھاگ آئے تھے۔ دوسری مرتبہ جب لشکر کشی کی تو کامیاب ہو گئے۔ اس واقعہ کے ظہور کو حضرت شاہ نعمت اللہ نے کئی سو سال پیشتر ہی بیان فرما دیا ہے۔ مؤلف